وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

تسہیل البیان

فی

تفسیرِ القرآن

تالیف

محمد اسلم شیخوپوری

مکتبہ حلیمیہ

سائٹ کراچی

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

تسہیلُ البیان فی تفسیرِ القرآن

تالیف

مُحمّد اسلم شیخوپوری

ناشر

مکتبہ حلیمیہ

سائٹ کراچی

موضوع.......................تفسیر قرآن

نام.................................تسہیل البیان فی تفسیر القرآن

دعائیہ کلمات......................شیخ الحدیث مولانا محمد تقی عثمانی

تالیف............................محمد اسلم شیخوپوری

مقامِ تالیف......................فلاح دارین اکیڈمی

کمپوزر............................منور علی مبارک

پیسٹنگ..........................عبدالجلیل

صفحات............................۵۳۰

سائز..............................۲۳x۲۹

بائنڈنگ.........................محمد فاروق

تعداد..............................ایک ہزار

ناشر................................مکتبہ حلیمیہ سائٹ کراچی۔۷۵۷۰۰

تقسیم کنندہ.......................مولانا محمد اقبال نعمانی

طبع ثانی ۱۴۲۳ھ، ۲۰۰۳ء

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	التجاء	۱
۲	دُعائیہ کلمات	۲
۳	تسہیل البیان اور مؤلف ایک نظر میں	۳
۴	چند گذارشات	۵
۵	خلاصہ سور	۱۲
۶	موضوعاتی تفسیر	۱۳
۷	ترجمہ	......
۸	تسہیل	۱۴
۹	ربط	......
۱۰	تفسیر	۱۵
۱۱	حکمت وہدایت	......
۱۲	مآخذ و مراجع	۱۶
۱۳	اعتراف حقیقت	۱۸
۱۴	تشکر	......
۱۵	تعوذ	۲۰
۱۶	بسملہ	۲۱
۱۷	سورۃ الفاتحہ ایک نظر میں	۲۲
۱۸	حمد ودُعا ...... آیت ۱......۷	۲۴
۱۹	سورۃ البقرہ ایک نظر میں	۲۸
۲۰	کتاب ہدایت...... آیت ۱......۲	۳۲
۲۱	متقین کے اوصاف...... آیت ۳......۵	۳۳
۲۲	کافرین کی صفات...... آیت ۶......۷	۳۶
۲۳	منافقین کی علامات...... آیت ۸......۱۶	۳۷
۲۴	منافقین کے لیے دو مثالیں آیت ۱۷......۲۰	۴۳
۲۵	نوعِ انسانی کو دعوتِ توحید آیت ۲۱......۲۲	۴۷
۲۶	اعجازِ قرآنی آیت...... ۲۳......۲۴	۴۹
۲۷	باعمل اہلِ ایمان کی جزاء آیت...... ۲۵	۵۱
۲۸	ضربِ امثال اور فاسقین کا رویّہ اور علامات آیت...... ۲۶......۲۷	۵۴
۲۹	باری تعالیٰ کے احسانات آیت...... ۲۸......۲۹	۵۶
۳۰	انسان کے لیے ارضی خلافت آیت...... ۳۰......۳۳	۵۸
۳۱	تکریم آدم...... آیت...... ۳۴	۶۲
۳۲	غلطی اور توبہ ...... آیت ۳۵......۳۹	۶۳
۳۳	بنی اسرائیل سے مطالبات اور ان کے چند بُرے اخلاق...... آیت ۴۰......۴۸	۶۸
۳۴	یہود پر اللہ کے انعامات کی تفصیل آیت...... ۴۹......۵۴	۷۳
۳۵	چند مزید انعامات آیت ۵۵......۶۰	۷۷
۳۶	یہود کے چند جرائم اور سزائیں آیت...... ۶۱	۸۱
۳۷	ایمان اور عملِ صالح کی جزا آیت...... ۶۲	۸۳
۳۸	یہود کے چند مزید جرائم آیت...... ۶۳......۶۶	۸۴

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۳۹	ذبحِ بقرہ کا واقعہ.................................. آیت......۶۷......۷۳	۸۶
۴۰	یہود کی قساوتِ قلبی.................................. آیت......۷۴	۹۱
۴۱	ایمانِ یہود سے نا اُمیدی.................................. آیت......۷۵......۷۸	۹۳
۴۲	یہودی علماء کا افتراء اور تحریف.............. آیت......۷۹......۸۲	۹۵
۴۳	دس بنیادی ہدایات.................................. آیت......۸۳......۸۶	۹۸
۴۴	انبیاء کرام اور آسمانی کتابوں کے ساتھ یہود کا سلوک......آیت ۸۷......۹۱	۱۰۳
۴۵	یہود کا جھوٹا دعوائ ایمان.................................. آیت......۹۲......۹۳	۱۰۹
۴۶	یہود میں زندگی کی شدید حرص.............. آیت......۹۴......۹۶	۱۱۱
۴۷	ملائکہ اور انبیاء کے بارے میں یہود کا موقف......آیت......۹۷......۹۸	۱۱۳
۴۸	یہود کا کفر اور نقضِ عہد.................................. آیت......۹۹......۱۰۱	۱۱۶
۴۹	یہودیوں کی سحر سے دلچسپی.............. آیت......۱۰۲......۱۰۳	۱۱۸
۵۰	تعظیم رسول اللہ ﷺ .... آیت......۱۰۴......۱۰۵	۲۲۲
۵۱	اثباتِ نسخ......آیت......۱۰۶......۱۰۸	۲۲۵
۵۲	مسلمانوں سے اہلِ کتاب کا بغض وحسد آیت......۱۰۹......۱۱۰	۲۲۹
۵۳	یہود ونصاریٰ کے باطل تخیلات...... آیت......۱۱۱......۱۱۳	۲۳۱
۵۴	مساجد کی ویرانی اور بربادی کا ظلم...... آیت......۱۱۴......۱۱۵	۲۳۳
۵۵	اہلِ کتاب کی بیہودہ جسارتیں............ آیت......۱۱۶......۱۱۸	۱۳۶
۵۶	یہود ونصاریٰ کی اتباع پر عذابِ الٰہی کی وعید آیت......۱۱۹......۱۲۱	۱۳۸
۵۷	تذکیر وتخویف......آیت۱۲۲......۱۲۳	۱۴۱
۵۸	ابراہیم علیہ السلام کا امتحان اور بیت الحرام اور مکہ کے فضائل......آیت۱۲۴......۱۲۶	۱۴۲
۵۹	بیت الحرام کی تعمیر اور باپ بیٹا کی دعائیں آیت......۱۲۷......۱۲۹	۱۵۰
۶۰	ملتِ ابراہیم علیہ السلام کی اہمیت...... آیت......۱۳۰......۱۳۲	۱۵۵
۶۱	یہود کا باطل دعویٰ.................................. آیت۱۳۳......۱۳۷	۱۵۸
۶۲	رنگِ ایمان اور اخلاص کی فضیلت...... آیت......۱۳۸......۱۴۱	۱۶۲
۶۳	تحویل قبلہ کی تمہید.................................. آیت......۱۴۲......۱۴۳	۱۶۴
۶۴	تحویل قبلہ......آیت......۱۴۴......۱۴۷	۱۷۱

نمبرشمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۶۵	تحویل قبلہ کے اسباب......... آیت ۱۴۸...... ۱۵۲	۱۷۵
۶۶	ابتلاء میں صبر...... آیت ۱۵۳...... ۱۵۷	۱۷۹
۶۷	صفا مروہ پر سعی...... آیت ۱۵۸	۱۸۳
۶۸	کتمانِ حق اور خاتمہ علی الکفر کی جزا...... آیت ۱۵۹...... ۱۶۲	۱۸۵
۶۹	اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کے دلائل آیت ۱۶۳...... ۱۶۴	۱۸۷
۷۰	مشرکوں کا اپنے معبودوں سے معاملہ آیت ۱۶۵...... ۱۶۷	۱۹۱
۷۱	طیبات کی حلت اور محرمات کی حرمت آیت ۱۶۸...... ۱۷۱	۱۹۴
۷۲	ماکولات میں سے حلال اور حرام...... آیت ۱۷۲...... ۱۷۳	۱۹۶
۷۳	دین فروشی کی سزا......... آیت ۱۷۴...... ۱۷۶	۱۹۹
۷۴	حقیقی نیکی کی اقدار...... آیت...... ۱۷۷	۲۰۱
۷۵	قصاص اور اس کی حکمت......... آیت ۱۷۸...... ۱۷۹	۲۰۶
۷۶	وصیت...... آیت ۱۸۰...... ۱۸۲	۲۰۹
۷۷	روزوں کی فرضیت......... آیت ۱۸۳...... ۱۸۵	۲۱۱
۷۸	روزوں کے احکام......... آیت ۱۸۶...... ۱۸۷	۲۶۱
۷۹	مالِ حرام سے بچنا...... آیت ۱۸۸	۲۱۹

نمبرشمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۸۰	قمری تاریخ کی اہمیت...... آیت ۱۸۹	۲۲۱
۸۱	جہاد و قتال کے قواعد......... آیت ۱۹۰...... ۱۹۵	۲۲۳
۸۲	احکام حج و عمرہ...... آیت ۱۹۶...... ۱۹۷	۲۲۹
۸۳	اصلاحات حج...... آیت ۱۹۸...... ۲۰۳	۲۳۵
۸۴	دو قسم کے لوگ...... آیت ۲۰۴...... ۲۰۷	۲۴۱
۸۵	تسلیم و انقیاد کی دعوت، اور مخالفت کی سزا آیت ۲۰۸...... ۲۱۲	۲۴۴
۸۶	نبوت کی ضرورت اور کارِ نبوت کی مشکلات آیت ۲۱۳...... ۲۱۴	۲۴۸
۸۷	صدقہ کے مصارف...... آیت ۲۱۵	۲۵۲
۸۸	فرضیت جہاد...... آیت ۲۱۶...... ۲۱۸	۲۵۳
۸۹	شراب اور قمار کی حرمت......... آیت ۲۱۹	۲۵۷
۹۰	یتیم کے احوال کی اصلاح......... آیت ۲۲۰	۲۶۱
۹۱	اہلِ شرک سے نکاح...... آیت ۲۲۱	۲۶۲
۹۲	حیض اور اس کے احکام......... آیت ۲۲۲...... ۲۲۳	۲۶۴
۹۳	قسمیں کھانے کا حکم......... آیت ۲۲۴...... ۲۲۵	۲۶۷
۹۴	ایلاء کا حکم...... آیت ۲۲۶...... ۲۲۷	۲۶۸
۹۵	عدت و رجعت اور خواتین کے حقوق آیت ۲۲۸	۲۷۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۹۶	طلاق اور خلع کے احکام .... آیت ......۲۲۹......۲۳۰	۲۷۴
۹۷	عورتوں کو معلق رکھنے کی ممانعت ...... آیت ......۲۳۱......۲۳۲	۲۷۸
۹۸	احکامِ رضاعت ...... آیت ۲۳۳	۲۸۲
۹۹	بیوہ کی عدّت ...... آیت ۲۳۴	۲۸۵
۱۰۰	دورانِ عدّت نکاح کا پیغام .... آیت ۲۳۵	۲۸۶
۱۰۱	مباشرت سے پہلے طلاق کا حکم ...... آیت ......۲۳۶......۲۳۷	۲۸۷
۱۰۲	نمازوں کی حفاظت .... آیت ......۲۳۸......۲۳۹	۲۸۸
۱۰۳	بیوہ کی سکونت اور مطلقہ کا خرچ .... آیت ......۲۴۰......۲۴۲	۲۹۰
۱۰۴	بزدلی اور بخل قوموں کی موت اور شجاعت وسخاوت زندگی ہے...... آیت ۲۴۳......۲۴۵	۲۹۲
۱۰۵	بنی اسرائیل کا ترکِ جہاد .... آیت ......۲۴۶......۲۴۷	۲۹۵
۱۰۶	اہلِ ایمان کی آزمائش اور قلت کے باوجود کامیابی...... آیت ۲۴۸......۲۵۲	۲۹۸
۱۰۷	انبیاء کے درجات اور انسانوں کے احوال کا تفاوت...... آیت ۲۵۳	۳۰۳
۱۰۸	انفاق میں تعجیل...... آیت ۲۵۴	۳۰۵
۱۰۹	توحیدِ ذات وصفات...... آیت ۲۵۵	۳۰۶
۱۱۰	نفیِ اکراہ...... آیت ......۲۵۶......۲۵۷	۳۱۰
۱۱۱	نمرود کا قصہ...... آیت ۲۵۸	۳۱۲
۱۱۲	حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ .... آیت ۲۵۹	۳۱۴
۱۱۳	مشاہدہ کی آرزو...... آیت ۲۶۰	۳۱۷
۱۱۴	انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور آداب آیت ......۲۶۱......۲۶۴	۳۱۹
۱۱۵	انفاق کی دو قسمیں .... آیت ......۲۶۵......۲۶۶	۳۲۳
۱۱۶	انفاقِ طیب...... آیت ۲۶۷	۳۲۵
۱۱۷	خوفِ فقر اور فہمِ قرآن .... آیت ......۲۶۸......۲۶۹	۳۲۷
۱۱۸	خفیہ اور علانیہ صدقہ .... آیت ......۲۷۰......۲۷۱	۳۲۹
۱۱۹	صدقات کے مستحقین .... آیت ......۲۷۲......۲۷۴	۳۳۱
۱۲۰	سُود کے اجتماعی اور انفرادی نقصانات آیت ......۲۷۵......۲۸۱	۳۳۴
۱۲۱	دَین اور رہن کے احکام .... آیت ......۲۸۲......۲۸۳	۳۴۵
۱۲۲	اللہ کی ملکیت اور احاطہ علمی .... آیت ۲۸۴	۳۴۹
۱۲۳	ایمان اور حسبِ طاقت تکلیف .... آیت ......۲۸۵......۲۸۶	۳۵۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	سورۂ آلِ عمران ایک نظر میں	۳۵۴
۲	وجہ تسمیہ	......
۳	فضیلت	......
۴	مناسبت	......
۵	زمانۂ نزول	۳۵۵
۶	اجمالی نظر	......
۷	اہم مضامین	۳۵۶
۸	اثباتِ توحید اور صداقتِ کتاب آیت ۱......۶	۳۵۷
۹	قرآن میں محکم اور متشابہ آیت ۷......۹	۳۶۰
۱۰	مال ودولت پر اترانے والوں کا انجام آیت ۱۰......۱۳	۳۶۳
۱۱	لذاتِ دنیویہ کی بے قدری آیت ۱۴	۳۶۶
۱۲	اخروی نعمتیں اور ان کے اصلی مستحق آیت ۱۵......۱۷	۳۶۷
۱۳	پسندیدہ دِین......آیت ۱۸......۲۰	۳۷۰
۱۴	قتلِ انبیاء کی سزا......آیت ۲۱ ......۲۲	۳۷۴
۱۵	اہلِ کتاب کا اللہ کے حکم سے اعراض آیت ۲۳......۲۵	۳۷۵
۱۶	غلبۂ مؤمنین کی بشارت آیت ۲۶......۲۷	۳۷۷
۱۷	موالاتِ کفار......آیت ۲۸......۳۰	۳۸۰
۱۸	اتباعِ رسول کی اہمیت آیت ۳۱......۳۲	۳۸۳
۱۹	انتخاب انبیاء اور زوجہ عمران کی نذر کا قصہ آیت ۳۳......۳۷	۳۸۵
۲۰	قصہ زکریا و یحیٰی علیہما السلام آیت ۳۸......۴۱	۳۸۹
۲۱	قصہ مریم......آیت ۴۲......۴۴	۳۹۴
۲۲	قصہ عیسیٰ علیہ السلام آیت ۴۵......۵۱	۳۹۸
۲۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم آیت ۵۲......۵۸	۴۰۴
۲۴	الوہیت عیسیٰ کی تردید اور دعوتِ مباہلہ آیت ۵۹......۶۳	۴۰۹
۲۵	دعوتِ توحید اور ملّتِ ابراہیم آیت ۶۴......۶۸	۴۱۱
۲۶	اہل کتاب کی مذموم حرکتیں آیت ۶۹......۷۴	۴۱۵
۲۷	اداءِ امانت اور وفاءِ عہد آیت ۷۵......۷۷	۴۱۹
۲۸	اہلِ کتاب کی تحریف اور افتراء آیت ۷۸......۸۰	۴۲۲
۲۹	میثاق انبیاء......آیت ۸۱......۸۳	۴۲۵
۳۰	تمام انبیاء اور دین اسلام پر ایمان آیت ۸۴......۸۵	۴۲۸
۳۱	کفار اور مرتدین کی مختلف انواع آیت ۸۶......۹۱	۴۳۰
۳۲	حقیقتِ بر کے حصول کا طریقہ آیت ۹۲	۴۳۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۳۳	تردید یہود......آیت......۹۳......۹۵	۴۳۴
۳۴	عظمت بیت اللہ اور فرضیت حج......... آیت......۹۶......۹۷	۴۳۶
۳۵	اہل کتاب کا کفر پر اصرار......... آیت......۹۸......۹۹	۴۳۹
۳۶	اہل ایمان کی ناکامی اور کامیابی کا راستہ آیت ۱۰۰......۱۰۳	۴۴۰
۳۷	امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور تفرقہ سے ممانعت کی تاکید......آیت ۱۰۴......۱۰۹	۴۴۵
۳۸	امت اسلامیہ کی وجہ فضیلت اور یہود کی ذلت و مسکنت......آیت ۱۱۰......۱۱۲	۴۴۸
۳۹	اہل کتاب میں کچھ اچھے لوگ......... آیت......۱۱۳......۱۱۵	۴۵۳
۴۰	کافروں کے اعمال کی بے حیثیتی...... آیت ۱۱۶......۱۱۷	۴۵۵
۴۱	کفار پر اعتماد، مسلمانوں کے لئے ذریعہ فساد......آیت......۱۱۸......۱۲۰	۴۵۷
۴۲	غزوۂ احد......آیت......۱۲۱......۱۲۹	۴۶۰
۴۳	دنیوی اور اخروی کامیابی کے لئے ضروری اوصاف......آیت......۱۳۰......۱۳۶	۴۶۸
۴۴	مکذبین اور مجاہدین کا انجام......... آیت ۱۳۷......۱۴۱	۴۷۴
۴۵	غزوہ احد کے پس منظر میں مجاہدین کی اصلاح اور سرزنش......آیت ۱۴۲......۱۴۸	۴۷۸
۴۶	کفار کی اطاعت سے اجتناب......... آیت......۱۴۹......۱۵۱	۴۸۳
۴۷	وجوہ شکست......آیت ۱۵۲......۱۵۵	۴۸۵
۴۸	فضیلت جہاد اور منافقین کی اگر مگر...... آیت ۱۵۶......۱۵۸	۴۹۰
۴۹	اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم......... آیت......۱۵۹......۱۶۰	۴۹۲
۵۰	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عدل اور مقاصد بعثت......آیت ۱۶۱......۱۶۴	۴۹۴
۵۱	مصیبت کی حکمت اور منافقین کی نازیبا باتیں......آیت ۱۶۵......۱۶۸	۴۹۷
۵۲	شہداء کا مقام......آیت ۱۶۹......۱۷۱	۵۰۰
۵۳	غزوہ حمراء الاسد اور غزوہ بدر صغریٰ...... آیت......۱۷۲......۱۷۵	۵۰۲
۵۴	قلب مبارک سے ازالہ حزن اور کفار اور بخلاء سے مناقشہ......آیت ۱۷۶......۱۸۰	۵۰۵
۵۵	یہود کے بعض قبائح......... آیت......۱۸۱......۱۸۴	۵۰۹
۵۶	زندگی کا انجام اور آزمائشیں......... آیت......۱۸۵......۱۸۶	۵۱۳
۵۷	اہل کتاب کی عہد شکنی اور حب مدح کا بیان آیت ۱۸۷......۱۸۹	۵۱۵
۵۸	اہل عقل کی نشانیاں......... آیت ۱۹۰......۱۹۵	۵۱۷
۵۹	مختلف لوگ مختلف جزائیں......... آیت ۱۹۶......۲۰۰	۵۲۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

التجاء

اے اللہ! میں اپنی گندی زبان اور گم صُم قلم سے تیرا شکر کیسے ادا کروں کہ تو نے ایک جاہل اور گناہ گار کو اپنی کتابِ مقدس کی خدمت کی توفیق دے دی جس کے پاس نہ علم ہے نہ عمل، نہ ظاہری اوصاف ہیں نہ باطنی کمالات!

اے علیم وخبیر! میں اپنی جہالتوں، غلاظتوں اور کمزوریوں سے بخوبی آگاہ ہوں دوسری جانب تیری فیاضیوں، پردہ پوشیوں اور مادی اور معنوی نعمتوں سے بھی بے خبر نہیں۔

اے رؤف ورحیم! کوشش اور خواہش کے باوجود میں ان نزاکتوں، آداب، احتیاطوں اور تدبیروں کو ملحوظ نہیں رکھ سکا جن کا لحاظ رکھنا اس عظیم کتاب کی خدمت کے لیے ضروری تھا...... میری اس کوتاہی کو معاف فرمادے۔

اے رحمٰن ورحیم! تو سچے دل سے توبہ کرنے والوں کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے مگر یہ تو ایک نیکی ہے...... تیری کتاب کی خدمت سے بڑھ کر نیکی کیا ہوسکتی ہے...... تو اسے واقعی اور حقیقی نیکی بنادے۔

اے حلیم وکریم! تجھے تیری مبارک کتاب کا واسطہ! مجھے ظاہری اور باطنی غلاظتوں سے پاک فرمادے، میرے گناہوں کو معاف فرمادے، میرے عیوب پر پردہ ڈال دے، میری اس ناقص سی خدمت کو قبول فرمالے، اسے میرے لیے، میرے والدین اور اہل وعیال کے لیے اور میرے تمام اساتذہ کے لیے ذخیرۂ آخرت بنادے۔ اور کتابِ مقدس کی خدمت، میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد بنادے۔

محمد اسلم شیخوپوری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دُعائیہ کلمات

الحمدللہ و کفی، وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، امابعد

قرآن کریم ایک ابدی پیغامِ ہدایت ہے، اور اسکی بیشمار تفسیریں مختلف جہتوں سے مختلف زبانوں میں لکھی گئی ہی۔ الحمدللہ، اُردو زبان میں بھی تفاسیر کا گرانقدر ذخیرہ موجود ہے۔ اب مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب نے یہ نئی تفسیر لکھنی شروع کی ہے جس کا اصل مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم کے مضامین کو سادہ اور عام فہم انداز میں قارئین تک پہنچا دیا جائے اس لئے فاضل مؤلف نے پہلے سادہ اور عام فہم لفظوں میں قرآن کریم کا مضمون اس طرح بیان فرمایا ہے کہ وہ لفظی ترجمہ تو نہیں لیکن عام فہم الفاظ میں اس کے مرکزی مفہوم کی مختصر تشریح ہے۔ پھر قرآن کریم سے ملنے والی ہدایات اور عملی زندگی میں قرآن کریم کے پیغام کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ الحمدللہ مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب منجھے ہوئے صاحب قلم ہیں ان کا اسلوب تحریر و تفہیم بڑا دلنشین ہے، دوسری طرف وہ اسلامی علوم میں مضبوط استعداد کے حامل ہیں۔ میں نے ان کی تالیف کردہ تفسیر کا کچھ ابتدائی حصہ جستہ جستہ مقامات سے دیکھا جن میں موصوف کی مذکورہ بالا صلاحیتیں بھرپور انداز میں جلوہ گر نظر آئیں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ ان کی یہ تالیف مفید خاص وعام ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائیں، بعافیت اس کی تکمیل فرمائیں یہ ان کے لئے ذخیرۂ آخرت ثابت ہو، اور امت کو اس سے فائدہ پہنچے۔ آمین

۱۹ صفر ۱۴۲۱ھ

محمد تقی عثمانی عفی عنہ

دارالعلوم کراچی۔۱۴

تسہیل البیان اور مؤلّف ایک نظر میں

✿ پیشِ نظر تفسیر کے مؤلف کو درسِ نظامی سے فراغت کے بعد کم وبیش بیس سال تدریس کا موقع ملا، چند سالوں سے وہ تصنیف وتالیف سے بھی تعلق رکھے ہوئے ہے کچھ عرصہ سے اس کے دل میں یہ داعیہ شدت سے پیدا ہو رہا تھا کہ جس طرح عربی میں نئے انداز میں بعض تفاسیر لکھی گئی ہیں، اس طرح کا کام اردو میں بھی ہو جائے، کبھی کبھی اس کے دل میں خیال آتا کہ وہ یہ کام خود ہی کر دے مگر جب وہ اپنی علمی بساط پر نظر ڈالتا تھا تو اسے یہ خیال بھی مضحکہ خیز لگتا تھا کہاں تفسیرِ قرآن اور کہاں یہ سراپا جہل وعصیان! مگر یہ خیال تھا کہ اسے کسی پل چین نہ لینے دیتا تھا چنانچہ کافی غور وخوض کے بعد اس نے یہ کام کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا تاکہ قیامت کے دن گناہوں میں ڈوبا ہوا یہ شخص بھی اللہ کے حضور کوئی نیک عمل پیش کر سکے۔

روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ ای

من نیز حاضر می شوم تفسیرِ قرآن در بغل

''قیامت کے دن جبکہ ہر شخص اپنا اعمال نامہ ہاتھ میں لیے ہوگا میں بھی بغل میں تفسیرِ قرآن لے کر حاضر ہو جاؤں گا''

✿ لیکن چونکہ اسے یہ ڈر لگا ہوا تھا کہ کہیں اس سے غلطی نہ ہو جائے اور وہ ثواب کے بجائے عذاب کا مستحق نہ بن جائے اس لیے اس نے ایک کام تو یہ کیا ہے کہ کوئی بھی تحقیق طلب بات معتبر تفاسیر دیکھے بغیر نہیں لکھی، دوسرے مرحلے پر اس نے یہ تفسیر بعض مستند علماء کو دکھا دی ہے اور تیسرے مرحلے پر وہ تمام قارئین سے دست بستہ گذارش کر رہا ہے کہ اگر کوئی بات اسلاف کے مسلک کے خلاف نظر آئے تو وہ اس کی نشاندہی کر کے ممنون فرمائیں۔

اس تفسیر کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ان عبرتوں، نصیحتوں، حکمتوں اور ہدایات کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو ہر زمانے کے انسانوں، جماعتوں اور گروہوں کے لیے اس کی آیات میں پوشیدہ ہیں تاکہ مطالعہ کرنے والا قرآن کو ایسی کتاب نہ سمجھے جو صرف ماضی کے لوگوں سے بحث کرتی ہے بلکہ اس کے کردار اسے زمانہ حال میں بھی چلتے پھرتے دکھائی دیں اور اسے قرآن کریم ایسا آئینہ محسوس ہو جس میں ہر شخص اپنی اچھی یا بُری شکل دیکھ سکتا ہے۔

✿ اس تفسیر میں نو چیزوں کا اہتمام کیا گیا ہے اولاً: ہر سورہ کی ابتداء میں اس کے مضامین کا خلاصہ دیا گیا ہے، ثانیاً:

ایک یا چند آیتوں کو لیکر غالب مضمون کے اعتبار سے ان پر مناسب عنوان قائم کیا گیا ہے، ثالثاً: حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا ترجمہ دیا گیا ہے، رابعاً: تسہیل کے عنوان سے ہر آیت کا سلیس مفہوم بیان کیا گیا ہے تاکہ جو لوگ لفظی ترجمہ سے مطلب نہ سمجھ سکیں وہ بھی سمجھ جائیں، خامساً: حسبِ ضرورت سورتوں اور آیات کا باہمی ربط بتایا گیا ہے، سادساً: ہر آیت کا نمبر دے کر آسان فہم انداز میں اس کی تفسیر کی گئی ہے، سابعاً: حکمت و ہدایت کے عنوان سے وہ عبرتیں اور نصیحتیں ذکر کی گئی ہیں جو متعلقہ آیات سے حاصل ہوتی ہیں، ثامناً: اس تفسیر میں آپ کو شت سے حواشی بھی ملیں گے، یہ کہیں تو اس لیے دیئے گئے ہیں تاکہ اس قول کی تائید اور حوالہ پیش کیا جاسکے جسے مختلف اقوال میں سے اختیار کیا گیا ہے، کہیں ان کا مقصد محض معلومات میں اضافہ ہے اور کہیں ان کا مقصد طالب علم کو متوجہ کرنا ہے کہ وہ زیرِ بحث مسئلہ میں فلاں فلاں تفسیر کا مطالعہ بھی کر لے، ان حواشی کی وجہ سے اس تفسیر کی افادیت بڑھ گئی ہے اور اب عوام ہی نہیں خواص بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اگر مدرسین اور طلباء ان حواشی کو دوسری تفاسیر تک پہنچنے کا ذریعہ بنالیں تو محشی کا مقصد کافی حد تک پورا ہو جائے گا لیکن یہ حواشی عوام کے لیے نہیں لکھے گئے لہٰذا وہ انہیں نظر انداز کر دیں یوں بھی اس تفسیر کا سمجھنا ان حواشی پر ہرگز موقوف نہیں ہے۔

تاسعاً: اس تفسیر میں ایسے تاریخی مقامات کے جدید ترین نقشے بھی دیئے گئے ہیں جن کی مدد سے بعض آیات کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں بعض تفصیلی احکام و مسائل کے بھی نقشے بنا دیئے گئے ہیں تاکہ قارئین کے لیے ان احکام کو ذہن نشین کرنا آسان ہو جائے۔ نقشوں کے سلسلہ میں محترم مفتی ابولبابہ صاحب زید مجدھم کا خصوصی تعاون ناچیز کو حاصل رہا ہے۔

ضروری وضاحت

جلد اوّل شائع ہونے کے بعد مؤلف کو اس کی بعض علمی اور طباعتی غلطیوں اور کمزوریوں کا علم ہوا تو اس نے اسی وقت اس پر نظرِ ثانی کا ارادہ کر لیا تھا چنانچہ اب نظرِ ثانی کے بعد سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کے علاوہ سورہ آلِ عمران کو بھی جلد اوّل میں شامل کر لیا گیا ہے اور انشاء اللہ جلد ثانی، سورہ نساء، سورہ مائدہ اور سورہ انعام پر مشتمل ہوگی۔

جو حضرات جلد اوّل خرید چکے ہیں اور اب جلد ثانی میں آل عمران، نساء اور مائدہ کی توقع لگائے بیٹھے تھے ان سے مؤلف معذرت خواہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

چند گذارشات

الحمدلله الذی انزل القرآن قانونا عاما معصوما، وأعجز بعجائبه فظهرت یوما فیوما، وجعله مصدقالما بین یدیه ومهیمنا، ومافرط فیه من شئی یعظ مسیئا، ویعد محسنا، حتی عرفه المنصفون من مومن وجاحد، وشهدله الراغب، والمحتار والحاسد، امّا بعد.

تمام تعریفیں اس خالق و مالک کے لیے ہیں جس نے ہم سب کو پیدا کیا، عقل وشعور سے نوازا اور قوتِ گویائی عطا فرمائی پھر قرآن کی صورت میں ہمیں بے مثال اور عظیم ترین کتاب عطا فرمائی تا کہ ہم اسے بار بار پڑھیں اور اس میں غور وتدبر کریں۔

كِتَابٌ أَنزَلۡنَاهُ إِلَيۡكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الۡأَلۡبَابِ {۱}

یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لئے اتارا ہے تا کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔

یہ کتاب سراسر ہدایت اور رحمت ہے۔

فَقَدۡ جَاءَكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمۡ وَهُدًى وَرَحۡمَةٌ {۲}

تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی ہے۔

یہ کتاب ایسا نور ہے جس سے زندگی کی تاریک راہوں میں ہدایت اور روشنی حاصل ہوتی ہے۔

وَلَٰكِن جَعَلۡنَاهُ نُورًا نَّهۡدِي بِهِ مَنۡ نَّشَاءُ مِنۡ عِبَادِنَا {۳}

ہم نے قرآن کو ایسا نور بنایا ہے جس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت عطا کرتے ہیں۔

اس کتاب کے حرف حرف میں رحمت اور شفا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِينَ {۴}

اور ہم قرآن کے ذریعہ وہ چیز اتارتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔

اس کتاب کی اتباع کرنے والا انسان نہ تو کبھی گمراہ ہوسکتا ہے نہ پریشان ہوسکتا ہے۔

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشۡقَىٰ {۵}

جس نے میری ہدایت کی اتباع کی وہ نہ تو گمراہ ہوگا اور نہ ہی تکلیف میں پڑے گا۔

{۱} سورہ ص ۳۸/۲۹ {۲} سورہ انعام ۶/۱۵۸ {۳} سورہ شوریٰ ۴۲/۵۲ {۴} سورہ بنی اسرائیل ۱۷/۸۲ {۵} سورہ طٰہٰ ۲۰/۱۲۳

دوسری جانب اس کتاب سے اعراض کرنے والے کو نہ دنیا میں سکون مل سکتا ہے نہ آخرت میں۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى{٦}

اور جو کوئی میرے ذکر سے اعراض کرے گا اس کی دنیا کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

اگر ہمیں ہزاروں سال کی زندگی بھی مل جائے تو بھی ہم قرآن کریم جیسی نعمتِ عظمٰی ملنے پر اللہ کا شکر ادا نہیں کر سکتے بس یہی کہہ سکتے ہیں:

اللهم لك الحمد ولك الشكر كماينبغي لجلال وجهك وعظيم سلطانك۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے ساتھ ساتھ درود وسلام ہو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہیں اللہ تعالیٰ نے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور قرآن کریم کی صورت میں آپ کو ایک بے مثال معجزہ عطا فرمایا۔

جیسے آپ کی نبوت دائمی اور عالمگیر ہے ایسے ہی آپ کا معجزہ بھی دائمی اور عالمگیر ہے، یہ معجزہ ہر ملک، ہر شہر، ہر بستی اور اکثر گھروں میں موجود ہے اور ہم دن رات اس کی زیارت سے فیضیاب ہوتے ہیں لیکن ہم میں سے اکثر اس کی اہمیت، فضیلت، عظمت اور حقیقت سے بے خبر ہیں، ہم اسے دیکھتے ہیں مگر چھوتے نہیں، چھوتے ہیں تو پڑھتے نہیں، پڑھتے ہیں تو سمجھتے نہیں، سمجھتے ہیں تو عمل نہیں کرتے اگر مسلمان قرآن پر عمل پیرا ہوتے تو آج ان کا وہ حال نہ ہوتا جو نظر آ رہا ہے۔

قرآن کریم معجزوں کا معجزہ ہے اس کا مقابلہ عام لوگ تو کیا کریں گے حقیقت میں دوسرے انبیاء کے معجزات بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے، نوح علیہ السلام کی کشتی، سلیمان علیہ السلام کا تخت، صالح علیہ السلام کی اونٹنی، موسیٰ علیہ السلام کا عصا، عیسیٰ علیہ السلام کا ید شفا اور یوسف علیہ السلام کی قمیص...... ان میں سے کونسا معجزہ ہے جسے دنیا کا کوئی سمجھدار انسان قرآن کے مقابلے میں رکھنا پسند کرے گا وہ عارضی معجزے تھے، قرآن دائمی معجزہ ہے، وہ مادی معجزے تھے قرآن علمی معجزہ ہے۔

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو علمی معجزہ دیا جانا اس لئے بھی ضروری تھا کیونکہ انسان عالمِ طفولیت سے نکل کر دورِ شباب میں داخل ہو چکا تھا، علمی تحقیقات اور سائنسی اکتشافات کا دور شروع ہونے والا تھا اس دور کے انسان کے شکوک وشبہات دور کرنے کے لیے پانی میں تیرنے والی کشتی اور ہوا میں اڑنے والے تخت کی ضرورت نہیں تھی بلکہ ایسے علمی اور تحقیقی شہ پارے کی ضرورت تھی جس کا حرف حرف یقین پر مبنی ہو جس کے کسی دعویٰ کو چیلنج نہ کیا جا سکے، جو انسان کی مادی ضروریات کے ساتھ اس کے روحانی تقاضوں کی بھی تکمیل کرے، جو چرواہوں سے لیکر سائنسدانوں

{٦} سورہ طٰہٰ ٢٠/١٢٤

تک، کاشت کاروں سے لیکر حکیموں اور ڈاکٹروں تک سب کو مطمئن کرے، جو علمی تحقیقات اور سائنسی انکشافات سے متضادم نہ ہو بلکہ ان کی سرپرستی اور راہنمائی کرے۔

آپ کسی مسلمان سے نہیں بلکہ کسی یہودی اور عیسائی ہی سے پوچھ لیجئے کہ کیا تورات اور انجیل میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ ان تقاضوں پر پورا اتر سکیں؟

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کے علاوہ دنیا میں کوئی دوسری ایسی کتاب نہیں ہے جو ہر دور کے ہر انسان کی علمی اور روحانی تشنگی دور کر سکے۔

قرآن کا مخاطب دنیا کا ہر انسان ہے خواہ وہ ہل چلانے والا کاشت کار ہو یا شمس وقمر پر کمندیں ڈالنے والا سائنسدان، اَن پڑھ دیہاتی ہو یا بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں لیکچر دینے والا پروفیسر...... اگر دل میں زندگی کی رمق باقی ہو تو قرآن ہر طبقہ کے انسانوں کے جذبات میں ہلچل مچا سکتا ہے اور ان کی فکری اور نظریاتی الجھنوں کو دور کر سکتا ہے۔

سارے قدیم اور جدید فتنوں کا علاج قرآن میں پوشیدہ ہے اور ہر قسم کی فکری اور عملی گمراہیوں سے تحفظ قرآن ہی سے ممکن ہے، قرآن میں جو کچھ ہے وہ ہدایت ہے اور قرآن سے ٹکرانے والی ہر چیز ضلالت ہے، صراطِ مستقیم صرف وہ ہے جس کی قرآن نے نشاندہی کی ہے...... قرآن مجید کے اوصاف کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی ایک جامع ترین حدیث ہے جسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی میں نقل کیا ہے یہ حدیث انتہائی توجہ سے پڑھنے اور سُننے کی ہے۔

عن الحارث الاعور قال مررت فی المسجد فاذا الناس یخوضون فی الاحادیث فدخلت علی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاخبرتہ فقال اوقد فعلوھا قلت نعم قال امانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انہا ستکون فتنۃ قلت ماالمخرج منہا یارسول اللہ قال کتاب اللہ فیہ نباماقبلکم وخبرما بعدکم وحکم مابینکم ھو الفصل لیس بالھزل من	حضرت حارث اعورؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میرا مسجد سے گذر ہوا تو میں نے دیکھا کہ لوگ اِدھر اُدھر کی باتوں میں مشغول ہیں، میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو کچھ دیکھا تھا اس کے بارے میں بتایا تو انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا واقعی لوگ ایسا کر رہے تھے میں نے کہا ہاں، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا ہے آپ نے فرمایا لوگو! عنقریب فتنہ برپا ہوگا میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس فتنہ سے نجات کا کیا ذریعہ ہوگا آپ نے فرمایا اللہ کی کتاب ہی تمہیں فتنہ سے بچا سکتی ہے اس لئے کہ اس کتاب میں گذشتہ قوموں کے حالات بھی ہیں اور آئندہ پیش آنے والے واقعات بھی

تركه من جبار قصمه الله ومن ابتغى الهدى في غيره اضله الله هو حبل الله المتين وهو الذكر الحكيم وهو الصراط المستقيم هو الذى لايزيغ به الاهواء ولاتلتبس به الألسنة ولايشبع منه العلماء ولايخلق عن كثرة الرد ولاتنقضى عجائبه هو الذى لم تنته الجن اذا سمعته حتى قالوا انا سمعنا قرآنا عجبا يهدى الى الرشد فامنا به من قال به صدق ومن عمل به اجر ومن حكم به عدل ومن دعا اليه هدى الى صراط مستقيم.{۷}

ہیں، یہ کتاب تمہارے باہمی اختلافات کا فیصلہ کرتی ہے یہ کوئی غیر سنجیدہ کلام نہیں، جو متکبر اس سے اعراض کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دے گا اور جو شخص قرآن کو چھوڑ کر کسی اور چیز میں ہدایت تلاش کرے گا اللہ اسے گمراہ کر دے گا، قرآن اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسّی ہے، حکمت والا کلام ہے، صراطِ مستقیم ہے اور ایسی چیز ہے کہ اس کی موافقت کرنے سے خواہشات راہِ حق سے نہیں بھٹکتیں اور اس کی تلاوت میں زبانوں کو دشواری پیش نہیں آتی، اہلِ علم اس سے سیر نہیں ہوتے، بار بار پڑھنے سے یہ پرانا محسوس نہیں ہوتا، اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوتے، یہی وہ کلام ہے جسے جنوں نے سُنا تو یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ ہم نے عجیب قرآن سُنا ہے جو راہِ راست کی ہدایت کرتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے، جو اس پر عمل کرے گا وہ اجر کا مستحق ہوگا جو اس کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ انصاف کرے گا، جو قرآن کی طرف انسانوں کو دعوت دے گا وہ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت پا گیا۔

سوچیے! کیا آج ہر طرف فتنے، گمراہیاں اور اختلافات نہیں ہیں؟ یقیناً ہیں اور ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان سے بچنے کے لیے اللہ کی اس مستحکم رسّی کو مضبوطی سے تھام لیا جاتا، اس میں غور و تدبّر کیا جاتا، اسے سمجھنے کی کوشش کی جاتی، اپنی خواہشات کو اس کے مطابق ڈھال لیا جاتا، انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اس سے راہنمائی حاصل کی جاتی لیکن کیا خود مسلمانوں کے ہاتھوں اس کتاب کے ساتھ یہ ظلم نہیں ہو رہا ہے کہ اسے خوبصورت غلافوں میں بند کر کے طاقوں میں سجا دیا گیا ہے؟ اب یہ کتاب صرف مُردوں کے ایصالِ ثواب، تعویذ نویسی، قسمیں اٹھانے اور حصولِ برکت کے لیے پڑھنے پڑھانے کے کام آ رہی ہے۔

عام لوگوں کو چھوڑیئے کہ ان کا تو قرآن سے ویسے ہی رسمی سا تعلق باقی رہ گیا ہے تعجب تو ان حافظوں اور قاریوں پر ہوتا ہے جن کی پوری زندگی قرآن کے درس و تدریس میں گذر جاتی ہے لیکن وہ اللہ کے بندے کسی ایک آیت کا بھی مفہوم نہ خود سمجھتے ہیں نہ کسی کو سمجھانے پر قادر ہوتے ہیں، کہیں اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ منصبِ تدریس اور ملازمت کے حصول کے لیے قرآن خوانی کی شرط تھی، قرآن فہمی کی کوئی شرط نہیں تھی اور جب یہ شرط پوری کر دی گئی تو اب قرآن

{۷} الجامع للترمذی ۲/۱۱۴

فہمی ایک زائداز مقصد چیز بن گئی۔

ایک مخصوص حلقے میں شور برپا ہے کہ مدارس کے طلبہ انگلش نہیں جانتے لہٰذا انہیں انگلش کی تعلیم دی جائے تا کہ وہ زمانے کے تقاضوں کو نبھا سکیں لیکن کسی بندۂ خدا نے کبھی یہ بھی سوچا کہ دنیاوی اداروں سے وابستہ اکثر حضرات اور دینی اداروں سے وابستہ بعض حضرات قرآن نہیں سمجھتے تو انہیں قرآن فہمی کے راستے پر کیسے ڈالا جائے تا کہ وہ قرآن کے تقاضوں کی تعمیل کر سکیں؟

اللہ کی قسم! اس میں ہرگز شک نہیں کہ اس مقدس کتاب کو عقیدت سے چھونا، دیکھنا، چومنا، پڑھنا، سُننا اور اس سے قلبی محبت کرنا سب کام ہی باعثِ اجر وثواب ہیں لیکن خدارا ٹھنڈے دل سے سوچیے کہ اگر اس کی آیات میں غور وتدبر نہ کیا جائے اور اس کے اوامر ونواہی پر عمل نہ کیا جائے تو کیا صرف چھونے، چومنے، پڑھنے اور سُننے سے اس کے حقوق ادا ہو جائیں گے اور اس کا مقصدِ نزول پورا ہو جائے گا؟

واللہ! ہرگز نہیں، اس کا مقصدِ نزول عقیدت ومحبت پر مشتمل ان جذبات کے اظہار سے ہرگز پورا نہیں ہوگا بلکہ اس کے لیے قرآن کو سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے۔

بیسیوں آیات میں قرآن نے اپنے نزول کا مقصد بتایا ہے بحث کی مناسبت سے ان میں سے چند آیات کا مطالعہ مناسب ہوگا۔

سورۃ القمر میں درج ذیل آیت چار بار آئی ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ.

یقیناً ہم نے قرآن کو حصول نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی ہے نصیحت قبول کرنے والا؟

سورہ مریم میں ہے:

فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا. {۸}

ہم نے قرآن کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تا کہ آپ اس کے ذریعے پرہیز گاروں کو بشارت دیں اور جھگڑالو قوم کو ڈرائیں۔

سورۃ الانعام میں ہے:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ. {۹}

یہ بڑی خیر وبرکت والی کتاب ہے جسے ہم نے اتارا ہے اس کی اتباع کرو اور ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

{۸} سورہ مریم ۱۹/ ۹۷ {۹} سورہ انعام ۶/ ۱۵۵

سورہ ابراہیم میں ہے:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ.{۱۰}

یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لئے اتارا ہے تاکہ آپ انسانوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف لائیں یعنی اس راستے کی طرف جو غلبے والے اور تعریفوں والے اللہ کا راستہ ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نزولِ قرآن کے جو مقاصد بیان فرمائے ہیں یعنی حصولِ نصیحت، تبشیر وانذار، اطاعت واتباع اور فسق وفجور کی ظلمتوں سے نکل کر ایمان وتقویٰ کی روشن شاہراہ پر چلنا اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اس کے دیئے ہوئے نقشے کے مطابق بنانا...... یہ مقاصد صرف قرآن کی زیارت اور تلاوت سے حاصل نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے لیے قرآن کا فہم ضروری ہے البتہ ہر شخص کا فہمِ قرآن اس کی ذہنی استعداد اور صلاحیت کے اعتبار سے ہوگا، ضروری نہیں کہ ہر شخص قرآن میں تبحر حاصل کرے اور اسے قرآن کریم کے سارے علوم ومعارف اور حقائق ودقائق پر عبور حاصل ہو اور یہ بھی جائز نہیں کہ جو شخص محض ترجمہ کی حد تک فہمِ قرآن کی صلاحیت رکھتا ہو وہ مجتہد بن بیٹھے اور مفسر بن کر الٹی سیدھی تفسیر بیان کرنا شروع کردے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنے مقدمہ تفسیر میں نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

"تفسير القرآن على أربعة وجوه: تفسير يعلمه العلماء، وتفسير يعرفه العرب، وتفسير لايعذر احد بجهالته وتفسير لايعلمه الاالله عزوجل فمن ادعى علما به فهو كاذب"{۱۱}

(قرآن کی تفسیر چار قسم کی ہے، ایک تفسیر وہ ہے جسے علماء ہی جانتے ہیں، دوسری وہ ہے جسے ہر عرب جانتا ہے، تیسری وہ ہے جس کا جاننا ہر مسلمان پر لازم ہے اور اس سے جہالت کوئی عذر نہیں اور چوتھی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو اس کے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔)

عوام الناس کو جو فہمِ قرآن کی دعوت دی جاتی ہے تو اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ آیاتِ قرآنیہ سے احکام ومسائل کا استنباط شروع کردیں اور ان علماء کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگیں جن کی زندگیاں قرآن اور متعلقاتِ قرآن کی تعلیم وتعلم کے لیے وقف ہو چکی ہیں بلکہ اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ انہیں سمجھ کر قرآن پڑھنا آجائے تاکہ انہیں عبرت ونصیحت اور ہدایت حاصل ہو اور وہ جان سکیں کہ ان کا رب ان سے کیا مطالبہ کرتا ہے اور کس

{۱۰} سورہ ابراھیم ۱/۱۴ {۱۱} تفسیر طبری

قسم کی زندگی گذارنے کا انہیں حکم دیتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کے نزول کا اصل مقصد تو ہدایت ہی ہے...... قصص واخبار، احکام ومسائل، عقائد وافکار اور بشارت وانذار وغیرہ جو کچھ بھی قرآن میں مذکور ہے وہ سب اسی مقصد کے لیے ہے، جسے قرآن سے ہدایت مل گئی اسے سب کچھ مل گیا اور جسے ہدایت نہیں ملی اسے کچھ بھی نہیں ملا۔

اس میں شک نہیں کہ قرآن میں بے شمار علوم کی طرف اشارے پائے جاتے ہیں اور دقتِ نظر سے قرآن کا مطالعہ کرنے والے اقرار کرتے ہیں کہ قرآن میں ایمانیات کے علاوہ طبیعیات، فلکیات، ارضیات، جمادات، ہیئت، ہندسہ، طب، حساب، منطق، فلسفہ، فلاحت، سیاحت، تاریخ، کتابت، وزن اور تعبیر جیسے علوم بھی مذکور ہیں۔

یقیناً مختلف آیات میں ان علوم کی طرف اشارے پائے جاتے ہیں لیکن قرآن نہ تو فلکیات وارضیات کی تعلیم دینے کے لیے نازل ہوا ہے اور نہ ہی یہ علم ہیئت، ہندسہ، طب، حساب اور تاریخ کی کتاب ہے یہ تو اوّل سے آخر تک کتابِ ہدایت ہے اور اسی مقصد کے حصول کے لیے اسے پڑھنا چاہیے، ہدایت کے علاوہ قرآن سے جو چیزیں ثابت ہوتی ہیں وہ سب ضمنی اور مقصدِ اصلی کے تابع ہیں یہ الگ بات ہے کہ ہماری بعض معروف تفاسیر میں بھی تابع اور وسیلہ کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ وہ اصل مقصد پر غالب آ گیا ہے۔

ان میں سے کسی کے مطالعہ سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ قرآن علم بلاغت یا صرف ونحو کی کتاب ہے۔ بعض کے مطالعہ سے یوں لگتا ہے کہ اللہ کی یہ کتاب کسی خاص مذہبی یا سیاسی فرقہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

بعض نے غیر مستند اور اسرائیلی روایات جمع کر کے قرآن کو قصوں کہانیوں اور تاریخ کی کتاب بنا ڈالا ہے۔ بعض نے اسے فقہ، تصوف اور مناظرہ کی کتاب بنا دیا ہے۔

اور آجکل بعض متجددین کی کوشش یہ ہے کہ وہ قرآن کو سائنس کی کتاب بنا دیں، جو بھی نیا نظریہ سامنے آتا ہے وہ اسے قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ کوشش آج سے نہیں بہت قدیم زمانے سے ہو رہی ہے اور بعض حضرات نے بلاخوفِ تردید یہ دعوی کر دیا تھا کہ دنیا بھر کے جتنے علوم وفنون ہیں وہ سب قرآن میں مذکور ہیں اس سلسلہ میں ایک شعر بھی بہت مشہور رہا تھا اور آج بھی بظاہر قرآن کی عظمت اور جامعیت کو بیان کرنے کے لیے بار بار پڑھا جاتا ہے ۔

جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصر عنه افهام الرجال

سارے علوم قرآن میں موجود ہیں لیکن لوگوں کی عقلیں ان کے سمجھنے اور پا لینے سے قاصر ہیں۔

محدث العصر حضرت علامہ کشمیری نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ کسی غبی الاغبیاء (غبیوں کے سردار) کا شعر ہے، جو چیزیں قرآن کے موضوع سے خارج ہیں انہیں قرآن میں تلاش کرنا نہ صرف ان تلاش کرنے والوں کی غباوت و بلادت کی دلیل ہے بلکہ قرآن نازل کرنے والے کی طرف ایک ایسے نقص کو منسوب کرنے کی جرات ہوگی جسے بہ ثباتِ عقل و ہوش کوئی صاحبِ تمیز و خرد آدمی بھی اپنی کسی تصنیف کے متعلق شاید برداشت نہیں کرسکتا، آخر طب کی کسی کتاب میں شرح وقایہ کے فقہی مسائل یا شرح وقایہ میں امیر اور داغ کے کلام کے تنقیدی مضامین کو جو ڈھونڈے گا اس کے جنون میں کیا کوئی شبہ کرسکتا ہے؟{۱۲}

بظاہر قرآن سے نئی نئی تحقیقات کی تائید ثابت کرنے میں بڑی کشش محسوس ہوتی ہے لیکن اس کا ایک کمزور پہلو تو یہ ہے کہ ایسے لوگ اپنے دعاوی کو ثابت کرنے کے لیے بڑے تکلف سے کام لیتے ہیں بسا اوقات انہیں قرآنی نصوص میں دور دراز کی تاویلیں کرنی پڑتی ہیں لیکن وہ اپنے مقصد کی دھن میں قرآن کریم جیسی کتاب میں بھی یہ کھینچا تانی گوارا کر لیتے ہیں۔

دوسرا خطرناک پہلو اس میں یہ ہے کہ محققین اور سائنسدانوں کی تحقیقات آئے دن بدلتی رہتی ہیں اگر ہم نے پہلی تحقیق کو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر قرآن سے ثابت کر دیا اور بعد میں وہ غلط ثابت ہوگئی تو معاذ اللہ اس کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ خود قرآن غلط ثابت ہوگیا۔

اس قسم کی تحقیقات اور تائیدات سے تیسرا بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ ان چیزوں میں لگ کر نزولِ قرآن کا اصل مقصد نظروں سے اوجھل ہوجاتا ہے۔

بحمدہ تعالیٰ ہم نے اپنی تفسیر میں قرآن کے مقصدِ نزول کو غالب رکھنے اور نمایاں کرنے کی بے حد کوشش کی ہے اور یہی اس تفسیر کی امتیازی خصوصیت ہے۔

چونکہ بعض اعتبار سے یہ تفسیر ایک نئے انداز اور اسلوب میں لکھی گئی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اسلوب کا تعارف کرا دیا جائے تاکہ قارئین کو اس کے مطالعہ میں کوئی دقت محسوس نہ ہو۔

۱۔ خلاصہ سور

ہر سورت کے آغاز میں اس کا خلاصہ دیا گیا ہے تاکہ قرآن کا مطالعہ کرنے والے کے سامنے اس سورت کے تمام مضامین ایک نظر میں آجائیں اور پھر وہ پورے شعور اور آگہی کے ساتھ سورت کا تفصیلی مطالعہ کرسکے۔

{۱۲} احاطہ دار العلوم میں بیتے ہوئے دن۔ ص ۱۱۹

لغت میں سورۃ کے معنی بلندی یا بلند منزل کے ہیں، ہر سورت ایک مستقل باب کی حیثیت رکھتی ہے، قرآنی سورتوں کا مطالعہ کرنے والا انسان ایک بلند منزل سے دوسری بلند منزل کی طرف اور ایک باب سے دوسرے باب کی طرف منتقل ہوتا چلا جاتا ہے{۱۳} سورہ، شہر پناہ کی دیوار کو بھی کہتے ہیں{۱۴}، قرآنی سورہ کو اس لیے بھی سورہ کہا جاتا ہے کہ گویا وہ فصیلِ شہر کی طرح اپنے مضامین کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

۲۔ موضوعاتی تفسیر

مختلف آیات کو مضمون کے اعتبار سے کسی ایک موضوع اور عنوان کے تحت جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے مثلاً متقین کے اوصاف، منافقین کی علامات، یہود کے جرائم، تحویلِ قبلہ، احکامِ حج، جہاد، عورتوں کے حقوق وغیرہ۔

موضوعاتی تفسیر کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ آیات سے حاصل شدہ کسی اہم سبق کو ذہن میں بٹھانے میں آسانی ہوتی ہے، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ علمی کام کرنے والوں کے لیے اس میں بڑی سہولت پیدا ہوجاتی ہے، تیسرا فائدہ یہ ہے کہ جہاں جہاں درسِ قرآن کا باقاعدہ اہتمام ہے اگر وہاں روزانہ کسی ایک موضوع پر درس دیا جائے تو یہ طریقہ زیادہ مفید اور مؤثر ہوگا۔

۳۔ ترجمہ

کسی بھی زبان میں لکھی گئی کتاب کا دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کے لیے بڑی مہارت کی ضرورت ہے، مترجم کے لیے ضروری ہے کہ اسے دونوں زبانوں میں پوری مہارت حاصل ہو، وہ ان زبانوں کی گرائمر، محاورات اور اسلوب پر گہری نظر رکھتا ہو......عربی زبان بلاشبہ دنیا کی سب سے زیادہ وسعت اور گہرائی رکھنے والی زبان ہے، ایک ایک چیز کے لیے سینکڑوں الفاظ ہیں اور ایک ایک لفظ میں کئی کئی معنی کا احتمال ہوتا ہے۔ پھر کنایات واشارات، حقیقت ومجاز، تخصیص وتعمیم اور اطلاق وتقیید جیسی فنی باریکیاں عربی کے مترجم کو اور زیادہ احتیاط پر مجبور کردیتی ہیں، پھر جب معاملہ قرآن کریم جیسی عظیم کتاب کا ہو جو محض مذہبی تقدس ہی کی حامل نہیں ہے بلکہ دنیا کا سب سے بڑا ادبی شہ پارہ بھی ہے تو پھر مترجم کا کام اور زیادہ مشکل ہوجاتا ہے۔

عبادت کے پہلو سے ترجمہ قرآن پر قرآن کا اطلاق کسی صورت بھی جائز نہیں، جن علماء نے ترجمہ قرآن کو حرام قرار دیا ہے ان کا یہی مطلب ہے کہ عبادت کے طور پر ترجمہ کی تلاوت نہیں ہوسکتی، تلاوت کے لیے تو عربی الفاظ ہی کا

{۱۳} معنی السورة فی کلام العرب الابانة لهامن سورة أخری وانفصالها عنها وسمیت بذلك لأنه یرتفع فیها من منزلة الی منزلة (قرطبی ۱/۶۵){۱۴} وسور المدینة حائطها المشتمل علیها۔ (المفردات ۲۴۸)

پڑھنا ضروری ہے، ترجمہ کی افادی حیثیت علمی پہلو سے ہے لیکن اس کے لیے جن صلاحیتوں اور شرائط کا پایا جانا ضروری ہے وہ بندہ کے اندر مفقود ہیں، اگر چہ اکابر کے تراجم نے بعد کے مترجمین کے لیے بڑی آسانیاں پیدا کر دی ہیں پھر بھی مجھے خود ترجمہ کرنے کی جرات نہیں ہوئی بلکہ میں نے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ترجمہ پر اکتفا کیا ہے، جو حضرات ایسا ترجمہ پسند کرتے ہیں جو لفظی بھی ہو اور سلیس بھی ان کے لیے یہ ترجمہ خاصے کی چیز ہے۔

۴۔ تسہیل

ترجمہ کرنے کی تو مجھے ہمت نہیں ہوئی لیکن میں نے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ترجمہ کی تسہیل کی ہے جسے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے الفاظ میں ''مختصر تفسیر یا ترجمہ مطول'' کہنا مناسب ہوگا، اس کے لیے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ترجمہ سمیت مختلف تراجم، حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلاصہ تفسیر اور آیت کے سیاق وسباق کو سامنے رکھ کر مرکزی مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

۵۔ ربط

قرآنی سورتوں اور آیات کے درمیان مناسبت اور ربط کے بارے میں قدیم زمانے سے اہلِ علم کا اختلاف چلا آرہا ہے، ایک گروہ کا خیال ہے کہ سورتوں اور آیتوں میں کوئی ربط اور مناسبت نہیں ہے اس لئے کہ قرآن کریم تیئیس سال میں نازل ہوا، اس عرصہ میں مختلف قسم کے حالات اور واقعات پیش آئے، منافقین کا ظہور، قریش کی ریشہ دوانیاں، بدر واحد کے معرکے، صلح وامن کے معاہدے، اسلامی حکومت کی تاسیس، سلاطینِ عالم کو دعوتِ اسلام، مختلف قوانین کا نفاذ، چھوٹے موٹے خارجی اور داخلی واقعات...... ان تمام مواقع پر حسبِ ضرورت کبھی پوری سورت اور کبھی چند آیات نازل ہوتی رہیں اب ان سورتوں اور آیات میں ربط تلاش کرنا سعی لا حاصل کے سوا کچھ نہیں اور اگر بالفرض کوئی صاحبِ ذوق اسے تلاش کرنے میں کامیاب ہو بھی جائے تو ایسی چیزوں کی حیثیت نکتہ آفرینی سے زیادہ نہیں ہوگی۔

لیکن علماء کی ایک بڑی جماعت کا دعویٰ یہ ہے کہ سورتوں اور آیات کے درمیان بڑی گہری مناسبت اور ربط پایا جاتا ہے، اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم کا نزول مختلف مواقع اور حالات میں تھوڑا تھوڑا کر کے ہوا لیکن قرآن کریم کی موجودہ ترتیب تو نزول کے مطابق نہیں ہے بلکہ رسول اکرم ﷺ کی ہدایات کے مطابق مختلف آیات کو مختلف مواقع پر رکھا گیا تو کیا ہم یہ فرض کرلیں کہ آپ ﷺ کی ہدایات اور مواقع کی تعیین، بغیر کسی مناسبت کے تھی؟

حیرت ہے کہ دنیا کی کسی بھی کتاب کے مضامین میں مناسبت کا نہ ہونا عیب شمار کیا جاتا ہے جبکہ اسی عدمِ مناسبت کو بعض حضرات کلام اللہ کے محاسن میں سے شمار کر رہے ہیں۔

متعدد اہلِ علم نے اس نقطۂ نظر کی کمزوری کو بیان کیا ہے اور آیات وسور کے درمیان ربط ومناسبت کو ثابت کیا ہے۔
علامہ ابوجعفر احمد بن ابراہیم اندلسیؒ نے ''المعلم بالبرھان فی ترتیب سور القرآن'' میں، امام بدرالدین زرکشی مصریؒ نے ''البرھان فی علوم القرآن'' میں، امام ابوبکر بن عربیؒ نے ''سراج المریدین'' میں، امام ابوالحسن علی بن احمد الرحمان حرالیؒ نے ''مفتاح الباب المقفل لفھم القرآن المنزل'' میں، علامہ مھائمیؒ نے ''تبصیر وتیسیر المنان'' میں، علامہ برھان الدین بقاعیؒ نے ''نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور'' میں، اس موضوع پر خاص توجہ دی ہے اور امام فخر الدین رازیؒ کا دعویٰ تو یہ ہے کہ:
''لطائف القرآن مودعة فی الترتیبات والروابط'' (قرآن کریم کے لطائف ونکات اس کی ترتیب اور ربط ہی میں پوشیدہ ہیں)۔
زمانہ قریب کے بزرگوں میں سے حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے ''بیان القرآن'' میں بیانِ ربط کا خاص اہتمام کیا ہے۔
اس کم علم نے بھی اہلِ علم کے اس دوسرے گروہ کی اتباع کی ہے اور اکثر مواقع پر ''ربط'' کا عنوان قائم کر کے اور بعض جگہ عنوان کے بغیر ہی تسہیل اور تفسیر میں ایسا انداز اختیار کیا ہے کہ ربط خود بخود واضح ہو جائے۔

۶۔ تفسیر

چونکہ یہ فیصلہ ابتداء ہی میں کرلیا گیا تھا کہ ''تسہیل البیان'' کو اسم بامسمّٰی بنانے کی کوشش کی جائے گی اس لئے تفسیر میں متعدد اقوال ذکر کرنے کے بجائے کسی ایک قول کو اختیار کرتے ہوئے سلیس زبان میں بیان کیا گیا ہے، البتہ چند ایک مواقع پر کسی خاص وجہ سے ایک سے زائد اقوال بھی ذکر کیے گئے ہیں، علمی اشکالات اور جوابات، نکات ودقائق اور طویل ابحاث سے عمداً احتراز کیا گیا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ان نکات کے بیان کرنے کے لیے کوئی دوسرا موقع تلاش کیا جائے گا۔ جہاں قرآن نے خطابی انداز اختیار کیا ہے وہاں ہم نے بھی تفسیر میں اسی انداز کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے تاکہ اس تفسیر کا قاری اپنے دل پر قرآن کی دستک محسوس کرے اور اس کا سویا ہوا ضمیر انگڑائی لینے پر مجبور ہو جائے۔

۷۔ حکمت وہدایت

اس عنوان کے تحت وہ بصائر وعبر اور احکام ومسائل بیان کیے گئے ہیں جو متعلقہ آیات میں غور وتدبر کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔

اس ناچیز نے اکثر محسوس کیا ہے کہ تفسیری ابحاث اور علمی تحقیقات میں لگ کر قرآن کا پیغام نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے، یہ تو یاد رہتا ہے کہ قرآن یہود و نصاریٰ اور مشرکین اور منافقین کے بارے میں کیا کہتا ہے لیکن قرآن کا قاری یہ بھول جاتا ہے کہ قرآن خود مجھ سے کیا کہتا ہے اور میرے لیے ان آیات میں کیا پیغام اور کیا سبق پوشیدہ ہے اسی پہلو کو نمایاں کرنے کے لیے ''حکمت وہدایت'' کا عنوان قائم کیا گیا ہے جو ہدایت براہِ راست کسی آیت سے حاصل ہوتی ہے اس کے آخر میں آیت نمبر دیا گیا ہے لیکن جو ہدایات اور مسائل محض موقع کی مناسبت سے بیان کیے گئے ہیں ان کے آخر میں آیت نمبر نہیں دیا گیا۔

ان ہدایات میں اہل ذوق کو ممکن ہے بعض مواقع پر تکرار محسوس ہو لیکن چونکہ قرآن کے پیغام کو نمایاں کرنا اور ذہن نشین کرانا اس کے بغیر ممکن نہیں تھا اس لئے اسے برداشت کرلیا گیا ہے یہ الگ بات ہے کہ دقتِ نظر سے مطالعہ کرنے والا انسان گواہی دے گا کہ یہ حقیقت میں تکرار نہیں بلکہ کسی نئی حکمت وہدایت کا اظہار ہے۔

آیات سے جن حکمتوں اور ہدایات کا استخراج کیا گیا ہے وہ گہرے غور وخوض پر مبنی ہیں اس لئے قارئین کرام کو بھی خوب تدبر سے کام لینا ہوگا ورنہ سطحی انداز میں مطالعہ کرنے سے ان کا سمجھنا مشکل ہوگا، اگر بالفرض بار بار کے غور وفکر کے باوجود کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو کسی مستند عالم سے رجوع کیا جائے۔

اگر ائمہ اور خطباء روزانہ چند منٹ کے درسِ قرآن کا اہتمام کرلیں جس میں کسی موضوع سے متعلق چند آیات کا ترجمہ سنا کر لمبی چوڑی تفسیر کرنے کے بجائے عوام کو محض یہ بتادیا کریں کہ ہمیں ان آیات سے کیا سبق حاصل ہوا اور ہمارے لیے ان میں کیا پیغام ہے تو لوگ اکتاہٹ بھی محسوس نہیں کریں گے اور انشاء اللہ انہیں بہت زیادہ فائدہ بھی ہوگا۔ خود اس ناچیز نے بھی ایک عرصہ تک اسی انداز میں درس دیا ہے۔

۸۔ مآخذ ومراجع

اس تفسیر کی تالیف اور حوالہ جات کی تخریج کے دوران اس ناچیز کے پاس درج ذیل تفاسیر موجود رہی ہیں۔

۱۔ مفاتیح الغیب معروف بہ التفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازیؒ	دار احیاء التراث العربی بیروت
۲۔ الجامع لاحکام القرآن معروف بہ تفسیر قرطبی	ابومحمد عبداللہ بن احمد القرطبیؒ	مؤسسۃ التاریخ العربی
۳۔ بصائر ذوی التمیز فی لطائف الکتاب العزیز	محمد بن یعقوب فیروز آبادیؒ	المکتبۃ العلمیۃ بیروت
۴۔ تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقیؒ	بیروت
۵۔ روح المعانی	سید محمود آلوسی بغدادیؒ	دار احیاء التراث العربی بیروت

۶۔احکام القرآن	ابوبکر جصاص رازی حنفیؒ	سہیل اکیڈمی لاہور
۷۔اضواء البیان	محمد امین شنقیطی	عالم الکتب بیروت
۸۔التحریر والتنویر	محمد طاہر ابن عاشورؒ	دار سحنون تیونس
۹۔تفسیر القاسمی	محمد جمال الدین قاسمیؒ	دار الفکر بیروت
۱۰۔صفوۃ التفاسیر	محمد علی صابونی	دار القرآن الکریم بیروت
۱۱۔فی ظلال القرآن	سید قطب شہیدؒ	ادارہ منشورات اسلامی لاہور
۱۲۔تفسیر المراغی	احمد مصطفی المراغیؒ	دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۳۔تفسیر الحسن البصری	ڈاکٹر شیر علی شاہ	جامعہ احسن العلوم کراچی
۱۴۔قبس من نور القرآن الکریم	محمد علی صابونی	دار الفکر بیروت
۱۵۔نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور	امام ابراہیم بن عمر بقاعیؒ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۶۔تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ	دار الاشاعت کراچی
۱۷۔تھذیب التفسیر الکبیر	ــــــــ	بیروت
۱۸۔تفسیر حقانی	علامہ عبد الحق حقانیؒ	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی
۱۹۔معارف القرآن	مولانا مفتی محمد شفیعؒ	ادارۃ المعارف کراچی
۲۰۔معالم العرفان فی دروس القرآن	صوفی عبد الحمید سواتی	مکتبہ دروس القرآن گوجرانوالہ
۲۱۔اشرف التفاسیر	حکیم الامت حضرت تھانویؒ	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
۲۲۔تفسیر عثمانی	مولانا شبیر احمد عثمانیؒ	لاہور
۲۳۔تفسیر ماجدی	مولانا عبد الماجد دریابادیؒ	مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ
۲۴۔بیان القرآن	مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	میر محمد کتب خانہ کراچی
۲۵۔التفسیر المنیر	الدکتور وھبۃ الزحیلی	دار الفکر بیروت
۲۶۔ایسر التفاسیر	ابوبکر جابر جزائری	راسم للدعایۃ والاعلان جدہ

لیکن میرا زیادہ تر انحصار موخر الذکر تین تفاسیر پر رہا ہے۔

تسہیل میں بیان القرآن، ربط اور تفسیر میں التفسیر المنیر اور حکمت و ہدایت میں ایسر التفاسیر سے میں نے خوب خوب استفادہ کیا ہے بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ انہی تفاسیر کو دیکھ کر میں نے "تسہیل البیان" کا خاکہ تیار کیا اور پھر انہی کی مدد سے اس خاکہ میں رنگ بھی بھرا لیکن من وعن پابندی کسی کی بھی نہیں کی، ایسا بھی ہوا ہے کہ ربط اور عنوان کے انتخاب میں التفسیر المنیر کے بجائے میں نے بیان القرآن کو ترجیح دی ہو، تسہیل میں دوسرے تراجم اور تفاسیر سے استفادہ کر لیا ہو اور حکمت و ہدایت میں دس بارہ بصائر و عبر بیان کر دیئے ہوں جبکہ اس موقع پر ایسر التفاسیر میں پانچ سات ہدایات کے بیان کرنے پر اکتفاء کیا گیا تھا اس لئے اگر میری تعبیر، انتخاب اور تفسیر میں کوئی غلطی نظر آئے تو وہ میری جہالت اور غلط فہمی کا نتیجہ ہوگی ان بزرگوں کو اس کا الزام نہیں دیا جا سکے گا۔ جزوی استفادہ اور تحقیق و تائید کی حد تک دوسری تفاسیر بھی پیش نظر رہی ہیں اور ہر جگہ ان کے حوالے ساتھ ہی ساتھ دے دیئے گئے ہیں اور حوالہ جات کے لیے یہ { } نشان دیا گیا ہے اس لئے یہ دعوٰی خلافِ حقیقت نہیں ہوگا کہ اس تفسیر میں جو کچھ ہے وہ مستند علماء کی تفاسیر ہی سے ماخوذ ہے صرف تعبیر اور الفاظ میرے ہیں۔

اعترافِ حقیقت۔

محترم قارئین! ان سطور کے راقم کو اپنی علمی اور عملی کمزوریوں کا بخوبی علم ہے اسے نہ تو اپنی علمی استعداد پر گھمنڈ ہے اور نہ ہی عملی کمالات پر کوئی فخر ہے، اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اسے مفسرین کرام کی جوتیوں میں بیٹھنے کی سعادت حاصل ہو جائے گی، وہ جب اپنی تہی دامنی اور خاندانی پسِ منظر پر نظر ڈالتا ہے تو شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہے لیکن نمعلوم کیسے اس کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ وہ بھی قرآن کریم کی کوئی خدمت سرانجام دے اور کیسے یہ داعیہ روز بروز مضبوط تر ہوتا گیا۔

قرآن کریم کی یہ ٹوٹی پھوٹی سی خدمت اب آپ کے سامنے ہے اسے خوب توجہ سے پڑھیے، اس کی اغلاط کی نشاندہی کیجئے اور اس کی کمزوریوں سے مجھے مطلع کیجئے، غلطی تسلیم کرنے میں آپ مجھے کشادہ دل پائیں گے، میرے لیے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بقیہ جلدیں اس سے بہتر انداز میں لکھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

تشکر:

اللہ تعالیٰ نے اس تالیف کی صورت میں ناچیز پر جو کرم کیا اس کا شکر تو قیامت تک ادا نہیں ہوسکتا لیکن اللہ کا شکر ادا

کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کے ان بندوں کا شکرادا کرنا بھی ضروری ہے جن کی سرپرستی اور تعاون مجھے حاصل رہا۔

اس سلسلہ میں پہلا نام میرے شیخ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم العالیہ کا ہے کہ جن کی دعاؤں، مشوروں، حوصلہ افزائی اور سرپرستی کی وجہ سے میں اس خدمت کے قابل ہوا، اگر حضرت حوصلہ افزائی نہ فرماتے تو شاید میں قلم اٹھانے کی جرات نہ کرتا۔ حضرت نے کمالِ شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسودہ کے چند صفحات کا مطالعہ فرمایا، اس میں بعض غلطیوں کی اصلاح فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا۔

دوسرا نام جامعہ بنوریہ جیسے ادارے کا ہے جہاں میں نے اپنی علمی زندگی کے اٹھارہ سال گذارے اور وہاں درجہ اعدادیہ سے لیکر دورہ حدیث تک کے اسباق مجھے پڑھانے کا موقع ملا اور چھوٹی موٹی کتابوں کی تالیف سے لیکر اس تفسیر تک کا سفر میں نے وہیں طے کیا۔

تیسرا نام اللہ کی اس بندی کا ہے جو میری شریکہ حیات بھی ہے، نمعلوم میری خانگی اور عملی زندگی کا کتنا بوجھ تھا جسے اس نے اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھا کر مجھے اس کام کے لیے یکسوئی فراہم کردی اور یوں اس نے "خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة" کا ثبوت فراہم کیا۔

چوتھے نمبر پر وہ علماء اور طلباء ہیں جن میں سے کسی نے حوالوں کی تخریج میں اور کسی نے عبارت کی تصحیح میں ہاتھ بٹایا۔

میرے پاس ان سب کے لیے مخلصانہ دعاؤں کے سوا کوئی صلہ نہیں اور خود بھی ان سے اور تمام قارئین سے دعاؤں ہی کا متمنی ہوں۔

محتاجِ دُعا

محمد اسلم شیخوپوری

فلاح دارین اکیڈمی سائٹ کراچی ۷۵۷۰۰

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

تسہیل ۔ میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر مسلمان کو کرنا چاہیے، ذکر دل سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی، جو ذکر دل سے ہو اُسے قلبی ذکر اور جو زبان سے ہو اُسے لسانی ذکر کہتے ہیں، دل کا اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اس کی عظمت و وحدانیت کے دلائل میں غور وفکر کرنا قلبی ذکر ہے۔{۱۵}

لسانی ذکر کی مختلف قسمیں ہیں مثلاً تسبیح، تحمید، تکبیر، دعا، استغفار، تلاوت، تعوذ اور بسملہ، تعوذ کا معنی ہے اعوذ باللہ پڑھنا، بسملہ کا معنی ہے بسم اللہ پڑھنا۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر کام کے آغاز میں بسم اللہ پڑھی جائے، لیکن کلام اللہ کی تلاوت سے قبل خاص طور پر تعوذ کا بھی حکم دیا گیا ہے، قرآن کریم میں ہے:

﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ﴾{۱۶}	جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ کلام اللہ کی تلاوت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا مسنون ہے خواہ تلاوت نماز کے اندر ہو یا نماز سے باہر ہو۔

۲۔ کلام مقدس کی تلاوت سے پہلے جھوٹ، غیبت اور بہتان وغیرہ سے ناپاک ہوجانے والی زبان کو تعوذ کے ذریعے پاک کرلیا جائے۔

۳۔ قرآن کریم سے استفادہ کے لئے تمام شیطانی افکار واعمال سے پاک ہونا ضروری ہے۔

۴۔ انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے۔

۵۔ شیطان بلکہ ہر چیز کے شر سے صرف اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرما سکتا ہے اس لئے تعوذات کا اہتمام لازم ہے۔

{۱۵} وكذلك ذكر الله تعالىٰ لما كان المعنى فيه طاعته والطاعة تارة بالذكر باللسان وتارة بالعمل بالجوارح وتارة باعتقاد القلب وتارة بالفكر فى دلائله وحججه (احکام القرآن للجصاص ۱/۹۳)

{۱۶} النحل ۱۶/۹۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تسہیل۔ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر

اہلِ جاہلیت اپنے کاموں کا آغاز بتوں کے نام سے کیا کرتے تھے جبکہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ دین و دنیا کے ہر جائز اور اہم کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھا کریں۔{۱۷}

بسم اللہ سورہ نمل کا جزء ہے اور اسے سورہ توبہ کے علاوہ ہر سورت کے شروع میں لکھا جاتا ہے لیکن اس کا مقصد دو سورتوں کے درمیان فرق و امتیاز ہوتا ہے یہ کسی سورت کی مستقل آیت نہیں ہے۔{۱۸}

بسم اللہ کی فضیلت متعدد احادیث اور آثار سے ثابت ہے۔

حکمت و ہدایت۔

۱۔ مسلمان کو چاہیئے کہ وہ ہر اہم کام کا آغاز بسم اللہ سے کرے۔

۲۔ نماز کی پہلی رکعت کے شروع میں اعوذ باللہ کے بعد بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے یونہی دوسری رکعتوں کے شروع میں بھی بسم اللہِ پڑھنا چاہیے البتہ فاتحہ کے بعد سورت شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھنا چاہیے۔

۳۔ ہر چیز اور ہر عمل کو وجود دینے والا اور انہیں پایہ تکمیل تک پہنچانے والا صرف اللہ ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے مہربان اور رحمٰن ہونے کا تصور ہر مسلمان کے ذہن میں ہر وقت موجود رہنا چاہیے۔

۵۔ تمام اشیاء اور افعال واعمال میں برکت صرف اللہ کے نام سے پیدا ہوتی ہے۔

{۱۷}لانهم كانوا يبدؤن باسماء آلهتهم فيقولون: باسم اللات، باسم العزى فوجب أن يقصد الموحد معنى اختصاص اسم اللّٰه عزوجل بالابتداء (الكشاف۔ ۱/٤٧)

{۱۸} ماذكرنا من ملهب اصحابنا انها ليست بآية من اوائل السور لترك الجهربها (احكام القرآن۔ ۱/۹)

سورۃ الفاتحہ ایک نظر میں

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سورہ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس پر بھی کہ یہ مکہ میں ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی، ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سب سے پہلی چیز جو قرآن میں سے نازل ہوئی وہ فاتحہ ہے، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پوری سورت جو سب سے پہلے نازل ہوئی وہ فاتحہ ہے ورنہ پہلی وحی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ سورہ علق کی پانچ آیات تھیں۔

امام قرطبیؒ نے سورۃ فاتحہ کے بارہ نام ذکر کیے ہیں {۱۹} بعض حضرات نے بارہ سے بھی زائد نام لکھے ہیں {۲۰} ان میں سے سب سے مشہور نام ''فاتحۃ الکتاب'' ہے۔ فاتحہ کا معنی ہے ابتدا کرنے والی، قرآن مجید کی اس ابتدائی سورت کو فاتحہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی ابتداء اسی سورت سے ہوتی ہے۔ اور نماز کے شروع میں بھی اسے ہی پڑھا جاتا ہے۔ {۲۱}

موضوع اور مضامین۔

✿ سورہ فاتحہ، حمدِ باری تعالیٰ ہے اس سورۃ کی حیثیت قرآن کے دیباچہ کی بھی ہے اور خلاصہ کی بھی ہے، قرآن کریم کی تمام تعلیمات کا خلاصہ اس میں اجمال کے ساتھ آ گیا ہے شاید اسی لیے سورہ فاتحہ کو ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تا کہ ایک مسلمان کی نظر ہر وقت قرآنی تعلیمات پر رہے صبح سے شام تک صرف فرائض ہی میں سترہ بار سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے اور اگر سنتوں اور نوافل کو بھی شمار کیا جائے تو یہ تعداد بہت زیادہ ہو جائے گی۔

قرآن کے بنیادی مضامین تین عنوانات کے تحت جمع کیے جاسکتے ہیں توحید، قیامت اور رسالت۔ اس سورہ کی ابتدائی دو آیتوں اور چوتھی آیت میں توحید کا مضمون ہے، تیسری آیت میں قیامت کا ذکر ہے اور پانچویں اور چھٹی آیت میں نبوت ورسالت کی طرف اشارہ ہے۔

ایک حدیث قدسی میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی	میں نے نماز یعنی فاتحہ کو اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔

{۱۹} الجامع لاحکام القرآن ۱/۱۱۱ {۲۰} تفسیر ابن کثیر ۱/۱۷

{۲۱} وسمیت بذلک لانہ تفتح قراۃ القران بھالفظا وتفتح بھا الکتابۃ فی المصحف خطا وتفتح بھا الصلوٰت (قرطبی ۱/۱۱۱)

پہلی تین آیتوں میں بندہ اللہ تعالیٰ کی حمدوثنا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پرخوش ہوتا ہے، بندہ جب چوتھی آیت پڑھتا ہے تو اللہ فرماتا ہے:

ھذا بینی وبین عبدی — یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔

جب بندہ آخری آیتیں پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ھذا لعبدی ولعبدی ماسأل — یہ میرے بندے کے لیے ہے اور بندہ جو مانگتا ہے میں اسے دیتا ہوں۔{۲۲}

❁ عابداور معبود کے درمیان یہ تقسیم اس اعتبار سے بھی ہے کہ اس سورہ میں پانچ صفات معبود کی اور پانچ ہی صفات عابد کی بیان ہوئی ہیں۔

معبود کی پانچ صفات یہ ہیں:

الوہیت، ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت، مالکیت۔

عابد کی پانچ صفات درج ذیل ہیں:

عبادت، استعانت، طلبِ ہدایت، طلبِ استقامت، طلبِ نعمت۔

❁ بعض حضرات نے سورہ فاتحہ کے خلاصہ قرآن ہونے کی ایک اور توجیہہ بھی کی ہے وہ یہ کہ قرآن کریم کے تمام مضامین پانچ عنوانوں میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات

۲۔ وعدے اور وعیدیں

۳۔ عبادات

۴۔ سعادت وفلاح کی راہ

۵۔ قصص

پہلی آیت میں باری تعالیٰ کی ذات وصفات، دوسری آیت میں وعدوں، تیسری آیت میں وعیدوں، چوتھی آیت میں عبادات، پانچویں آیت میں راہ سعادت اور چھٹی اور ساتویں آیت میں قصص کی طرف اشارہ ہے۔

مختصر یہ کہ سورہ فاتحہ ایک بے مثال دعا، معارف کا بیش بہا خزانہ اور قرآنی علوم کا ایسا شفاف آئینہ ہے جس میں ایک سوتیرہ سورتوں کی جھلک ہم مختصر وقت میں دیکھ سکتے ہیں۔

{۲۲} الصحیح للمسلم ۱/۱۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورة الفاتحه مكية وهي سبع آيات

سورہ فاتحہ مکی ہے اور اس میں سات آیات ہیں۔

حمد و دعا

﴿ا......۷﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۴ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۶

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو پالنے والا سارے جہان کا بے حد مہربان نہایت رحم والا مالک روز جزا کا تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں بتلا ہم کو راہ سیدھی راہ اُن لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا جن پر نہ تیرا غصہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے

تسہیل: تمام تعریفوں کا مستحق اللہ ہے جو ہر ہر عالم کا مربی ہے ○ جو بے حد مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے ○ روز جزا کا مالک ہے ○ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد کی درخواست کرتے ہیں ○ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت بخش دے ○ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا ○ نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ ان لوگوں کا جو گمراہ ہو گئے ○

﴿تفسیر﴾

﴿۱﴾ انسان جب اس کائنات میں غور و فکر کرتا ہے تو وہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ہر ہر چیز کو وجود دینے والا اور اسے درجہ کمال تک پہنچانے والا صرف اللہ ہے، جہاں کہیں کوئی حسن یا کمال پایا جاتا ہے تو وہ اسی کا عطا کردہ ہے اس لئے اگر کسی صاحب حسن یا صاحب کمال کی تعریف کی جائے تو وہ بھی اسی کو پہنچتی ہے اس کی نعمتیں بے شمار ہیں، اور

اس کی ربوبیت عالمگیر ہے، اس نے کائنات کو پیدا کر کے یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اپنی مخلوق کے ساتھ اس کے فضل وکرم اور نگرانی کا رشتہ ہر لمحہ قائم رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ ایک مؤمن شخص جب اس کے فضل وکرم کے بارے میں ذرا سا بھی غور وفکر کرتا ہے یا مطلقاً اس کا ذکر ہی کرتا ہے، بے ساختہ اس کی زبان پر اللہ کی حمد جاری ہو جاتی ہے وہ اپنے کام کا آغاز بھی اس کی حمد سے کرتا ہے اور اختتام بھی اس کی حمد پر کرتا ہے۔

﴿۲﴾ اس کی ربوبیت اور فضل وکرم کی وجہ یہ نہیں ہے کہ معاذ اللہ وہ کسی کے احسان کا بدلہ اتارنا چاہتا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ رحمٰن اور رحیم ہے اس کی رحمت عام بھی ہے اور تام بھی ہے، دنیا میں اس کے دشمن تک اس کی رحمت سے محروم نہیں رہتے۔

اپنے بندوں سے اس کا تعلق محض آمریت اور حاکمیت کا نہیں بلکہ رحمت وشفقت کا تعلق ہے۔

﴿۳﴾ عدل حقیقی اور جزا وسزا کے دن کا مالک بھی وہ اکیلا ہے، اس نے انسان کو فضول پیدا نہیں کیا بلکہ اس کا ایک مقصدِ تخلیق ہے اور اسی مقصد تخلیق کی تکمیل اور عدم تکمیل کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا۔

ذات باری تعالیٰ کے احسانات بے شمار ہیں، اس کے اختیارات لامحدود ہیں اور اس کی قوت وطاقت بے پناہ ہے۔

﴿۴﴾ یہ اوصاف تقاضا کرتے ہیں کہ ہم عجز وبندگی کے سارے انداز صرف اللہ کے لئے مخصوص کر دیں، اس کے سوا نہ کسی کا خوف ہمارے دل میں ہو اور نہ ہی کسی سے امیدیں وابستہ ہوں۔ عبادت کریں تو صرف اسی کی، مدد مانگیں تو صرف اسی سے، توکل اور اعتماد کریں تو صرف اسی پر، کیونکہ مختار کل صرف اسی کی ذات ہے ساری خوبیوں اور کمالات کا سرچشمہ وہی ہے۔

﴿۵﴾ عقل سلیم تو انسان سے اسی عجز وبندگی کا تقاضا کرتی ہے لیکن بسا اوقات نفسانی خواہشات اور مادی مفادات عقل پر غالب آجاتے ہیں اس لئے رحیم وکریم رب نے کمزور انسان کی خود راہنمائی فرمائی ہے کہ تم مجھ سے ہدایت کی درخواست کرو تاکہ خواہشات وشہوات کی تاریکیوں میں ہدایت کا نور تمہاری دستگیری کرتا رہے۔

سیدھے راستے کا علم بھی ہدایت ہے اور اس پر چلنے کی توفیق اور استقامت بھی ہدایت ہے۔

﴿۶﴾ اور تمہیں اس سیدھے راستے پر استقامت حاصل رہے جو نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صلحاء کا راستہ ہے۔

﴿۷﴾ جادۂ مستقیم پر انسان کا سفر اور پھر اس پر استقامت سچی طلب اور توفیق الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جن لوگوں کے اندر ہدایت کی سچی طلب نہ تھی یا جنہیں توفیق الٰہی حاصل نہ تھی ان میں سے بعض علم کے باوجود بھٹک گئے اور بعض لاعلمی اور جہالت کے اندھیروں میں کھو گئے۔

چونکہ "صراط مستقیم" کی تعیین میں انسان خطا کرسکتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت فرمادی کہ تم مجھ سے ان خوش نصیبوں کی راہ پر چلنے کی توفیق مانگو جن پر میں نے انعام کیا اور انعام کیے ہوئے لوگوں سے مراد

پہلی قسم کے لوگوں کی زندہ مثال یہود ہیں اور دوسری قسم کے لوگوں کی مثال نصاریٰ ہیں، سورہ فاتحہ میں "مَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ" اور "ضَآلِّيۡنَ" میں بالترتیب انہی دوگروہوں کی طرف اشارہ ہے {۲۳} لیکن ہماری نظر صرف یہود ونصاریٰ تک محدود نہیں رہنی چاہیے بلکہ تاریخِ انسانی میں جتنے بھی گمراہ لوگ گذرے ہیں اور جس طرح کی گمراہیوں اور غلاظتوں میں وہ گرفتار رہے ہیں ان سب سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے کیونکہ محقق علماء کی رائے یہ ہے کہ ان الفاظ میں یہود ونصاریٰ کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ دنیا بھر کے سارے ہی کافر مراد ہیں۔{۲۴}

حکمت وہدایت۔

۱۔ اللہ تعالیٰ تعریف کو پسند کرتا ہے اسی لیے اس نے خود بھی اپنی تعریف کی ہے اور اپنے بندوں کو بھی اس کا حکم دیا ہے۔(۱)

۲۔ تعریف کسی انسان کی ہو یا کائنات کی دیگر اشیاء کی، حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے کیونکہ تعریف کے تمام اسباب کا خالق اللہ ہی ہے۔(۲)

۳۔ تعریف کا کوئی نہ کوئی سبب ہونا چاہیے، بلاوجہ کسی کی تعریف کرنا کارِفضول ہے، خود اللہ تعالیٰ نے جب اپنی تعریف فرمائی تو اس کا سبب بیان فرمایا کہ میں چونکہ رب العلمین، رحمٰن ورحیم اور مالک یوم الدین ہوں اس لئے ساری تعریفوں کا سزاوار میں ہوں۔(۱۔۲۔۳)

۴۔ یہ کائنات ان گنت جہانوں پر مشتمل ہے اور ربوبیت الٰہیہ ہر جہان کی ہر قسم کی مخلوق کے لیے عام ہے۔(۱)

۵۔ دعا کا ادب یہ ہے کہ اپنا مدعا پیش کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جائے (اور حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھی پڑھا جائے۔)(۱)

۶۔ دعا کی طرح تقریر وتحریر کی ابتداء بھی اللہ کے نام اور اس کی حمد وثنا سے ہونی چاہیے۔(۱)

۷۔ اللہ تعالیٰ کی حیثیت قومی خدا کی نہیں۔ جیسا کہ بعض باطل مذاہب میں تصور رہا ہے...... بلکہ اس کی حیثیت خدائے کائنات کی ہے۔(۱) انسانوں کا رب بھی ایک ہے اور اب بھی ایک ہے...... یہ نظریہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا عطا کردہ ہے۔

۸۔ نہ تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت جائز ہے اور نہ ہی کسی سے استعانت جائز ہے۔ خواہ ولی ہو یا نبی، جن ہو یا فرشتہ۔(۴)

{۲۳} تفسیر ابن کثیر۔۱/۳۰ {۲۴} روح المعانی۔۱/۹۶

۹۔ مقام بندگی کی انتہاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عبودیت کی نسبت قائم ہو جائے، اس سے اونچا مقام کوئی نہیں۔ (۴)

۱۰۔ عبادت میں اخلاص ضروری ہے عبادت وہی عبادت ہے جو غیر حق کی آمیزش سے خالی ہو۔ (۴)

۱۱۔ انسان خواہ کتنا ہی عابد وزاہد کیوں نہ ہو اسے چاہیے کہ وہ جادۂ اعتدال پر استقامت اور ہدایت کی دعا اللہ تعالیٰ سے مسلسل کرتا رہے کیونکہ انسان کے چاروں طرف گمراہ کرنے والے اسباب بکھرے پڑے ہیں۔ (۵)

۱۲۔ حصول ہدایت کے لیے ہدایت کی طلب بھی ضروری ہے اور دعا بھی ضروری ہے، ہدایت سے استغناء اور تکبر کرنے والوں کو ہدایت نہیں ملا کرتی۔ (۵)

۱۳۔ دعاء، عبادت کا مغز ہے بلکہ دعا ہی عبادت ہے اس لیے مؤمن کو ہر حال میں دعا کرتے رہنا چاہیے۔ (۵)

۱۴۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جو ہم پر اور ہمارے آباء اور اسلاف پر ہوئیں ان کا اعتراف کرنا چاہیے۔ (۶)
نعمتوں کے اعتراف سے شکر کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور شکر کرنے سے مزید نعمتوں کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

۱۵۔ اللہ تعالیٰ سے اچھے نمونہ اور صلحاء کی اتباع کی درخواست کرنی چاہیے۔ (۶)

۱۶۔ مسلمان کو صلحاء کی ذات، صفات اور صورت وسیرت سے محبت رکھنی چاہیے۔ (۶)

۱۷۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ایمان ومغفرت اور نیک اعمال اور اخلاق کی نعمت ہے۔ (۶)
اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی انعام یافتہ لوگ انہی کو کہا جنہیں اس نے ایمان اور عمل صالح کی نعمت سے نوازا۔

۱۸۔ ہر قسم کے گمراہوں اور ہر طرح کی گمراہی سے اللہ کی پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔ خواہ وہ گمراہی کی کوئی پرانی صورت ہو یا اس کی کوئی نئی شکل ہو۔ (۷)

سورۃ البقرہ ایک نظر میں

سورۃ البقرہ قرآن کریم کی سب سے طویل سورہ ہے جو کہ دوسو چھیاسی آیات پر مشتمل ہے۔

یہ سورہ مدنی ہے، مدنی ان سورتوں کو کہا جاتا ہے جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں اور جو سورتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں انہیں مکّی کہا جاتا ہے سورہ بقرہ کا اکثر حصہ ہجرتِ مدینہ کے بعد بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوا، البتہ اس سورہ میں ربا کے بارے میں جو آیات ہیں وہ نزول قرآن کے آخری دور سے تعلق رکھتی ہیں یونہی اس سورہ کی آیت ''وَاتَّقُوْا یَوْماً تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللهِ'' حجۃ الوداع کے موقع پر منٰی میں دس ذوالحجہ کو نازل ہوئی {۲۵}

قرآن کریم کی اکثر سورتوں کا یہی حال ہے کہ وہ حسبِ ضرورت تھوڑی تھوڑی کر کے نازل ہوئیں بعد میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور اکرم ﷺ کی ہدایات کی روشنی میں انہیں ایک خاص ترتیب سے جمع کر دیا گیا اور یہ ترتیب لوحِ محفوظ کے مطابق ہے۔

وجہ تسمیہ۔ اس سورہ کا نام ''البقرہ'' رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سورہ کی کئی آیات میں بقرہ کا لفظ اور قصہ آیا ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس پوری سورہ میں گائے کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے منہج اور اسلوب کی طرح سورتوں کے نام منتخب کرنے میں بھی قرآن نے جدّت اور ندرت کا ثبوت دیا ہے۔

اس کتاب مقدس میں نہ فصول وابواب ہیں اور نہ ہی جامع عنوانات اور ذیلی سرخیاں البتہ اس میں ۱۱۴ سورتیں ہیں جنہیں ۱۱۴ صحیفے اور ابواب بھی کہا جا سکتا ہے جہاں تک ۳۰ پاروں اور ۵۴۰ رکوعات کا تعلق ہے تو یہ تقسیم حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی بلکہ امویوں کے دور میں اسے ۳۰ پاروں میں اس لیے تقسیم کیا گیا تا کہ ہر روز ایک پارہ پڑھ کر تیس دنوں میں قرآن ختم کیا جا سکے اور رکوع کے نشان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی سہولت کے لیے لگائے تا کہ مضمون کے اعتبار سے ملتی جلتی آیات ایک رکعت میں پڑھی جا سکیں۔

جہاں تک سورتوں کے ناموں کا تعلق ہے تو ہم ان کی وجہ تسمیہ تو بیان کر سکتے ہیں لیکن تسمیہ کی حکمت یا وجہ ترجیح بتانا بہت مشکل ہے، مثلاً اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اس سورہ میں انسان اوّل کی تخلیق، بیت اللہ کی بناء اور قصہ طالوتؑ جیسے اہم واقعات مذکور ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ ان سب کو چھوڑ کر بقرہ کو بطور عنوان منتخب کیا گیا؟ تو اس سوال کا کوئی قطعی جواب دینا ہمارے لیے مشکل ہے۔

{۲۵} تفسیر قرطبی۔ ۱/۱۵۲

زیادہ سے زیادہ بات جو کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ طویل عرصے تک اہل مصر کی صحبت کی وجہ سے بنی اسرائیل میں بھی گائے پرستی رچ بس چکی تھی {۲۶} اور حقیقت میں اسی عقیدۂ پرستش کی تردید اور توہین کے لیے انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا بلکہ عقیدۂ توحید کی تعلیم کا ایک سوچا سمجھا سبق تھا تو اس سبق کو نمایاں کرنے کے لیے اس سورہ کو بقرہ کے عنوان سے معنون کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں صحیح احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا اس زمانے میں کچھ لوگ ایسے تھے جو حیات بعد الموت کا انکار کرتے تھے لیکن جب اللہ کے حکم سے ایک مردہ کو زندگی ملی تو منکرین آخرت کو بڑی ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑا تو اس سورہ کو ''بقرہ'' کا نام دینے میں ''بعث بعد الموت'' کے عقیدہ کو نمایاں کرنا بھی مقصود ہے۔

ربط۔

(۱) سورہ بقرہ کا ربط اور مناسبت سورہ فاتحہ سے یہ ہے کہ سورہ فاتحہ دعا تھی اور سورہ بقرہ بلکہ پورا قرآن جوابِ دعا ہے، دعا یہ کی گئی تھی ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ اور جواب یہ دیا گیا ﴿ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَارَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾...... اے طالبانِ ہدایت! اس کتاب کو پڑھ لو، یہ کتاب، ہدایت ہی ہدایت ہے، اس میں ہدایت کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔

(۲) سورہ فاتحہ کی آخری آیت میں دو ایسے گروہوں کا اجمالی ذکر تھا جن پر غضب ہوا اور وہ گمراہ ہو گئے۔ سورہ بقرہ اور آل عمران میں ان دونوں گروہوں کا تفصیلی تعارف ہے البتہ بقرہ میں یہود کے عملی، نظریاتی اور اخلاقی مفاسد کا بیان زیادہ ہے اور آل عمران میں نصاریٰ کی خرابیوں کا تذکرہ غالب ہے۔ سورۃ البقرہ میں قرآن کی حقانیت، انسان کی خلافت، یہود کی بغاوت، تحویلِ قبلہ اور عملی زندگی سے تعلق رکھنے والے احکام بھی بیان کیے گئے ہیں۔

اہم مضامین

کلام اللہ کی صداقت اور حقانیت، انسانوں کی تین قسمیں: مومن، کافر اور منافق، آدم علیہ السلام اور بنو آدم کی ارضی خلافت، یہود کا منصبِ نبوت وخلافت پر ایک وقت تک تمکن، ان پر اللہ تعالیٰ کے ظاہری اور باطنی انعامات، انبیاء کی کثرت، دنیاوی خوشحالی، فرعون کے مظالم سے نجات، سمندر میں راستے، صحرائے سینا میں بادل کا سایہ، کھانے کے لیے من وسلویٰ کا انتظام، پتھر سے بارہ چشمے، بنی اسرائیل کے جرائم مثلاً خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار، کتمانِ حق، بچھڑے کی پرستش، دشتِ سینا میں بے صبری اور حرص وطمع، اریحا شہر میں متکبرانہ داخلہ، قتلِ انبیاء، بدعہدی،

{۲۶} تفسیر ماجدی۔۱/۱۵۹

قساوت قلبی، کلام اللہ میں لفظی اور معنوی تحریف، افتراء علی اللہ، شریعت کے بعض احکام پر ایمان اور بعض کا کفر، بغض وحسد، مادی زندگی سے شدید محبت، مقرب فرشتوں سے بیزاری، سحر و کہانت میں ازحد دلچسپی، اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ گستاخی اور استہزاء، فضول سوالات، بدعملی کے باوجود جنت کے ٹھیکیدار ہونے کے دعوے،...... یہود پر انعامات الہیہ اور ان کے جرائم بیان کرنے کے بعد تذکرہ ہے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کا، تعمیر کعبہ کا، تحویلِ قبلہ کا، علاوہ ازیں اس سورہ میں معاشی، معاشرتی، تجارتی اور ازدواجی زندگی سے تعلق رکھنے والے چالیس احکام بیان کیے گئے ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

✿ صفا مروہ پر طواف وسعی، طیبات کی حلت، مردار کا گوشت، بہتا ہوا خون، لحم خنزیر اور غیر اللہ کے لیے نامزد کیے گئے جانور کی حرمت، اقامتِ صلوۃ، ایتاءِ زکوٰۃ اور ایفاءِ عہد کی تاکید، قصاص ودیت، وصیت، صیامِ رمضان اور اعتکاف، اکل بالباطل بذریعہ قمار، غصب اور حق تلفی وغیرہ، دینی اور دنیاوی معاملات کو قمری تاریخوں سے طے کرنا، جہاد وقتال، حج وعمرہ کے مختلف احکام، انفاق فی سبیل اللہ کے مصارف، مرتد کی اخروی سزا، شراب اور قمار کی حرمت۔ مشرک مردوں اور عورتوں سے نکاح۔ حالتِ حیض میں جماع، یمینِ لغو اور یمینِ منعقدہ کا حکم، ایلاء اور طلاق کے مسائل، مسئلہ رضاعت، متوفی عنھا زوجھا کی عدت، انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور آداب، ربوٰ کی حرمت وقباحت۔ بیع شراء، دین اور مالی معاملات میں کتابت وشھادت اور رہن۔

ان احکام کے علاوہ اس سورہ میں پانچ مقامات پر مردوں کے زندہ ہونے کو بیان کیا گیا ہے اور اس کی متعدد آیات میں جہاد وقتال کی بھی تلقین کی گئی ہے۔

قصص اور واقعات

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد زندگی ثابت کرنے کے لیے پانچ قصّے ذکر کیے ہیں اس کے علاوہ پورے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کے قصّے اور واقعات بیان کیے ہیں اس لیے یہاں یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے مختلف اسالیب میں سے ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ وہ مختلف مقامات پر موضوع کی مناسبت سے کوئی قصہ ذکر کر دیتا ہے اور ہر جگہ کسی طویل قصہ کا اتنا ہی حصہ ذکر کرتا ہے جتنی اثباتِ موضوع کے لیے ضرورت ہوتی ہے یہ بھی قرآن ہی کی خصوصیت ہے کہ وہ ایک ہی قصّہ کو موقع محل کی مناسبت سے ایک نئے اسلوب میں بیان کرتا ہے جس کی وجہ سے باذوق طبائع پر یہ تکرار گراں بھی نہیں ہوتا اور قرآن اس سے دائمی اور عالمگیر حقائق بھی کشید کر لیتا ہے۔ قرآن ایسی کتاب ہے جو بندوں سے رب العلمین کے خطاب پر مشتمل ہے اور اس ذات کی نظر ماضی، حال اور

مستقبل پر یکساں ہے وہ بندوں کی نفسیات اور موقع محل کی نزاکتوں سے خوب واقف ہے اس لیے اس کے بیان کردہ قصے، ایمان وعمل کے خفیہ جذبات کو بیدار کرتے ہیں اور ایمانی دعوت کے منکرین اور مخالفین کے مکروہ جذبات اور غلیظ چہروں کو نمایاں کرتے ہیں۔

ربط اور مناسبت

کسی بھی سورہ کی آیات کے درمیان عام طور پر اس کے نزول کے زمانہ اور ماحول سے قطع نظر ربط تلاش کیا جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ اس پہلو سے بھی سورہ بقرہ سمیت کسی سورہ میں ربط کا فقدان نہیں پایا جاتا لیکن اگر زمانہ نزول کو سامنے رکھا جائے تو پھر ربط کا تلاش کرنا بہت آسان ہوجاتا ہے مثلاً سورہ بقرہ مسلمانوں کی ہجرتِ مدینہ کے فوراً بعد نازل ہوئی جبکہ مہاجرین کی آبادکاری اور اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے مالی وسائل کی سخت ضرورت تھی، کفار کا زور توڑنے کے لیے جذبہ جہاد بھی ضروری تھا، یہ بھی لازم تھا کہ مسلمانوں کو ان کے خفیہ اور علانیہ دشمنوں سے آگاہ کیا جائے، اور منصبِ خلافت کے تقاضوں اور اس سے محروم کرنے والے اسباب کے بارے میں بتایا جائے ان تقاضوں اور حالات کو سامنے رکھ کر اگر سورہ بقرہ کے مضامین کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں اس کی ہر آیت ہر حکم اور ہر قصہ از حد مربوط اور متناسب نظر آتا ہے، یہود کی خرابیوں، منافقوں کی قباحتوں، انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد وقتال کا تذکرہ مذکورہ بالا حالات کے پسِ منظر میں بے حد ضروری تھا۔

مضامین سے قطع نظر اگر محض اس سورہ کے صوتیاتی آہنگ کو دیکھا جائے تو طوالت کے باوجود اس میں اوّل سے آخر تک بے مثال صوتیاتی ہم آہنگی دکھائی دیتی ہے اور یہی ہر سورت کا حال ہے کہ وہ مضامین میں مربوط ہونے کے ساتھ ساتھ اپنا ایک منفرد صوتیاتی اثر بھی رکھتی ہے چاہے وہ سورۃ البقرہ ہو یا سورۃ العصر اور سورۃ الکوثر ہو۔

سورہ بقرہ کے آغاز اور اختتام پر نظر ڈالیں تو اس میں بھی کئی اعتبار سے مناسبت دکھائی دیتی ہے حالانکہ یہ قرآن کریم کی سب سے طویل سورت ہے اور اس میں مضامین کا تنوع بھی بے حد ہے، اس میں عقائد بھی ہیں، عبادات بھی ہیں، قصص واخبار بھی ہیں، بصائر وعبر بھی ہیں، مسائل واحکام بھی ہیں، ایام اللہ بھی ہیں، آلاء اللہ بھی ہیں، مخاصمات ومجادلات بھی ہیں لیکن یہ سب مضامین تسبیح کے دانوں کی طرح ایک دھاگے میں پروئے ہوئے ہیں اور حقیقت پسند نگاہ کو پہلے موتی اور آخری موتی میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔

اس سورہ کی آخری دو آیتوں میں اس طویل ترین سورت کے تمام مضامین کا خلاصہ بیان کردیا گیا ہے اور بلاتشبیہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی قادر الکلام اور صاحبِ علم خطیب اپنے تفصیلی خطاب کے بعد چند جملوں میں اس کا خلاصہ بیان کررہا ہے تاکہ حاضرین کو ذہن نشین کرنے میں آسانی ہو۔

سورۃ البقرۃ

کتابِ ہدایت

(۱ - ۲)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۚ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۙ﴿۲﴾

اس کتاب میں کچھ شک نہیں راہ بتلاتی ہے ڈرنے والوں کو

﴿۱......۲﴾

تسہیل ۔الم O یہ کتاب ایسی ہے جس کی صداقت وحقانیت میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں یہ اللہ سے ڈرنے والوں کو راہ دکھانے والی ہے O

﴿تفسیر﴾

﴿۱﴾سورہ بقرہ کی ابتداء ''الم'' سے ہوئی ہے اوران حروف کو''مقطعات'' کہا جاتا ہے،قرآن کریم کی انتیس سورتوں کے آغاز میں یہ حروف آئے ہیں اور حیرت انگیز اتفاق یہ ہے کہ جہاں کہیں حروفِ مقطعات آئے ہیں، اکثر وبیشتر ان کے فوراً بعد کسی نہ کسی انداز میں قرآن کریم کا تذکرہ ہے اسی لیے بعض حضرات کو بجا طور پر یہ کہنے کا موقع ملا کہ یہ حروف اصل میں قرآن کے مخاطبین کو تحدّی اور چیلنج کے لیے ہیں کہ قرآن کریم انہی حروف پر مشتمل ہے جو تم دن رات بولتے ہو تو اگر معاذ اللہ یہ کسی انسان کا خود ساختہ کلام ہے تو تم بھی ایسا کلام بنا ڈالو{۲۷} جب خام مال تمہارے پاس بھی وہی ہے جو قرآن میں استعمال ہوا ہے تو پھر قرآن جیسی عمارت کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ گوشہ بھی تعمیر کرنے سے تم کیوں عاجز ہو؟ یہ اور اس جیسے کئی دوسرے اقوال حروف مقطعات کے بارے میں قدیم وجدید مفسرین سے منقول ہیں لیکن ان سب کو یہ اعتراف ہے کہ ان میں سے کوئی قول بھی نہ تو قطعی ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

اکثر مفسرین کا مسلک یہ ہے کہ یہ حروف ان قرآنی متشابہات میں سے ہیں جن کے معنی عام بندوں کو معلوم نہیں بلکہ صرف اللہ ہی کو ان کا علم ہے۔{۲۸}

{۲۷} التفسیر الکبیر۔۲/۶

{۲۸} ان ھذا علم مستور وسر محجوب استاثر اللّٰہ تعالیٰ وتبارک بہ (کبیر)

﴿۲﴾ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے تین اوصاف بیان فرمائے ہیں ایک یہ کہ وہ کتاب ہے، دوسرا یہ کہ اس کے وحی الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں، تیسرا یہ کہ یہ کتاب ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے، مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اس کے حق ہونے پر یقین رکھے۔(۱)

۲۔ قرآن کریم منتشر یادداشتوں کا مجموعہ نہیں بلکہ باضابطہ ایک کتاب ہے اور کتابی شکل ہی میں یہ نازل ہوا ہے۔(۲)

۳۔ کتابیں تو بے شمار ہیں لیکن ''الکتاب'' یعنی ہر اعتبار سے کامل کتاب صرف قرآن ہے۔(۲){۲۹}

۴۔ قرآن کریم، طب، سائنس، منطق اور فلسفہ کی کتاب نہیں بلکہ یہ کتابِ ہدایت ہے، اس کا مقصدِ نزول، انسان کی اصل منزل کی طرف راہنمائی کرنا اور اسے فکری اور عملی کجروی سے بچانا ہے۔(۲)

۵۔ دنیا کی کسی بھی کتاب سے فائدہ اٹھانے کے لیے کچھ نہ کچھ صلاحیت درکار ہوتی ہے۔ قرآن سے کامل استفادہ کے لیے جس صلاحیت کی ضرورت ہے اس کا اصطلاحی نام ہے تقویٰ...... یعنی سچی طلب، دل اور ضمیر کی زندگی، اللہ کا خوف، آخرت کی فکر، جذبہ عمل...... دوا کیسے ہی قیمتی اجزاء پر مشتمل کیوں نہ ہو اگر طبیعت اور مزاج میں اس سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت ہی نہ ہو تو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوسکتا۔

متقین کے اوصاف

﴿۳......۵﴾

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ
جو کہ یقین کرتے ہیں بے دیکھی چیزوں کا اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو ہم نے روزی دی ہے انکو اسمیں سے خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر کہ

اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ
جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی

رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵
طرف سے اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے

تسہیل ۔(متقی وہ ہیں جو) غیب پر ایمان رکھتے ہیں، نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہم نے جو کچھ انہیں دیا ہے اس

{۲۹} معناہ ان ذلک الکتاب ھو الکتاب الکامل کأن ماعداہ من الکتب فی مقابلتہ ناقص (کشاف ۱/۴۷)

میں سے نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں O اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ قرآن پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور قرآن سے پہلے جو کتابیں اتاری جا چکی ہیں ان پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں O یہی ہیں وہ لوگ جو ٹھیک اس راہ پر ہیں جو ان کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں O

﴿تفسیر﴾

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے متقین کے پانچ اوصاف بیان فرمائے ہیں:۔

ایمان بالغیب

﴿۳﴾ اہل تقویٰ اور باکمال انسانوں کی نظر، صرف مادی اور حسی چیزوں میں الجھ کر نہیں رہ جاتی بلکہ وہ ان حقائق کو بھی تسلیم کرتے ہیں جو ان کی چھوٹی سی عقل اور حواس کے ادراک سے ماوراء ہیں {۳۰} مگر ان حقائق کی خبر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے......غیبی حقائق کی فہرست کافی طویل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، وعدے، وعیدیں، پیشنگوئیاں، ملائکہ، بعث بعد الموت، تقدیر، یوم القیمہ کا حساب کتاب، جنت، جہنم، گناہوں کے مفاسد اور نیک اعمال کے منافع۔ یہ سب ''غیب'' میں داخل ہیں یہ الگ بحث ہے کہ بعض سعادت مندوں کے لیے ''غیب'' بھی ''شہود'' کے بمنزلہ ہو جاتا ہے اور بعض کور چشموں کے لیے ''شہود'' بھی ''غیب'' بن کر رہ جاتا ہے صاحبِ بصیرت کو اپنی بصارت پر تو شک ہوسکتا ہے مگر اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پر شک نہیں ہوسکتا، چاہے وہ محسوسات اور معقولات کے دائرہ سے باہر ہی کیوں نہ ہو۔

اقامتِ صلوٰۃ۔

متقین کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں، یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ نماز پڑھنا اور چیز ہے اور نماز کا قائم کرنا دوسری چیز ہے۔ نماز قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ نماز کو اس کے فرائض وواجبات اور آداب اور خشوع کی رعایت رکھتے ہوئے ادا کیا جائے۔ {۳۱}

انفاق۔

متقین کی تیسری صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مادی اور معنوی جو نعمتیں عطا کی ہیں خواہ وہ مال و دولت کی شکل میں ہوں یا علم و حکمت کی صورت میں ہوں۔ ان نعمتوں میں سے کچھ وہ اللہ کی رضا کے لیے، اللہ کے بندوں پر بھی

{۳۰} استعمل فی کل غائب عن الحاسة وعمایغیب عن علم الانسان بمعنی الغائب (المفردات ۳۶۶)

{۳۱} ولم یامر تعالیٰ حیثما امرولامدح به حیثما مدح الابلفظ الاقامة تنبیها ان المقصود منها توفیة شرائطها لاالاتیان بهیئاتها (المفردات/۴۱۱)

صرف کرتے ہیں......ایمان اور نماز سے اگر وہ حق اللہ ادا کرتے ہیں تو انفاق سے وہ حق العباد ادا کرتے ہیں۔{۳۲}

ایمان بالجمیع۔

﴿۴﴾ چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ بلاتفریق ان تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات میں مختلف انبیاء پر نازل فرمائیں، ان میں سے کسی ایک کتاب یا کسی ایک رسول کا بھی انکار کرنے والا شخص نہ متقی ہوسکتا ہے نہ مومن۔

ایمان بالآخرۃ۔

اہلِ تقویٰ کی پانچویں اور آخری صفت یہ ہے کہ ان کی سوچ صرف ناسوتی زندگی تک محدود نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک اور زندگی پر بھی یقین رکھتے ہیں جس کا آغاز اس ناسوتی زندگی کے اختتام پر ہوگا ان کے نزدیک اصل اور حقیقی زندگی تو بس وہی ہے اور دنیا کی زندگی کو وہ اس کی تیاری کے لیے ایک مختصر سی مہلت تصور کرتے ہیں۔{۳۳}

حکمت وہدایت۔

۱۔ محسوسات کی دنیا تک محدود رہنا حیوانیت ہے اور محسوسات سے ماوراء غیبی حقائق پر ایمان رکھنا وہ پہلا قدم ہے جو حیوانیت کے تنگ دائرے سے نکلنے کے لیے ایک سمجھدار انسان اٹھاتا ہے۔(۳)

۲۔ متقین کی صف میں شامل ہونے کے لیے جیسے تیسے اور کبھی کبھار نماز پڑھنا کافی نہیں بلکہ دوام والتزام اور حقوق وآداب کی رعایت بھی ضروری ہے۔(۳)

۳۔ مومن اور متقی ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہر نبی اور ہر آسمانی صحیفے پر ایمان رکھنا لازم ہے جبکہ عیسائی ہونے کے لیے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنا کافی ہے اور یہودی ہونے کے لیے صرف موسیٰ علیہ السلام سے محبت کافی ہے، چاہے معاذ اللہ دوسرے انبیاء سے نفرت ہی کیوں نہ ہو، اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اسلام وسعتِ ظرفی کا سبق دیتا ہے جبکہ دوسرے مذاہب تعصب اور تنگ دلی کی تعلیم دیتے ہیں۔(۳)

۴۔ اس آیت کریمہ میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا ہے نیز آپ کے بعد وحی نازل ہونے کا کوئی ذکر نہیں جس سے آپ کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے اور ختم نبوت بھی۔(۳)

۵۔ متقین کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے دو نعمتیں حاصل ہوتی ہیں، دنیا میں راہ حق اور آخرت میں حقیقی اور دائمی کامیابی۔(۴)

{۳۲} الرزق فی اللغة النصيب والعطاء ويطلق على الحسی والمعنوی كالمال والولد والعلم والتقوى (منار)
{۳۳} ويعتبر بالدار الآخرة عن النشأة الثانيه...... وربما ترك ذكر الدار (مفردات/۱۳)

کافرین کی صفات

﴿۶......۷﴾

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۞ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ
بیشک جولوگ کافر ہوچکے برابر ہے ان کو توڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہ لائیں گے مہر کردی اللہ نے ان

قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۞
کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور انکی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے

تسہیل ۔جولوگ کفر اختیار کر چکے ہیں ان کے حق میں یکساں ہے خواہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے O ان کی ضد اور عناد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے O

﴿تفسیر﴾

﴿۶﴾ سورہ بقرہ کے خلاصہ میں عرض کیا جا چکا ہے کہ کتابِ ہدایت اور پیغمبرِ صداقت کو قبول کرنے اور نہ کرنے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں، متقین، کافرین اور منافقین۔ متقین کے بیان کے بعد کافرین کے متعلق بتایا جا رہا ہے جو محض اتباعِ نفس اور ضد اور عناد کی وجہ سے قرآن اور صاحبِ قرآن کا انکار کرتے ہیں۔

﴿۷﴾ ایسے لوگوں کے دلوں میں جب کفر اور سرکشی کی جڑیں قرار پکڑ جاتی ہیں تو ان کی قبولِ ایمان کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے، بصارت رہ جاتی ہے، بصیرت سلب ہو جاتی ہے، ان کے سینے میں دل اور سر میں دماغ ہوتا ہے مگر اسے سوچنے سمجھنے کے لیے استعمال نہیں کرتے، آنکھیں ہوتی ہیں مگر ان سے حق وصداقت کی نشانیاں نہیں دیکھتے، کان ہوتے ہیں مگر ان سے ایمانی آیات کو نہیں سنتے۔

ایسے لوگوں کا ناقابل ایمان ہونا اور ان کے حواس کا معطل ہو جانا اللہ تعالیٰ کی خبر کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا خبر دینا ان کے ناقابل ایمان ہونے اور ان کے حواس کے معطل ہونے کی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ علم تو ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے لیکن یہ اس کی مرضی اور منشا نہیں ہے علم اور مرضی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

جو شخص زہر کھاتا ہو یا ہیروئن پیتا ہو، اس کے عزیزوں اور بھائی بہنوں کو بھی علم ہوتا ہے کہ یہ زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکے گا لیکن یہ ان کی مرضی اور چاہت نہیں ہوتی۔

باقی مہر لگانے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف محض اس کے مسبب الاسباب ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ اس دنیا میں اچھا یا برا جو کچھ بھی ہوتا ہے تکوینی حیثیت سے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہوگی البتہ تشریعی حیثیت سے ہر چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی جاسکتی۔

مثلاً اگر کسی کو ناحق قتل کر دیا جائے تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ قتل، قاتل کو اللہ تعالیٰ کے قدرت دینے کی وجہ سے ہوا مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ قتل اللہ کی اجازت اور رضامندی سے ہوا ہے۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ اہل عناد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ وہ انہیں ہمیشہ کے لیے ہدایت سے محروم کر دیتا ہے۔(۷) اور یہ محرومی خود ان کے کفر اور عناد کی سزا کے طور پر ہوتی ہے۔{۳۴}

۲۔ اگر بالفرض ظلم یا فسق کا ارتکاب ہو جائے تو فوراً توبہ کر لینی چاہیے کیونکہ گناہوں پر اصرار کی وجہ سے دل، دماغ، آنکھیں اور کان، سب معطل ہو سکتے ہیں۔(۷)

۳۔ گناہوں کی ایک دنیوی سزا یہ بھی ہے کہ نیک اعمال کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔(۷)

۴۔ وہ آنکھیں اور کان جو رویتِ حق اور سماعِ حق کے کام نہیں آتے ان کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے...... ایسے لوگوں کو آنکھوں والے اندھے اور کانوں والے بہرے کہنا زیادہ مناسب ہے۔

منافقین کی علامات

﴿۸......۱۶﴾

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۸ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ

اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور دن قیامت پر اور وہ ہرگز مومن نہیں دغابازی کرتے ہیں اللہ سے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ

اور ایمان والوں سے اور درحقیقت کسی کو دغا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں سوچتے ان کے دلوں میں بیماری ہے پھر بڑھا دی اللہ نے ان

مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝۱۰ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا

کی بیماری اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے اس بات پر کہ جھوٹ کہتے تھے اور جب کہا جاتا ہے ان کو فساد نہ ڈالو ملک میں تو کہتے ہیں

{۳۴} لان الامة لجمعه على ان الله عزوجل قد وصف نفسه بالختم والطبع على قلوب الكافرين مجازاة لكفرهم (قرطبی ۱/ ۱۸۷)

إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴿١١﴾ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ﴿١٢﴾ وَإِذَا قِيلَ

ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں جان لو وہی ہیں خرابی کرنے والے لیکن نہیں سمجھتے اور جب کہا جاتا ہے

لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن

ان کو ایمان لاؤ جس طرح ایمان لائے سب لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح ایمان لائے بیوقوف جان لو وہی ہیں بیوقوف لیکن

لَّا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا

نہیں جانتے اور جب ملاقات کرتے ہیں مسلمانوں سے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب تنہا ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کے پاس تو کہتے ہیں کہ بیشک ہم تمہارے ساتھ ہیں

نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ﴿١٤﴾ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١٥﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

ہم تو ہنسی کرتے ہیں (یعنی مسلمانوں سے) اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے اور ترقی دیتا ہے ان کو ان کی سرکشی میں (اور) حالت یہ ہے کہ وہ عقل کے اندھے ہیں یہ وہی

اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٦﴾

ہیں جنہوں نے مول لی گمراہی ہدایت کے بدلے سو نافع نہ ہوئی ان کی سوداگری اور نہ ہوئے راہ پانے والے

تسہیل۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر حالانکہ وہ بالکل مومن نہیں ہیں O وہ تو حقیقت میں اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں مگر دراصل وہ خود اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں لیکن انہیں اس کا شعور نہیں ہے O ان کے دلوں کو ایک بیماری لگ چکی ہے جسے ان کے بغض وحسد کی وجہ سے اللہ نے اور بھی بڑھا دیا ہے، اور ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے ان کے لیے دردناک سزا ہے O جب انہیں سمجھایا جاتا ہے کہ اللہ کی زمین میں فتنہ اور فساد بپا نہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے لوگ ہیں، ہمارا فتنہ اور فساد سے کیا تعلق ہے O یاد رکھو اور انہیں خوب اچھی طرح پہچان لو یہی لوگ مفسد ہیں لیکن انہیں اس کا شعور نہیں O اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ویسا ہی ایمان لے آؤ جیسا ایمان دوسرے لوگ لائے ہیں تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ کیا ہم ان احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں؟ یاد رکھو وہ خود ہی احمق ہیں مگر وہ جانتے نہیں ہیں O اور جب یہ منافق، ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اصل میں ہم تمہارے ہی ساتھ ہیں اور ان مسلمانوں سے تو ہم مذاق کر رہے تھے O اللہ تعالیٰ ہی ان سے مذاق کر رہا ہے اور وہ انہیں ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے اور وہ اپنی سرکشی میں حیران و پریشان بھٹکتے پھر رہے ہیں O یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی ہے لیکن اس تجارت اور ادلے بدلے سے انہیں کچھ بھی نفع نہیں ہوا اور یہ لوگ صحیح راستے پر نہیں ہیں O

﴿ تفسیر ﴾

﴿۸﴾ اس سے قبل چار آیات میں اہلِ ایمان کا اور دو آیات میں اہلِ کفر کا تذکرہ ہوا اب تیرہ آیات میں اہلِ

نفاق{۳۵} کی خصوصیات اور طریقہ واردات بتایا جارہا ہے مکہ میں منافقین کا وجود نہیں تھا وہاں یا تو مخلص مومن تھے یا کھلم کھلا کافر، لیکن مدینہ میں جب اسلام ایک قوت کی شکل میں سامنے آیا تو بہت سے لوگ مادی اغراض اور عارضی مفادات کی خاطر دعوے کرنے لگے کہ ہم بھی مومن ہیں حالانکہ ان کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں تھا۔{۳۶}

﴿۹﴾ ان لوگوں کا خیال تھا کہ ہم بڑے ذہین اور شاطر لوگ ہیں اپنے دعوی ایمان سے اہلِ ایمان کو تو کیا اللہ کو بھی دھوکہ دے دیں گے{۳۷}، وہ اپنے آپ کو بڑے ذہین سمجھتے ہیں حالانکہ وہ انتہاء درجے کے بے وقوف ہیں وہ ایسے بے حس اور بے شعور ہیں کہ اپنے آپ کو دھوکہ دے کر یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم اہلِ ایمان کو دھوکہ دے رہے ہیں۔{۳۸}

﴿۱۰﴾ ان کا یہ طرزِ عمل دل کے بیمار ہونے کا نتیجہ تھا انہیں منافقت اور حسد کی بیماری لگ چکی تھی اور جوں جوں مسلمانوں کو کامیابیاں حاصل ہوتی تھیں ان کی بیماری میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا تھا۔ حسد اور منافقت کے علاوہ حبِ دنیا، تکبر، حرص وہوس اور کفر وعناد......غرضیکہ وہ کونسی قلبی بیماری ہے جو انہیں لاحق نہیں تھی۔{۳۹}

﴿۱۱﴾ جب ان سے کہا جاتا کہ تمہاری خفیہ سازشوں اور لگائی بجھائی سے فساد پھیلتا ہے اور امنِ عامہ کو نقصان پہنچتا ہے تو وہ پوری ڈھٹائی سے جواب دیتے کہ ہم محض اصلاح کرنے والے ہیں۔{۴۰}

﴿۱۲﴾ جتنی تاکید اور حصر کے ساتھ انہوں نے اپنے مصلح ہونے کا دعویٰ کیا اس سے زیادہ زور اور شدومد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کے فسادی ہونے کا اعلان کیا لیکن چونکہ یہ منافقت، یہ فتنہ وفساد اور یہ چالبازی ان کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے اس لئے انہیں احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ کس قسم کی خباثت ودنائت میں مبتلا ہیں۔{۴۱}

﴿۱۳﴾ منافقین کے سامنے ایک جیتا جاگتا معیار اور چلتا پھرتا نمونہ رکھا گیا اور ان سے کہا گیا کہ اگر تم واقعی اتنے کند ذہن ہو چکے ہو کہ کفر وایمان اور فساد واصلاح کا فرق نہیں سمجھتے تو اس معیار اور نمونہ کو دیکھ لو اور ویسا ایمان لاؤ جیسا ایمان یہ لوگ لائے ہیں، یہ مخلص ہیں، فرمانبردار ہیں، دنیا میں سب سے زیادہ محبت، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کرتے ہیں، دین کی خاطر ہر جسمانی اور مالی قربانی کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں، انسانیت کی صفت میں کامل ہیں اور حقیقت میں انسان کہلائے جانے کے مستحق ہیں تو بس یہی ہیں۔{۴۲}

{۳۵} النفاق هو اظهار الخير واسرار الشر وهو انواع اعتقادی...... وعملی (ابن کثیر ۱/۶۷)......{۳۶} انهم ليسوا من الايمان فی شئ (بیضاوی ۱/۱۶۲)...... {۳۷} اجترؤ اعلى الله حتى ظنوا انهم يخدعون الله (ابن جرير عن ابن عباس) {۳۸} لان ضررها يلحقهم ومكرها يحيق بهم (كشاف ۱/۹۷)...... {۳۹} والمراد به هنا مافی قلوبهم...... من الغل والحسد والبغضاء لان صدورهم كانت تغلی على رسول الله صلى الله عليه وسلم والمؤمنين (كشاف ۱/۹۸) {۴۰} فان شأننا ليس الا الاصلاح، وإن حالنا متمحضة عن شوائب الفساد (بیضاوی ۱/۱۷۰)...... {۴۱} ردلما ادعوه أبلغ رد للاستئناف به وتصديره بحرفی التاكيد (بیضاوی ۱/۱۷۰) ......{۴۲} واللام فی الناس للجنس والمراد به الكاملون فی الانسانية العاملون بقضية العقل (بیضاوی ۱/۱۷۳)

منافقین کے سامنے جب اخلاص اور ایثار کے یہ چلتے پھرتے نمونے رکھ کرانہیں ان جیسا مومن بننے کی دعوت دی گئی تو انہوں نے بڑی رعونت سے کہا کہ تم ہمیں جن لوگوں جیسا بننے کی دعوت دے رہے ہو وہ تو احمق ہیں جنہوں نے محض ایمان کی خاطر اپنا ''روشن مستقبل'' معاشرتی تعلقات اور معاشی مفادات قربان کر دیئے ہیں۔ یوں بھی چونکہ اکثر مسلمان فقراء اور غرباء تھے اس لیے انہوں نے حقارت کی بناء پر مسلمانوں کو بے وقوف قرار دیا۔{۴۳}

منافقین نے تو عام سے انداز میں اہل ایمان کو احمق قرار دیا تھا، رب تعالیٰ نے چار تاکیدات کے ساتھ انہیں احمق قرار دیا اور احمق بھی ایسے جو اپنی نادانی کو ہمہ دانی سمجھ رہے ہیں۔

﴿۱۴﴾ پست ہمتی، بزدلی اور کمینگی کی انتہاء یہ ہے کہ یہ منافقین جب غریب مسلمانوں سے ملتے تو اپنے فساد کو اصلاح اور حماقت و جہالت کو ذہانت و معرفت قرار دیتے لیکن جب صاحبِ ثروت مسلمانوں سے ان کا سامنا ہوتا یا مالی مفادات کا معاملہ ہوتا تو خوشامدانہ رویہ اختیار کرتے اور مؤمن ہونے کا دعویٰ کرتے{۴۴} اور جب انسانی شیاطین اور سرکش سرداروں{۴۵} سے ملتے تو فوراً پینترا بدل لیتے اور کہتے کہ ہم تو دل وجان سے تمہارے ساتھ ہیں، ان مسلمانوں سے تو ہم مذاق کر رہے تھے۔

﴿۱۵﴾ اللہ فرماتے ہیں اے منافقو! میرے مخلص بندوں کے ساتھ تم کیا مذاق کرو گے، مذاق تو میں تمہارے ساتھ کر رہا ہوں، میں نے تمہیں منافقت اور ضلالت کے اندھیرے کنویں میں مہلت کی رسی دراز کر کے چھوڑ دیا ہے اور تم اندھوں کی طرح ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مار رہے ہو، تمہارے سامنے نہ کوئی مقصدِ زندگی ہے اور نہ ہی تمہارا کوئی یار و مددگار ہے۔

کسی اندھے کو ہلاکت کے گہرے کنویں کی طرف بڑھتے دیئے جانا، اس کے ساتھ خوفناک مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔

غرور و مستی کی ترنگ میں مخلص اہل ایمان کا مذاق اڑانے والو! بڑھو اور آگے بڑھو، تمہیں کیا خبر کہ جہنم کا کیسا ہولناک کنواں، منہ کھولے تمہارا منتظر ہے۔

اللہ کے مذاق کرنے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ انہیں ان کے استہزاء کی جزا دے گا۔{۴۶}

﴿۱۶﴾ کاش تم جان سکتے کہ تم نے کیسا خسارے کا سودا کیا ہے، ہدایت کے بدلے ضلالت، ایمان کے بدلے

{۴۳} وکان اکثر المؤمنین فقراء ومنھم موال کصھیب وبلال وخباب، فدعوھم سفھاء تحقیراً لشأنھم (کشاف ۱/۱۰۲)

{۴۴} بیضاوی ۱/۱۷۵

{۴۵} یعنی ھم رؤساء ھم فی الکفر (ابن کثیر ۱/۷۲)

{۴۶} جزاء الاستھزاء باسمه کما جزاء سیئة بالسیئة (بیضاوی ۱/۱۷۸)

منافقت اورآخرت کے بدلے دنیا کی عیش وعشرت کا سودا ایسا شخص ہی کرسکتا ہے جو تجارت کی ابجد سے بھی واقف نہ ہو۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ محض زبان سے ایمان، محبت الٰہیہ اور عشقِ رسول ﷺ کے دعوے نا قابل قبول ہیں جب تک کہ دل زبان کا ساتھ نہ دے بلکہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ جو مخلص ہوتے ہیں وہ دعوے نہیں کرتے اور ریاکار بڑھ چڑھ کر دعوے کرتے ہیں۔(۸)

۲۔ اللہ کے رسول ﷺ اور اولیاء سے عداوت اور مخادعت کا معاملہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے خود اللہ تعالیٰ سے یہ معاملہ کرنا۔(۹){۴۷}

۳۔ جھوٹ نفاق اور فریب سے احتراز لازم ہے کیونکہ جھوٹ کی آگ جلانے والا بالآخر خود ہی اس کا ایندھن بنتا ہے۔(۹)

۴۔ جسمانی امراض کی طرح قلبی امراض بھی ہوتے ہیں اور عدم توجہ سے ان میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، حیرت ہے کہ جسمانی امراض کے علاج کی فکر کی جاتی ہے لیکن قلبی امراض کے معالجے پر توجہ نہیں دی جاتی......تکبر، حسد، بغض، بخل، حبِ مال، حبِ جاہ اور منافقت......یہ سب قلبی امراض ہیں۔(۹)

۵۔ بات بات پر جھوٹ بولنا اور کہہ کر مکر جانا منافق کی خاص نشانی ہے۔(۹)

۶۔ شریعتِ الٰہیہ سے اعراض اور کفر ومعاصی کے ارتکاب سے نظامِ عالم میں فساد، ابتری، انارکی اور انتشار پھیلتا ہے جب کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخلصانہ اطاعت سے نظامِ عالم کی اصلاح ہوتی ہے۔(۱۰)

۷۔ اصلاح کے نام پر فساد، جمہوریت کے نام پر فسطائیت، حقوق کے نام پر ظلم وستم اور آزادی کے نام پر بربادی، ہر دور کے منافقوں کا شیوہ رہا ہے۔(۱۱)

۸۔ منافقت، انسانیت کے جوہر کو ضائع کردیتی ہے یہاں تک کہ منافق شخص حیوانوں جیسے شعور سے بھی عاری ہوجاتا ہے۔(۱۲)

۹۔ کامل اور حقیقی انسان وہ ہیں جن کا ظاہر اور باطن ایمانی صفات سے متصف ہو۔(۱۳)

۱۰۔ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا بے وقوف ہوگا جو اپنے آپ کو بے وقوف سمجھتا ہو، اکثر بیوقوفوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی

{۴۷} والثالث: ان یذکراللہ تعالیٰ ویراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لأنہ خلیفتہ فی أرضہ (کشاف ۹۶/۱)

حماقت کا اقرار کرنے کے بجائے عقلمندوں ہی کو بیوقوف سمجھتے ہیں بالخصوص دنیا پرستوں کا ہمیشہ سے یہ رویہ رہا ہے کہ وہ دین کی خاطر عارضی منافع کی قربانی دینے والوں کو بیوقوف سمجھتے رہے ہیں۔(۱۳)

۱۱۔ ذاتی اغراض کے لیے ہر کسی کو خوش رکھنے کی کوشش کرنا اور ''ذوالو جھین'' ہونا منافقت کی علامت ہے جبکہ نبی کریم ﷺ نے ایسے شخص کی سخت مذمت بیان فرمائی ہے، فرمایا کہ لوگوں میں سے بدترین شخص وہ ہے جو دو چہروں والا ہو، اِدھر آتا ہے تو اس کا اور چہرہ ہوتا ہے، اُدھر جاتا ہے تو دوسرا چہرہ ہوتا ہے۔ {۴۸}

۱۲۔ جنات کی طرح انسانوں میں بھی شیاطین ہوتے ہیں ان کا کام بس یہ ہوتا ہے کہ وہ کفر اور معاصی کی طرف بلاتے ہیں اور ایمان اور اعمال صالحہ سے روکتے ہیں۔(۱۴)

۱۳۔ حق اور اہلِ حق کے ساتھ استہزاء منافقوں کی عادت ہے۔(۱۴)

۱۴۔ اہل اللہ کا مذاق اڑانے والوں پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔(۱۴)

۱۵۔ غفور رحیم کی دی ہوئی مہلت اور ڈھیل سے دھوکا نہ کھانا چاہیے یہ ڈھیلِ ہلاکت کے آخری کنارے تک پہنچنے کے لیے بھی ہو سکتی ہے۔(۱۵)

۱۶۔ یقین صرف وحی سے حاصل ہوتا ہے وحی کی روشنی سے محروم انسان زندگی بھر سرگرداں رہتا ہے وہ جوں جوں آگے بڑھتا ہے شک کی دلدل میں مزید پھنستا جاتا ہے۔(۱۵)

۱۷۔ اس دنیا میں آنے والا ہر شخص تجارت کرتا ہے سب سے سمجھدار تاجر مسلمان ہے جو عارضی لذتوں سے دستبردار ہو کر دائمی راحتیں خرید لیتا ہے اور سب سے غبی اور احمق تاجر کافر اور منافق ہے جو دائمی منافع چھوڑ کر عارضی منافع اپنی جھولی میں ڈال لیتا ہے۔(۱۶)

۱۸۔ مادی تجارت کی طرح معنوی تجارت بھی ہوتی ہے اور ظاہری نفع نقصان کی طرح روحانی فائدہ اور خسارہ بھی ہوتا ہے...... دین کے بدلے دنیا، ہدایت کے بدلے ضلالت، طاعت کے بدلے معصیت اور حبِ رسول ﷺ کے بجائے بغضِ رسول اختیار کرنا یہ سب روحانی اور اخروی خسارے کی علامتیں ہیں۔(۱۶)

{۴۸} الصحیح للبخاری ۲/۱۸۹۵۔ الجامع للترمذی ۲/۲۳

منافقین کے لیے دو مثالیں

﴿۱۷......۲۰﴾

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ أَضَآءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي
ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی پھر جب روشن کر دیا آگ نے اسکے آس پاس کو تو زائل کر دی اللہ نے انکی روشنی اور چھوڑا ان کو
ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۱۸﴾ أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيهِ ظُلُمٰتٌ
اندھیروں میں کہ کچھ نہیں دیکھتے بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو وہ نہیں لوٹیں گے یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے زور سے مینہ پڑ رہا ہو آسمان سے اس میں
وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِيٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللّٰهُ مُحِيطٌۢ
اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی دیتے ہیں انگلیاں اپنے کانوں میں مارے کڑک کے موت کے ڈر سے اور اللہ احاطہ کرنے والا
بِالْكٰفِرِينَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَآ أَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيهِ ۙ وَإِذَآ أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ
ہے کافروں کا قریب ہے کہ بجلی اچک لے ان کی آنکھیں جب چمکتی ہے ان پر تو چلنے لگتے ہیں اسکی روشنی میں اور جب اندھیرا ہوتا ہے تو کھڑے
قَامُوا ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۰﴾
رہ جاتے ہیں اور اگر چاہے اللہ تو لے جائے اُن کے کان اور آنکھیں بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

تسہیل۔ ان کی مثال اس شخص کی ہے جس نے راہ گم کردہ لوگوں کے لیے جنگل میں آگ جلائی پھر جب اس آگ سے سارا ماحول روشن ہوگیا تو اللہ نے ان کا نورِ بصارت سلب کرلیا اور انہیں اندھیروں میں اس حال میں چھوڑ دیا کہ انہیں کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا O یہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں یہ اب حق کی طرف نہیں پلٹیں گے O یا ان منافقوں کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے بارش برس رہی ہو جس میں اندھیریاں ہیں، گرج اور چمک ہے، یہ بجلی کی کڑک سن کر موت کے خوف سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں، حالانکہ اللہ ہر طرف سے ان کافروں کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے O بجلی کی گرج اور چمک سے انہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ ابھی یہ ہماری بینائی اچک لے گی، جہاں ذرا بجلی چمکتی ہے تو یہ اس کی روشنی میں چلنا شروع کر دیتے ہیں اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو بس کھڑے رہ جاتے ہیں، اگر اللہ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھیں سلب کر لیتا، یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے O

﴿تفسیر﴾

کتابِ ہدایت کے آغاز ہی میں اللہ تعالیٰ، جن تین گروہوں کا ذکر کرنا چاہتا ہے ان میں سے دو تو اپنی کھلی ہوئی نشانیوں کی وجہ سے فوراً پہچانے جاتے ہیں لیکن تیسرے گروہ کا معاملہ کچھ الجھا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ تو اسے جانتا ہے مگر عام

لوگوں کو اسے پہچاننے میں کچھ مشکل پیش آ سکتی ہے اس لئے اس گروہ کی نفسیات اور کردار کو واضح کرنے کے لیے قرآن دو مثالیں بیان کرتا ہے۔

اور یہ قرآن کا ایک خاص انداز ہے کہ وہ معانی کی وضاحت کے لیے ضربِ امثال کا سہارا لیتا ہے جس سے معقولات، محسوسات کی صورت میں نکھر کر سامنے آجاتے ہیں۔

﴿۱۷﴾ پہلی مثال کا حاصل یہ ہے کہ کچھ لوگ گھنے جنگل میں سفر کر رہے تھے، تاریکی کی وجہ سے وہ راستہ بھول کر اِدھر اُدھر بھٹکنے لگے، اندھیرا ایسا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا، انہوں نے راستہ معلوم کرنے کے لئے آگ جلائی جس سے جنگل میں منگل کا سماں پیدا ہو گیا، تاریکی چھٹ گئی اور راستہ بالکل واضح دکھائی دینے لگا لیکن قبل اس کے کہ وہ منزل کی جانب سفر شروع کرتے اچانک آگ بجھ گئی اور دوبارہ ظلمتوں کی چادر نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا اب تو یوں لگتا تھا کہ تاریکی پہلے سے بھی زیادہ چھا گئی ہے۔

﴿۱۸﴾ دوسری مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ لوگ گھروں سے دور کھلے میدان میں ہیں رات کا وقت ہے، ہر طرف اندھیرا ہے اچانک موسلا دھار بارش برسنا شروع ہو جاتی ہے کبھی کبھی بجلی چمکتی ہے، رات کا وقت، تیز طوفانی بارش، بجلی کی کڑک اور چمک...... ان سب چیزوں نے مل کر خوف کی فضا پیدا کر دی ہے، اس فضا میں پھنسے ہوئے یہ لوگ عجیب نفسیاتی کیفیت سے دوچار ہیں، بے چارے حیران و پریشان کھڑے ہیں کچھ فیصلہ نہیں کر پاتے کہ کیا کریں، کھڑے رہیں یا بھاگ جائیں، بھاگیں تو جائے پناہ کہاں ہے، بجلی کڑکتی ہے تو انہیں اپنا سینہ پھٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے اس کی کڑک سے بچنے کے لیے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں اور اس میں اتنا مبالغہ کرتے ہیں کہ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ پوری کی پوری انگلیاں کانوں میں داخل کر دیں، منظر ایسا ہولناک ہے کہ انہیں یوں نظر آتا ہے کہ آج ہمارے کانوں کے پردے پھٹ جائیں گے اور ہماری آنکھیں چوپٹ ہو جائیں گی، تھوڑی سی روشنی ہوتی ہے تو وہ چل پڑتے ہیں اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو وہ پھر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

قرآن نے یہ دو مثالیں ذکر کی ہیں جو کہ حقیقت میں دو تصویروں کی منظر کشی ہے یہ دو مناظر عربوں کے تو دیکھے بھالے تھے ہی، غیر عرب کے لیے بھی یہ کوئی غیر مانوس مناظر نہیں ہیں۔

ان مثالوں کے ذریعہ قرآن نے منافقوں کی ذہنی اور فکری حالت کو حسی چیز بنا دیا ہے جسے ہر شخص خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، دیکھ سکتا ہے اور پورے اعتماد سے بتا سکتا ہے کہ منافق کی ذہنی اور نفسیاتی کیفیت کیسی ہوتی ہے آئیے ہم یہ دیکھیں کہ یہ دو مثالیں منافقوں پر کیسے صادق آتی ہیں۔

منافقین دو قسم کے تھے ایک وہ تھے جن کے دل میں کفر کی غلاظت کے سوا کچھ نہ تھا، ان کی زبانوں پر کلمہ طیبہ کے بول ضرور جاری ہوئے لیکن ان کے دلوں میں ایمان کے لیے کوئی جگہ نہ بن سکی۔ یہ لوگ جہالت وضلالت کے اندھیروں میں زندگی بسر کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ کو ان کی حالت پر ترس آیا اس نے اپنے عظیم المرتبت نبی کو ہدایت کا نور دے کر بھیجا جب ہدایت کا نور اور نبوت کی روشنی ہر طرف پھیل گئی انسانیت کی منزل کے نشانات واضح طور پر دکھائی دینے لگے اور ان منافقوں نے اس روشنی کو پہچان کر بظاہر قبول بھی کر لیا اور عارضی منافع بھی انہیں حاصل ہو گئے تو در پردہ وہ اس روشنی کو گل کرنے اور نبوت کی دعوت کو ناکام بنانے کی کوششیں کرنے لگے تب وہی ہوا جو ہر اس قوم کے ساتھ ہوتا آیا ہے جو ربِ کریم کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتی، اللہ تعالیٰ نے ان کا نورِ بصیرت سلب کر لیا اور انہیں ہمیشہ کے لیے ظلمتوں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا۔{۴۹}

یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ظاہری طور پر قبولِ ایمان سے انہوں نے دنیا کی زندگی میں جان کا تحفظ، مالِ غنیمت میں سے حصہ اور زکوٰۃ وصدقات کے استحقاق جیسے منافع حاصل کر لیے لیکن جونہی ان کی آنکھیں بند ہوں گی تو انہیں پتہ چلے گا کہ اس ظاہری ایمان کا آخرت میں کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا۔{۵۰}

انہیں کان، زبان اور آنکھیں ہدایت کی بات سننے، سچائی کا اعتراف کرنے اور حق کے دلائل دیکھنے کے لیے دیئے گئے تھے لیکن جب انہوں نے ایسا نہ کیا تو انہیں بہرے، گونگے اور اندھے قرار دیا گیا۔{۵۱}

دوسری قسم کے منافق وہ تھے جنہیں ایمان کی تھوڑی سی روشنی نصیب ہو گئی تھی لیکن وہ ہمیشہ سے شکوک وشبھات کا شکار رہے اور انہیں یقین حاصل نہ ہو سکا، آسمان سے وحی اترتی اس میں بظاہر مشکل احکام بھی ہوتے اور آسان احکام بھی، بعض اوقات مال وجان کی قربانی کے مطالبے بھی ہوتے۔{۵۲}

زمینی حالات جو درپیش تھے وہ بھی ملے جلے سے تھے کبھی فتوحات ہوتیں اور مالِ غنیمت ہاتھ آتا، کبھی ذاتی لگایا ہوا سرمایہ بھی گنوانا پڑتا، اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کی بھی کمی نہ تھی جن کے حملے کا خطرہ ہر وقت رہتا تھا۔

اگر فتوحات ہوتیں اور مادی فوائد حاصل ہوتے تب تو منافق ’’آمنا آمنا‘‘ کہتے نہیں تھکتے تھے اور اگر خدانخواستہ کسی طاقتور دشمن سے مقابلہ درپیش ہوتا یا کوئی دوسری ابتلاء یا قدرے سخت حکم پیش آ جاتا تو پھر قلق واضطراب، حیرانی

{۴۹} فذلك المنافق كان فی ظلمة الشرك فأسلم فعرف الحلال والحرام والخير والشر فبينما هو كذلك إذ كفر (ابن كثير ۱/۷۵)
{۵۰} فلما ماتوا سلبهم الله ذلك العز كما سلب صاحب النار ضوءه (ابن كثير ۷۶۱) {۵۱} قرطبی ۱/۲۱۵
{۵۲} هذا مثل آخر ضربه الله تعالیٰ لضرب آخر من المنافقين وهم قوم يظهر لهم الحق تارة ويشكون تارة أخرى (ابن كثير ۱/۷۷) علامہ قرطبی اور علامہ آلوسی رحمہما اللہ کی رائے یہ ہے کہ یہ ایک ہی قسم کے منافقوں کی دو مثالیں ہیں (قرطبی ۱/۲۱۵۔ روح المعانی ۱/۲۷۵)

وپریشانی اور جزع فزع کے اعتبار سے منافقین کا وہی حال ہوتا تھا جو بارش میں پھنسے ہوئے لوگوں کا بیان ہوا، ان کے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا کہ خطرات کے باوجود مسلمانوں کا ساتھ دیتے رہیں یا اس ظاہری تعلق کا جوا گلے سے اتار پھینکیں، ایمان کا ساتھ دینے میں انہیں اپنا سب کچھ لٹتا ہوا محسوس ہوتا تھا لیکن ساتھ چھوڑنے میں بھی کوئی یقینی فائدہ نظر نہیں آتا تھا، بالکل ''نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن'' والی صورت سے دوچار ہو جاتے تھے، ان کے جسم اہل ایمان کے ساتھ ہوتے مگر دل شیاطین کی طرف مائل ہوتے۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ بات سمجھانے کے لیے مثالیں بیان کرنا مستحسن ہے۔(۱۷)

۲۔ ایمان حاصل ہونے سے زیادہ اہم چیز یہ ہے کہ ایمان کی قدر اور اس کی حفاظت کی جائے، جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ بالآخر نورِ ایمان سے محروم ہو جاتے ہیں اور تاریکیاں ان کا مقدر ٹھہرتی ہیں۔(۱۷)

۳۔ منافق انسان کو کئی ظلمتیں اپنے گھیرے میں لے لیتی ہیں...... کفر کی ظلمت، مکروفریب کی ظلمت، دروغ گوئی کی ظلمت، تمسخر اور استہزاء کی ظلمت، مادی مفادات کی ظلمت۔

۴۔ بہت سے لوگ، عام انسانوں کی نظر میں سماعت وبصارت اور قوتِ گویائی کے مالک ہوتے ہیں لیکن اللہ کی نظر میں وہ اندھے، بہرے اور گونگے شمار ہوتے ہیں۔(۱۸)

۵۔ قرآن بارانِ رحمت کی طرح ہے اس سے دل اسی طرح زندہ ہوتے ہیں جس طرح بارش سے مردہ زمین زندہ ہوتی ہے۔(۱۹)

۶۔ منافقین کو شرعی پابندیوں میں اپنی موت دکھائی دیتی ہے جبکہ ایک سچا اور مخلص مسلمان انہی حدود وقیود کو اپنی اور انسانی معاشرے کی حیات کا سبب جانتا ہے۔(۱۹)

۷۔ مادی کامیابیوں کو دیکھ کر اسلام پر جمے رہنا اور وقتی مشکلات کا سامنا ہونے پر بے یقینی اور تذبذب کی کیفیت پیدا ہو جانا منافق کی نشانی ہے، سچا مسلمان وہ ہے جو بہار ہو کہ خزاں، سود ہو یا زیاں ہر حال میں ایمان پر جما رہے، اس کے ایمان سے حالات تو متاثر ہوں لیکن اس کا ایمان حالات سے متاثر نہ ہو۔(۲۰)

۸۔ بہت سے سالکین ایسے ہوتے ہیں جنہیں ذکر وعبادت میں لذت وحلاوت حاصل ہو تو خوش رہتے ہیں لیکن اگر ایسا نہ ہو تو ذکر وعبادت ہی سے منہ موڑ لیتے ہیں...... ایسے لوگوں کو بھی منافقین کے حال سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔(۱۸)

۹۔ مذکورہ بالا تیرہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارہ اوصاف بتائے ہیں: جھوٹ، دھوکہ، عدم شعور، قلبی امراض، مکر، سفاہت، احکامِ الٰہی سے استہزاء، زمین میں فتنہ وفساد، جہالت، ضلالت، تذبذب، اہلِ ایمان سے تمسخر......سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان اوصاف کے حامل لوگ کیا صرف زمانہ ماضی میں ہوتے تھے یا آج بھی ہمارے معاشرے میں پائے جاتے ہیں؟

یہ اوصاف اگر پہلی صدی کے عبداللہ بن ابی میں پائے جاتے تو وہ یقیناً قابلِ مذمت تھا لیکن اگر یہ اوصاف پندرہویں صدی کے کسی دوسرے ''عبداللہ'' میں پائے جائیں تو کیا وہ قابلِ مذمت نہیں؟ سوچئے اور بار بار سوچئے

نوعِ انسانی کو دعوتِ توحید

﴿۲۱......۲۲﴾

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝٢١ الَّذِىْ جَعَلَ

اے لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ جس نے بنایا واسطے

لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۖ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا

تمہارے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت اور اتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے میوے تمہارے کھانے کے واسطے سو نہ

تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٢٢

ٹھہراؤ کسی کو اللہ کے مقابل اور تم تو جانتے ہو

ربط۔ اوپر تین قسم کے انسانوں کا ذکر ہوا۔ اہلِ ایمان، اہلِ کفر اور اہلِ نفاق، اس کے بعد پورے عالمِ انسانی کو عقیدۂ توحید کی دعوت دی جا رہی ہے خواہ وہ مکی ہوں یا ہندی، چینی ہوں یا افریقی۔

تسہیل۔ اے انسانو! اپنے اس پروردگار کی بندگی اختیار کرو جس نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں انہیں بھی اسی نے پیدا کیا ہے، ممکن ہے کہ تم بچ جاؤ O وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے بارش برسائی پھر اس کے ذریعے سے مختلف قسم کے پھل اور غلہ پیدا کر کے تمہارے لیے رزق کا انتظام کیا، تم بھی جانتے ہو کہ یہ سارے تصرفات اللہ کے سوا کوئی دوسرا کرنے والا نہیں لہٰذا دوسروں کو اللہ کا مقابل نہ ٹھہراؤ O

﴿تفسیر﴾

﴿۲۱﴾ اے انسانو! تمہاری انسانیت کا تقاضا ہے کہ تم رب واحد کی عبادت کرو کیونکہ عالمِ انسانی کو حسی اور معنوی

نعمتیں عطا کرنے والا وہی ایک ہے اسی نے سب کو پیدا کیا اور ان کے لیے ہر طرح کا سامانِ زندگی فراہم کیا۔

اگر تم عقیدہ توحید اختیار کرلو تو تمہارے بچنے کی امید ہو سکتی ہے{۵۳}، دنیا میں ہر قسم کے ذہنی انتشار اور ذلت وخواری سے بھی بچ سکتے ہو اور آخرت کے عذاب سے بھی تمہیں تحفظ مل سکتا ہے۔

﴿۲۲﴾ یہ عقیدہ تمہارے لیے فکری، معاشرتی، دنیوی اور اخروی امن وسکون کا ذریعہ ہے تمہیں اس رب کی عبادت کی دعوت دی جا رہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو ایسا فرش بنایا ہے جس پر تم بڑے اطمینان سے چل پھر سکتے، بیٹھ سکتے، لیٹ سکتے اور سارے کام سہولت سے انجام دے سکتے ہو نہ سر چکراتا ہے، نہ گرنے کا خطرہ ہے۔

اسی رب نے تمہارے لیے آسمان کو چھت بنایا ہے جو تمہیں پوری طرح ڈھانپے ہوئے ہے، ایسی چھت جو چاند ستاروں کی قندیلوں سے مزین ہے اور جس میں پہاڑوں سے کہیں بڑے لاکھوں سیارات ہیں لیکن ان میں سے کسی سیارے کو یہ چھت نہیں گرنے دیتی اور نہ ہی ان کا آپس میں ٹکراؤ ہوتا ہے۔

وہی رب جو آسمان سے مبارک اور پاکیزہ پانی برساتا ہے اور اس کے ذریعے بنجر اور مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اور تمہارے لیے مختلف قسم کی نباتات، غذائیں، پھل اور پھول پیدا کرتا ہے۔

تم خوب جانتے ہو کہ ان سارے کاموں میں اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ کوئی مددگار، یہ جاننے بوجھنے کے باوجود اگر تم کسی کو اس کا شریک بناتے ہو تو اس سے زیادہ لایعنی اور اور فضول بات کوئی نہیں ہوگی۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ دوسری آسمانی کتابوں کی طرح قرآن کی مخاطب کوئی مخصوص قوم، نسل یا معاشرہ نہیں بلکہ قرآن کا مخاطب مشرق سے مغرب تک سارا عالمِ انسانی ہے۔(۲۱)

۲۔ انسان کا مقصدِ تخلیق عبادت ہے۔(۲۱)

۳۔ تمام عبادات کا مقصد تقویٰ ہے، خواہ وہ عبادت، روزہ ہو یا حج اور قربانی۔(۲۱)

۴۔ انسان کو ارض وسماء کے لیے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ ارض وسماء کی تخلیق انسان کے لیے ہوئی ہے۔(۲۲)

۵۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی معرفت اور اس کی نعمتوں اور مظاہر قدرت میں غور وفکر کرنا واجب ہے کیونکہ اس سے دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت اور محبت پیدا ہوتی ہے۔(۲۲)

۶۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا حرام ہے۔(۲۲)

{۵۳}"لعلکم"......ذکر بعض المفسرین ان لعل من اللہ واجب وفسر فی کثیر من المواضع بکی (مفردات) صـ ؟

اعجازِ قرآن

﴿۲۳.....۲۴﴾

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾

اور اگر تم شک میں ہو اُس کلام سے جو اُتارا ہم نے اپنے بندہ پر تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی اور بلاؤ اس کو جو تمہارا مددگار ہو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو پھر اگر ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو پھر بچو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کی ہوئی ہے کافروں کے واسطے

ربط۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کے اثبات کے بعد ان آیات میں قرآن کریم کی حقانیت کے ضمن میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو ثابت کیا جا رہا ہے، جیسے ظاہری کائنات کی تخلیق سے اللہ کے ماسوا کے عاجز ہونے سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا خالق نہیں ہے، اسی طرح قرآن کی مثال لانے سے انسان کا عاجز ہونا ثابت کرتا ہے کہ یہ اللہ کے سوا کسی اور کا کلام نہیں اور اعجازِ قرآن کے ثابت ہونے سے از خود آپ کی رسالت بھی ثابت ہو جاتی ہے خود باری تعالیٰ نے بھی اس آیت کریمہ میں دونوں چیزوں کو جمع کر دیا ہے، ''مانزلنا'' میں قرآن کا ذکر ہے اور ''عبدنا'' میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر ہے۔

تسہیل۔ اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں کچھ شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل فرمائی ہے کہ ہماری ہے یا نہیں ہے تو اچھا پھر تم ایک ہی ایسی سورت بنا لاؤ جو اس کے ہم پلّہ ہو اور اس مقصد کے لیے ایک اللہ کے سوا تم اپنے سارے حمایتیوں کو بلا لو O اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو یہ کام ضرور کر دکھاؤ اور اگر تم یہ کام نہ کر سکے اور یقیناً تم قیامت تک بھی نہیں کر سکتے تو پھر قرآن کے بارے میں الٹی سیدھی باتیں کرتے ہوئے اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر بنیں گے وہ آگ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے O

تفسیر

﴿۲۳﴾ اس آیت کریمہ میں ان تمام انسانوں کو چیلنج دیا گیا ہے جو قرآن کریم کی صداقت میں شک کرتے ہیں اور اسے انسانی کلام قرار دیتے ہیں کہ اے لوگو! قرآن تو ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہے اور اس کا کلام اللہ ہونا یقینی

ہے لیکن اگر تمہیں اپنے قصورِ فہم اور فرطِ جہل کی وجہ سے اس کے کلام اللہ ہونے میں شک ہے اور تم اسے ایک انسانی کاوش قرار دیتے ہو تو تم بھی انسان ہو، زبان و بیان پر قدرت رکھتے ہو، اپنی فصاحت و بلاغت پر تمہیں ناز بھی ہے تو تم بھی ایسا ہی کلام بنا کر لے آؤ اور مطالبہ پوری ایک سو چودہ سورتوں کا نہیں بلکہ فصاحت و بلاغت، تاثیر اور معنویت، سلاست اور اور جامعیت میں قرآن کریم کی کسی چھوٹی سے چھوٹی سورت جیسی سورت ہی بنا کر دکھا دو۔

تمہارے اوپر یہ بھی کوئی بندش نہیں کہ یہ کام تم اکیلے ہی کرو، اپنے شعراء، خطباء، اشراف اور رؤساء کو بھی بلا لو{۵۴}، سب سر جوڑ کر بیٹھو، خوب سوچ بچار کرو، ایک دوسرے سے تعاون کرو اور پھر ایسا کلام بناؤ جو تشریع اور تحکیم میں، نظم اور منطق میں، اخبارِ غیب اور پیشگوئیوں میں، ہر زمان اور ہر مکان کے لیے مفید ثابت ہونے میں قرآن جیسا ہو، اگر تم ایسا کلام تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے تو تمہارے دعویٰ کو سچا مان لیا جائے گا، پھر تمہیں ''ہمارے بندے'' کی دعوت کو ناکام بنانے کے لیے نہ جور و جفا کا سہارا لینا پڑے گا اور نہ ہی کوئی دوسرا حربہ اختیار کرنا پڑے گا۔

﴿۲۴﴾ قریش یقیناً قرآن کو خود ساختہ کلام ثابت کرنا چاہتے تھے اور اس مقصد کے لیے خود قرآن نے انہیں بہت آسان نسخہ بتا دیا تھا لیکن تاریخ گواہ ہے کہ وہ یہ نسخہ تیار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور کیسے کامیاب ہو سکتے تھے جبکہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرما دیا تھا ''ولن تفعلوا'' (ہرگز نہ کر سکو گے) حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کا انہیں چیلنج کرنا اتنا عجیب نہیں جتنی عجیب یہ پُرعزم پیشگوئی ہے کہ کوئی اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکے گا، کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس ذات کے وثوق اور علمِ محیط کا جس نے تکذیب اور مخالفت کی پرواہ کیے بغیر اتنا بڑا دعویٰ کر دیا؟

ہاں اس علیم و خبیر کو یہ دعویٰ کرنے کا واقعی حق حاصل ہے اس لئے کہ وہ اپنے کلام کے کمال کو بھی جانتا ہے اور انسانوں کے نقص اور عجز و نارسائی کو بھی خوب جانتا ہے اور وقت نے اس دعوے کی سچائی کو ثابت کر دیا ہے چنانچہ آج تک کوئی انسان بھی قرآن جیسی کوئی چھوٹی سی چھوٹی سورت بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکا اور جس نے ایسا کرنے کی کوشش کی اسے منہ کی کھانی پڑی۔

حکمت و ہدایت۔

۱۔ قرآن کریم حضور اکرم ﷺ کے معجزات میں سے سب سے بڑا اور دائمی اور عالمی معجزہ ہے اس لئے کہ آپ کی رسالت بھی دائمی اور عالمی ہے۔ (۲۳)

۲۔ قرآن کریم کا چیلنج جیسے پندرہ صدیاں پہلے کے لوگوں کے لیے تھا آج اور آج کے بعد قیامت تک کے آنے

{٥٤} وقيل انه اراد جميع من يصدقكم ويوافقكم على قولكم (جصاص ١/٢٩)

والے انسانوں کے لیے بھی ہے۔ (۲۳)

۳۔ صداقتِ قرآن کریم کے انکار کا انجام بڑا ہولناک ہوگا۔ (۲۴)

۴۔ جہنم کا ایندھن پہاڑی پتھر بھی ہوں گے اور انسانی پتھر بھی ...... یقیناً ایسے لوگ اللہ کے ہاں پتھر ہی شمار ہوتے ہیں جن کے دل سخت ہیں اور جو عقل وخرد کو کام میں نہیں لاتے، انہوں نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں اور کانوں میں انگلیاں ٹھونس رکھی ہیں۔ (۲۴)

باعمل اہلِ ایمان کی جزاء

...... ۲۵ ......

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ

اور خوشخبری دے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے　کہ اُن کے واسطے باغ ہیں کہ بہتی ہیں اُن کے　نیچے نہریں　جب ملے گا اُن کو وہاں کا کوئی پھل کھانے کو

ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ

تو کہیں گے یہ تو وہی ہے　جو　ملا تھا ہم کو اس سے پہلے اور دیے جائیں گے اُن کو پھل ایک صورت کے　اور اُن کے لئے وہاں عورتیں ہونگی پاکیزہ

وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

اور وہ وہیں ہمیشہ رہیں گے

ربط۔ قرآن کریم کا ایک خاص انداز یہ ہے کہ وہ متضاد چیزوں کو جمع کر دیتا ہے اور اسی سے ایک متاثر کن اور پُر کشش مناسبت پیدا ہو جاتی ہے، جنت کے ساتھ جہنم کا، اہلِ ایمان کے ساتھ اہلِ کفر کا، توحید کے ساتھ شرک کا، ظلمت کے ساتھ نور کا، ہدایت کے ساتھ ضلالت کا اور وعدوں کے ساتھ وعیدوں کا تذکرہ قرآن کا ایک منفرد اسلوب ہے اور اس اسلوب کی جھلکیاں آپ کو پوری کتابِ مقدس میں جگہ جگہ دیکھنے کو ملیں گی۔

متضاد امور کے اجتماع سے جہاں ایک طرف بات نکھر کر سامنے آ جاتی ہے وہیں پر صرف وعیدوں کے تذکرہ سے مایوسی پیدا نہیں ہوتی اور صرف وعدوں کے بیان سے بے عمل کر دینے والی امید دل میں جگہ نہیں بناتی۔

آیت ۲۴ میں جہنم اور اہلِ جہنم کا تذکرہ تھا تو آیت ۲۵ میں جنت اور اہلِ جنت کا ذکرِ خیر ہے۔

تسہیل۔ اے نبی! آپ خوشخبری سنا دیجئے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے کہ ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہونگی، انہیں جب کبھی ان باغات میں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو وہ ان کی ظاہری صورت دیکھ کر ہر بار یہی کہیں گے کہ یہ تو وہی پھل ہے جو اس سے پہلے ہمیں دنیا میں

ملا کرتے تھے حالانکہ دنیا میں جو پھل انہیں ملتے تھے وہ صرف صورت میں جنت کے پھلوں سے ملتے جلتے تھے اور جنت میں ان کے لیے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے O

﴿تفسیر﴾

﴿۲۵﴾ اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ان لوگوں کو جنت کی بشارت سنا دیجیے جنہوں نے ایمان قبول کرنے کے بعد اپنی عملی زندگی کو بھی درست کرلیا کہ ان کی سکونت وراحت کے لیے میں نے آخرت میں ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن میں قلب ونظر کو فرحت بخشنے والا ہر سامان فراہم کیا گیا ہے...... گنگناتے چشمے، لہلہاتے درخت، چہچہاتے پرندے، اطاعت شعار خادم، ہر قسم کی گندگی اور بداخلاقی سے پاک بیویاں، مسحور کن ماحول، کشادہ مکانات، خوبصورت پھول اور لذیذ پھل...... انسان اپنی محدود عقل کے مطابق جن نعمتوں کا تصور کرسکتا ہے وہ ساری نعمتیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمائی ہیں لیکن خود قرآن کریم ہی میں فرمادیا گیا:

فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ. {۵۵}

کسی کو علم نہیں جو جو سامان آنکھوں کی ٹھنڈک کا ان کے لئے (خزانہ غیب میں) مخفی ہے یہ صلہ ہے ان کے نیک اعمال کا۔

اور رسول اللہ ﷺ نے صاف صاف الفاظ میں فرمادیا:

مالاعین رأت ولااذن سمعت ولاخطر علی قلب بشر. {۵۶}

جنت میں ایسی نعمتیں ہونگی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گذرا ہے۔

اللہ کے نبی کا مقصد یہ ہے کہ جن نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ بھی محض تمہیں سمجھانے کے لیے ہیں ورنہ ان کی اصل حقیقت تک رسائی تمہاری عقلوں کے لیے ممکن ہی نہیں...... انسانی عقل کی محدودیت کا تو یہ حال ہے کہ جنت میں جب انسان کو مختلف قسم کے پھل پیش کیے جائیں گے تو وہ انہیں دیکھتے ہی کہہ اٹھے گا ارے یہ تو وہی پھل ہیں جو ہم دنیا میں کھایا کرتے تھے {۵۷}، کچھ بھی تو فرق نظر نہیں آتا حالانکہ دنیا اور جنت کے پھلوں کی مشابہت صرف صورت تک محدود ہوگی ورنہ لذت اور ذائقے میں وہی فرق ہوگا جو خود دنیا اور جنت کے درمیان ہے۔

{۵۵} سورة السجده ص۱۷
{۵۶} ابن کثیر ۱/۲۹۱
{۵۷} یعنی فی الدنیا وقیل یعنی فی الجنة (قرطبی ۱/۲۴۰)

حورانِ جنت حیض ونفاس، بول وبراز اور ہر قسم کی جسمانی اور اخلاقی کمزوریوں سے پاک ہونگی۔

دنیا کی مومن اور نیک عورتیں حورانِ جنت سے کم نہیں ہونگی بلکہ ان سے افضل ہونگی، سورۃ الواقعہ میں ہے۔

اِنَّآ اَنْشَاْنٰـھُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْکَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا لِّاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ.{۵۸}

ہم نے وہاں کی عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے انہیں ایسا بنایا ہے کہ وہ کنواری رہیں گی محبوبہ اور ہم عمر، انہیں داہنے والوں کے لیے بنایا ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا کی روایت ہے:

قلت یارسول اللہ نساء الدنیا افضل ام الحور العین قال بل نساء الدنیا افضل من الحور العین کفضل الظھارۃ علی البطانۃ قلت یارسول اللہ وبم ذلک؟ قال بصلاتھن وصیامھن وعبادتھن اللہ عزوجل.{۵۹}

میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا حورعین افضل ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی عورتیں حورعین سے ایسے ہی افضل ہیں جیسے ابراء، استر سے افضل ہوتا ہے۔ میں نے سوال کیا یارسول اللہ! ان کی افضلیت کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا اپنی نمازوں، روزوں اور عبادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں افضلیت سے نوازا ہے۔

صحیح روایت ہے:

(ان لکل رجل فی الجنۃ زوجتین اثنتین.)

ہر آدمی کو جنت میں دودو بیویاں ملیں گی۔

علماء فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک دنیا کی عورتوں میں سے ہوگی اور دوسری خواتینِ جنت میں سے ہوگی۔

جنت کی ایک نمایاں خصوصیت آیتِ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جنت اور جنت کی ساری نعمتیں دائمی ہونگی عارضی نہیں ہونگی۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ ایمان اور عملِ صالح ہی وہ دو بنیادیں ہیں جن پر اللہ کے فضل وکرم سے جنت کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔(۲۵)

۲۔ جنت کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت دوام اور بقا ہے جبکہ دنیا کی ساری عیش وعشرت فانی اور عارضی ہے مختصر الفاظ میں یوں کہہ لیں کہ جنت کے لیے بقا ہے اور فنا نہیں جبکہ دنیا کے لیے فنا ہے مگر بقا نہیں۔(۲۵) حیرت ہے انسان پر کہ وہ فانی پر مرتا ہے اور باقی کے لیے سنجیدہ کوشش نہیں کرتا۔

{۵۸} الواقعہ ۵٦/۳۸۔۳۵

{۵۹} الجامع للترمذی ۷٦/۲

۳۔ جنت کی نعمتوں کے تذکرہ سے اہلِ ایمان کو جنت کا شوق دلایا گیا ہے تاکہ وہ منکرات سے بچیں اور حسنات کو اختیار کریں۔(۲۵)

ضربِ امثال اور فاسقین کا رویّہ اور علامات

﴿۲۶......۲۷﴾

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ
بیشک اللہ شرماتا نہیں اس بات سے کہ بیان کرے کوئی مثال مچھر کی یا اس چیز کی جو اس سے بڑھ کر ہے سو جو لوگ مومن ہیں وہ یقیناً جانتے ہیں کہ یہ مثال ٹھیک ہے

رَبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ
جو نازل ہوئی ان کے رب کی طرف سے اور جو کافر ہیں سو کہتے ہیں کیا مطلب تھا اللہ کا اس مثال سے گمراہ کرتا ہے خدا تعالیٰ اس مثال سے بہتیروں کو اور ہدایت کرتا ہے اس

وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ﴿٢٦﴾ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا
سے بہتیروں کو اور گمراہ نہیں کرتا اس مثال سے مگر بدکاروں کو جو توڑتے ہیں خدا کے معاہدہ کو مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کو

أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٢٧﴾
اللہ نے فرمایا ملانے کو اور فساد کرتے ہیں ملک میں وہی ہیں ٹوٹے والے

ربط اور شانِ نزول۔ جب اللہ تعالیٰ نے منافقین کی نفسیاتی کیفیات کو واضح کرنے کے لیے آگ جلانے اور بارش برسنے کی مثالیں بیان فرمائیں جن کے آئینے میں انہیں اپنے اندر کی ساری خباثت نظر آ گئی تو اپنی باطنی کیفیت اور خباثت کا انکار تو نہ کر سکے البتہ کہنے لگے کہ اللہ کی شان یہ نہیں کہ وہ ایسی مثالیں بیان کرے اس پر فرمایا گیا کہ:

تسہیل۔ قرآن کریم میں تمثیلات کے ذکر پر اعتراضات کرنے والو! یاد رکھو اللہ کسی بھی مثال کے بیان کرنے پر نہیں شرماتا خواہ وہ مثال مچھر کی ہو یا مچھر سے بھی زیادہ حقیر چیز کی، جو لوگ ایمان والے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ ان کے پروردگار کی جانب سے ہر مثال برحق اور موقع کے مناسب ہے لیکن جو لوگ کفر اختیار کر چکے ہیں وہ کہتے ہیں ان مثالوں کے ذکر کرنے سے اللہ کا مقصد کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قسم کی مثالوں سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے لیکن ایسی باتوں سے صرف انہی کو گمراہ کرتا ہے جو ہیں ہی نافرمان O ان کی علامت یہ ہے کہ وہ مستحکم کیے ہوئے عہد کو توڑ دیتے ہیں اور جس تعلق کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹ دیتے ہیں اور اللہ کی زمین میں مسلسل فساد کرتے رہتے ہیں...... بس یہی لوگ ہیں پورا خسارہ اٹھانے والے O

﴿تفسیر﴾

﴿۲۶﴾ محض لوگوں کے اعتراضات کے اندیشہ سے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مقدس میں چھوٹی یا بڑی مثالوں کا بیان ترک نہیں کرسکتا{۶۰} اس لئے کہ ضرب الامثال کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ معقول کو محسوس کی صورت میں پیش کیا جائے، مجھول کی وضاحت معلوم سے کی جائے اور مخفی معنی کو ایسا ظاہر کر دیا جائے کہ ہر خاص وعام، متکلم کی مراد کو بخوبی سمجھ جائے مثلاً اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے من گھڑت خداؤں کی عاجزی اور بیچارگی ثابت کرنے کے لیے جب یہ فرمایا کہ وہ سارے مل کر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اور اگر مکھی ان کے سامنے رکھی ہوئی شیرینی میں سے کچھ اٹھا کر بھاگ جائے تو وہ اس سے چھین نہیں سکتے تو یہ ایسی بدیہی حقیقت تھی جس سے کوئی صاحبِ عقل بھی انکار نہیں کرسکتا تھا۔

اہلِ ایمان جب یہ مثالیں سنتے تھے تو وہ فوراً کہہ اٹھتے تھے کہ یہ مثالیں برحق بھی ہیں اور برمحل بھی ہیں یہ حکیمِ مطلق کا کلام ہے لہٰذا یہ حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں لیکن جب کافر اور منافق ایسی مثالیں سنتے تھے تو کہہ دیتے تھے کہ اللہ کو ان مثالوں سے کیا سروکار ہوسکتا ہے اور بعض بد بخت تو یوں بھی کہہ دیتے تھے کہ کیا اللہ کو ایسی مثالیں بیان کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔{۶۱}

ایک ہی بات کے سننے سے اہلِ ایمان کو ہدایت اور حلاوت مل جاتی تھی اور اسی بات کے سننے سے فاسقوں کی ضلالت اور نفرت میں اضافہ ہو جاتا تھا۔

﴿۲۷﴾ یہ فاسق کون لوگ ہیں؟ ان کی چند مخصوص علامات ہیں۔

پہلی علامت یہ ہے کہ وہ دوسرے معاہدات کے علاوہ اس ازلی معاہدے کو بھی توڑ ڈالتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے محمد ﷺ پر اور تمام انبیاء علیھم السلام پر ایمان لانے کی بابت لیا تھا۔

دوسری علامت یہ ہے کہ جس تعلق کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے یہ اس تعلق کو توڑ ڈالتے ہیں، اس میں وہ تعلق بھی داخل ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان یا رسول اور امتی کے درمیان ہونا چاہیے اور اس میں وہ تعلق بھی داخل ہے جو انسان کا اپنے ماں باپ، رشتہ داروں، مسلمانوں یا عام انسانوں کے ساتھ ہونا چاہیے۔

فاسقین کی تیسری علامت یہ ہے کہ وہ اللہ کی زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، دین سے بغاوت، انسانوں میں فتنہ اندازی، حقوق کا غصب ونھب، کمزوروں پر جور وجفا اور شرک وبدعات کا ارتکاب یہ سب فساد فی الارض ہی کی صورتیں ہیں۔

{۶۰} "لایستحیی" ای یترک ضرب المثل بالبعوضة ترک من یستحیی ان یمثل بھالحقارتھا (بیضاوی ۱/۲۵٤)
{۶۱} کشاف ۱/۱۳۹

حکمت وہدایت۔

۱۔ حق بات کہنے یا اچھا عمل کرنے سے حیا کو مانع نہیں ہونا چاہیے۔البتہ بُرے اقوال وافعال سے حیا مانع بنے تو یہ مطلوب اور مستحسن ہے۔(٢٦)

٢۔ چھوٹی چیزوں کی مثالیں بیان کرنے سے متکلم کا چھوٹا ہونا لازم نہیں آتا۔(٢٦)

٣۔ کفروایمان اور ہدایت وضلالت کوئی جبری یا موروثی چیز نہیں بلکہ اس میں انسان کے ارادہ اور اختیار کا دخل ہوتا ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کی جانب اضلال (گمراہ کرنے) کی نسبت مسبب الاسباب ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔(٢٦)

٤۔ ایک ہی بات ہوتی ہے لیکن وہ کسی کی ہدایت اور کسی کی گمراہی کا سبب بن جاتی ہے(٢٦) اس لئے کہ دونوں کی نفسیاتی کیفیت اور استعداد اور ترجیحات میں فرق ہوتا ہے۔بارش برستی ہے تو کہیں پھول اگتے ہیں اور کہیں جھاڑ جھنکاڑ پیدا ہوتا ہے قصور بارش کا نہیں بلکہ فرق زمین کا ہوتا ہے۔

٥۔ نقضِ عہد، اہلِ حق سے قطع تعلقی اور فساد فی الارض فاسقوں کا شعار ہے،مومنین کو ان اوصاف سے دامنِ زندگی بچا کے رکھنا چاہیے۔(٢٧)

٦۔ فسق وفجور سے سوائے خسارہ کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔(٢٧)

باری تعالیٰ کے احسانات

﴿۲۸......۲۹﴾

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٨﴾ هُوَ

کس طرح کافر ہوتے ہو خدا تعالیٰ سے حالانکہ تم بیجان تھے / پھر جلایا تم کو / پھر مارے گا تم کو / پھر / جلائے گا تم کو / پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے / وہی

الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ

ہے جس نے پیدا کیا تمہارے واسطے جو کچھ زمین میں ہے / سب / پھر قصد کیا / آسمان کی طرف / سو ٹھیک کر دیا ان کو سات آسمان / اور خدا تعالیٰ

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٩﴾

ہر چیز سے خبردار ہے

ربط۔ابھی ابھی ان فساق کا بیان ہوا ہے جو ضرب الامثال کی آڑ میں کلام اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور یقیناً کلام اللہ کے ساتھ کفر خود اللہ کے ساتھ کفر ہے۔

تسہیل ۔تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیونکر کفر کرتے ہو حالانکہ تمہارے اوپر اس کے احسانات بے شمار ہیں، تم بے جان تھے اس نے تمہیں جاندار کیا، پھر وہی تمہیں موت دے گا اور وہی قیامت کے دن تمہیں دوبارہ زندہ کردے گا پھر حساب کتاب کے لئے تمہیں اسی کے سامنے لیجایا جائے گاO وہی ہے جس نے تمہارے ہی فائدہ کے لیے وہ سب کچھ پیدا کیا ہے جو زمین میں ہے پھر اس نے آسمانوں کی طرف توجہ کی اور انہیں درست کر کے سات آسمان بنادیئے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہےO

﴿تفسیر﴾

﴿۲۸﴾ تعجب کے ساتھ فرمایا گیا{۶۲} کہ اے کافرو! عجیب حال ہے تمہارا، ذرا سوچو تو سہی اس ذات کا انکار کرتے ہو؟ ارے اسی کا جو تمہیں عدم سے معرض وجود میں لایا؟ جس نے تمہیں عقل وشعور عطا کیا، جو تمہاری موت وحیات کا مالک ہے، جس کے سامنے تمہیں زندگی کے پل پل کا حساب دینے کے لیے پیش ہونا ہوگا۔

﴿۲۹﴾ ہاں وہی اللہ جس نے زمین میں جو کچھ ہے وہ سب تمہارے ہی لیے پیدا کیا ہے، اتنے بڑے جہان اور اس کی ساری مخلوق کو اس نے تمہاری خدمت اور نفع رسانی میں لگا رکھا ہے۔ شمس وقمر ہوں یا کواکب وسیارات، اشجار و احجار ہوں یا حیوانات اور نباتات، سمندر ہوں یا دریا اور ندی نالے یہ سب اپنے اپنے انداز میں انسان کو فائدہ پہنچا رہے ہیں......ان سب چیزوں سے مادی فائدہ تو انسان اٹھاتا ہی ہے، روحانی فائدہ بھی اٹھا سکتا ہے لیکن اس کے لیے قلبِ سلیم اور چشمِ بینا کی ضرورت ہے، صاحبِ شعور انسان جب اس کائنات میں غور وفکر کرتا ہے تو وہ علیم وقدیر رب کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، اس کا دل اس کی محبت ومعرفت کے نور سے جگمگا اٹھتا ہے اور اس کے لیے کفر وانکار اور تمرد واستکبار کا کوئی راستہ باقی نہیں رہتا...... یوں اسے اس کائنات سے جسمانی غذا بھی حاصل ہوتی ہے اور روحانی غذا سے بھی وہ محروم نہیں رہتا۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ کافر کا اطلاق ہر اس شخص پر کیا جاسکتا ہے جو اگرچہ دوسری آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتا ہو لیکن پورے قرآن کی یا قرآن کے کسی ایک جزء کی تکذیب کرتا ہو خواہ وہ مکھی اور مچھر کی مثالیں ہی کیوں نہ ہوں۔ (۲۸)

۲۔ ہر انسان کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو موتیں اور دو زندگیاں رکھی ہیں۔ (۲۸)

{۶۲} اتكفرون بالله ومعكم مايصرف عن الكفر ويدعو الى الايمان وهو الانكار والتعجب (كشاف ۱/۱۵۰)

۳۔ موت وحیات کا نظام اور ارض وسما کی تخلیق اللہ تعالیٰ کے احسانات بھی ہیں اور اس کے وجود اور قدرت کے دلائل بھی، اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا انکار ایسی بات ہے کہ اس پر ہر صاحبِ عقل کو تعجب ہونا چاہیے۔(۲۸)

۴۔ دنیا میں کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور برتنے کی جتنی چیزیں ہیں وہ سب حلال ہیں۔ ہاں اگر ان کی حرمت پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل قائم ہو جائے تو وہ حرام ہوں گی۔(۲۹){۶۳}

۵۔ اللہ تعالیٰ کی جانب ''استواء'' کی نسبت کے بارے میں اہلِ حق کے دو قول ہیں، پہلا یہ کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ہم اس کی کوئی تاویل نہیں کرتے اور نہ ہی ہمیں اس کی حقیقت معلوم ہے، امام مالکؒ سے ایک شخص نے ''استواء'' کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

الاستواء غير مجهول والكيف غير معقول والايمان به واجب والسوال عنه بدعة وأراک رجل سوء.	استواء کے معنی تو معلوم ہیں لیکن کیفیت معلوم نہیں، اس پر ایمان رکھنا واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے اور میں تمہیں غلط آدمی سمجھتا ہوں۔

اہلِ حق کا دوسرا قول یہ ہے کہ ہم اس میں تاویل کر کے اس کا صحیح محمل متعین کر سکتے ہیں یہ حضرات ''استوی'' کا معنی کرتے ہیں غالب آنا یا قصد وارادہ کرنا۔{۶۴}

انسان کے لیے ارضی خلافت

﴿۳۰......۳۳﴾

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا

اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب کہا فرشتوں نے کیا قائم کرتا ہے تو زمین میں اس کو جو فساد کرے اس میں

وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ

اور خون بہائے اور ہم پڑھتے رہتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو فرمایا بیشک مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے اور سکھلا

الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ

دیئے اللہ نے آدم کو نام سب چیزوں کے پھر سامنے کیا ان سب چیزوں کو فرشتوں کے پھر فرمایا بتاؤ مجھ کو نام ان کے اگر تم سچے ہو بولے پاک ہے تو

{٦٣} تفسير قرطبي ٢٥١/١

{٦٤} وهذه الآية من المشكلات والناس فيها وفيما شابهها على ثلاثة اوجه قال بعضهم: نقرؤها ونؤمن بها ولا نفسرها، وذهب اليه كثير من الائمة...... وقال بعضهم نقرؤها ونفسرها على ما يحتمله ظاهر اللغة، وهذا قول المشبهة۔ وقال بعضهم: نقرؤها ونتأولها ونحيل حملها على ظاهرها (قرطبي ٢٠٤/١)

لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ

ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے ہم کو سکھایا بیشک تو ہی ہے اصل جاننے والا حکمت والا فرمایا اے آدم بتادے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام پھر جب بتادیے

بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا

اس نے اُن کے نام فرمایا کیا نہ کہا تھا میں نے تم کو کہ میں خوب جانتا ہوں چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور

كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾

جو چھپاتے ہو

ربط۔ پچھلی آیات میں ان لوگوں پر تعجب تھا جو اللہ تعالیٰ کی ارضی وسماوی نعمتوں کے باوجود کفر اور ناشکری کرتے ہیں حالانکہ اللہ نے انسان کو یہ عزت بخشی کہ زمین اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اسی کی خدمت اور نفع رسانی کے لیے پیدا کیا۔

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں ہی کا ذکر ہے، ایسی نعمتیں جن سے انسان کی عزت وعظمت ایسی بلندیوں پر پہنچ گئی جہاں کوئی دوسری مخلوق تو کجا، فرشتوں جیسی نورانی مخلوق بھی نہیں پہنچ سکتی۔

انسان کو خلافت عطا کی، اسے دولتِ علم دی اور مسجودِ ملائکہ بنادیا لیکن تعجب ہے کہ انسان پھر بھی کفر اور ناشکری سے باز نہیں آتا......انہی نعمتوں کے عطا کیے جانے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے۔

تسھیل۔ اس وقت کو یاد کرو جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں شرعی احکام کے نفاذ کے لیے زمین پر اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں، فرشتے کہنے لگے کہ کیا آپ ایسے لوگوں کو پیدا کریں گے جو زمین میں فساد کریں گے اور خونریزی کریں گے حالانکہ ہم تیری حمد وثنا اور تسبیح وتقدیس بیان کرتے رہتے ہیں، تو اس مقصد کے لئے کسی دوسری مخلوق کے پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے O اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے انہیں تمام چیزوں کے نام اور خواص وآثار بتادیے پھر وہی چیزیں فرشتوں کے سامنے پیش کر کے ان سے فرمایا کہ اگر تم اپنے استحقاقِ خلافت کے دعوے میں سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام اور خواص وآثار بتلاؤ O فرشتوں نے عرض کیا اے اللہ! تیری ذات ہر نقص سے پاک ہے ہمیں صرف اسی قدر علم ہے جو آپ نے ہمیں دیا ہے یقیناً تو بڑے علم والا اور بڑی حکمت والا ہے O اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا اے آدم! فرشتوں کو ان چیزوں کے نام اور خواص بتادیجئے، جب آدم علیہ السلام نے یہ سب کچھ بتادیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا دیکھو کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی تمام مخفی چیزوں کو جانتا ہوں اور میں وہ بات بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور وہ بات بھی جانتا ہوں جسے تم دل میں چھپاتے ہو O

﴿تفسیر﴾

﴿۳۰﴾ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!{۶۵} اپنی قوم کو انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام کی تخلیق اور خلافت کا قصہ سنائیے جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کا امتحان لینے کے لیے اپنے اس ارادے کا ذکر فرمایا کہ میں انسان کو پیدا کر کے اسے زمین پر خلیفہ بنانا چاہتا ہوں جو اسے آباد کرے اور وہاں میرے احکام نافذ کرے۔

فرشتوں نے کہا اے اللہ! ایک طرف ہم ہیں جن کا مادہ تخلیق نور ہے جن سے معصیت کا صدور ممکن ہی نہیں، جو تسبیح وتقدیس کے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکتے، ذکر ہماری زندگی ہے اور عبادت ہماری غذا ہے، دوسری طرف انسان ہے جس کا مادہ تخلیق مٹی ہے اور اسے ارادہ اور اختیار بھی دیا جا رہا ہے، اور آپ ہی نے انسان کے متعلق ہمیں جو معلومات فراہم کی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانوں میں تنازعات بھی ہونگے قتل وقتال کی بھی نوبت آئے گی۔ تو نورانی اور ذاکر شاغل مخلوق کے بجائے خاکی اور فسادی مخلوق کو منصب خلافت دیا جانا کم از کم ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے فرشتو! ''جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے''۔

مانا کہ تم عبادت خوب کرتے ہو مگر یہ ضروری نہیں کہ جو عبادت زیادہ کرتا ہو وہ منصبِ خلافت کی ذمہ داریاں بھی نبھا سکتا ہو۔ علاوہ ازیں انسان کو خلیفہ بنانے میں جو حکمتیں ہیں وہ تم نہیں جانتے۔{۶۶}

جہاں تک انسان میں قتل وقتال کی صلاحیت کا تعلق ہے تو یہی صلاحیت امن عالم کی ضامن بن سکتی ہے بشرطیکہ اس کا استعمال اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق کیا جائے۔

بُرائی کی صلاحیت ہی نہ ہو تو بُرائی سے باز رہنا کوئی کمال نہیں، اصل کمال تو یہ ہے کہ صلاحیت کے ہوتے ہوئے محض اللہ کے خوف سے بُرائی سے باز رہا جائے، جن کی غذا ہی ذکر ہے وہ اگر ذکر کرتے ہیں تو یہ ان کی مجبوری ہے لیکن جن کی غذا روٹی اور پانی ہے اور جنہیں خواہشات اور شہوات ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں وہ جب ذکر کرتے ہیں تو ارض وسماء کی ساری مخلوق ان کی ہمنوا اور ان کے حق میں دعا گو بن جاتی ہے اور خود فرشتے ان کی مجالس کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ فرشتوں کے دعویٰ خلافت کا حاکمانہ جواب مختصر الفاظ میں دے دیا گیا۔

اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ .... میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

﴿۳۱﴾ لیکن پھر عملی طور پر فرشتوں کے عجز کو ظاہر کرنے اور ان کے دعویٰ کو باطل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ

{۶۵} واذکرہا محمد (ابن کثیر ۱/۹۵)

{۶٦} ای اعلم من الحکم فی ذلك ما انتم بمعزل عنه (روح المعانی ۱/۳۵۵)

صورت اختیار فرمائی کہ حضرت آدم علیہ السلام کو زمینی مخلوقات کے نام اور ان کے خواص وآثار بتا کر فرشتوں سے ان کے بارے میں سوال کیا لیکن انہوں نے اپنی عاجزی اور جہالت کا فوراً اقرار کرلیا۔

پھر جب حضرت آدم علیہ السلام نے بلاتکلف ان اشیاء کے نام اور خواص بتادیئے تو ملائکہ فوراً سمجھ گئے کہ واقعی آدم ہی مستحقِ خلافت ہے نظامِ عالم کی اصلاح اور مخلوقات کا تعارف اور تحقیق انسان ہی سے ممکن ہے، نوری مخلوق، مادی جہاں کو نہ سمجھ سکتی ہے اور نہ برت سکتی ہے جب کہ دنیا کا نظام مادیات کے بغیر چلنا ممکن نہیں۔

جب فرشتے اپنے عجز کا اعتراف کر چکے تو حق تعالیٰ نے فرمایا ''میں تم سے نہ کہتا تھا کہ بے شک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور میں جانتا ہوں جس بات کو تم ظاہر کردیتے ہو اور جس کو دل میں رکھتے ہو''

فرشتے جس بات کو ظاہر کررہے تھے اور جو ان کی زبان پر تھی وہ تو بیان ہو چکی اور جس بات کو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا تھا وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بقول یہ تھی:

لن يخلق الله خلقا اكرم عليه منافنحن احق بالخلافة في الارض.{٦٧}

اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ معزز مخلوق پیدا نہیں کرے گا لہٰذا ارضی خلافت کے ہم ہی زیادہ حقدار ہیں۔

حکمت و ہدایت۔

١۔ جنگ وجدل اور خونریزی کی صلاحیت اور شجاعت وحمیت، استحقاقِ خلافت کے منافی نہیں، اس صلاحیت کا صحیح استعمال امنِ عالم کا ضامن ہے، اس کے برعکس بزدلی اور کم ہمتی سے متعدد مفاسد رونما ہوتے ہیں۔ (٣٠)

٢۔ محض تسبیح وتحمید اور عبادت وشرافت کی وجہ سے کوئی شخص خلافت کا مستحق نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے لیے چند دوسرے اوصاف کا ہونا بھی ضروری ہے۔ (٣٠)

٣۔ جو نہ جانتا ہو اُسے چاہیے کہ صاحبِ علم سے سوال کرے۔ (٣٠)

٤۔ ہر سائل کو اس کے ظرف اور استعداد کے مطابق جواب دینا چاہیے البتہ اس کی تحقیر وتنقیص مناسب نہیں۔ (٣٠)

٥۔ امت کی شیرازہ بندی اور قیامِ عدل کے لیے حاکم اور خلیفہ کا تعین واجب ہے۔ (٣١)

٦۔ اپنے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں مشورہ کرنا اسلام کی تعلیم ہے۔ (٣٠)

٧۔ کائنات کے مظاہر وعناصر اور مخلوقات میں غور وفکر کرنا اور ان کے خواص وآثار کا معلوم کرنا یہ کسی طور بھی منصبِ نبوت وولایت کے منافی نہیں۔ (٣١)

{٦٧} ابن کثیر ١/٧١

۸۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ کسی کو دفعۃً بہت سارا علم عطا فرما دے۔(۳۱)

۹۔ علم اور عالم کو جہل اور جاہل پر فضیلت حاصل ہے۔ (اگر کوئی چیز علم سے بھی افضل ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسی کے ذریعے انسان کے فضل وکمال کو ظاہر فرماتا)۔(۳۱)

۱۰۔ جو کسی چیز کا دعویٰ کرے اس سے اپنے دعویٰ پر دلیل کا مطالبہ کیا جائے گا۔(۳۱)

۱۱۔ خالق کا کوئی فیصلہ حکمت سے خالی نہیں یونہی ساری مخلوقات کا علم محدود جبکہ خالق کا علم لامحدود ہے۔(۳۲)

۱۲۔ جس شخص سے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جائے جسے وہ جانتا نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ''واللہ اعلم'' کہہ دے، یہ سنت ہے ملائکہ کی، انبیاء اور علماء کی۔(۳۲)

۱۳۔ علم کو عبادت پر اور آدم کو ملائکہ پر فضیلت حاصل ہے اور یہ فضیلت بھی علم کی وجہ سے ہے۔(۳۲)

تکریمِ آدم

۳۴......

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو — تو سب سجدہ میں گر پڑے — مگر شیطان — اُس نے نہ مانا اور تکبر کیا — اور تھا وہ کافروں میں کا

ربط۔ انسان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا مسلسل بیان ہو رہا ہے، موت وحیات کا نظام، ارض وسما کی تخلیق، خلافتِ ارضی اور علمِ اسماء عطا کیے جانے کی صورت میں تعظیم وتکریم اور پھر فرشتوں سے اس کے سامنے سجدہ کروا کر انسان کو کرامت وشرافت کی بلندیوں پر پہنچا دیا گیا۔

تسہیل۔ اس وقت کو یاد کرو جس وقت ہم نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے سامنے سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب ہی سجدہ میں گر پڑے ابلیس نے اللہ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا اور غرور میں آ گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کافروں میں سے ہو گیاO

تفسیر

﴿۳۴﴾ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دے رہا ہے کہ انسانوں کو وہ وقت یاد دلایئے جب فرشتوں کو آدم کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا، سب فرشتے سجدہ میں گر پڑے مگر ابلیس تکبر میں آ گیا اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا کہنے لگا میں آدم سے افضل ہوں مجھے آگ سے جبکہ آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ افضل، مفضول کے

سامنے اور اعلیٰ، ادنیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو۔

اللہ تعالیٰ نے تو انسان کو یہ شرف بخشا کہ فرشتوں کو اس کے جد امجد کے سامنے جھکا دیا اور انسان نے اس انعام کا جواب یوں دیا کہ اللہ کے سامنے تو نہ جھکا باقی ساری مخلوق کے سامنے جھک گیا۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ انسان پر لازم ہے کہ وہ کفر کے بجائے شکر اور معصیت کے بجائے اطاعت کرے اس لئے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کے انعامات بے شمار ہیں۔ (۳۴)

۲۔ تکبر اور حسد سے احتراز ضروری ہے انہی کی وجہ سے ابلیس، مردود اور ملعون بنا اور یہی دو مذموم وصف تھے جو یہود کے قبولِ اسلام سے مانع بنے۔ (۳۴) (عجیب اتفاق یہ ہے کہ زمین پر اترنے سے قبل ابلیس سے جو گناہ ہوا وہ تکبر تھا اور یہ تکبر سبب بنا انکارِ سجدہ کا، اور زمین پر اترنے کے بعد انسان سے سب سے پہلے جو گناہ ہوا وہ حسد تھا جو کہ سبب بنا قتل کا یعنی قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا)۔

۳۔ ابلیس انسان کا ازلی دشمن ہے جس نے اللہ کے حکم کے باوجود انسان کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا۔ (۳۴) (حیرت ہے کہ انسان اپنے ازلی دشمن کے اشاروں پر ناچتا ہے)۔

۴۔ بعض معاصی انسان کو کفر تک پہنچا دیتے ہیں جن میں سے سرفہرست اللہ کے سامنے تکبر ہے۔ (۳۴)

۵۔ سجدہ کی دو قسمیں ہیں، سجدۂ عبادت اور سجدۂ تعظیم، پہلی امتوں میں سجدہ تعظیم غیر اللہ کے لیے جائز تھا جبکہ اسلامی شریعت میں غیر اللہ کے لیے ہر قسم کا سجدہ حرام ہے۔ (۳۴){۶۸}

غلطی اور توبہ

﴿۳۵......۳۹﴾

وَقُلْنَا يَآدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ

اور ہم نے کہا اے آدم رہا کر تو اور تیری عورت جنت میں اور کھاؤ اس میں جو چاہو جہاں کہیں سے چاہو اور پاس مت جانا اس درخت کے

فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِينَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ

پھر تم ہو جاؤ گے ظالم پھر ہلا دیا ان کو شیطان نے اس جگہ سے پھر نکالا ان کو اس عزت و راحت سے کہ جس میں تھے اور ہم نے کہا تم سب اترو تم ایک

{۶۸} وقد كان السجود جائزا فى شريعة آدم عليه السلام للمخلوقين ويشبه ان يكون قد كان باقيا الى زمان يوسف عليه السلام فكان فيما بينهم لمن يستحق ضربا من التعظيم ويراد اكرامه وتبجيله بمنزلة المصافحة والمعانقة فيما بيننا وبمنزلة تقبيل اليد (جصاص ۱/۳۲)

لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ
دوسرے کے دشمن ہوگے اور تمہارے واسطے زمین میں ٹھکانا ہے اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے چند باتیں پھر متوجہ ہوگیا اللہ اُس

عَلَيْهِ ۭ إِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ
پر بیشک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان ہم نے حکم دیا نیچے جاؤ یہاں سے تم سب پھر اگر تم کو پہنچے میری طرف سے کوئی ہدایت تو جو چلا میری

هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ۚ
ہدایت پر نہ خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلایا ہماری نشانیوں کو وہ ہیں دوزخ میں جانے والے

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾
وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

ربط۔ جلال و جمال والے رب کی طرف سے انسانی تکریم کی ایک اور صورت کا بیان ہو رہا ہے کہ اسے چند دن کے لیے جنت میں داخل کر کے بتا دیا گیا تھا کہ تمہارا اصل مقام جنت ہے۔

تسہیل۔ ہم نے حکم دیا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور جو چاہو جہاں سے چاہو سو خوب کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تمہارا شمار بھی ان لوگوں میں ہوگا جو اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں O شیطان نے آدم اور حوا کو بہلا پھسلا کر ہمارے حکم کی تعمیل سے ہٹا دیا اور انہیں اس عیش سے محروم کر دیا جس میں وہ تھے اور ہم نے کہا تم یہاں سے نیچے اتر جاؤ، تم اور ابلیس ایک دوسرے کے دشمن رہو گے اور تمہیں زمین پر کچھ عرصہ تک ٹھہرنا اور ایک معین وقت تک کام چلانا ہے O بعد ازاں آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی یقیناً وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور بڑا مہربان ہے O ہم نے حکم دیا کہ اس جنت میں سے سب کے سب زمین پر اتر جاؤ پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس کسی قسم کی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا اسے نہ کوئی اندیشہ ہوگا اور نہ ہی ایسے لوگوں کو کوئی غم ہوگا O اور جو لوگ اس ہدایت کو قبول کرنے سے انکار کر دیں گے اور ہمارے احکام کو جھٹلا دیں گے تو یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے O

﴿تفسیر﴾

﴿۳۶﴾ جنت میں حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو ٹھکانہ دینے کے بعد فرما دیا گیا کہ تمہیں اختیار ہے جنت کی نعمتوں میں سے جو چاہو، جتنا چاہو اور جب چاہو کھاؤ، نہ محنت و مشقت کی ضرورت، نہ کسی سے سوال کرنے کی حاجت...... جنت جگہ ہی ایسی ہے کہ وہاں من چاہی زندگی گزارنے کی اجازت ہے، نہ نگہبان کا ڈر، نہ کسی چیز کے ختم ہو جانے کا اندیشہ، نہ تھکاوٹ اور بدہضمی کی پریشانی!

بس اتنی سی پابندی لگادی گئی کہ فلاں درخت کا پھل نہ کھانا اس کے علاوہ اس وسیع وعریض باغ کا کوئی شجر، شجرِ ممنوعہ نہیں ہے۔ {۶۹}

شیطان جو کہ آدم کے سامنے سجدہ سے انکار کی وجہ سے مردود وملعون ٹھہر چکا تھا وہ انسان کی پُرسکون عیش کو کیسے برداشت کرسکتا تھا، دل ہی دل میں تلملانے لگا اور انتقام کے منصوبے بنانے لگا بالآخر وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے حضرت آدم وحوّا علیہما السلام کو وسوسہ اندازی کے ذریعہ یقین دلا دیا کہ اس شجر ممنوعہ کا پھل کھانے سے تمہیں بے پناہ فوائد حاصل ہوسکتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ تم فرشتے بن جاؤ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تمہیں اس باغ عدن میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سکونت مل جائے۔

وساوس غالب آ گئے اور کاروانِ انسانیت کا پہلا جوڑا ان کے سامنے مغلوب ہوگیا، دونوں نے شجرِ ممنوعہ کا پھل استعمال کرلیا جس کے نتیجے میں انہیں عتابِ باری تعالیٰ کا سامنا کرنا پڑا اور انہیں مسکنِ جنت سے نکلنے کا حکم دے دیا گیا۔ {۷۰}

﴿۳۷﴾ حضرت آدم علیہ السلام تو محبوب حقیقی سے محبت کی باتیں سننے کے عادی ہو چکے تھے آج جب عتاب آمیز گفتگو سننا پڑی تو جذبات بے قابو ہوگئے اور آنکھیں بہہ پڑیں، معافی مانگنا چاہتے ہیں مگر وہ الفاظ نہیں ملتے جو جذبات کی ترجمانی بھی کرسکیں اور بادشاہوں کے بادشاہ کی شان کے مناسب بھی ہوں، رب کریم نے خود ہی دستگیری فرمائی...... اور اس کے سوا کون ہے جو گناہ گاروں کی دستگیری فرماتا ہے وہ خود ہی درِ توبہ کھولتا ہے، خود ہی گناہ گاروں کا ہاتھ پکڑ کر داخل ہونے کا حکم دیتا ہے، توبہ کے الفاظ بھی خود ہی سکھاتا ہے اور پھر ندامت کے آنسوؤں کو بھی اپنے دامن رحمت سے خود ہی پونچھ لیتا ہے۔

فرمایا اے آدم وحوّا! مجھ سے یوں معافی مانگو:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ﴿ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ.

روتے رہے اور یہ کلمات دہراتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے ان کی توبہ بھی قبول فرمالی اور قیامت تک آنے

{۶۹} بعض حضرات نے درخت کی تعیین کی ہے لیکن محققین نے اس بارے میں خاموشی اختیار کی ہے (دیکھیے تفسیر کبیر، ابن کثیر اور طبری وغیرہ) یوں بھی یہ آیت اور پورا واقعہ سمجھنا کسی طرح بھی درخت کی تعیین پر موقوف نہیں۔

{۷۰} انبیاء سے اجتہادی غلطی ہوسکتی ہے اور ان کی ایسی غلطیوں پر ذَلّت (لغزش) کا اطلاق ہوسکتا ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فقد كانت منهم اى من بعض الانبياء...... زلّات اى تقصيرات وخطيات اى عثرات...... هذا ماعليه اكثر العلماء خلافا لجماعة من الصوفية وطائفة من المتكلمين حيث نفوا السهو والنسيان والغفلة (شرح الفقه الاكبر)

والے انسانوں کو بھی خوشخبری سنادی:

اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

اے اولادِ آدم! تم سے بھی اگر کوئی گناہ ہو جائے تو ''گذشتہ را صلوٰت آئندہ را احتیاط'' کے سے انداز میں توبہ کرلو، میں معاف کردوں گا کیونکہ میں تواب ہوں...... بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، اور رحیم بھی ہوں یعنی بار بار رحم کرنے والا۔

﴿۳۸﴾ توبہ قبول ہو جانے کے باوجود جنت سے نکلنے کا حکم منسوخ نہیں ہوا بلکہ دوبارہ حکم دیا گیا کہ ''تم سب جنت سے زمین پر اتر جاؤ'' اس لئے کہ خروجِ جنت کا فیصلہ صرف سزا کے طور پر نہیں تھا بلکہ حکمتِ الٰہیہ کا تقاضا اور فیصلہ یہی تھا کہ انسان کو زمین پر آباد کیا جائے تاکہ وہ منصبِ خلافت کی ذمہ داریاں ادا کرسکے اور جہانِ رنگ و بو کی تعمیر کرسکے۔

جنت سے اترتے وقت اشارۃً حضرتِ انسان کو یہ بھی سمجھا دیا گیا کہ تم شیطانی وساوس اور اپنی عقل کی اتباع کا انجام رنج والم کی صورت میں دیکھ ہی چکے ہو لہٰذا یاد رکھو کہ اگر میری طرف سے تمہارے پاس کوئی ہدایت آئے تو عقل وخرد اور وساوس کے بجائے اسی پیغامِ ہدایت کی اتباع کرنا، اگر تم نے ایسا کیا تو آنے والے حالات کا خوف بھی نہیں ہوگا اور گذشتہ واقعات پر غم بھی نہیں ہوگا۔

﴿۳۹﴾ لیکن جو لوگ میری ہدایت کی اتباع نہیں کریں گے اور اس کی تکذیب کا راستہ اختیار کریں گے انہیں سکون میسر نہیں آسکے گا اور بالآخر انہیں جہنم کا ایندھن بننا پڑے گا جہاں سے نکلنے کا ان کے لیے کوئی راستہ نہیں ہوگا۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ بیوی کے لئے رہائش کا انتظام شوہر کے ذمہ ہے اور سکونت میں بیوی شوہر کے تابع ہے جس مکان میں شوہر رہے بیوی کو بھی وہیں رہنا چاہیے۔(۳۵)

۲۔ حدود کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہر جگہ چلنے پھرنے اور کھانے پینے کی آزادی انسان کا فطری حق ہے۔(۳۵)

۳۔ جس جگہ گناہ کا خطرہ ہو اس کے قریب جانے سے بھی بچنا چاہیئے...... اہلِ فقہ اسے سدِّ ذریعہ کا نام دیتے ہیں۔(۳۵)

۴۔ شیطان صرف خطاکاروں پر ہی حملے نہیں کرتا وہ نیکوکاروں پر بھی حملہ آور ہونے کی کوشش کرتا ہے لہٰذا ہر کسی کو چوکنا رہنا چاہیئے۔(۳۶)

۵۔ وسوسہ اندازی، انسان کو راہِ راست سے دور کرنے کا ایک مؤثر حربہ ہے۔ (٣٥)

٦۔ معصیت کی وجہ سے نعمت، نقمت میں اور راحت، مصیبت میں بدل جاتی ہے۔ (٣٥)

۷۔ اللہ کے غضب سے بچنے کے لیے مامورات کی ادائیگی سے زیادہ منہیات سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ (٣٦)

۸۔ اجتھادی خطا اور نسیان کا صدور نبی سے بھی ہو سکتا ہے اور اس کی وجہ سے نبی کی عصمت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ (٣٦)

۹۔ تمام تر تعظیم و تکریم کے باوجود انسان، نسیان و خطا کا پیکر ہے۔ گناہ کا ہو جانا اس کے مقام و مرتبہ کے منافی نہیں البتہ گناہ پر اڑے رہنا اس کے منصب کے منافی ہے۔ (٣٦)

(بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس قصہ کے ذکر کرنے کا ایک مقصد ان مشرکین اور یہود کو توبہ اور قبولِ ہدایت کی دعوت و ترغیب ہے جو کفر و انکار پر اڑے ہوئے تھے کہ اگر تم سے انکار کا گناہ ہو گیا ہے تو کوئی بات نہیں اب توبہ اور اقرار کر لو)۔ {۷۱}

۱۰۔ جنھیں توبہ کی توفیق دی جاتی ہے وہ اللہ کے پیارے ہوتے ہیں۔ (٣۷)

۱۱۔ ہر گناہ پر توبہ واجب ہے۔ (٣۷) اور قبولِ توبہ کی چار شرطیں ہیں:

۱......جس گناہ کا ارتکاب ہوا ہو اس کا ترک ۲۔ اس پر ندامت ۳۔ آئندہ نہ کرنے کا عزم ۴۔ اور اگر حقوق العباد کا معاملہ ہو تو صاحبِ حق سے معافی یا اس کے حق کی ادائیگی اور تلافی۔ {۷۲}

۱۲۔ اللہ کے مقربین چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو بھی بہت بڑا سمجھتے ہیں اور انہیں توبہ کیے بغیر چین نہیں آتا۔ (٣۷)

(جبکہ ہمارے جیسے گناہ گاروں کا حال یہ ہے کہ وہ پہاڑوں جیسے گناہ کرنے کے بعد بھی ندامت محسوس نہیں کرتے۔)

۱۳۔ توبہ اور انابت الی اللہ، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور توجہ حاصل کرنے کا مؤثر ذریعہ ہے۔ (٣۷)

۱۴۔ گناہ گار کو کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ درِ توبہ کھٹکھٹانا اس پر لازم ہے۔ (٣۷) جب بار بار دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے تو بالآخر کھل ہی جاتا ہے۔

۱۵۔ گناہ پر اصرار شیطان کا طریقہ ہے اور غلطی پر استغفار انسان کا شیوہ ہے۔ (٣۷)

۱٦۔ رنج و غم سے حقیقی آزادی انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو وحی الٰہی کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ (٣۸)

{۷۱} التفسیر المنیر ۱/۱۲٤

{۷۲} تفسیر المراغی ۱/۹۲

بنی اسرائیل سے مطالبات اور ان کے چند بُرے اخلاق

۴۰......۴۸

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾

اے بنی اسرائیل یاد کرو میرے وہ احسان جو میں نے تم پر کیے اور تم پورا کرو میرا قرار تو میں پورا کروں تمہارا قرار اور مجھ ہی سے ڈرو

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّ

اور مان لو اس کتاب کو جو میں نے اتاری ہے سچ بتانے والی ہے اس کتاب کو جو تمہارے پاس ہے اور مت ہو سب میں اول منکر اس کے ف اور نہ لو میری آیتوں پر مول تھوڑا اور

اِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

مجھ ہی سے بچتے رہو اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور مت چھپاؤ سچ کو جان بوجھ کر اور قائم رکھو نماز

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ

اور دیا کرو زکوٰۃ اور جھکو نماز میں جھکنے والوں کے ساتھ کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو اور تم تو پڑھتے ہو کتاب

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ لا الَّذِيْنَ

پھر کیوں نہیں سوچتے ہو اور مدد چاہو صبر سے اور نماز سے اور البتہ وہ بھاری ہے مگر انہی عاجزوں پر جن کو خیال ہے

يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ ع يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ

کہ وہ روبرو ہونے والے ہیں اپنے رب کے اور یہ کہ ان کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اے بنی اسرائیل یاد کرو میرے احسان جو میں نے

اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـــًٔـا

تم پر کیے اور اس کو کہ میں نے تم کو بڑائی دی تمام عالم پر اور ڈرو اس دن سے کہ کام نہ آئے کوئی شخص کسی کے کچھ بھی

وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور قبول نہ ہو اس کی طرف سے سفارش اور نہ لیا جائے اس کی طرف سے بدلا اور نہ ان کو مدد پہنچے

ربط ۔ اگر زمانہ نزول کے اعتبار سے اس مضمون کی ماقبل سے مناسبت تلاش کریں تو وہ بالکل واضح ہے، ہجرت کا ابتدائی زمانہ تھا ایک طرف کفار کی مخالفت تھی دوسری طرف منافقین کی شرارتیں تھیں اور تیسری طرف یہود کی ریشہ دوانیاں تھیں لہٰذا ان سارے فریقوں کا تعارف اور ان کی تردید ضروری تھی۔

یہود جان چکے تھے کہ نبوت وخلافت کا منصب ہم سے چھین کر کسی اور کو دیا جا رہا ہے وہ خاتم النبیین علیہ ﷺ پر ایمان تو کیا لاتے آپ کی مخالفت میں انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اسی لیے سب سے مفصل خطاب انہی سے کیا گیا ہے اس خطاب میں ترغیب بھی ہے ترہیب بھی، انعامات کا ذکر بھی اور یہود کے جرائم کی فرد بھی تفصیل سے پڑھ کر سنا دی گئی ہے۔

اگر زمانہ نزول سے قطع نظر محض سیاقِ کلام کو دیکھیں تو بھی ربط میں کوئی الجھن محسوس نہیں ہوتی۔ سابقہ آیات میں قصہ آدم علیہ السلام کے ضمن میں خیر اور شر کے علمبرداروں کے درمیان ہونے والی آویزش کی ایک جھلک دکھائی گئی تھی، یہ بھی بتا دیا گیا کہ تکبر کی وجہ سے ابلیس جیسا عبادت گزار لعنت کا مستحق ٹھہرا اور تواضع کی وجہ سے آدم کو عزت وعظمت سے نوازا گیا۔

آخری آیت میں تو واضح طور پر کفر اور تکذیب کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے بارے میں بتایا گیا تھا۔

اب آیت ''۴۰ سے آیت ۱۴۲ تک'' مسلسل بنی اسرائیل پر تنقید کی گئی ہے جنہیں کفر وتکذیب اور تکبر کی وجہ سے منصبِ خلافت سے محروم کر دیا گیا۔

تسہیل ۔اے بنی اسرائیل! میرے ان احسانات کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیے ہیں اور تم پورا کرو میرے اس عہد کو جو تم نے مجھ سے کیا تھا میں پورا کروں گا اس عہد کو جو میں نے تم سے کیا تھا اور صرف مجھ ہی سے ڈرو O اور میں نے جو کتاب تمہاری طرف بھیجی ہے اس پر ایمان لے آؤ یہ اس کتاب کی تائید وتصدیق کرتی ہے جو تمہارے پاس ہے اور قرآن کے پہلے انکار کرنے والے نہ بنو اور میرے احکام کو حقیر سا معاوضہ لے کر فروخت مت کرو اور میرے غضب سے بچو O نہ تو حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کرو اور نہ ہی جاننے بوجھنے کے باوجود حق کو چھپاؤ O نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور جو لوگ میرے سامنے عاجزی کرتے ہیں تم بھی ان کے ساتھ مل کر عاجزی کرو O کیا غضب ہے کہ تم دوسروں کو نیک کام کی تلقین کرتے ہو اور خود اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے رہتے ہو کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے O صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو بے شک نماز کا ادا کرنا دشوار ضرور ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہو ان پر نماز کا ادا کرنا کچھ بھی دشوار نہیں O خشوع والے لوگ وہ ہیں جنہیں یقین ہے کہ بالآخر انہیں اپنے رب سے ملنا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے O اے بنی اسرائیل! میرے ان احسانات کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیے اور تمہیں دنیا جہاں والوں پر فضیلت دی O اور اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی کے کچھ بھی کام نہیں آسکے گا نہ ہی کسی کی طرف سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی نہ ہی کسی کے بدلے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ ان کی کوئی مدد کی جا سکے گی O

تفسیر

﴿۴۰﴾ اے اس عظیم انسان کے بیٹو! جو خود بھی نبی تھا اور اس کے باپ اور دادا بھی نبی تھے سوچو تو سہی کس کی

اولاد ہو؟ تمہارے باپ دادا کیسے تھے اور تم کیسے ہو؟ ان کی زندگیاں سراپا اطاعت تھیں، تم سراپا معصیت ہو، وہ شکر کرنے والے تھے، تم ناشکری کرنے والے ہو۔{۷۳}

تمہارا حافظہ کتنا کمزور ہے، تمہارے آباء پر میرے جو احسانات تھے تم نے کتنی جلدی انہیں بھلا دیا ہے۔ اور یاد ہے میں نے تم سے عہد لیا تھا کہ سارے رسولوں پر ایمان لاؤ گے بالخصوص خاتم النبیین ﷺ کی نصرت وتوقیر میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھو گے۔

اور میں نے بھی تم سے عہد کیا تھا کہ اگر تم اپنا عہد پورا کرو گے تو میں دنیا اور آخرت میں تمہیں عزت دوں گا۔

﴿۴۱﴾ قرآن، جس پر ایمان لانے کی دعوت تمہیں دی جا رہی ہے یہ کوئی انوکھی کتاب نہیں یہ تو سلسلۂ ہدایت کا آخری اور کامل ترین ایڈیشن ہے تورات اور تورات کے علاوہ جتنی بھی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں قرآن ان کی تائید اور تصدیق کرتا ہے، توحید رسالت، قیامت، امر بالمعروف، نہی عن المنکر ......ان میں سے کونسا مضمون ہے جو تورات میں تھا مگر قرآن میں نہیں ......اور تم یہ سب کچھ اچھی طرح جانتے بھی ہو اور کیسے نہ جانو گے تورات میں النبی الخاتم ﷺ کے واضح اوصاف اور علامات ہیں جنہیں تم پرکھ چکے ہو، یہی وہ نبی ہے جس کی آمد کی تم دعائیں کیا کرتے تھے اور جب حق کا وہ آخری نشان آ چکا تو تمہیں چاہیے تھا کہ تم سب سے پہلے اس کی تصدیق کرتے اور اس پر ایمان لاتے لیکن کتنے بدنصیب ہو تم کہ سب سے پہلے مومن بننے کے بجائے تم سب سے پہلے کافر بن گئے۔{۷۴}

کتنا ظلم ہے کہ میری آیات اور احکام کو محض مالی مفادات، معاشرتی سیادت وقیادت اور خاندانی رسوم ورواج کی خاطر رد کر دیتے ہو۔ اے انبیاء اور صلحاء کی اولاد! ایسا ہرگز نہ کرو ورنہ تمہیں میرے غضب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ. حقیری قیمت پر میری آیات کو فروخت نہ کرو اور میرے غضب سے بچو۔

﴿۴۲﴾ تورات میں جو حق موجود ہے اسے خود تراشیدہ باطل کے ساتھ خلط ملط کر کے حق کے روپ میں پیش نہ کرو اور نہ اللہ کے نبی کی ان صفات اور بشارات کو چھپاؤ جو تورات میں موجود ہیں۔

﴿۴۳﴾ اور اگر مال کی محبت اور جاہ ومرتبہ کی محبت کی وجہ سے تمہیں ایمان لانا دشوار معلوم ہوتا ہے تو ہم اس کا علاج بھی بتلائے دیتے ہیں، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، نماز خصوصاً جبکہ جماعت کے ساتھ ادا کی جائے گی اس سے

{۷۳} حضرت یعقوب عرف اسرائیل علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے والدہ کا نام سارہ علیہا السلام آپ ہی کی نسل اور اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے، بنی اسرائیل کا اصلی وطن شام تھا ان کے اندر کثرت سے انبیاء، صلحاء، صوفیاء اور بادشاہ پیدا ہوئے لیکن نزول قرآن کے زمانے میں مادی اور روحانی عزت سے محروم ہو چکے تھے اور ان کے بعض قبائل اپنے وطن سے نکل کر عراق، مصر اور یثرب میں آباد ہو چکے تھے۔ ''بنی اسرائیل'' ایک قومی اور نسلی اصطلاح ہے، مذہبی حیثیت سے یہ لوگ یہود تھے (تفسیر ماجدی ۱/۱۱۴)

{۷۴} فان وظیفتکم ان تکونوا اوّل من آمن به لما انکم تعرفون حقیقة الامر (روح المعانی ۱/۳۸۸)

حبِ جاہ کا مرض جاتا رہے گا اور اللہ کی رضا کے لیے مال خرچ کرنے سے حبِ مال کی بیماری ختم ہوجائے گی۔

﴿۴۴﴾ علماء یہود میں سے بعض ایسے تھے جو اپنے قرابت داروں کو دین اسلام قبول کرنے اور اس پر ثابت قدمی کی تلقین کرتے تھے لیکن خود خواہشات سے مغلوب ہونے اور غیر متوقع حالات کے پیش آنے کے اندیشہ سے ایمان قبول نہیں کرتے تھے ان سے کہا گیا کہ یہ کیسی حماقت اور نادانی ہے کہ تم دوسروں کو تو نیکی کا راستہ اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہو لیکن اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو...... جو چیز دوسروں کے لیے اچھی ہے وہ تمہارے لیے بُری کیسے ہوگئی؟ {۷۵}

﴿۴۵﴾ خواہشات پر غالب آنے اور مخالف حالات کا مقابلہ کرنے کا بہترین نسخہ نماز اور صبر ہے۔ صبر سے نہ صرف یہ کہ لذات اور خواہشات پر قابو پایا جاسکتا ہے بلکہ اس صفت کے پیدا ہونے کے بعد انسان کو انتہائی مشکل حالات میں بھی ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے اور حق وصداقت کا دامن اس کے ہاتھ سے نہیں چھوٹتا اور نماز کی وجہ سے انسان کا تعلق عالم بالا سے جڑ جاتا ہے اور اس کے اندر ایسی روحانی کیفیات اور احساسات پیدا ہوجاتے ہیں جو اسے ایک مضبوط شخصیت میں تبدیل کردیتے ہیں۔

صبر وصلوٰۃ کی وجہ سے صراط مستقیم پر استقامت بھی نصیب ہوتی ہے اور بے عملی کی زندگی سے بھی نجات ملتی ہے۔

نماز کا حقوق وآداب کی رعایت رکھتے ہوئے مداومت کے ساتھ ادا کرنا ایک مشکل کام محسوس ہوتا ہے لیکن جن لوگوں کے دلوں میں اللہ کا خوف ہوتا ہے اور وہ صحیح معنوں میں اللہ کے فرمانبردار ہوتے ہیں ان کے لیے نماز میں کلفت نہیں بلکہ راحت ہوتی ہے، انہیں نماز میں جو سکون ملتا ہے وہ کسی دوسری چیز میں نہیں ملتا۔

﴿۴۶﴾ دل میں یہ خوف وخشیت اور اطاعت کا جذبہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان کو اللہ کی طرف پلٹ جانے کا یقین ہو۔ اللہ کے حضور پیش ہونے کا یقین انسان کے افکار، جذبات، اعمال اور ترجیحات سب کچھ بدل کر رکھ دیتا ہے، اس یقین کے پیدا ہونے کے بعد اللہ کی رضا کے لیے وقت اور مال تو کیا جان قربان کرنا بھی آسان ہوجاتا ہے۔

﴿۴۷﴾ دوبارہ اولادِ یعقوب علیہ السلام سے خطاب کیا جارہا ہے کہ اپنا وہ وقت یاد کرو جب تم دنیا کی سب سے افضل اور بہتر قوم تھے، عقیدہ توحید کی دولت صرف تمہی کو حاصل تھی، کثرت سے انبیاء صرف تمہارے اندر بھیجے جارہے تھے، ظاہری اور مادی نعمتیں اور اقتدار بھی تمہی کو حاصل تھا۔ لیکن آج اپنی ہی بداعمالیوں اور حکم عدولیوں کی وجہ سے تم ذلت اور پستی کا شکار ہو، وقت کے نبی کی مخالفت کو تم نے اپنی زندگی کا مقصد بنا رکھا ہے۔

﴿۴۸﴾ اے ایک عظیم نبی کی اولاد! اس دن سے ڈرو جس دن حسب نسب، رشتہ ناتا، منصب عہدہ، روپیہ پیسہ اور قوت وطاقت کوئی چیز کام نہیں آئے گی۔

{۷۵} عن قتادة...... قال: کان بنواسرائیل یأمرون الناس بطاعة اللّٰه وبتقواه وبالبر ویخالفون (ابن کثیر ۱/۱۱۶)

حکمت وہدایت۔

۱۔ انعامات الٰہیہ کو یاد کرتے رہنا چاہیے اس سے شکر کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔(۴۰)

۲۔ ایفاءعہد واجب اور عہد شکنی حرام ہے...... خصوصاً جو عہد، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کیا جائے اسے بہر صورت پورا کرنا چاہیے۔(۴۰)

۳۔ جو شخص کسی گناہ یا ثواب کا سبب بنتا ہے اس کے نامہ اعمال میں دوسرے کرنے والوں کا گناہ یا ثواب لکھا جاتا ہے۔(۴۱)

۴۔ اللہ تعالیٰ کے احکام اور آیات کے بدلے میں اگر ساری دنیا کی دولت بھی دے دی جائے تو وہ ثمن قلیل ہی شمار ہوگی۔(۴۱)

۵۔ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کردینا یا اسے چھپالینا حرام ہے۔(۴۲)

۶۔ مسلمان کو جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئیے۔(۴۳)

۷۔ دوسروں کو نیکی کی تلقین کرنا اور خود اس پر عمل نہ کرنا بدترین خصلت ہے۔(۴۴)

۸۔ جب دین، نظریہ حیات کے بجائے کاروبارِ حیات بن جاتا ہے تو خطیبوں کی زبان پر جو کچھ ہوتا ہے وہ ان کی عملی زندگی میں نظر نہیں آتا۔(۴۴)

۹۔ گناہ قبیح چیز ہے لیکن صاحبِ علم سے گناہ کا صدور، اقبح (زیادہ بُرا) ہے۔(۴۴)

۱۰۔ مشکلات ومصائب میں صبر اور نماز سے مدد حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم اور نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔(۴۵)

۱۱۔ اللہ کے حضور پیشی کے یقین سے دل میں خشیت پیدا ہوتی ہے اور گناہوں سے بچنا اور نیک اعمال کا کرنا آسان ہوجاتا ہے۔(۴۶)

۱۲۔ کوئی بڑی سے بڑی شخصیت اللہ کے سامنے قہری شفاعت نہیں کرسکتی۔(۴۸)

مذکورہ بالا نو آیات سے صراحۃً اور اشارۃً یہود کی دس بداخلاقیاں ثابت ہوتی ہیں۔

۱۔ ناشکراپن۔ ۲۔ عہد شکنی۔ ۳۔ کفرومعصیت میں پیش پیش ہونا۔ ۴۔ مادی مفادات کے عوض اللہ تعالیٰ کے احکام اور آیات کو فروخت کردینا۔ ۵۔ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کردینا۔ ۶۔ جانتے بوجھتے حق کو چھپا جانا۔ ۷۔ دوسروں کو نیکی کی باتیں بتانا اور خود ان پر عمل نہ کرنا۔ ۸۔ مال کی شدید محبت میں گرفتار ہونا۔ ۹۔ حب جاہ کا حریص ہونا۔ ۱۰۔ قیامت کے دن اپنے لیے شفاعت قہری (جبری) وغیرہ کا عقیدہ رکھنا۔

قرآن پڑھنے والوں کے لیے اس میں عبرت کی بات یہ ہے کہ کہیں یہ بداخلاقیاں آج ہمارے اندر بھی تو موجود نہیں؟

یہود پر اللہ کے انعامات کی تفصیل

﴿۴۹.....۵۴﴾

وَإِذْ نَجَّيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي
اور یاد کرو اُس وقت کو جبکہ رہائی دی ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے جو کرتے تھے تم پر بڑا عذاب ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو اور اس

ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿۴۹﴾ وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنتُمْ
میں آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے بڑی اور جب پھاڑ دیا ہم نے تمہاری وجہ سے دریا کو پھر بچا دیا ہم نے تم کو اور ڈبا دیا فرعون کے لوگوں کو اور تم دیکھ رہے

تَنظُرُونَ ﴿۵۰﴾ وَإِذْ وَاعَدْنَا مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِن بَعْدِهِ وَأَنتُمْ ظَالِمُونَ ﴿۵۱﴾
تھے اور جب ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے چالیس رات کا پھر تم نے بنا لیا بچھڑا موسیٰ کے بعد اور تم ظالم تھے

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۵۲﴾ وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ
پھر معاف کیا ہم نے تم کو اس پر بھی تاکہ تم احسان مانو اور جب ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اور حق کو ناحق سے جدا کرنے والے احکام تاکہ تم

تَهْتَدُونَ ﴿۵۳﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُم بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَىٰ
سیدھی راہ پاؤ اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے اے قوم تم نے نقصان کیا اپنا یہ بچھڑا بنا کر سو اب توبہ کرو اپنے

بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۵۴﴾
پیدا کرنے والے کی طرف اور مار ڈالو اپنی اپنی جان یہ بہتر ہے تمہارے لئے تمہارے خالق کے نزدیک پھر متوجہ ہوا تم پر بیشک وہی ہے معاف کرنے والا نہایت مہربان ،

تسہیل ۔ وہ زمانہ یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعونیوں کے مظالم سے نجات دی وہ تمہارے عذاب اور دلآزاری کی فکر میں لگے رہتے تھے تمہارے لڑکوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس حالت میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارا ایک بڑا اور بھاری امتحان تھا O اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے تمہیں راستہ دینے کے لیے دریا کو شق کر دیا پھر ہم نے تمہیں ڈوبنے سے بچا لیا اور فرعونیوں کو تمہاری نظروں کے سامنے غرق کر دیا O وہ زمانہ بھی یاد کرو جب ہم نے تورات دینے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا لیکن تم نے ان کے چلے آنے کے بعد بچھڑے کو معبود بنا لیا اور تم نے ظلم پر کمر باندھ رکھی تھی O پھر بھی ہم نے توبہ کرنے کے بعد تمہیں معاف کر دیا شاید کہ تم شکرگذار بن جاؤ O تمہیں یہ بھی یاد ہوگا کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمہاری ہدایت کے لیے کتاب اور معجزے عطا فرمائے تھے O وہ زمانہ بھی یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم! تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنا زبردست نقصان کیا ہے تو اب اپنے خالق کی طرف متوجہ ہو جاؤ

اور ایک دوسرے کو قتل کر ڈالو، تمہارے خالق کے نزدیک تمہارے لئے یہی بہتر ہے پھر اللہ نے تمہاری توبہ قبول کر لی یقیناً وہ بہت معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے O

تفسیر

وہ دس نعمتیں جن کی طرف اجمالی اشارہ دوبارہ ہو چکا وہ بیان کی جا رہی ہیں، مذکورہ چھ آیات میں پانچ بڑی نعمتیں ذکر کی گئی ہیں۔

﴿۴۹﴾ اے اولادِ یعقوبؑ! اس ہولناک دور کو یاد کرو جب تمہیں فرعونیوں نے سالہا سال تک عذاب میں مبتلا رکھا جس کی ایک خاص صورت یہ تھی کہ وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کر دیتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے بات صرف اتنی تھی کہ فرعون نے خواب دیکھا تھا کہ بیت المقدس سے ایک خوفناک آگ نکلی ہے جو کہ مصر کے قبطیوں کے گھروں میں تو داخل ہوئی ہے لیکن بنی اسرائیل کے گھروں میں داخل نہیں ہوئی، بتلانے والوں نے اسے خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ بنی اسرائیل کے کسی شخص کے ہاتھوں تمہارا اقتدار ختم ہو جائے گا{۷۶} ظالم حکمرانوں کی نظر میں سب سے قیمتی چیز ان کا اقتدار ہوتا ہے، فرعون نے اس ایک مجہول شخص کے تعاقب میں بنی اسرائیل کی پوری قوم کا وجود داؤ پر لگا دیا اور ہزاروں معصوم بچوں کو اس کے کارندوں نے فنا کے گھاٹ اتار دیا یہ کام اگرچہ وہ فرعون کے حکم سے کرتے تھے لیکن ان (آلِ فرعون) کی طرف نسبت اس لئے کی گئی ہے کیونکہ قتل کا ارتکاب بہرحال انہی کے ہاتھوں ہوتا تھا اور ان کی طرف ذبح کی نسبت کر کے یہ بھی بتا دیا گیا کہ جو کوئی کسی بڑے کے کہنے پر ظلم کرے گا وہ بھی ماخوذ ہوگا۔{۷۷}

﴿۵۰﴾ ظلم کی یہ طویل شب اس وقت ختم ہوئی جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام انہیں اپنی قیادت میں آبائی وطن شام اور فلسطین کی طرف لے جانے کے لئے نکلے، رات کا وقت تھا، سفر کا آغاز فرعونیوں سے چھپ چھپا کر کیا گیا تھا، اسرائیلی راستہ بھول گئے اور سمندر کی جانب چل پڑے۔{۷۸}

اُدھر فرعون کو خبر ہوگئی وہ ایک بہت بڑا لشکر لیکر تیزی سے تعاقب کرتا ہوا سر پر آ پہنچا اب آگے سمندر تھا اور پیچھے فرعونی لشکر، کمزور ایمان والے گھبرا اُٹھے، انہیں آگے اور پیچھے دونوں جانب موت نظر آ رہی تھی، تب موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں معجزہ ظاہر ہوا انہوں نے سمندر پر لاٹھی ماری جس سے سمندر پھٹ گیا اور اس میں بارہ راستے بن گئے اور بنی اسرائیل کے بارہ قبائل سمندر پار کر گئے، انہیں دیکھ کر فرعون نے بھی اپنے لشکر سمیت سمندر میں گھوڑا ڈال دیا جب وہ

{۷۶} ابن کثیر ۱/۱۲۲
{۷۷} ویقتضی أن من امرہ ظالم بقتل أحد فقتله المامور فھو الماخوذ به (قرطبی ۱/۳۷۵)
{۷۸} تفسیر ماجدی ۱/۱۲۶



اس نقشہ مین آپ دیکھ رہے ہیں کہ بحر احمر (بحیرۂ قلزم) آگے چل کر دو مثلثوں کی شکل میں تقسیم ہو جاتا ہے جن میں سے مغربی مثلث کے آخری سرے پر اب نہر سوئز کھد گئی ہے۔ شام اور فلسطین جانے کے لئے بنی اسرائیل نے شمال کی طرف کچھ اور آگے بڑھ کر اپنے دائیں جانب مشرق کی طرف مڑنا تھا لیکن وہ پہلے ہی ادھر گھوم گئے اور بحر قلزم کے ساحل تک جا پہنچے جہاں حکم الٰہی سے کچھ دیر کیلئے سمندر خشک ہو گیا اور بنی اسرائیل نے مغربی مثلث کو عبور کرتے ہوئے صحرائے سینا میں قدم رکھا۔ اس وقت ان کے سابقہ وطن فلسطین پر عمالقہ نامی طاقتور قوم قابض ہو چکی تھی۔ انہیں حکم ہوا کہ ان سے جہاد کرو اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دے گا مگر انہوں نے بزدلی دکھائی جس کی پاداش میں وہ یہاں چالیس سال تک بھٹکتے رہے۔

سب بیچوں بیچ پہنچ گئے تو پانی کی دیواریں آپس میں مل گئیں اور ربوبیت کے دعوے کرنے والا متکبر اور اس کے حواری ان لوگوں کے سامنے بے بسی سے غرقاب ہو گئے جن کے ساتھ وہ زرخرید غلاموں جیسا سلوک کیا کرتے تھے۔

﴿۵۱﴾ وہ معاشرہ جو دستورِ زندگی سے محروم ہو وہ ایک حیوانی معاشرہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ایک اور احسان یہ کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چالیس راتوں کے لیے طور پر بلالیا تاکہ انہیں اپنی قوم کے لیے دستورِ زندگی عطا کیا جائے لیکن ان ظالموں نے اللہ کے نبی کی عدم موجودگی میں سونے کے زیورات سے بچھڑے کی ایک مورت بنا کر اس کی پرستش شروع کردی۔

﴿۵۲﴾ یہ ان کے ظلم اور سرکشی کی انتہا تھی کہ اللہ کے نبی ان کے لیے زندگی کا دستور لینے گئے ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے ہاتھوں بنائے ہوئے ایک مجسمے کی عبادت شروع کردی لیکن اس ظلم اور سرکشی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کردیا تاکہ وہ شکرگزار بندے بن کر توحید پر ایمان لے آئیں۔

﴿۵۳﴾ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن گزار لیے تو انہیں تورات کی شکل میں بنی اسرائیل کے لیے ایک بہترین دستورِ زندگی عطا کیا گیا جس نے حق و باطل کے درمیان فرق واضح کردیا، دوسری آسمانی کتابوں کی طرح تورات کے دیئے جانے کا بھی بڑا مقصد ہدایت ہی تھا۔

﴿۵۴﴾ اللہ تعالیٰ نے ایک اور احسان بنی اسرائیل پر یہ کیا کہ ان کے معاشرے کو مجرموں اور مشرکوں کے وجود سے پاک کردیا جس کے لیے صورت یہ اختیار کی گئی کہ انہیں حکم دیا گیا کہ جس جس نے شرک جیسے قبیح جرم کا ارتکاب کیا ہے اسے قتل کر ڈالو اور یہ کوئی وقتی حکم نہیں تھا بلکہ ان کی شریعت میں توبہ کا طریقہ یہی تھا کہ جو بے گناہ ہوتا وہ اس قسم کے گناہ گار کو قتل کردیتا تھا{۷۹} ظاہر ہے یہ ایک مشکل مرحلہ تھا، اپنے خونی رشتہ داروں کو خود اپنے ہاتھوں قتل کرنا کوئی آسان کام نہ تھا لیکن انہیں اس مرحلہ سے گذرنا ہی پڑا، اللہ تعالیٰ نے سیاہ بادل بھیج دیئے جن کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے، بہت دیر تک تلواریں چلتی رہیں اور گردنیں کٹتی رہیں، جب بادل چھٹا اور سورج ظاہر ہوا تو ستر ہزار افراد موت کے گھاٹ اتر چکے تھے، جو باقی بچے ان کی توبہ قبول کرلی گئی اور انہیں معاف کردیا گیا۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ نعمتوں کے تذکرہ سے شکر کی توفیق نصیب ہوتی ہے بلکہ شکر کا پہلا مرحلہ ہی یہ ہے کہ منعم کے احسانات کا قلب وزبان سے اعتراف کیا جائے۔(۴۹)

{۷۹} وكانت توبة بنى اسرائيل القتل (قرطبى ۱/۴۰۱)

۲۔ ابتلاؤں اور مصائب میں بھی بڑی حکمتیں پوشیدہ ہیں للہٰذا ان کی وجہ سے اللہ پر اعتراض کرنا مومن کی شان نہیں۔(۴۹)

۳۔ ظلم اور ظالم کا انجام بہرحال اچھا نہیں ہوتا، ظالم کی گرفت اور مظلوم کی نصرت یہ ربِّ کریم کی سنتِ قدیمہ ہے۔(۵۰)

۴۔ صبر راحتوں اور کامیابیوں کی چابی ہے بنی اسرائیل کو طویل زمانے تک صبر ضرور کرنا پڑا لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہیں ارض مقدس میں سکونت ملی، رزق کی فراوانی نصیب ہوئی، ان میں انبیاء مبعوث ہوئے اور دنیوی اقتدار بھی انہیں حاصل ہوا۔

۵۔ چِلّہ کشی، انسان کے تزکیہ وتربیت، قلبِ ماہیت اور رحمتِ باری تعالیٰ کو متوجہ کرنے میں مؤثر ثابت ہوتی ہے۔(۵۱)

۶۔ شرک ظلم ہے اس لئے کہ شرک پر بھی ''وضع الشی فی غیر محلہ'' کی تعریف صادق آتی ہے یعنی کسی چیز کو غیر مناسب مقام پر رکھنا۔(مشرک اپنی پیشانی جہاں رکھتا ہے وہ غیر مناسب جگہ ہوتی ہے)۔

۷۔ حصولِ معافی اور قبولِ توبہ پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔(۵۲)

۸۔ تمام آسمانی کتابوں کا مقصدِ نزول ہدایت ہے۔(۵۳)

۹۔ گناہ چھوٹا ہو یا بڑا، بہرصورت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔(۵۴)

۱۰۔ کسی مومن کا جان بوجھ کر غیر اللہ کی عبادت کرنا ارتداد ہے اور ارتداد کی سزا کل بھی قتل تھی آج بھی قتل ہے۔(۵۴)

۱۱۔ بعض سزاؤں میں خیر کا پہلو ہوتا ہے ایک مومن کی شان یہ ہے کہ اسی خیر کے پہلو پر نظر رکھے۔(۵۴)

۱۲۔ ان آیات میں بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی پانچ نعمتیں بیان ہوئی ہیں:

۱۔فرعون سے نجات۔۲۔سمندر کا شق ہونا۔۳۔اسرائیلیوں کی توبہ کا قبول ہونا۔۴۔تورات کا نازل کیا جانا۔

۵۔مجرموں کے وجود سے نجات۔

چند مزید انعامات

۵۵......۶۰

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّاعِقَةُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ﴿۵۵﴾
اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز یقین نہ کریں گے تیرا جب تک کہ نہ دیکھ لیں اللہ کو سامنے پھر آلیا تم کو بجلی نے اور تم دیکھ رہے تھے

ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ
پھر اٹھا کھڑا کیا ہم نے تم کو مر گئے پیچھے تاکہ تم احسان مانو اور سایہ کیا ہم نے تم پر ابر کا اور اتارا تم پر من

وَالسَّلْوَىٰ ۖ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ۖ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۵۷﴾ وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا
اور سلویٰ کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو دیں اور انہوں نے ہمارا کچھ نقصان نہ کیا بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے اور جب ہم نے کہا داخل

هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ
ہو اس شہر میں اور کھاتے پھرو اس میں جہاں چاہو فراغت سے اور داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور کہتے جاؤ بخشدے تو معاف کر دیں

خَطَايَاكُمْ ۚ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى
گے ہم تمہارے قصور اور زیادہ بھی دیں گے نیکی والوں کو پھر بدل ڈالا ظالموں نے بات کو خلاف اس کے جو کہہ دی گئی تھی ان سے پھر اتارا ہم نے ظالموں

الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۵۹﴾ وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب
پر عذاب آسمان سے ان کی عدول حکمی پر اور جب پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے تو ہم نے کہا مار اپنے

بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا
عصا کو پتھر پر سو بہ نکلے اس سے بارہ چشمے پہچان لیا ہر قوم نے اپنا گھاٹ کھاؤ اور پیو

مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿۶۰﴾
اللہ کی روزی اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے

تسہیل ۔ وہ وقت یاد کرو جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم صرف تمہارے کہنے سے اسے ہرگز اللہ کا کلام تسلیم نہیں کریں گے جب تک کہ ہم خود اللہ کو علانیہ نہ دیکھ لیں، اس گستاخی کی وجہ سے تمہیں بجلی کی کڑک نے آلیا اور تم بجلی کے آنے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے ○ پھر ہم نے موسیٰ کی دعا سے تمہیں مرنے کے بعد زندہ کر دیا کہ شاید تم شکر گزار بن جاؤ ○ اور ہم نے میدان تیہ میں تمہارے اوپر بادل کا سایہ کر دیا اور تمہارے کھانے کے لئے ترنجبین اور بٹیر پہنچا دیئے اور تمہیں اجازت دی کہ یہ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو دی ہیں کھاؤ، اس میں بھی انہوں نے ہمارے حکم کے خلاف کیا اور اس خلاف ورزی سے انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا بلکہ وہ اپنا ہی نقصان کرتے تھے ○ وہ وقت یاد کرو جب ہم نے کہا تھا کہ اس شہر میں داخل ہو جاؤ اور جہاں سے چاہو خوب کھاؤ پیو، اور ہم نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ اس

شہر کے دروازہ سے عاجزی سے جھک کر داخل ہونا اور زبان سے توبہ توبہ کہتے جانا ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور دل سے نیک کام کرنے والوں کو اور زیادہ دیں گے O مگر ان ظالموں نے اس کلمے کو بدل ڈالا جو انہیں بتایا گیا تھا اور اس کے برخلاف ایک دوسرا کلمہ کہنے لگے جس پر ہم نے ان ظالموں پر ایک آسمانی آفت نازل کی کیونکہ وہ حکم عدولی کرتے رہتے تھے O اور وہ وقت یاد کیجئے جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے پانی کی دعا مانگی اس پر ہم نے انہیں حکم دیا کہ اپنی لاٹھی فلاں پتھر پر ماریئے چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر شخص نے پانی پینے کا اپنا اپنا گھاٹ تلاش کر لیا ہم نے یہ نصیحت کی کہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے کھاؤ پیو لیکن زمین پر فتنہ و فساد پھیلاتے ہوئے مت پھرو O

تفسیر

دس بڑی نعمتوں میں سے پانچ اوپر بیان ہو چکیں ان آیات میں مزید پانچ نعمتیں ذکر کی جا رہی ہیں۔

﴿۵۵﴾ اے بنی اسرائیل! اپنے اسلاف کا یہ کارنامہ بھی تمہیں خوب یاد ہو گا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر افراد منتخب کیے {۸۰} اور انہیں اپنے ساتھ طور پر لے چلے کیونکہ قوم کا کہنا یہ تھا کہ اے موسیٰ! جب تک ہم براہِ راست اللہ کا کلام نہیں سن لیں گے اس وقت تک ہم تیری اور تیری لائی ہوئی کتاب کی تصدیق نہیں کریں گے اور بعض موٹے دماغ والوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ صرف اللہ کا کلام سننے سے کام نہیں چلے گا، رویت بھی ضروری ہے کیونکہ ہمیں کیا معلوم کہ آواز کس کی ہے۔

جب عالمِ غیب اور نبوت و رسالت پر ایمان کے بارے میں اسرائیلیوں کے ''منتخب خواص'' کا یہ حال تھا تو ''عوام'' کا حال خود بخود معلوم کیا جا سکتا ہے۔

ان کے گستاخانہ مطالبہ کی وجہ سے بجلی چمکی، بادل گرجے اور ان سب کو موت نے آ لیا۔

﴿۵۶﴾ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا اور سفارش کی، چنانچہ انہیں دوبارہ زندگی عطا کر دی گئی تا کہ وہ عالمِ غیب اور بعث بعد الموت پر ایمان لے آئیں، یہ ایمان لانا بھی شکر ہی کی ایک صورت ہے۔

﴿۵۷﴾ اے بنی اسرائیل! تمہیں اللہ کا یہ احسان بھی ضرور یاد ہو گا جب تمہارے آباء وادیِ تیہ (صحرائے سینا) میں بھٹک رہے تھے وہاں نہ تو سائے کا کوئی انتظام تھا اور نہ ہی سامانِ خورد و نوش کا، تو تمہیں ایک طرف بادلوں کا سایہ

{۸۰} هم السبعون الذين اختارهم موسى (قرطبی ۱/۴۰۳)

مہیا کردیا گیا جس نے تمہیں سورج کی تپش سے بچالیا، دوسری طرف میٹھے کے طور پر ترنجبین اور گوشت کے طور پر بٹیر کثرت سے روزانہ تمہیں ملنے لگے۔ تمہیں حکم یہ دیا گیا کہ کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اور ذخیرہ اندوزی نہ کرو لیکن تم نے اللہ کے کسی حکم پر بھی عمل نہ کیا چنانچہ تمہیں ان نعمتوں سے محروم کردیا گیا، اللہ کے حکم کی خلاف ورزی سے تمہارا اپنا نقصان ہوا، اللہ کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔{۸۱}

﴿۵۸﴾ اے بنی اسرائیل تمہیں یہ بھی یاد ہوگا کہ جب تم وادی تیہ سے نکلے اور تمہیں بیت المقدس میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا اور تمہیں نصیحت کردی گئی کہ شہرِ مقدس میں داخل ہوتے ہوئے عاجزی سے سر جھکا لینا اور اپنے گناہوں پر اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہوئے داخل ہونا۔

﴿۵۹﴾ لیکن چونکہ تمہاری فطرت میں سرکشی رچ بس چکی تھی اس لئے تم اس موقع پر بھی شرارت سے باز نہ آئے اور تم نے سر جھکانے کے بجائے گردن اکڑالی اور توبہ توبہ کے الفاظ کے بجائے استہزاء اور تمسخر کے الفاظ استعمال کرنے لگے{۸۲} چنانچہ تمہاری نافرمانیوں اور زیادتیوں کے سبب سے ہم نے تم پر ایسا آسمانی عذاب نازل کیا جس کے دفعیہ کی تمہارے اندر طاقت نہیں تھی۔

﴿۶۰﴾ اے بنی اسرائیل تمہیں یہ بھی یاد ہوگا کہ جس وقت تمہارے آباء جزیرہ نمائے سینا میں سفر کرتے کرتے ایسی جگہ جا پہنچے جہاں پانی کا نام ونشان نہیں تھا اور خود ان کے پاس جو پانی کا ذخیرہ تھا وہ بھی ختم ہو چکا تھا تو پیاس سے پریشان ہوگئے اس پریشانی میں ان پر ایسی جھنجلاہٹ طاری ہوئی کہ ایک دوسرے کو کاٹ کھانے کو دوڑتے تھے اور اپنے محترم قائد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے زبان چلانے سے بھی باز نہیں آتے تھے{۸۳} تب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا معجزہ دکھایا اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں مخصوص پتھر پر اپنا عصا ماریئے انہوں نے حکم کی تعمیل کی چنانچہ اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے ہر قبیلے کے لیے الگ چشمہ تھا۔

ان سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے خوب کھاؤ پیو لیکن اللہ کے احکام کو نہ چھوڑو کیونکہ اس کا نتیجہ فتنہ وفساد کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

{۸۱} فخالفوا و کفروا فظلموا انفسهم (ابن کثیر ۱/۱۳۲)

{۸۲} التحریر والتنویر ۱/۵۱۷

{۸۳} توریت میں ہے "تب سارے بنی اسرائیل کی جماعت نے اپنے سفروں میں خداوند کے فرمان کے مطابق سین کے بیابان سے کوچ کیا اور رفیدیم میں ڈیرا کیا، وہاں لوگوں کو پینے کو پانی نہیں تھا، سو لوگ موسیٰ سے جھگڑنے لگے، اور کہا کہ ہم کو پانی دے کہ پیویں......موسیٰ نے خداوند سے فریاد کر کے کہا کہ میں ان لوگوں سے کیا کروں، وہ سب تو مجھے ابھی سنگ سار کرنے کو تیار ہیں" (خروج-۱۷:۱-۴)

حکمت وہدایت۔

۱۔ یہود پر اللہ کی مزید پانچ نعمتیں یہاں بیان ہوئی ہیں ۔۱۔موت کے بعد زندگی ۔۲۔جزیرہ نمائے سینا میں بادل کا سایہ۔۳۔من وسلویٰ کا انتظام ۔۴۔بیت المقدس میں پُرامن داخلہ۔ ۵۔پتھر سے بارہ چشموں کا جاری ہونا۔(۵۵۔۶۰)

۲۔ ظالمانہ نظام کے تحت غلامانہ زندگی بسر کرنے والوں کی فطرت مسخ اور حواسِ فکریہ معطل ہو جاتے ہیں ،جس کی بناء پر وہ بلند حقائق ومعانی کے سمجھنے کے قابل نہیں رہتے...... بنی اسرائیل کی جانب سے رویتِ باری کا مطالبہ اسی ذہنی پستی کی وجہ سے تھا۔(۵۵)

۳۔ کسی قوم کے اخلاف میں تبدیلی نہ آئے تو اسلاف اور اخلاف کو ایک اکائی تصور کیا جاتا ہے۔(۵۵)

۴۔ دنیا میں بشر کے لئے رویتِ باری مشکل تو ہے مگر ناممکن نہیں لیکن آخرت میں اہلِ ایمان کو یہ سعادتِ عظمیٰ نصیب ہوگی۔(۵۵){۸۴}

۵۔ زندگی کی اصل غرض وغایت منعم حقیقی کا شکر ادا کرنا ہے۔(۵۶)

۶۔ ماکولات ومشروبات میں حلال اور پاکیزہ وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ حلال قرار دے اور حرام وہ ہے جسے اللہ حرام قرار دے۔(۵۷)

۷۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور آزمائشیں یاد دلا کر نصیحت کرنا مستحسن ہے۔(۵۸)

۸۔ مومن کی شان یہ ہے کہ انعامات الٰہیہ کی صورت میں اس کا سر تواضع سے جھک جائے اور وہ اپنی خطاؤں پر توبہ واستغفار کرے۔(۵۸)

۹۔ قول وعمل میں احسان اور اخلاص سے ثواب اور درجات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔(۵۸)

۱۰۔ بعض کلمات میں معانی کی طرح الفاظ بھی مقصود ہوتے ہیں ایسے کلمات میں لفظی تبدیلی بھی جائز نہیں مثلاً اذان اور نماز کے کلمات،لیکن جن کلمات میں اصل مقصود معنی ہو ان میں لفظی تبدیلی جائز ہے جیسا کہ روایت بالمعنی میں ہوتا ہے۔(۵۹){۸۵}

۱۱۔ نصوصِ شرعیہ میں ایسی تاویل جس سے شارع کی مراد کے برعکس ہو جائے،حرام ہے۔(۵۹)

{۸۴}وقد اختلف فی جواز رؤیة اللّٰہ تعالیٰ، فاکثر المبتدعة علی انکارها فی الدنیا والآخرة وأهل السنة والسلف علی جوازها فیهما ووقوعها فی الآخرة (قرطبی ۱/ ۴۰۳)

{۸۵} یحتج بها فیما ورد من التوقیف فی الاذکار والاقوال بانه غیر جائز تغییرها (جصّاص ۱/ ۳۳)

۱۲۔ اگر شارع کے تعلیم کردہ کلمات میں لفظی تبدیلی کرنے والا بدعتی اور غضب الٰہی کا مستحق ہے تو عملی تحریف اور بدعت کا ارتکاب کرنے والا بطریقہ اولیٰ مستحقِ غضب ہوگا۔(۵۹)

۱۳۔ ظلم وتکبر اور بدعت وفسق کے انجام بد سے ڈرتے رہنا چاہیے۔(۵۹)

۱۴۔ اسباب کو بالکل ہی بے کار نہیں سمجھنا چاہیے، خود باری تعالیٰ نے مسببات کا اسباب سے تعلق ہونا بیان فرمایا ہے۔(۶۰)......اللہ تعالیٰ اس پر قادر تھا کہ ضربِ عصا کے بغیر پتھر سے چشمے جاری فرما دیتا لیکن اس نے اسی تعلق کو ظاہر کرنے کے لیے عصا استعمال کرنے کا حکم دیا۔

۱۵۔ استسقاء یعنی اللہ تعالیٰ سے بارش اور پانی کی دُعا مانگنا اہلِ ایمان کی قدیمی سنّت ہے۔(۶۰) یہ دُعا اظہار عبودیت اور فقر و مسکنت کے ساتھ ہونی چاہیے۔

۱۶۔ بہتر یہی ہے کہ ہر قوم کا مشرب (چشمہ اور پانی کا انتظام) الگ الگ ہوتا کہ فتنہ وفساد اور جدل ونزاع پیدا نہ ہو۔(۶۰)

۱۷۔ معاصی کے باوجود نعمتوں کا جاری رہنا استدراج اور خطرناک ہے۔(۶۰)......جبکہ ظاہر پرست لوگ جان ومال کی کثرت کو مقبولیت کی علامت سمجھتے ہیں۔

۱۸۔ پیٹ بھرا ہوا ہو تو شرارت اور فساد کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے۔(۶۰) اسی لیے اکل وشرب کا حکم دینے کے ساتھ فساد کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

یہود کے چند جرائم اور سزائیں

......۶۱......

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ

اور جب کہا تم نے اے موسیٰ ہم ہرگز صبر نہ کریں گے ایک ہی طرح کے کھانے پر سو دعا مانگ ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے کہ نکال دے ہمارے واسطے جو اگتا ہے زمین سے ترکاری اور

قِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا

ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز کہا موسیٰ نے کیا لینا چاہتے ہو وہ چیز جو ادنیٰ ہے اس کے بدلے میں جو بہتر ہے اترو کسی

مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

شہر میں تو تم کو ملے جو مانگتے ہو اور ڈالی گئی اُن پر ذلت اور محتاجی اور پھرے اللہ کا غصہ لے کر یہ اس لئے ہوا کہ نہیں

كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾

مانتے تھے احکام خداوندی کو اور خون کرتے تھے پیغمبروں کا ناحق یہ اس لئے کہ نافرمان تھے اور حد پر نہ رہتے تھے

تسہیل ۔ وہ وقت یاد کرو جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم روز ایک ہی قسم کا کھانا نہیں کھا سکتے لہٰذا آپ اپنے پروردگار سے ہمارے لئے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے لئے ایسی چیزیں پیدا کرے جو زمین میں اُگا کرتی ہیں مثلاً ساگ، ککڑی، گیہوں اور پیاز...... آپ نے فرمایا کہ کیا تم ادنیٰ درجہ کی چیزوں کو ایسی چیز کے مقابلہ میں لینا چاہتے ہو جو اعلیٰ درجہ کی ہے، لیکن اگر تم اسی پر مصر ہو تو کسی شہر میں جا بسو، وہاں تمہیں وہ چیزیں مل جائیں گی جو تم مانگتے ہو، ایسی ہی گستاخیوں کی وجہ سے یہودیوں پر ذلّت اور محتاجی مسلط کردی گئی اور وہ غضبِ الٰہی کے مستحق ہوگئے، یہ ذلّت اور غضب اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ کی آیات سے انکار کرتے رہتے تھے اور انبیاء کو قتل کردیا کرتے تھے حالانکہ یہ قتل کرنا خود ان کے خیال میں بھی ناحق ہوتا تھا یہ سب اس لئے ہوا کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے تجاوز کرجاتے تھے ○

﴿تفسیر﴾

﴿۶۱﴾ اسرائیلیوں کو اس بے آباد صحراء میں لذیذ اور پاکیزہ کھانا مہیا کیا جارہا تھا، نہ کھیتی باڑی کی ضرورت تھی اور نہ ہی محنت مزدوری کرنی پڑتی تھی لیکن کفرانِ نعمت ان کی سرشت میں داخل تھا اس لئے انہوں نے ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صاف صاف کہہ دیا کہ روز روز ہم سے ایک ہی قسم کا کھانا نہیں کھایا جاتا{۸۶}، ہمیں تو وہی کھانے مہیا کیے جائیں جن کے ہم مصر میں عادی تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اولاً تو انہیں سمجھانے کی کوشش کی، ارے عقل سے کام لو، کچھ سوچو اور سمجھو، کیسی اعلیٰ غذا کو چھوڑ کر گھٹیا چیزیں مانگ رہے ہو، کہاں لہسن پیاز اور کہاں من وسلویٰ! لیکن جب وہ فہمائش کے باوجود بھی نہ سمجھے اور وہ سمجھتے بھی کیسے، ان کی تو عادت ہی یہ تھی کہ وہ اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کی طرف اور عزت کو چھوڑ کر ذلّت کی طرف لپکتے تھے۔

تو آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارا یہی اصرار ہے تو اس کے لئے لمبی چوڑی درخواست کی کیا ضرورت ہے یہ چیزیں تو تمہیں کسی بھی زراعتی شہر میں مل سکتی ہیں، کسی شہر میں سکونت اختیار کرلو تاکہ تمہیں مطلوبہ اشیاء مل سکیں۔

یہود کی مسلسل گستاخیوں، کفرانِ نعمت، آیاتِ الٰہیہ کے انکار واستہزاء اور قتلِ انبیاء کی وجہ سے ان پر دائمی ذلّت مسلط کردی گئی اور اس ذلّت ومحتاجی کا مشاہدہ ہر وہ شخص کرسکتا ہے جسے اللہ نے بصارت وبصیرت سے نوازا ہے، مال ودولت کی بہتات کے باوجود، خسّت ودنائت، حرص وبخل اور حبِّ مال سے وہ چھٹکارا نہیں پاسکتے جس چیز کو غناءِ نفس کہا جاتا ہے وہ ان میں دور دور تک دکھائی نہیں دیتی۔ اسلام اور انسانیت کے خلاف ان کی سازشیں، انسانی وقار سے گری ہوئی حرکتیں، پیٹھ

{۸۶} ووصفوا الطعام بالواحد مع انه نوعان لانهما طعام كل يوم والعرب تقول لمن ياكل كل يوم عدة ألوان لاتتغيرانه ياكل من طعام واحد (المنار)

پیچھے سے وار کرنے کی عادت اور اخلاقِ عالیہ سے دوری انہیں ذلیل اور مسکین ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔

مستقل سلطنت کے قیام اور ہر طرح کے اسلحہ کی فراوانی کے باوجود وہ جس طرح عالمی طاقتوں کے پروردہ درندے کا کردار ادا کر رہے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔

حکمت وہدایت

۱۔ خلافِ طبع پر صبر اور نعمت پر شکر نہ کرنے کا نتیجہ نعمت کے زوال اور محرومی کی صورت میں نکلتا ہے۔ (۶۱)

۲۔ جسے اعلیٰ نعمتوں سے نوازا گیا ہوا سے ادنیٰ کی خواہش ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ (۶۱)

اللہ نے کسی کو دین کی خدمت کے لیے قبول کیا ہو اور وہ دین کی لائن چھوڑ کر دنیا پرستی میں لگ جائے تو یہ قطعی غلط فیصلہ ہے، اس لیے کہ یہ بھی اعلیٰ کے بدلے ادنیٰ کو لینا ہے۔

۳۔ پاکیزہ اور لذیذ اشیاء کی خواہش اور استعمال جائز ہے۔ (۶۱)

۴۔ آیاتِ الٰہیہ کے کفر و استہزاء اور انبیاء اور اولیاء کی توہین اور دل آزاری سے غضبِ الٰہی نازل ہوتا ہے۔ (۶۱)

۵۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی گناہ کو بھی خفیف نہیں سمجھنا چاہیے، ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب بن جاتا ہے یہاں تک کہ کفر کا، چنانچہ یہاں بھی عصیان اور تجاوزِ حدود تھا جو ان لوگوں کو آیاتِ الٰہی کے کفر اور قتلِ انبیاء تک لایا۔

ایمان اور عملِ صالح کی جزا

......۶۲......

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ
بیشک جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابئین جو ایمان لایا (ان میں سے) اللہ پر اور روزِ قیامت پر اور کام کئے نیک
صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۶۲﴾
تو ان کے لئے ہے ان کا ثواب ان کے رب کے پاس اور نہیں ان پر کچھ خوف اور نہ وہ غمگین ہوں گے

ربط۔ ترہیب کے بعد ترغیب اور ڈانٹ کے بعد پیار قرآن کا ایک خاص اسلوب ہے، گذشتہ آیات میں یہود کے جرائم اور ان کی سزاؤں کا ذکر ہوا اور ابھی یہ سلسلہ چل رہا ہے، اس فردِ جرم کو پڑھ کر ممکن تھا یہودی نا امید ہو جاتے کہ ان حالات میں اگر ہم ایمان قبول کر بھی لیں تو شاید قبول نہ ہو تو ایسے لوگوں پر واضح کر دیا گیا کہ تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

تسہیل ۔ یہ یقینی بات ہے کہ مسلمان ہوں یا یہودی، عیسائی ہوں یا کہ صابی ان میں سے جو بھی اللہ کی ذات وصفات پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہو اور نیک عمل بھی کرے اس کا اجر اس کے پروردگار کے پاس محفوظ ہے نہ اسے کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی کوئی غم لاحق ہوگا O

﴿تفسیر﴾

﴿۶۲﴾ اسلام کا مدار کسی قوم اور نسل پر نہیں بلکہ اس کا مدار ایمان اور عمل صالح پر ہے کوئی بھی شخص جو اللہ کی ذات وصفات اور قیامت کے دن پر ایمان لے آئے اور اس کی عملی زندگی بھی شریعتِ الٰہیہ کے ماتحت ہو جائے اس کے لیے اللہ کی رحمت اور مغفرت کے دروازے کھولے جاتے ہیں خواہ وہ مسلمان ہو یا یہودی اور نصرانی ہو یا کہ صابی۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ اخروی نجات اور کامیابی کا مدار ایمان اور عمل صالح پر ہے۔(۶۲)

۲۔ اللہ کے ہاں حقائق کا اعتبار ہے، الفاظ کا اعتبار نہیں......منافق یا یہودی اور عیسائی اور صابی......لاکھ اپنے آپ کو دین کی طرف منسوب کرتے رہیں جب تک ایمانِ صحیح اور عملِ صالح نہیں ہوگا اس نسبت سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔(۶۲)

۳۔ ایمان قبول کرنے کے بعد سابقہ گناہوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے......اللہ کے ہاں فیصلے کسی کے ماضی کی بناء پر نہیں بلکہ حال کی بناء پر کیے جاتے ہیں بشرطیکہ وہ سچے دل سے تائب ہو جائے۔(۶۲)

یہود کے چند مزید جرائم

﴿۶۳......۶۶﴾

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾

اور جب لیا ہم نے تم سے قرار اور بلند کیا تمہارے اوپر کوہ طور کو کہ پکڑو جو کتاب ہم نے تم کو دی زور سے اور یاد رکھو جو کچھ اس میں ہے تاکہ تم ڈرو

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ

پھر تم پھر گئے اس کے بعد سو اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور اس کی مہربانی تو ضرور تم تباہ ہوتے اور تم خوب

عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿۶۵﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا

جان چکے ہو جنہوں نے کہ تم میں سے زیادتی کی تھی ہفتہ کے دن میں تو ہم نے کہا ان سے ہو جاؤ بندر ذلیل پھر کیا ہم نے اس واقعہ کو

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۶﴾

عبرت ان لوگوں کے لئے جو وہاں تھے اور جو پیچھے آنے والے تھے اور نصیحت ڈرنے والوں کے واسطے

ربط ۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ساتھ ساتھ یہود کے جرائم کا ذکر بھی چل رہا تھا ان آیات میں بھی ان کے بعض معاصی کا تذکرہ ہے۔

تسہیل ۔ وہ وقت یاد کرو جب ہم نے طور پہاڑ کو تمہارے اوپر اٹھا کر تم سے تورات پر عمل کرنے کا پختہ عہد لیا تھا ہم نے کہا تھا کہ اس کتاب کو مضبوطی سے تھام لو اور اس میں جو احکام ہیں انہیں یاد رکھو جس سے توقع ہے کہ تم پرہیزگار بن جاؤ گے O اس قول وقرار کے باوجود تم اپنے عہد سے پھر گئے، اگر تم لوگوں پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم ضرور ہلاک اور تباہ ہو جاتے O یقیناً تم ان لوگوں کا قصہ جانتے ہو جنہوں نے ہفتے کے دن کے بارے میں اللہ کے حکم کو توڑا، ہم نے ان کو کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ O یوں ہم نے انہیں عبرت بنا دیا ان کے معاصرین کے لیے بھی اور بعد میں آنے والوں کے لیے بھی اور اہلِ تقویٰ کے لیے اس واقعہ میں نصیحت ہے O

تفسیر

﴿۶۳﴾ اے اولادِ یعقوب! اس واقعے کو یاد کرو جب ہم نے تمہارے اسلاف کو تورات پر عمل کرنے کی تاکید کی تھی لیکن انہوں نے ہمارے حکم کو پسِ پشت ڈال دیا تو ہم نے کوہِ طور کو ان کے سروں پر معلق کر دیا اور ان سے پوچھا کیا تورات پر عمل کرتے ہو یا اس پہاڑ کو گرا کر تمہیں کچل دیا جائے انہوں نے پختہ وعدہ کیا کہ ہم ضرور اس پر عمل کریں گے۔

﴿۶۴﴾ اے اسرائیلیو! اپنی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہو کر تم نے پھر عہد شکنی کی، یہ محض اللہ کا فضل وکرم تھا کہ تمہیں اپنی اصلاح کی مزید مہلت دے دی گئی اور تمہارے جرائم کے مطابق فوراً سزا نہ دی گئی، اگر اس کا کرم نہ ہوتا تو تمہارا نام ونشاں تک مٹا دیا جاتا اور تمہیں دونوں جہاں کی سعادت سے محروم کر دیا جاتا۔

﴿۶۵﴾ اے بنی اسرائیل تم اپنے ان آباء کا قصہ بھی خوب جانتے ہو جن کی عبادت اور راحت کے لیے خود ان کی درخواست پر ہفتے کا دن مقرر کیا گیا اور اس دن کام کاج کرنا حرام قرار دیا گیا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ہفتے کے دن قریبی دریا میں خوب مچھلیاں آتی ہیں تو وہ صبر نہ کر سکے اور انہوں نے اللہ کے عہد وپیمان کو پس پشت ڈال دیا اور مچھلیوں کے پیچھے پڑ گئے۔ اپنی ان غیر ایمانی اور غیر انسانی حرکات کی وجہ سے وہ خود ہی حیوانی سطح پر آ گئے اور انہوں نے گویا کہ اپنے لیے انسانیت کے بجائے حیوانیت کے مقام کو منتخب کر لیا چنانچہ ہم نے ان سے کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ...... جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ مسخ صوری ہوا تھا یعنی ان کی شکلیں بندروں جیسی بنا دی گئی تھیں لیکن بعض علماء

مسخ معنوی کے بھی قائل ہیں یعنی ان کے اخلاق اور عادات بندروں جیسے کر دیے گئے تھے {۸۷}

﴿۶۶﴾ اسرائیلیوں کے اس عبرتناک انجام میں ہر اس شخص کے لیے نصیحت کا سامان ہے جس کے دل میں خوفِ خدا ہو۔ لیکن جس کا دل خوفِ خدا سے خالی ہو اسے بڑے سے بڑے حادثہ سے بھی کوئی سبق حاصل نہیں ہوتا۔

جو لوگ اللہ کی کتاب میں نہ تو تدبر کرتے ہیں اور نہ ہی عمل کرتے ہیں ان کا انجام یہی ہوتا ہے۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ عہد و میثاق کا ایفاء واجب ہے خصوصاً وہ عہد جو اللہ اور اس کے رسول سے کیا جائے۔ (۶۳)

۲۔ مسلمان پر لازم ہے کہ ہر وقت شریعت کے احکام اسے مستحضر رہیں اور وہ کبھی بھی اس کے ذہن سے اوجھل نہ ہوں۔ (۶۳)

۳۔ کمالِ تقویٰ اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب احکامِ شرع پر پورے عزم اور جزم کے ساتھ عمل کیا جائے۔ (۶۴)

۴۔ دینی معاملات میں کوئی ایسا حیلہ جس سے اصل حکمِ شرعی باطل ہو جائے، حرام ہے۔ (۶۵)

۵۔ دنیوی عذاب میں دو حکمتیں ہیں نافرمانوں کے لیے عبرت اور فرمانبرداروں اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت۔ (۶۶)

ذبحِ بقرہ کا واقعہ

﴿۶۷......۷۳﴾

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ قَالَ اَعُوْذُ
اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے اللہ فرماتا ہے تم کو ذبح کرو ایک گائے وہ بولے کیا تو ہم سے ہنسی کرتا ہے کہا پناہ خدا کی
بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِىَ ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا
کہ ہوں میں جاہلوں میں بولے کہ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتادے ہم کو کہ وہ گائے کیسی ہے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ
فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا
بوڑھی اور نہ بن بیاہی درمیان میں ہے بڑھاپے اور جوانی کے اب کر ڈالو جو تم کو حکم ملا ہے بولے کہ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتادے ہم کو کیسا ہے
لَوْنُهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاۗءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا
اُس کا رنگ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے زرد خوب گہری ہے اس کی زردی خوش آتی ہے دیکھنے والوں کو، بولے دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتادے ہم کو کس

{۸۷} روی عن مجاهد فی تفسیر هذه الآية انه انما مسخت قلوبهم وردّت افهامهم کافهام القردة ولم يقله غيره من المفسرين فيما اعلم والله أعلم (قرطبی ۱/۴۴۳)

هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَإِنَّآ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝٧٠ قَالَ إِنَّهٗ يَقُوْلُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ
قسم ہیں ہے وہ کیونکہ اس گائے میں شبہ پڑا ہے ہم کو، اور ہم اگر اللہ نے چاہا تو ضرور راہ پالیں گے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے محنت کرنے والی نہیں

تُثِيْرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا
کہ جوتتی ہو زمین کو یا پانی دیتی ہو کھیتی کو بے عیب ہے کوئی داغ اس میں نہیں بولے اب لایا تو ٹھیک بات پھر اس کو ذبح کیا اور وہ لگتے نہ تھے

يَفْعَلُوْنَ ۝٧١ وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝٧٢ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ
کہ ایسا کرلیں گے اور جب مار ڈالا تھا تم نے ایک شخص کو پھر لگے ایک دوسرے پر دھرنے اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم چھپاتے تھے پھر ہم نے کہا مارو اس مردہ پر اس

بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝٧٣
گائے کا ایک ٹکڑا اسی طرح زندہ کرے گا اللہ مُردوں کو اور دکھاتا ہے تم کو اپنی قدرت کے نمونے تاکہ تم غور کرو

ربط ۔ ماقبل سے مناسبت بالکل واضح ہے، یہود کے جرائم بیان کیے جا رہے ہیں، عہد شکنی، یوم السبت کی حرمت کی پامالی، انبیاء کا قتل، احکامِ الٰہیہ کی تعمیل سے گریز اور ٹال مٹول......اس کی ایک مثال ذبحِ بقرہ کا واقعہ بھی ہے جو ان آیات میں بیان ہوا ہے۔

تسہیل ۔ وہ واقعہ یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ قاتل کی نشاندہی کے لیے تم ایک گائے ذبح کرو وہ کہنے لگے کیا آپ ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہو، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں جیسا کام کروں ○ وہ لوگ کہنے لگے کہ اچھا آپ اپنے رب سے درخواست کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بتائے کہ وہ گائے کیسی ہو، موسیٰ علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو کہ نہ بوڑھی ہو نہ بالکل کم عمر بلکہ درمیانی عمر کی ہو تو اب حجت بازی نہ کرو بلکہ تمہیں جو کچھ حکم ملا ہے اس کی تعمیل کر ڈالو ○ وہ کہنے لگے کہ اپنے رب سے یہ بھی پوچھ کر بتائیے کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہو، موسیٰ علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے زرد رنگ کی ہو جس کا رنگ ایسا تیز ہو کہ دیکھنے والے خوش ہو جائیں ○ پھر کہنے لگے کہ ایک اور سوال اپنے رب سے کیجئے کہ وہ واضح طور پر بتادے کہ اس گائے کے کیا اوصاف ہوں کیونکہ اس گائے کے بارے میں تھوڑا سا اشتباہ رہ گیا ہے اور انشاء اللہ اس دفعہ ہم ٹھیک ٹھیک سمجھ جائیں گے ○ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے ایسی ہو کہ اس سے نہ تو زمین میں ہل چلانے کی اور نہ ہی کھیتی کو سیراب کرنے کی خدمت لی گئی ہو بالکل بے عیب ہو اس میں کوئی داغ دھبہ نہ ہو، کہنے لگے ہاں اب آپ نے پوری اور واضح بات فرمائی ہے، پھر انہوں نے اس قسم کے اوصاف والی گائے تلاش کی اور اسے ذبح کر دیا حالانکہ بظاہر وہ ایسا کرتے ہوئے معلوم نہیں ہوتے تھے ○ تمہیں یاد ہوگا جب تم میں سے کسی نے ایک آدمی کو قتل کر دیا پھر اپنی براءت کے لیے یہ قتل ایک دوسرے پر ڈالنے لگے اور اللہ تعالیٰ کو اس امر کا ظاہر

کرنا منظور تھا جسے تم چھپانا چاہتے تھےO اس لئے ہم نے ذبح بقرہ کے بعد حکم دیا کہ اس مقتول کی لاش پر اس گائے کا کوئی سا ٹکڑا مارو، چنانچہ مارنے سے وہ زندہ ہو گیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھوO

﴿تفسیر﴾

﴿۶۷﴾ اصل میں بنی اسرائیل میں ایک مالدار شخص تھا جو اولاد سے محروم تھا، اسے اس کے بھتیجے نے قتل کر دیا اور رات کی تاریکی میں نعش اٹھا کر کسی دوسرے کے دروازے پر ڈال دی اور اس پر دعویٰ قتل کر دیا{۸۸} قریب تھا کہ مدعی اور مدعی علیہ کا خاندان ایک دوسرے پر ہتھیار اٹھا لیتے کہ ان میں سے چند عقلمند لوگوں نے مشورہ دیا کہ آپس میں قتل وقتال کے بجائے اللہ کے رسول موسیٰ علیہ السلام سے اس مسئلہ کا حل کیوں نہیں معلوم کر لیتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے انہوں نے ساری صورت رکھی تو انہوں نے اللہ کے حکم سے گائے ذبح کرنے کا حکم دیا، یہ حکم بالکل واضح تھا لیکن وہ لوگ جنہیں نہ تو پوری طرح ایمان بالغیب حاصل تھا اور نہ ہی ان کے دلوں میں اللہ کے نبی کی قدر ومنزلت تھی اور جو احکام الٰہیہ پر عمل کرنے میں تاویل وتحریف کا راستہ بلا جھجک اختیار کر لیتے تھے وہ اس موقع پر حجت بازی سے باز نہ آئے۔

اولاً تو انہیں اس پر ہی بڑا تعجب ہوا کہ قاتل کی تعیین کے لیے انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے، یہ تعجب اس لئے بھی تھا کیونکہ ان کی نظروں میں گائے ایک قابل تعظیم ہستی تھی۔

ایک سچے مومن کی طرح اللہ کے نبی کی بات تسلیم کرنے کے بجائے انہوں نے انتہائی گستاخی سے موسیٰ علیہ السلام سے کہا ''کیا تم ہم سے مذاق کر رہے ہو'' اللہ کے نبی نے اپنی شان کے مطابق گستاخی کا جواب تحمل اور وقار سے دیا اور فرمایا:

﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾

''میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں جیسا کام کروں''

اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ میں غیر سنجیدہ ہونا اور مذاق کرنا یہ تو جاہلوں کا کام ہے، کیا تم سمجھتے ہو کہ نبوت جیسے عظیم اور پر وقار منصب پر فائز ہونے کے بعد میں جاہلوں جیسی باتیں کروں گا۔

﴿۶۸﴾ اسرئیلیوں کو مطلقاً گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا، وہ کوئی سی بھی گائے ذبح کر دیتے اللہ کے حکم کی

{۸۸} ابن کثیر ۱/۱۵٤

تعمیل ہوجاتی لیکن ان کی حیلہ ساز، حجت باز اور تاویل پسند طبیعت اس موقع پر بھی خاموش نہ رہ سکی انہوں نے پہلے تو گائے کی عمر کے بارے میں سوال کیا اور سوال کا انداز بھی ایسا کہ گویا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مذاق کررہے ہیں، کہتے ہیں "اے موسیٰ!" "اپنے رب" سے درخواست کرو' حالانکہ جو موسیٰ علیہ السلام کا رب تھا وہ ان کا بھی تو رب تھا مگر انہیں "ربنا" (ہمارا رب) کہنے کی توفیق نہ ہوئی بلکہ انہوں نے "ربك" (تیرا رب) کہنا پسند کیا۔

﴿۶۹﴾ طنز، استہزاء اور تاویل وانکار جوان کا قومی مزاج بن چکا تھا وہ کسی سنجیدہ سے سنجیدہ مقام پر بھی نچلا نہیں بیٹھ سکتا تھا...... انہیں گائے کی عمر بتادی گئی تو انہیں ایک اور سوال سوجھا، کہتے ہیں اے موسیٰ! ہمیں گائے کی عمر تو معلوم ہوگئی ذرا اپنے رب سے پوچھ کر یہ بتاؤ کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہونا چاہیے۔

ظاہر ہے اس سوال کی کوئی ضرورت نہ تھی وہ کسی بھی رنگ کی گائے ذبح کردیتے وہ کافی ہوجاتی لیکن وہ اپنے لیے سہولت کا دائرہ خود تنگ کرتے جارہے تھے، انہیں گائے کا رنگ بھی بتادیا گیا کہ خوب شوخ زرد رنگ کی گائے ہو اور اس کی جسمانی نشوونما اور صحت ایسی ہو کہ دیکھنے سے طبیعت خوش ہوجائے۔

﴿۷۰﴾ عمر اور رنگ کی وضاحت کے بعد کوئی اشکال اور اشتباہ باقی نہیں رہ جانا چاہیے تھا لیکن بنی اسرائیل نے گائے کے معاملے کو ایسا معمہ بنالیا جو کسی طور پر حل ہونے ہی میں نہیں آرہا تھا۔

گائے کے بارے میں ساری تفصیلات سامنے آنے کے بعد وہ پھر سے سوال کرتے ہیں کہ ہم ابھی تک نہیں سمجھ سکے کہ کس قسم کی گائے مطلوب ہے، ہم سخت اشتباہ کا شکار ہورہے ہیں اے موسیٰ! "اپنے رب" سے درخواست کیجیے کہ وہ ہمیں صاف صاف بتائے کہ اس گائے میں اور کیا کیا صفات ہونی چاہئیں۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ تمام تر بے حسی کے باوجود اسرائیلیوں کو بھی اس موقع پر احساس ہوا کہ ہم بہت سوالات کرچکے اس لئے انہوں نے اس تیسرے سوال کے آخر میں یوں کہہ دیا:

﴿وَإِنَّآ إِن شَآءَ ٱللَّهُ لَمُهۡتَدُونَ﴾

"انشاء اللہ اس بار ہم ٹھیک سمجھ جائیں گے۔"

﴿۷۱﴾ آخری سوال کے جواب میں ان کے لیے وسعت کا دائرہ مزید محدود ہوگیا، عمر اور رنگ کی قید تو لگ ہی چکی تھی اب چند قیود مزید بڑھادی گئیں یعنی وہ ایسی گائے ہو کہ اس سے کبھی بھی کوئی خدمت نہ لی گئی ہو، نہ ہل جوتنے کے کام آئی ہو اور نہ ہی اس کے ذریعے کنویں سے پانی کھینچا گیا ہو ہر قسم کے عیب سے پاک ہو اور اس میں کوئی داغ دھبہ بھی نہ ہو۔

اب اسرائیلیوں نے اطمینان کا اظہار کیا اور انہوں نے کہا ﴿الـئـن جئت بالحق ﴾ (اب آپ نے پوری اور صاف بات فرمائی ہے) گویا اس سے پہلے جو جواب آپ نے دیئے وہ ادھورے بھی تھے اور غیر واضح بھی۔ ان اوصاف کی حامل گائے کی تلاش شروع ہوئی تو وہ ایک یتیم بچے کے پاس ملی اور اس نے جو قیمت طلب کی وہ یہ تھی کہ اسے ذبح کرنے کے بعد خود اسی کے چمڑے میں سونا بھر کر مجھے دینا ہوگا، چار و نا چار اسرائیلیوں نے اس سودے کو منظور کرلیا اور ان کے لیت ولعل کو دیکھتے ہوئے ذبح بقرہ کا جو کام بظاہر ناممکن دکھائی دیتا تھا وہ بالآخر ہو ہی گیا۔

چونکہ قرآن نے یہود کے جرائم اور اخلاقی کمزوریوں کی نشاندہی کرنی ہے اس لئے اس واقعے کی ترتیب کو قرآن نے الٹ دیا ہے، ان کی حجت بازی کا ذکر پہلے کیا ہے اور واقعہ قتل کے بعد ایک دوسرے پر الزام تراشی کا ذکر بعد میں کیا ہے، اگر واقعاتی ترتیب کو ملحوظ رکھا جاتا تو ان کی یہ بہانہ بازی اور لیت ولعل، واقعہ قتل ہی کا ایک حصہ بن جاتی اور نمایاں ہو کر سامنے نہ آپاتی جبکہ قرآن کو صرف واقعات ہی بیان نہیں کرنے بلکہ ان میں چھپے ہوئے اسباق کی طرف بھی مسلمانوں کو متوجہ کرنا ہے۔

بہر حال بنی اسرائیل کی بہانہ بازی اور چرب زبانی کو ذکر کرنے کے بعد قرآن بتاتا ہے کہ ذبحِ بقرہ کا حکم کیوں دیا گیا تھا...... فرمایا:

﴿۷۳﴾ اے اسرائیلیو! تمہیں وہ تاریخی واقعہ ضرور یاد ہوگا جب ایک شخص کے قتل ناحق کے بعد تم ایک دوسرے پر الزام دھرنے لگے تھے لیکن اللہ نے ارادہ فرمالیا تھا کہ قاتل کی نشاندہی کی جائے اور اسے سب کے سامنے لایا جائے چنانچہ ہم نے حکم دیا کہ اس ذبح شدہ گائے کے جسم کا کوئی سا بھی حصہ اس مقتول کے جسم پر مارو چنانچہ جب ایسا کیا گیا تو وہ مقتول زندہ ہو گیا اور اس نے اپنے قاتل کی نشاندہی کر دی...... یہ بھی سن لو کہ جس اللہ نے اس مقتول کو زندہ کیا وہ دوسرے مردوں کو بھی زندہ کرنے پر قادر ہے، اگر اس کی قدرت کے اس معجزہ کو دیکھ کر بھی تمہیں حیات بعد الموت کا یقین نہیں آیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم عقل وخرد سے بالکل ہی خالی ہو چکے ہو۔

حکمت وہدایت

۱۔ ان آیات کے مطالعہ سے یہودیوں کے جو بُرے اخلاق سامنے آتے ہیں ان سے احتراز کرنا مسلمان پر لازم ہے یعنی چرب زبانی، بے باکی، گستاخی، حیلہ سازی اور استہزاء۔

۲۔ اللہ اور رسول کے حکم کی حکمت اگر سمجھ میں نہ بھی آئے تو بھی اسے تسلیم کرنا واجب ہے۔

۳۔ جاہلانہ باتیں سُن کر تعوذ پڑھنا چاہیئے۔ (۶۷)

۴۔ دین میں تشدد کرنا، بلاضرورت سوال کرنا اور باریکیاں نکالنا مکروہ ہے۔(۶۸۔۷۱) اللہ کے نبی نے اسے بڑا جرم قرار دیا ہے۔{۸۹}

نبی کریم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ اگر کسی مسئلہ کے دو پہلو ہوتے تو آپ ان میں سے آسان پہلو پر عمل فرماتے۔

۵۔ انشاءاللہ کہنے سے عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔(۷۰)

۶۔ ایسے کلمات سے احتراز کرنا چاہیے جن سے اللہ کے نبی کی توہین کا پہلو نکلتا ہو(۷۱) یہودیوں کے ﴿الئن جئت بالحق﴾ کہنے سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف اسی بار واضح بات کہی ہے۔

۷۔ ان آیات سے نبی کریم ﷺ کی نبوت کی صداقت بھی ثابت ہوتی ہے کہ آپ ایسی باتوں کی خبر دے رہے ہیں جو صدیوں پہلے وقوع پذیر ہوئی تھیں۔

۸۔ حیات بعد الممات کا عقیدہ برحق ہے۔(۷۳)

یہود کی قساوتِ قلبی

۷۴......

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ

پھر تمہارے دل سخت ہو گئے اس کے بعد سو وہ ہو گئے جیسے پتھر یا اُن سے بھی سخت اور پتھروں میں تو ایسے بھی ہیں جن سے جاری ہوتی ہیں نہریں

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور ان میں ایسے بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور نکلتا ہے ان سے پانی اور ان میں ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے

تسہیل۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ان عبرت آموز واقعات کے بعد تمہارے دل نرم ہو جاتے) لیکن تمہارے دل پھر بھی سخت رہے، پتھروں کی طرح سخت، بلکہ پتھروں سے بھی زیادہ سخت، پتھروں میں بعض ایسے ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ شق ہوتے ہیں تو ان سے تھوڑا سا پانی نکل آتا ہے اور بعض پتھر ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے نیچے گر پڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں O

{۸۹} اعظم الناس جرما من سال شیالم یحرم فحرم لاجل مسالته صحیح بخاری ۷۲۸۹ صحیح مسلم ۲۳۵۸

﴿تفسیر﴾

﴿۷۴﴾ روئے سخن یہود کی طرف ہے جو اپنی آنکھوں سے سمندر میں راستے، پتھر سے چشمے، طور کے اٹھائے جانے، نافرمان انسانوں کے بندر اور خنزیر بننے اور مقتول کے زندہ کیے جانے کو دیکھ چکے تھے اور چاہیئے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی اتنی نشانیاں دیکھنے کے بعد ان کے دل نرم پڑ جاتے، ان کی آنکھیں بہہ پڑتیں، ان کے سر بارگاہ الٰہی میں جھک جاتے اور ان کے علم و عمل سے دوسرے لوگ بھی فائدہ اٹھاتے لیکن وائے افسوس کہ ان میں سے کوئی ایک منظر بھی دیکھنے کو نہ مِلا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے دل پتھروں جیسے ہوگئے بلکہ پتھروں سے بھی سخت، کیونکہ پتھر تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک قسم کے پتھر ایسے ہوتے ہیں جن سے چشمے پھوٹتے ہیں اور ان سے دور دراز کے لوگ سیراب ہوتے ہیں، دوسری قسم کے پتھر وہ ہیں جن سے تھوڑا سا پانی نکلتا ہے اور قرب و جوار کے باشندے اس سے مستفید ہوجاتے ہیں اور تیسری قسم کے پتھر وہ ہیں جو خوفِ خدا سے لرز کر نیچے گر پڑتے ہیں......اس تشبیہ نے یہود کے سامنے ان کے جمود، قساوت اور بے عملی کو بالکل واضح کر کے رکھ دیا وہ خوب جانتے تھے کہ ہمارا شمار ان تینوں قسموں میں سے کسی میں بھی نہیں ہوتا، نہ مخلوقِ خدا کو ہم سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے اور نہ ہی ہماری ذاتی زندگی میں تورات کے احکام اور ہدایات کی کوئی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

بنی اسرائیل وہ منظر دیکھ چکے تھے جب ایک پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے تھے اور دوسرا پتھر تجلیِ الٰہی سے ریزہ ریزہ ہوگیا تھا اس لیے یہ تشبیہ وہ فوراً سمجھ گئے۔

چونکہ قساوتِ قلبی کی وجہ سے ان پر کوئی نصیحت، کوئی تشبیہ اور کوئی آیت اثر نہیں کرتی تھی اس لئے آخر میں وعید کے سے انداز میں کہہ دیا گیا۔

﴿وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ اللہ تمہاری کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے۔

حکمت و ہدایت۔

۱۔ کائناتِ انسانی میں سب سے زیادہ سخت دلی یہود میں پائی جاتی ہے۔ (۷۴)

۲۔ قساوتِ قلبی بھی اللہ کے غضب اور عذاب کی ایک صورت ہے۔ (۷۴)

۳۔ صاحبِ علم کا اصل مقام تو یہ ہے کہ اس کا فیضانِ علم دُور دُور تک پہنچے ورنہ قرب و جوار والے تو ضرور ہی اس سے مستفید ہوں، تیسرا اور آخری درجہ یہ ہے کہ کم از کم وہ خود تو اس پر عمل کرے۔ (۷۴)

۴۔ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بھی بے فائدہ پیدا نہیں کی۔ ہر چیز میں کوئی نہ کوئی فائدہ اور حکمت ہے یہاں تک کہ جمادات کا وجود بھی حکمت اور فائدہ سے خالی نہیں۔ (۷۴)

ایمانِ یہود سے نا اُمیدی

﴿۷۵......۷۸﴾

أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا

اب کیا تم اے مسلمانو توقع رکھتے ہو کہ وہ مانیں تمہاری بات اور ان میں ایک فرقہ تھا کہ سنتا تھا اللہ کا کلام پھر بدل ڈالتے تھے اس کو جان بوجھ کر

عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٥﴾ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا

اور وہ جانتے تھے اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے کہتے ہیں ہم مسلمان ہوئے اور جب تنہا ہوتے ہیں ایک دوسرے کے پاس تو کہتے ہیں

أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُم بِهِ عِندَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٧٦﴾ أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ

تم کیوں کہہ دیتے ہو ان سے جو ظاہر کیا ہے اللہ نے تم پر تاکہ جھٹلائیں تم کو اس سے تمہارے رب کے آگے کیا تم نہیں سمجھتے کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ اللہ کو معلوم

يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٧﴾ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٧٨﴾

ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اور بعض ان میں بے پڑھے ہیں کہ خبر نہیں رکھتے کتاب کی سوائے جھوٹی آرزوؤں کے اور ان کے پاس کچھ نہیں مگر خیالات

تسہیل ۔اے مسلمانو! کیا یہودیوں کے یہ سارے حالات سُن کر بھی تم یہ توقع رکھتے ہو کہ وہ تمہارے کہنے سُننے سے ایمان لے آئیں گے، حالانکہ دیگر جرائم کے علاوہ وہ اللہ کا کلام سُنتے ہیں اور اُسے اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر اس میں تحریف کر ڈالتے ہیں ○ جب منافق یہودی ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب تنہائی میں یہ منافق لوگ دوسرے یہودیوں سے ملتے ہیں تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم یہ کیا غضب کرتے ہو کہ مسلمانوں کو وہ باتیں بتا دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ مسلمان اللہ کے سامنے ان باتوں کو تمہارے خلاف حجت کے طور پر پیش کریں گے کیا تم اتنی موٹی سی بات بھی نہیں سمجھتے ○ کیا ان کو اس کا علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو سب باتوں کی خبر ہے ان کی بھی جن کو وہ چھپاتے ہیں اور ان کی بھی جنہیں وہ ظاہر کرتے ہیں ○ ان یہودیوں میں بہت سے لوگ ان پڑھ ہیں جو کتاب کا علم تو نہیں رکھتے لیکن بے سند باتوں کے سہارے جی رہے ہیں اور بے بنیاد خیالات کی پیروی کر رہے ہیں ○

﴿تفسیر﴾

﴿۷۵﴾ اُوپر گزر چکا کہ یہود کے دل پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو چکے تھے اور ان پر کوئی چیز بھی اثر نہیں کرتی تھی لیکن ان کی قساوت قلبی کے باوجود نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ انہیں ایمان کی دعوت دیتے تھے اور ان کے ایمان لے آنے کی آرزو اور حرص اپنے دل میں رکھتے تھے اس پر مسلمانوں کو سمجھایا گیا کہ ان کے ایمان قبول کرنے کی اُمید

مت رکھو اس لئے کہ ان میں سے ایک جماعت کی بے باکی اور جرات کی انتہا یہ ہے کہ وہ اللہ کے کلام کو سُنتے ہیں، اسے سمجھ بھی لیتے ہیں پھر دانستہ اسے کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں، جو شخص نفسانی خواہشات اور ذلیل اغراض کے پیچھے لگ کر کلام اللہ تک میں تحریف سے باز نہیں آتا اس سے ایمان کی توقع کیسے رکھی جاسکتی ہے۔

﴿۷۶﴾ ان کے عدمِ ایمان کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مکروفریب اور منافقت جیسے بُرے اخلاق ان کی فطرت بن چکے ہیں، جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں بلکہ اس دعوے کے ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں کو یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ تورات میں محمد (ﷺ) کے بارے میں بشارتیں موجود ہیں{۹۰} اور یہ کہ ہم سے عہد لیا گیا تھا کہ تم آخری نبی پر ایمان لاؤ گے اور اس کی نصرت کرو گے لیکن جب یہ منافق ٹولہ خلوت میں اپنے ساتھیوں سے ملتا ہے تو وہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں کہ احمقو! تمہاری عقل کو کیا ہوگیا ہے کہ مسلمانوں کو وہ راز کی باتیں بتا دیتے ہو جو اللہ نے صرف تم پر منکشف کی ہیں، تم کیوں نہیں سمجھتے کہ کل قیامت کے دن اللہ کے سامنے مسلمان ان باتوں کو تمہارے خلاف حجت کے طور پیش کریں گے کہ اے اللہ یہ یہودی تیرے نبی کی صداقت جانتے تھے لیکن ایمان قبول نہیں کرتے تھے۔

﴿۷۷﴾ یہود پر کیسی حماقت غالب تھی، اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت سے کیسے کورے تھے ان کا خیال تھا کہ اگر ہم مسلمانوں کو یہ باتیں نہیں بتائیں گے تو قیامت کے دن ہم پر کوئی حجت قائم نہیں ہو سکے گی اور ہم سے مواخذہ بھی نہیں ہوگا۔

کیا عقل کے ان اندھوں کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے خفیہ اور علانیہ سارے حالات سے باخبر ہے، جو کچھ ان کی زبانوں پر ہے اسے اس کی بھی خبر ہے اور جو کچھ ان کے دلوں اور دماغوں میں پوشیدہ ہے وہ بھی اس سے مخفی نہیں ہے۔

﴿۷۸﴾ یہودیوں میں دو گروہ ہیں ایک گروہ وہ ہے جس کے پاس علم ہے اور وہ پیشوائی کے منصب پر بھی فائز ہے۔

دوسرا گروہ جاہلوں کا ہے۔ اوّل تو وہ کتاب کو پڑھ ہی نہیں سکتے، اگر بالفرض پڑھ بھی لیں تو سمجھتے کچھ نہیں ہیں{۹۱}، انہیں کچھ پتہ نہیں کہ ہماری کتاب میں کیا لکھا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں عملی زندگی کے بارے میں کیا ہدایات دیتا ہے اور ایمان کے کیا تقاضے ہیں وہ تو بس اُمیدوں اور جھوٹی آرزوؤں کے سہارے جی رہے ہیں۔ ان کے علماء نے ان کے ذہنوں میں بٹھا دیا ہے کہ تم اللہ کے چہیتے اور پیارے ہو، تم کچھ بھی کرو بہرحال جنت کے وارث تم ہی ہو اگر بالفرض جہنم میں جانا بھی پڑا تو وہ محض چند روز کے لیے ہوگا۔ ان جاہلوں کا کُل سرمایہ جھوٹی اُمیدیں، بے بنیاد

{۹۰} یعنی بماانزل علیکم فی کتابکم من نعت محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم (ابن کثیر ۱/۱۵۵)

{۹۱} "الاامانی" وقیل إلامایقرؤن قرأۃ عاریۃ عن معرفۃ المعنی وتدبرہ (تفسیرالبیضاوی ۱/۳۴۹)

آرزوئیں، خوش کُن خیالات اور سُنی سُنائی روایات اور حکایات ہیں۔

حکمت و ہدایت۔

۱۔ انسانوں میں سے جو قوم حق اور قبولِ حق سے سب سے زیادہ دُور ہے وہ یہود ہیں۔(۷۵)

۲۔ حق کو پہچان لینے اور جان لینے کے بعد اس کا انکار کرنا بے حد قبیح ہے۔(۷۵)

۳۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں لفظی یا معنوی تحریف کرنا شدید ترین جرم ہے۔(۷۵)

۴۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان کے باوجود جب تک اس کی صفات پر ایمان نہ ہو انسان سے جاہلانہ باتیں صادر ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ اس کے علم اور قدرت کے بارے میں بھی شک کرتا ہے۔(۷۶)

۵۔ ضروری نہیں کہ جو شخص قرآن پڑھ سکتا ہو وہ سمجھ بھی سکتا ہو۔(۷۸)

حالانکہ جب تک قرآن کو سمجھا نہ جائے اس کے حقوق ادا نہیں ہو سکتے جبکہ فہمِ قرآن سے ہماری بے اعتنائی کا حال یہ ہے کہ عام لوگ تو رہے ایک طرف، بے شمار حفاظ اور قراء کا حال یہ ہے کہ وہ بھی قرآن کے معانی نہیں سمجھتے اور ساری زندگی بغیر سمجھے ہی قرآن پڑھتے پڑھاتے رہتے ہیں......وا اسفیٰ

۶۔ جنت، مغفرت اور اللہ کے تقرب اور محبوبیت کے حوالے سے عوام کی بہت ساری آرزوئیں، اوہام اور خرافات کے قبیل سے ہیں جن کی کوئی علمی اور شرعی بنیاد نہیں۔(۷۸)

یہودی علماء کا افتراء اور تحریف

﴿۷۹......۸۲﴾

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا

سو خرابی ہے اُن کو جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہہ دیتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے تاکہ لیویں اُس پر تھوڑا سا مول

قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ

سو خرابی ہے اُن کو اپنے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کو اپنی اس کمائی سے اور کہتے ہیں ہم کو ہرگز آگ نہ لگے گی مگر چند

اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا

روز گنے چُنے کہہ دو کیا تم لے چکے ہو اللہ کے یہاں سے قرار کہ اب ہرگز خلاف نہ کریگا اللہ اپنے قرار کے یا جوڑتے ہو اللہ پر جو تم نہیں جانتے

تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾

کیوں نہیں جس نے کمایا گناہ اور گھیر لیا اُس کو اُس کے گناہ نے سو وہی ہیں دوزخ کے رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے ،

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور　جو　ایمان لائے اور عمل کئے نیک　وہی ہیں جنت کے رہنے والے　وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے

تسہیل ۔ بڑی خرابی ان لوگوں کے لیے ہوگی جو اپنے ہاتھوں سے کتاب بدل سدل کر لکھتے ہیں پھر عوام سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ حکم اللہ کی طرف سے یونہی آیا ہے اور ان کی غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ اس کے ذریعے تھوڑا سا مادی فائدہ حاصل کرلیں، ان کے ہاتھوں کا یہ لکھا ہوا ان کی ہلاکت کا ذریعہ ہوگا اور ان کی یہ کمائی ان کے لیے تباہی کا سامان ہوگی O یہودی یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں دوزخ کی آگ صرف چند گنے چُنے دنوں کے لیے چھوئے گی، آپ فرمادیجئے اے قومِ یہود! کیا تم نے اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے کوئی معاہدہ کرلیا ہے جس کا وہ پابند ہے اور اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا یا تم اللہ کے ذمے ایسی بات لگا رہے ہو جس کی کوئی علمی سند تمہارے پاس نہیں ہے O تمہیں دوزخ کی آگ کیوں نہیں چھوئے گی جبکہ ہمارا قانون تو یہ ہے کہ جو شخص قصداً بُری باتیں کرتا رہے اور اس کی بُرائیاں اسے اس طرح جکڑ لیں کہ نیکی کا کوئی اثر باقی نہ رہے تو ایسے لوگ جہنمی ہیں اور وہ ہمیشہ کے لیے جہنم ہی میں رہیں گے O لیکن جو لوگ ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں ایسے لوگ جنتی ہیں اور وہ ہمیشہ جنت ہی میں رہیں گے O

تفسیر

﴿۷۹﴾ یہود کا ایک گروہ تو اُمیوں اور بے علم عوام پر مشتمل تھا جو خوش کُن آرزؤں سے اپنا دل بہلا رہا تھا اور دوسرا گروہ خواص اور علماء کا تھا جو تحریف وافتراء اور کتمانِ حق میں بڑی مہارت رکھتا تھا۔

تورات میں حضرت خاتم النبیین ﷺ کی جو صفات اور علامات تھیں انہیں وہ چھپاتے تھے، صریح نصوص میں تاویل اور تحریف کی قینچی چلا کر ان کا حلیہ بگاڑ دیتے تھے اور بہت سی چیزیں اپنے ہاتھوں سے لکھ کر مشہور کر دیتے تھے کہ یہ بھی اللہ کا کلام ہے اور غرض اس افتراء سے یہ ہوتی تھی کہ عارضی مفادات حاصل ہوجائیں، چند ٹکے مل جائیں اور ان کی مذہبی پیشوائی اور اقتدار ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوجائے، یہ دنیا پرست علماء ان جاہلوں کی جہالت سے خوب فائدہ اٹھاتے تھے جو ان کے علم وتقویٰ پر اندھا اعتماد کرتے تھے۔

اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ افتراء اور ہاتھوں سے لکھا ہوا کلام ان کی ہلاکت کا ذریعہ ہوگا اور اس تحریف وافتراء سے وہ جو کچھ کما رہے ہیں یہ ان کی تباہی کا سامان ہوگا۔

﴿۸۰﴾ ان دنیا پرست علماء نے عوام میں جو غلط سلط باتیں مشہور کر رکھی تھیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ ہم چونکہ

اللہ کے لاڈلے اور پیارے ہیں اس لئے اولاً تو وہ ہمیں جہنم میں ڈالے گا ہی نہیں اور اگر بفرضِ محال جہنم میں جانا بھی پڑا تو وہ محض چند روز کے لیے ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو یہودِ مدینہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ دنیا کی کل عمر سات ہزار سال ہے اور ہر ہزار سال کے بدلے لوگوں کو صرف ایک دن کے لیے عذاب دیا جائے گا یعنی صرف سات دن عذاب ہوگا پھر عذاب کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ﴾

دوسری روایت میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہود کہتے تھے کہ محض قسم پوری کرنے کے لیے ہمیں چالیس دن کے لیے جہنم میں ڈالا جائے گا کیونکہ ہم نے چالیس دن تک بچھڑے کی عبادت کی تھی، چالیس دن گزرنے پر عذاب منقطع ہو جائے گا۔ یہود کے اس افتراء کا جواب اللہ نے اپنے نبی کو یہ سکھایا کہ آپ ان سے یہ سوال کیجئے کہ یہ جو تم اتنی بڑی بات کہہ رہے ہو تو کیا تم نے اللہ سے اس کا عہد لے لیا تھا جس کی وہ خلاف ورزی نہیں کر سکتا لیکن دکھاؤ تو سہی وہ عہد کہاں ہے؟ کیا تورات میں موجود ہے یا الگ سے تمہارے پاس تحریری شکل میں محفوظ ہے؟ جب تمہارے پاس یہ معاہدہ کہیں بھی موجود نہیں ہے تو پھر یقینی بات ہے کہ تم محض اپنے عوام کو بیوقوف بنانے کے لیے اللہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دیتے ہو جن کی حقیقت اور جن کے انجام سے تم بے خبر ہوتے ہو۔

﴿۸۱﴾ اے یہود! تم اتنا بڑا دعویٰ کیسے کرتے ہو کہ جو یہودی قوم سے تعلق رکھتا ہو وہ خواہ کچھ بھی کرتا رہے بجز چند ایام کے جہنم میں نہیں جائے گا جبکہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ جو شخص گناہوں میں اس طرح مبتلا ہو جائے کہ کفر اور گناہ، اس کے لیے قید خانہ کی شکل اختیار کر لیں، دائیں گناہ، بائیں گناہ، اُوپر گناہ، نیچے گناہ، آگے گناہ، پیچھے گناہ ہر طرف گناہ ہی گناہ، گناہوں کا ایک گھن چکر ہے جس کے دائرے میں وہ زندگی بسر کر رہا ہے وہ اس چکر سے نہ نکلتا ہے نہ نکلنا چاہتا ہے، گناہ ہی اس کی زندگی ہیں اور گناہوں پر ہی اسے موت آجاتی ہے تو ایسے شخص کے لیے اللہ کا فیصلہ اور بالکل عادلانہ فیصلہ یہ ہے کہ اسے ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اسے زندگی بھر گناہوں کے قید خانہ سے نکلنا نصیب نہ ہوا تو اب آخرت میں اسے ابدالآباد کے لیے گناہ گاروں کے قید خانہ میں رہنا پڑے گا۔

﴿۸۲﴾ جیسے ہمیشہ کے لیے غلاظت آلود زندگی کو سینے سے لگانے والوں کے لیے اللہ کا اٹل فیصلہ یہ ہے کہ وہ دوزخ میں رہیں اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے سچے دل سے ایمان قبول کیا اور اعمالِ صالحہ کی شکل میں اس ایمان کا نتیجہ ان کے جسم پر بھی ظاہر ہوا، انہوں نے اپنے آپ کو اللہ کو ناراض کرنے والے کاموں سے بچائے رکھا، اور جسم وجان

اور مال و دولت کو اللہ کو راضی کرنے والے اعمال میں لگائے رکھا وہ حلال پر قانع رہے اور حرام سے مجتنب رہے تو ایسے لوگوں کے لیے فیصلہ یہ ہے کہ انہیں جنت میں دائمی سکونت نصیب ہوگی۔

وہ کافر اور گناہ گار جو توبہ کے ذریعے گناہ آلود زندگی سے نکل آئیں اور ایمان اور اعمال صالحہ سے اپنے آپ کو مزین کرلیں وہ بھی جنت ہی کے حقدار ہونگے۔

حکمت و ہدایت۔

۱۔ وہ مفتی اور مولوی جو مادی مفادات کے حصول، اربابِ اقتدار کی خوشنودی اور دنیاوی عزت و وجاہت کے لیے ایسے فتوے دیتے ہیں جن سے حلال کو حرام یا حرام کو حلال ٹھہرا دیا جائے ان کے لیے شدید وعید ہے۔(۷۹)

۲۔ اللہ اور اس کے رسول کی طرف کسی بھی قول کی نسبت کرنے اور کسی شرعی دلیل کے بغیر کسی کام کو لازم سمجھ لینے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔(۷۹) بعض واعظ اور عوام اس بارے میں از حد بے احتیاطی کرتے ہیں اور عام انسانوں کی باتوں کو اللہ اور رسول کے ارشادات کے طور پر ذکر کر دیتے ہیں۔{۹۲}

۳۔ انسان کی سعادت و شقاوت کا مدار نسب اور نسبت پر نہیں بلکہ سعادت کا مدار ایمان اور عمل صالح پر ہے جبکہ شقاوت کا مدار کفر اور معاصی پر ہے۔(۸۱۔۸۲)

۴۔ گناہوں کے ضرر اور ہولناکی کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ گناہ ایسے دائرے کی شکل اختیار کرلیں جس سے نکلنا محال ہوجائے اور اسی حالت میں زندگی کا سفر ختم اور دائمی عذاب کا سفر شروع ہو جائے۔(۸۱)

۵۔ خلوصِ دل سے توبہ اور ایمان اور عمل صالح ہی کے ذریعے کفر اور معاصی کا کفارہ ادا ہوسکتا ہے۔(۸۲)

دس بنیادی ہدایات

﴿۸۳......۸۶﴾

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰہَ ۟ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی

اور جب ہم نے لیا قرار بنی اسرائیل سے کہ عبادت نہ کرنا مگر اللہ کی اور ماں باپ سے سلوک نیک کرنا اور کنبہ والوں سے اور یتیموں

وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ قُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا وَّ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّیۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ

اور محتاجوں سے اور کہیو سب لوگوں سے نیک بات اور قائم رکھیو نماز اور دیتے رہیو زکوٰۃ پھر تم پھر گئے مگر تھوڑے سے تم میں اور تم ہو ہی

{۹۱} فکل بدّل وغیرّا وابتدع فی دین اللہ مالیس منه ولا یجوز فیه فهو داخل تحت هذا الوعید الشدید والعذاب الألیم طبی ۲/۹)

مُّعْرِضُونَ ﴿٨٣﴾ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنفُسَكُم مِّن دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ

پھرنے والے اور جب لیا ہم نے وعدہ تمہارا کہ نہ کرو گے خون آپس میں اور نہ نکال دو گے اپنوں کو اپنے وطن سے پھر تم نے اقرار کرلیا

وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٨٤﴾ ثُمَّ أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِّنكُم مِّن دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ

اور تم مانتے ہو پھر تم وہ لوگ ہو کہ ویسے ہی خون کرتے ہو آپس میں اور نکال دیتے ہو اپنے ایک فرقہ کو اُن کے وطن سے چڑھائی کرتے ہو

عَلَيْهِم بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَإِن يَأْتُوكُمْ أُسَارَىٰ تُفَادُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ ۚ أَفَتُؤْمِنُونَ

اُن پر گناہ اور ظلم سے اور اگر وہی آویں تمہارے پاس کسی کے قیدی ہوکر تو اُن کا بدلہ دے کر چھڑاتے ہو حالانکہ حرام ہے تم پر اُن کا نکال دینا بھی، تو کیا

بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَن يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَيَوْمَ

مانتے ہو بعض کتاب کو اور نہیں مانتے بعض کو سو کوئی سزا نہیں اس کی جو تم میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں اور قیامت

الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٨٥﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ

کے دن پہنچائے جاویں سخت سے سخت عذاب میں اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے یہ وہی ہیں جنھوں نے مول لی دنیا کی زندگی

الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۖ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٨٦﴾

آخرت کے بدلے سو نہ ہلکا ہوگا اُن پر عذاب اور نہ اُن کو مدد پہنچے گی

رابطہ۔ قرآن بسا اوقات ایک ہی مضمون کو انداز بدل بدل کر بیان کرتا ہے، یہود پر اللہ کی نعمتوں اور جرائم کے بیان میں بھی قرآن کا یہی اسلوب کارفرما نظر آتا ہے، یہود کی انتہائی قبیح عادت اور نمایاں ترین جرم، عہد شکنی تھا، انہوں نے کئی بار عہد کیا اور بعد میں اس سے پھر گئے، ان آیات میں بھی ان کی عہد شکنی کا بیان ہے انہیں دس بنیادی ہدایات دی گئی تھیں اور ان ہدایات پر عمل کرنے میں ان کے لیے انفرادی و اجتماعی، معاشی و معاشرتی، مذہبی اور سیاسی اعتبار سے بے پناہ فوائد اور مصلحتیں پوشیدہ تھیں اور انہوں نے ان پر عمل کرنے کا پختہ عہد بھی کیا تھا لیکن وہ اپنے عہد کو نبھا نہ سکے ان پر ان کی فطرت غالب آ گئی اور انہوں نے اس عہد کا تار پود بکھیر کر رکھ دیا۔

یہود کے ان تاریخی سانحات کو بیان کرنے کا ایک مقصد اگر یہ ہے کہ مسلمان یہود سے ذرا بچ کر رہیں، ان سے زیادہ توقعات وابستہ نہ کریں تو دوسرا مقصد یہ بھی ہے کہ مسلمانوں پر ان بداخلاقیوں کی ضرر رسانی کو واضح کر دیا جائے تا کہ وہ اپنے کردار و عمل کو ان میں ملوّث ہونے سے بچا سکیں۔

تسہیل۔ وہ زمانہ یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین سے حسنِ سلوک سے پیش آنا اور قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے حقوق ادا کرنا اور لوگوں سے کوئی بات کہنا ہو تو خوش اخلاقی سے کہنا اور نماز قائم رکھنا اور زکوٰۃ ادا کرتے رہنا پھر معدودے چند کے سوا تم سب اپنے قول وقرار سے پھر گئے اور تمہاری تو عادت ہی یہ ہے کہ قول وقرار کر کے پھر جاتے ہو O وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے تم

سے پختہ عہد لیا تھا کہ خانہ جنگی کر کے ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر نہ کرنا تم نے یہ اقرار کرلیا تھا اور اقرار بھی ایسا جس کی تم خود شہادت دیتے ہو○ اس اقرار کے باوجود تمہارا جو حال ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، صورت یہ ہے کہ اپنوں کو قتل کرتے ہو اور ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر کرتے ہو اور اپنے بھائی بندوں کے مقابلے میں گناہ اور ظلم کی بنیاد پر ان کے مخالفین کی امداد کرتے ہو اور اگر ان میں سے کوئی گرفتار ہو کر تمہارے پاس آ جاتا ہے تو انہیں فدیہ دے کر چھڑا لیتے ہو حالانکہ ان سے قتل وقتال اور گھر سے بے گھر کرنا بھی تو تم پر حرام تھا، تو کیا تم کتاب کے بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو اور بعض احکام کا انکار کرتے ہو، تم میں سے جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کی سزا اس کے سوا کیا ہے کہ دنیوی زندگی میں رسوائی ان کا مقدر ہے اور قیامت کے دن انہیں سخت ترین عذاب میں ڈال دیا جائے گا اور اللہ تمہاری کرتوتوں سے بے خبر نہیں○ یہ سزا انہیں اس لئے دی جائے گی کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے عوض میں دنیاوی زندگی کی عیش وعشرت کو اختیار کرلیا ہے لہٰذا نہ تو ان کی سزا میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ہی کوئی ان کی مدد کر سکے گا○

﴿تفسیر﴾

﴿۸۳﴾ اے بنی اسرائیل! ہماری ان ہدایات کو یاد کرو جن پر عمل کرنے کا ہم نے تم سے پختہ عہد لیا تھا...... یہ ہدایات عالمگیر قسم کی ہیں، ان پر عمل کر کے دنیا کا ہر معاشرہ راہِ راست پر آ سکتا ہے، ان ہدایات کے ذکر کرنے میں اللہ تعالیٰ نے ''الاھم فالاھم'' کے اصول کو ملحوظ رکھا ہے یعنی جو بات سب سے زیادہ ضروری ہے اسے سب سے پہلے ذکر کیا ہے یونہی بالترتیب بات آگے بڑھتی چلی جاتی ہے ان دس میں سے آٹھ ہدایات ایک ہی آیت میں ہیں اور بقیہ دو دوسری آیت میں ہیں۔

۱۔ پہلی ہدایت یہ دی گئی کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ کرو، قولی، بدنی اور مالی عبادت صرف اسی کے لیے مخصوص رکھو۔

۲۔ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ، ان سے محبت کرو، جائز باتوں میں ان کی اطاعت کرو، ان سے ادب اور احترام کا معاملہ کرو، تورات میں یہاں تک حکم ہے کہ جو اپنے والدین کو گالی دے اسے قتل کردیا جائے، حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد میں سے سب سے زیادہ تاکید والدین کے حق کی ہے اس لئے کہ انسان کی ولادت اگر اللہ کی جانب سے ہوتی ہے تو بظاہر اس کی تربیت اور نشو ونما کی ذمہ داری والدین نبھاتے ہیں ان کی تربیت اور احسان کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ کیا جائے۔

٣۔قرابت داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، صلہ رحمی سے خاندانی تعلقات ہی میں نہیں پورے معاشرے میں حسن پیدا ہوتا ہے۔

٤۔یتیموں پر احسان کرو...... یتیم وہ قابل رحم بچہ جو باپ کے سائے سے محروم ہو گیا۔ خدانخواستہ یہ صورت کل کو تمہارے بچوں کے ساتھ بھی پیش آ سکتی ہے، لیکن اگر کفالتِ یتامیٰ ایک اجتماعی سوچ بن جائے تو کوئی بچہ بھی توجہ اور شفقت سے محروم نہیں رہے گا اور یہی مقصد ہے قرآنی ہدایات کا۔

٥۔مساکین کے ساتھ نیکی...... مساکین وہ ہیں جو ذاتی وسائل سے اپنی ضروریاتِ زندگی پوری نہ کر سکیں، ان پر صدقہ کرو، ان کے ساتھ مالی تعاون کرو، ان کی بھوک اور تکلیف کے دکھ کو محسوس کرو...... ایک دوسرے کے دکھ درد کا احساس ہی تو معاشرے کی زندگی ہے جس معاشرے میں یہ احساس باقی نہ رہے وہ زندوں کا نہیں مردوں کا معاشرہ ہے، وہ شہر نہیں قبرستان ہے، آبادی نہیں ویرانہ ہے۔

٦۔اچھا کلام...... بات چیت میں، دعوت وتبلیغ میں، حسنِ گفتار کو قائم رکھو چاہے مخاطب نیک ہو یا بد، دوست ہو یا دشمن...... گفتگو میں خوش خلقی، دین اور دنیا دونوں میں نافع ہے۔ البتہ یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ ہماری خوش خلقی کی وجہ سے کسی باطل مذہب کی تائید نہ ہو جائے۔{٩٣}

٧۔نماز قائم رکھو...... اللہ تعالیٰ سے تعلق کی استواری اور تازگی کا ایک مؤثر ذریعہ نماز ہے بشرطیکہ نماز صرف پڑھی نہ جائے بلکہ اسے قائم کیا جائے اور اقامتِ صلوٰۃ کا حکم تب پورا ہوگا جب دو شرطیں پائی جائیں، شرائط وآداب کا لحاظ اور مداومت۔

٨۔زکوٰۃ دیتے رہو...... اجتماعی معاملات کی درستگی اور غرباء اور فقراء کی کفالت کے لیے ایتاء زکوٰۃ کے فریضہ کو زندہ کرنا ضروری ہے۔

﴿٨٤﴾ اے بنی اسرائیل! تمہیں دو حکم اور بھی دیئے گئے تھے ایک یہ کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مت کاٹنا اور دوسرا یہ کہ اپنے لوگوں کو وطن سے بے وطن اور گھر سے بے گھر مت کرنا ان احکام سے تم آج بھی انکار نہیں کر سکتے اس لئے کہ یہ آج بھی تمہارے صحیفوں میں موجود ہیں اور تم ان پر گواہ ہو۔

﴿٨٥﴾ یہ سب احکام تمہیں دیئے گئے، تم نے ان پر عمل کرنے کا مؤکد اور موثق عہد بھی کیا، تمہیں آج بھی ان احکام کا اور اپنے عہد کا اعتراف ہے لیکن اس کے باوجود تم سرِ عام ان کی خلاف ورزی کرتے ہو اپنے لوگوں کو قتل بھی

{٩٣}وھذا کله حض علی مکارم الأخلاق فینبغی للانسان ان یکون قوله للناس لینا ووجهه منبسطا طلقا مع البر والفاجر والمسئی والمبتدع من غیر مداھنة ومن غیران یتکلم معه بکلام یظن انه لیرضی مذھبه (قرطبی ٢/١٦)

کرتے ہو، انہیں گھر سے بے گھر بھی کرتے ہو اور ان کے خلاف ان کے دشمنوں کی مدد بھی کرتے ہو۔

یثرب میں اوس اور خزرج مشرکین کے دو بڑے قبیلے تھے اور ان میں جنگ کا سلسلہ اکثر و بیشتر جاری رہتا تھا۔ یہودیوں کے بھی دو بڑے قبیلے وہاں آباد تھے یعنی بنوقریظہ اور بنونضیر، بنوقریظہ اوس کے حلیف تھے اور بنونضیر خزرج کے حلیف تھے، جب کبھی اوس اور خزرج کی جنگ ہوتی تو دونوں یہودی قبیلے اپنے اپنے حلیف کا ساتھ دیتے پھر وہ سب کچھ ہوتا جو جنگ میں ہوا کرتا ہے ایک دوسرے کو قتل کرتے، گھر سے بے گھر کرتے، قیدیوں کو گرفتار کرتے لیکن جب جنگ ختم ہو جاتی تو غالب آنے والے یہودی مغلوب یہودیوں کا فدیہ دے کر چھڑاتے اور یہ کام وہ اس لئے کرتے تھے کیونکہ انہیں تورات میں حکم دیا گیا تھا کہ بنی اسرائیل کے غلاموں اور قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑاؤ۔ {۹۴}

یہ ایک عجیب تضاد تھا جو ان کی زندگیوں میں پایا جاتا تھا، حرام تو جنگ بھی تھی اور ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر کرنا بھی حرام تھا لیکن یہ دونوں کام وہ اپنے حلیفوں کی خوشنودی کے لیے بھرپور طریقے سے کرتے تھے اور جب اس قتل واخراج کے نتیجے میں کچھ لوگ گرفتار ہو جاتے تو انہیں تورات یاد آ جاتی اور وہ اپنی ''دینداری'' کا بھرم رکھنے کے لیے اپنی گرہ سے پیسے خرچ کر کے قیدیوں کو چھڑاتے، اس پر فرمایا گیا:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾

کیا تم کتاب کے ایک حصہ کو مانتے ہو اور ایک حصہ سے انکار کرتے ہو۔

اللہ کی کتاب کے ساتھ یہ سلوک کرنے والوں کی جزا، دنیا اور آخرت کی رسوائی اور عذاب کے سوا کیا ہو سکتی ہے۔

﴿۸۶﴾ اللہ کی کتاب اور احکام کے ساتھ یہودیوں کا یہ سلوک اس لئے ہے کہ انہوں نے آخرت کے عوض میں دنیاوی مفادات خرید لیے ہیں اور جن لوگوں کی نظر میں دنیاوی مفادات ہی سب کچھ ہوں وہ کتاب اللہ کے ساتھ کوئی سا بھی سلوک کر سکتے ہیں۔

حکمت و ہدایت۔

۱۔ لوگوں کو ایسے تاریخی واقعات اور پر اثر باتوں کے ذریعے وعظ و نصیحت مشروع ہے جو ان کی ہدایت کا سبب بن سکیں۔ (۸۳)

۲۔ اللہ کا دین ہمیشہ ایک رہا ہے، بنیادی باتیں تمام مذاہب میں مشترک ہیں، صرف بعض فروعی مسائل میں اختلاف ہے۔ (۸۳-۸۴)

{۹۴} ابن کثیر ۱/۱۶۲

۳۔ والدین، قرابت داروں، یتامیٰ اور مساکین کے ساتھ حسنِ سلوک واجب ہے۔ (۸۳)

۴۔ ہر انسان کے ساتھ گفتگو میں حسنِ ادب کو ملحوظ رکھنا چاہیے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ (۸۳)

۵۔ اسلام نے یہودیوں کو انہی باتوں پر عمل کرنے کی دعوت دی جن کا وہ اللہ سے معاہدہ کر چکے تھے مگر محض اسلام اور پیغمبر اسلام سے بغض کی وجہ سے انہوں نے تسلیم کرنے اور عمل کرنے سے اعراض کیا۔ (۸۳)

۶۔ دو دھڑوں میں بٹ کر دو حلیفوں سے معاہدہ کر کے اپنے مفادات کا تحفظ یہودیوں کا پرانا حربہ ہے۔ (۸۵)

۷۔ جو لوگ شریعت کے بعض احکام پر عمل کریں اور بعض کو نظر انداز کر دیں انہیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ (۸۵)

۸۔ شریعت کے ایسے احکام پر عمل کرنا جو خواہشات کے موافق ہوں اور جو موافق نہ ہوں انہیں پسِ پشت ڈال دینا یہودیوں کا شیوہ ہے۔ (۸۵)

۹۔ وہ دس بنیادی ہدایات جن پر عمل کرنے سے انفرادی اور اجتماعی، فکری اور عملی زندگی کی اصلاح ہو سکتی ہے وہ درج ذیل ہیں:

❁ عقیدہ توحید پر مضبوطی سے عمل ❁ والدین سے حسنِ سلوک ❁ قرابتداروں کے حقوق کی ادائیگی ❁ یتیموں کی کفالت وحسنِ تربیت ❁ غرباء اور مساکین کے ساتھ تعاون ❁ عام بات چیت اور دعوت وتبلیغ میں خوش گفتاری ❁ اقامتِ صلوٰۃ ❁ ایتاءِ زکوٰۃ ❁ باہمی قتل وقتال سے احتراز ❁ ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر نہ کرنا۔

۱۰۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ان ہدایات پر عمل کرنے کی ضرورت یہودیوں سے بھی بڑھ کر مسلمانوں کو ہے اور کیا یہ بھی حقیقت نہیں کہ ان ہدایات کو نظر انداز کرنے میں آج کا مسلمان یہود کے نقشِ قدم پر چل رہا ہے؟

انبیاء کرام اور آسمانی کتابوں کے ساتھ یہود کا سلوک

❁ ۸۷......۹۱ ❁

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۫ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ

اور بیشک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور پے درپے بھیجے اُس کے پیچھے رسول اور دیے ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور قوت دی اُس کو روح

الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَفَرِيْقًا

پاک سے پھر بھلا کیا جب تمہارے پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جو نہ بھایا تمہارے جی کو تو تم تکبر کرنے لگے پھر ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو تم نے

تَقْتُلُونَ ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَل لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ

قتل کر دیا اور کہتے ہیں ہمارے دلوں پر غلاف ہے بلکہ لعنت کی ہے اللہ نے اُن کے کفر کے سبب سو بہت کم ایمان لاتے ہیں اور جب پہنچی اُن کے پاس کتاب اللہ

عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا

کی طرف سے جو سچا بتاتی ہے اس کتاب کو جو اُن کے پاس ہے اور پہلے سے فتح مانگتے تھے کافروں پر پھر جب پہنچا اُن کو جس کو پہچان رکھا تھا

كَفَرُوا بِهِ ۚ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٨٩﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ بَغْيًا أَن يُنَزِّلَ

تو اس سے منکر ہوگئے سو لعنت ہے اللہ کی منکروں پر بری چیز ہے وہ جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو کہ منکر ہوئے اس چیز کے جو اتاری اللہ نے اس ضد پر کہ اتارے

اللَّهُ مِن فَضْلِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَىٰ غَضَبٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٩٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ

اللہ اپنے فضل سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے سو کما لائے غصہ پر غصہ اور کافروں کے واسطے عذاب ہے ذلت کا اور جب کہا جاتا ہے اُن سے

آمِنُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۗ قُلْ

مانو اُس کو جو اللہ نے بھیجا ہے تو کہتے ہیں ہم مانتے ہیں جو اترا ہے ہم پر اور نہیں مانتے اس کو جو سوا اس کے ہے حالانکہ وہ کتاب سچی ہے تصدیق کرتی ہے اس کتاب کی جو اُن کے

فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنبِيَاءَ اللَّهِ مِن قَبْلُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٩١﴾

پاس ہے کہہ دو پھر کیوں قتل کرتے رہے ہو اللہ کے پیغمبروں کو پہلے سے اگر تم ایمان رکھتے تھے

تسہیل ۔اے بنی اسرائیل! ہم نے تمہاری ہدایت کے لیے اوّلاً موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور پھر ان کے بعد یکے بعد دیگرے کئی رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو نبوت کے واضح دلائل عطا فرمائے اور روح القدس کے ذریعے ان کی مدد کی، کیا یہ حقیقت نہیں کہ جب بھی اللہ کا کوئی رسول تمہارے پاس ایسے احکام لیکر آیا جو تمہاری نفسانی خواہشات کے خلاف تھے تو تم نے فوراً تکبر کرنا شروع کر دیا پھر کسی کو جھٹلایا اور کسی کو قتل ہی کر ڈالا O اور یہ یہودی طنز کے طور پر کہتے ہیں کہ ہمارے دل محفوظ ہیں ان پر کوئی چیز اثر انداز نہیں ہوتی، نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے ان پر اللہ نے لعنت کی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ بہت کم ایمان لاتے ہیں O اور جب اللہ کی طرف سے ان کے پاس ایسی کتاب آ گئی جو اس کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے جو ان کے پاس ہے اور جس کی آمد سے پہلے وہ اس کے ذریعہ کافروں کے خلاف فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے لیکن اس کتاب کے آجانے اور اسے پہچان لینے کے بعد انہوں نے اس کا انکار کر دیا تو ایسے منکروں پر اللہ کی لعنت ہو O وہ چیز بہت بُری ہے جسے اختیار کر کے وہ اپنے آپ کو آخرت کے عذاب سے بچانا چاہتے ہیں اور وہ چیز ہے ان کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہدایت کا محض اس ضد کی وجہ سے انکار کرنا کہ اللہ نے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہا اپنا فضل نازل فرما دیا، تو یہ لوگ حسد اور کفر کی وجہ سے غضب بالائے غضب کے مستحق ہو گئے اور کافروں کے لیے رسوا کن عذاب ہے O اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ان سب

کتابوں پر ایمان لے آ ؤ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مختلف پیغمبروں پر نازل فرمائی ہیں تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے اور اس کے علاوہ جو دوسری کتابیں ہیں ہم ان کا انکار کرتے ہیں حالانکہ یہ دوسری کتاب بھی برحق ہے اور یہ اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو ان کے پاس ہے، آپ ان سے پوچھیے کہ اگر واقعی تم تورات پر ایمان رکھتے ہو تو پھر اس سے پہلے تم اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کرتے رہے ہو O

﴿تفسیر﴾

احکام الٰہی کی پامالی، انبیاء کی توہین وتنقیص، خواہشات پرستی، قساوتِ قلبی اور کفرانِ نعمت جیسی برائیاں اور پھر ان کا انجام دیکھنا ہو تو بنی اسرائیل کی تاریخ کا مطالعہ کرلیا جائے۔

﴿۸۷﴾ انہیں سمجھانے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لیکر آئے، ان کے بعد حضرت یوشع، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت عزیر، حضرت الیاس، حضرت یسع، حضرت یونس، حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہم السلام تذکیر وتبلیغ کے لیے تشریف لائے پھر آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام واضح دلائل اور روشن معجزات کے ساتھ آئے {۹۵} وہ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کردیتے تھے، کوڑیوں اور بیماروں کو تندرست کردیتے تھے، مٹی سے پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتے تو وہ اڑنے لگتا تھا علاوہ ازیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے حکم سے روح القدس یعنی حضرت جبریل علیہ السلام کی خصوصی تائید اور مدد بھی حاصل تھی لیکن ان مقدس انسانوں کی مسلسل محنت بھی اسرائیلیوں کی قساوتِ قلبی کو دور نہ کرسکی، ان کا سب سے بڑا مرض نفس کی پرستش اور خواہشات کی بندگی تھا وہ اللہ کے احکام کو بھی نفس پرستی کے ترازو میں تولتے تھے جس حکم کے ماننے سے ان کی خواہشاتِ نفس پر زد نہ پڑتی اسے تسلیم کرلیتے اور جسے تسلیم کرنے سے نفس کے تقاضے قربان کرنے پڑتے ان احکام کو بڑے متکبرانہ انداز میں ٹھکرادیتے۔

نفس اور وحی کی کشمکش میں وہ ان معصوم ہستیوں پر بھی زبان اور ہاتھ چلانے سے باز نہیں آتے تھے جو انہی کی ہدایت اور تربیت کے لیے دن رات ایک کیے ہوئے تھے بعض انبیاء کو انہوں نے زبانی جھٹلا دیا اور بعض کو قتل کردیا

{۹۵} حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے سلسلہ انبیاء کے خاتم بھی ہیں اور مجدد بھی آپ کے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے درمیان پانچ سوستر سال کا فاصلہ ہے، اس درمیان کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا، قرآن کریم کی تیرہ سورتوں اور تقریباً بتیس آیات میں آپ کا ذکرِ خیر آیا ہے، آپ کی ولادت یروشلم (بیت المقدس) سے تقریباً نو میل کو ہِ سراۃ (ساعیر) کے مقام پر ہوئی جو اب "بیت اللحم" کے نام سے مشہور ہے، چونکہ بائبل میں آپ کی آمد کے متعلق بشارات مذکور تھیں اس لیے یہود آپ کے منتظر تھے لیکن جب آپ نبی بن کر آئے تو وہ آپ کے سخت ترین دشمن بن گئے۔ آپ نے زندگی بھر نہ شادی کی اور نہ بود وماند کے لیے گھر بنایا، یہودیوں نے یہودیہ کے گورنر پیلاطیس کے کان آپ کے خلاف شکایات سے بھر دیئے اور آپ کو گرفتار کرکے سولی دینے کا انتظام کرلیا مگر اللہ نے آپ کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا اس وقت آپ کی عمر تینتیس سال تھی آپ کی والدہ حضرت مریم بنت عمران بن ماثان قوم اسرائیل کے ایک معزز خاندان سے تھیں ان کی وفات ۴۸ء میں ہوئی۔

حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت یرمیاہ اور حضرت یسعیاہ علیہم السلام کا قتل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اقدامِ قتل اسرائیلی تاریخ کے چند سیاہ عنوانات ہیں۔

ایسے سیاہ ماضی کی وارث قوم اگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت سے متاثر نہیں ہوتی تو یہ کوئی زیادہ تعجب کی بات نہیں۔

﴿۸۸﴾ جبکہ وہ ڈھیٹ بن کر مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں{۹۶} لہٰذا آپ لوگوں کی دعوت اور وعظ ونصیحت کا کوئی اثر ہمارے دل پر نہیں ہوتا اور نہ ہی ہم یہ نیا پیغام سننے کے لیے تیار ہیں، ایسی باتیں کرنے سے ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کی دل شکنی کریں اور اپنی طرف سے آپ ﷺ کو مایوس کردیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعویٰ کو رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ یہود غلط کہتے ہیں یہ اپنے دلوں پر کیا غلاف چڑھا سکتے ہیں اصل میں تو ان کے کفر وفسق، تمرّد واستکبار اور بغض وحسد کی وجہ سے اللہ کی لعنت کا غلاف ان کے دلوں پر چڑھ گیا ہے اور جس پر اللہ لعنت کردے اور اسے اپنی رحمت سے دور کردے وہ ایمان نہیں لاسکتا، اور یہود جو کچھ ایمان رکھتے ہیں وہ بہت تھوڑا ہے اور تھوڑا ایمان نجات کے لیے کافی نہیں{۹۷}، نجات کے لیے ایمان کے سارے اجزاء کو تسلیم کرنا ضروری ہے جس کا ایک تقاضا یہ ہے کہ جماعتِ انبیاء میں کوئی تفریق نہ کی جائے اور ہر ہر نبی کی نبوت ورسالت کی تصدیق کی جائے۔

﴿۸۹﴾ لیکن یہود کا حال یہ ہے کہ انہوں نے اس عظیم پیغمبر کا انکار کردیا جس کا وہ تورات کی بشارتوں کی بناء پر صدیوں سے انتظار کررہے تھے اور جب کبھی مشرکین سے ان کی مڈبھیڑ ہوتی تو وہ انہیں دھمکی دیا کرتے تھے کہ عنقریب نبی آخرالزمان ﷺ آنے والے ہیں ہم ان کی قیادت میں تمہیں قتل کرکے رکھ دیں گے نیز اس عظیم پیغمبر کے واسطے دے دے کر اللہ تعالیٰ سے فتح ونصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔

اپنا آبائی اور سرسبز وطن شام وفلسطین چھوڑ کر یہود کا یثرب میں قیام بھی اسی نبی کے انتظار اور استقبال ہی کے لیے تھا لیکن جب اللہ کا وہ بندہ آگیا جس کا وہ دس بیس سال سے نہیں سینکڑوں سال سے انتظار کررہے تھے اور جس کی زیارت کی حسرت اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ان کے ہزاروں آباء واجداد دنیا سے جاچکے تھے اور اس آنے والے کو انہوں نے پہچان بھی لیا اور ایسے پہچان لیا جیسے کوئی اپنی اولاد کو پہچانتا ہے اور آنے والا کوئی انوکھی کتاب بھی لیکر

{۹۶} اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ ہمارے دل پہلے ہی علوم ومعارف سے لبریز ہیں اب ہمیں کسی نئی تعلیم کے قبول کرنے کی ضرورت نہیں "ای هی اوعیة للعلم تنبیها انّالانحتاج ان نتعلم منك فلنا غنیة بماعندنا"(مفردات/۳٦٤)

{۹۷} فایمانا قلیلا یومنون، ومامزیده للمبالغة فی التقلیل، وهوایمانهم ببعض الکتاب وقیل أراد بالقلة العدم (بیضاوی ۱/۳۰۹)

نہیں آیا بلکہ اس کے پاس ایسی کتاب تھی جو اس کتاب کے موافق تھی جو ان کے پاس پہلے سے موجود تھی۔

لیکن تاریخِ انسانی کا یہ کیسا عجیب ترین واقعہ ہے کہ صدیوں کے انتظار پھر پہچان اور کتابوں کی مماثلت و موافقت کے باوجود یہود نے محض حسد اور عناد کی بناء پر اللہ کے نبی کا نہ صرف یہ کہ انکار کر دیا بلکہ اپنی سرشت کے مطابق اسے ناکام بنانے اور معاذ اللہ قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔

جن کی خباثت اور نفس پرستی کا یہ حال ہو، بالکل بجا ہے کہ ان کے لیے سخت سے سخت الفاظ استعمال کیے جائیں۔

﴿فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ اللہ کی لعنت ہو ایسے کافروں پر۔

گہری نظر سے قرآن کا مطالعہ کرنے والا محسوس کرتا ہے کہ یہاں پہنچ کر یہود کے خلاف قرآن کا انداز مزید جارحانہ ہو گیا ہے، علمی انداز میں ان پر تابڑ توڑ حملے کیے جا رہے ہیں اور ان کے اندرونی خبث کو بالکل کھول کر رکھ دیا گیا ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا انبیاء کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کی پستی کی انتہا یہ ہے کہ:

﴿۹۰﴾ انہوں نے اپنی جانوں کو کفر کے بدلے بیچ ڈالا ہے{۹۸} کیا یہ پستی اور خسارے کی انتہا نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی جانیں بیچ کر کفر خرید لیا۔

ان کا خیال یہ ہے کہ ہم اللہ کے کلام اور اللہ کے نبی کے ساتھ کفر کریں گے تو ہم آخرت کے عذاب سے بچ جائیں گے، اس کفر و انکار کو وہ ایسی نیکی سمجھ رہے ہیں جو انہیں اللہ کا محبوب اور پیارا بنا سکتی ہے اور اس ''عظیم نیکی'' کے لیے وہ اپنی جانیں، اپنی دنیا اور اپنی آخرت سب کچھ داؤ پر لگانے کے لیے تیار ہیں حیرت در حیرت یہ کہ ان کا یہ کفر و انکار کسی جہالت کی بناء پر نہیں بلکہ محض حسد و بغض کی بناء پر تھا۔

اصل میں وہ نبی آخر الزمان ﷺ کا انتظار ضرور کر رہے تھے لیکن ساتھ ہی وہ یہ توقع بھی لگائے بیٹھے تھے کہ نبوت ہمارے خاندان سے باہر نہیں جائے گی لیکن جب ان کی توقع پوری نہ ہوئی اور بنو اسحٰق کے بجائے بنو اسمٰعیل میں آخری نبی آ گئے تو وہ سخت ترین حسد میں مبتلا ہو گئے۔

گویا ان کا زعمِ باطل یہ تھا کہ نبوت ہمارا موروثی حق ہے اور معاذ اللہ خود اللہ بھی اس بات پر مجبور ہے کہ وہ نبوت کو اولادِ یعقوبؑ تک ہی محدود رکھے یوں وہ دوہرے غضب کے مستحق ٹھہرے، کفر و انکار پر غضب الگ اور حسد و عناد پر غضب الگ یا پہلا غضب رسالتِ عیسوی کا انکار کرنے کی وجہ سے اور دوسرا غضب رسالت محمدیؐ سے انکار کی وجہ سے ان پر نازل ہوا۔

{۹۸} واشتروا صفته ومعناه باعوا، أو اشتروا بحسب ظنهم، فانهم ظنوّا أنهم خلصوا أنفسهم من العقاب بمافعلوا (بیضاوی ۱/۳٦۰)

یہ حسد اور عناد یہود کی رگوں میں خون کی طرح کل بھی دوڑ رہا تھا اور آج بھی دوڑ رہا ہے، یہودیوں کی بین الاقوامی سازشوں، اقوامِ عالم کو باہم لڑانے کی کوششوں اور ذرائع معاش پر قابض ہونے کی تدبیروں میں یہی حسد وعناد کارفرما ہے۔

﴿۹۱﴾ اوپر آپ پڑھ چکے کہ ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے تابڑتوڑ حملے کیے ہیں جن کے سامنے یہود اپنے آپ کو بالکل بے بس پاتے ہیں ان سے ایسے سوالات کیے گئے ہیں جن کا کوئی علمی جواب دینے سے وہ بالکل عاجز ہیں۔

جب انہیں قرآن کریم پر ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تو وہ کہتے کہ ہم اس بات کے پابند ہیں کہ صرف اسی کتاب پر ایمان رکھیں جو ہمارے اوپر نازل ہوئی ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے اس کا انکار کردیں اللہ تعالیٰ نے یہود کے اس دعویٰ کو دو طرح سے رد کیا۔ ایک یہ کہ جب قرآن کی حقانیت دلائل سے ثابت بھی ہے اور اس کے مضامین تورات کے منافی بھی نہیں تو پھر انہیں اسے تسلیم کرنے میں کیا چیز مانع ہے۔

دوسرا طریقہ الزامی جواب کا اختیار کیا گیا ہے وہ یہ کہ تمہارے ہاتھ انہی انبیاء کے خون سے رنگین ہیں جن پر تم ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہو تو اگر تم اپنے دعوٰی ایمان میں سچے ہو تو پھر تم نے انہیں کیوں قتل کیا، کیا تمہاری کتاب نے تمہیں یہی تعلیم دی ہے؟

حکمت وہدایت۔

۱۔ نعمت کی صورت میں شکر کرنا اور گناہ کی صورت میں توبہ کرنا واجب ہے (یہود کو اللہ کی نعمتیں اور ان کے گناہ شکر اور توبہ کی ترغیب ہی کے لیے یاد دلائے گئے ہیں۔)

۲۔ بدترین ہے وہ شخص جو اپنی خواہشات کو حق کے تابع کرنے کے بجائے حق کو اپنی خواہشات کے تابع کرنا چاہتا ہے اور جب وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا تو حق ہی کا انکار کردیتا ہے۔ (۸۷)

۳۔ قتل اور تکذیبِ حق کے جرم کی قباحت۔ (۸۷)

۴۔ جس شخص پر اللہ تعالیٰ لعنت نازل کردے اس سے ایمان کی توفیق سلب ہوجاتی ہے۔ (۸۸)

۵۔ دین کے چند اجزاء پر ایمان کا اللہ کے ہاں کوئی اعتبار نہیں۔ (۸۸)

۶۔ حسد اور عناد ایسی بیماری ہے جو انسان کو حق اور اہلِ حق سے دور رکھتی ہے اور اس کا نتیجہ دنیا اور آخرت کے خسارے کی صورت میں نکلتا ہے۔ (۹۰)

۷۔ کوئی بھی صاحبِ عقل فانی کو باقی پر، قلیل کو کثیر پر اور دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ (۹۰)

۸۔ ہر فرد اور قوم کو سوءِ خاتمہ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ (۹۰) بنی اسرائیل اپنے دور کی افضل ترین قوم تھی لیکن اپنی کرتوتوں کی وجہ سے آخرت میں دوہرے غضب کی مستحق ٹھہری۔

۹۔ جو شخص علم پر اتراتا ہے یا وہ مزید علم کے حصول سے استغناء کرتا ہے اس کا انجام بہت بُرا ہوتا ہے۔ (۹۰)

یہود کا جھوٹا دعوی ایمان

﴿۹۲.....۹۳﴾

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا

اور آچکا تمہارے پاس موسیٰ صریح معجزے لے کر پھر بنالیا تم نے بچھڑا اُس کے گئے پیچھے اور تم ظالم ہو اور جب ہم نے لیا

مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ

قرار تمہارا اور بلند کیا تمہارے اُوپر کوہ طور کو پکڑو جو ہم نے تم کو دیا زور سے اور سنو بولے سُنا ہم نے اور نہ مانا

وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

اور پلائی گئی اُن کے دلوں میں محبت اسی بچھڑے کی بسبب اُن کے کفر کے کہدے کہ بُری باتیں سکھاتا ہے تمکو ایمان تمہارا اگر تم ایمان والے ہو

تسہیل ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس توحید و رسالت کے واضح دلائل لائے اس کے باوجود موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے کے بعد تم نے گوسالہ کو معبود بنالیا اور تم تو ہو ہی ظالم ○ وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے تمہارے سروں پر طور کو اٹھا کر تم سے پختہ وعدہ لیا تھا اور تمہیں تاکید کی تھی کہ ہمارے احکام کو مضبوطی سے پکڑو اور توجہ سے سنو تو انہوں نے زبان سے کہہ دیا کہ ہاں ہم نے سُن لیا لیکن دل میں کہا کہ ہم مانیں گے نہیں، اور انکے دلوں میں گوسالہ کی محبت رچ بس گئی تھی۔ آپ ﷺ فرما دیجیے کہ اگر تم واقعی ایمان والے ہو تو یہ کیسا ایمان ہے جو تمہیں بُرے کاموں کی تلقین کر رہا ہے ○

﴿تفسیر﴾

﴿۹۲﴾ اے قوم یہود! ایک طرف تم ایمان کا دعویٰ کرتے ہو دوسری طرف تمہارا حال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں کئی معجزات دیکھنے کے بعد تم نے عین اس وقت گوسالہ کو معبود بنالیا جب وہ تمہارے لیے معبودِ حقیقی سے دستورِ حیات لینے کے لیے طور پر گئے ہوئے تھے۔

﴿۹۳﴾ کیا متأثر کن اور جھنجوڑ دینے والا انداز ہے اللہ کی کتاب کا! یقیناً پہاڑوں کو حرکت دینے اور حیوانوں کو

گویائی پر مجبور کرنے والا انداز!......وہ لوگ پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت اور حیوانوں سے بھی بدتر ہیں جو قرآن سُن کر بھی متأثر نہیں ہوتے۔

بنی اسرائیل کا جب سے ذکر چلا ہے اسلوب اور لہجہ بدلتا جاتا ہے کبھی سخت، کبھی نرم، کبھی براہِ راست ان سے خطاب کیا جاتا ہے، کبھی روئے سخن ایمان والوں کی طرف مڑ جاتا ہے اور اللہ انہیں بتاتے ہیں کہ دیکھو یہ اسرائیلی ایسی ایسی حرکتیں کرتے رہے ہیں الحذر! تم ان حرکتوں کے قریب بھی نہ جانا۔

اور کبھی نبی کریم ﷺ سے کہا جاتا ہے کہ آپ ان سے یہ اور یہ سوال کریں۔ان بدعہدوں کا حال یہ ہے کہ طُور کو سر پر معلق دیکھ کر زبانوں سے کہہ رہے تھے کہ ہاں ہم نے سُن لیا، ہم اطاعت کریں گے، ہم تورات کے احکام پر مضبوطی سے عمل کریں گے لیکن اسی وقت دل میں کہہ رہے تھے کہ ہم نہیں مانیں گے۔{۹۹}

اور یہ بھی ممکن ہے کہ ﴿وَعَصَيْنَا﴾ کے الفاظ ان کی زبانِ حال کے ترجمان ہوں ان کی زبانوں پر اطاعت کے بول تھے لیکن ان کا حال اور ان کا عمل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ ہم لوگ ماننے والے نہیں۔

ان کے سینے اللہ کی محبت سے تو خالی تھے لیکن دوسری طرف بچھڑے کی محبت ان پر ایسی غالب تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ بچھڑا گھول کر انہیں پلا دیا گیا ہے اور ان کی ہر رگ میں اس کا اثر سرایت کر گیا ہے۔{۱۰۰}

ایک طرف تو وہ قابلِ نفرت بداخلاقیوں میں مبتلا تھے گوسالہ پرستی تھی، عہد شکنی اور حسد وعناد تھا، منافقت اور مکر وخداع تھا، اللہ کا وہ نبی جسے وہ پہچانتے بھی تھے اسے ناکام بنانے کی کوششیں تھیں، اور دوسری طرف وہ ایمان کا دعویٰ بھی کرتے تھے اس لئے ارشاد ہوا کہ اے میرے نبی!......ان سے فرمایئے کہ یہ کیسا ایمان ہے جو انہیں ایسی گھٹیا باتوں کا حکم دیتا ہے...... جب ایمانی دعوے کرنے والے لوگ گری ہوئی حرکتیں کریں گے تو ان سے اسی انداز میں خطاب کیا جائے گا۔

حکمت وہدایت

۱۔ جب تک انسان کی عملی زندگی میں کوئی تبدیلی نہ آئے اس کے صرف زبانی دعووں کا کوئی اعتبار نہیں۔(۹۳)

۲۔ کامل اور صحیح ایمان انسان کو امورِ خیر پر آمادہ کرتا ہے، ناقص اور باطل ایمان انسان کو امورِ شر کا راستہ دکھاتا ہے۔(۹۳)

{۹۹} وقيل المعنى قالوا بلسان القال سمعنا وبلسان الحال عصينا (روح المعانی)

{۱۰۰} وان من عادتهم اذا ارادوا العبارة عن مخامرة حب او بغض استعاروا الى اسم الشراب لأنه هو أبلغ انجامع فى البدن (مفردات /۲۵۷)

یہود میں زندگی کی شدید حرص

﴿۹۴......۹۶﴾

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ

کہدے کہ اگر ہے تمہارے واسطے آخرت کا گھر اللہ کے ہاں تنہا سوا اور لوگوں کے تو تم مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچ کہتے ہو

صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ

اور ہرگز آرزو نہ کرینگے موت کی کبھی بسبب اُن گناہوں کے کہ بھیج چکے ہیں انکے ہاتھ، اور اللہ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو، اور تو دیکھیگا اُن کو سب لوگوں سے

النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۛ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ

زیادہ حریص زندگی پر اور زیادہ حریص مشرکوں سے بھی چاہتا ہے ایک ایک اُن میں کا کہ عمر پاوے ہزار برس اور نہیں اُس کو بچانے والا

مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

عذاب سے اس قدر جینا اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں

تسہیل - آپ ان یہودیوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے بقول واقعی عالمِ آخرت بلاشرکت غیرے تمہارے لئے ہی مخصوص ہے تو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہوتو آؤ مرنے کی دُعا کروO یہ لوگ کبھی بھی مرنے کی دُعا نہیں کریں گے اس لئے کہ انہیں اپنے ان اعمال کی سزا کا خوف ہے جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے سمیٹ کر آگے بھیجے ہیں اور اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہےO یہ یہودی موت کی دُعا کیا کریں گے؟ تم انہیں انسانوں میں سے سب سے زیادہ زندگی کا حریص پاؤ گے حتیٰ کہ یہ مشرکین سے بھی زیادہ زندگی کے حریص ہیں، ان کا حال یہ ہے کہ ان میں سے ایک ایک یہ چاہتا ہے کہ کاش اسے ہزار برس کے لیے جینا نصیب ہو جائے اگر بالفرض اسے اتنی طویل عمر مل بھی جائے تو یہ عمر اسے اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی اور اللہ ان کی کرتوتوں کو خوب دیکھ رہا ہےO

﴿تفسیر﴾

﴿۹۴﴾ اپنی تمام تر بداعمالیوں اور قابل نفرت حرکات کے باوجود یہود کا دعویٰ تھا کہ ہم اللہ کے چہیتے ہیں ہمیں جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا اگر بالفرض ڈالا بھی گیا تو صرف چند روز کے لئے ہوگا، اللہ تعالیٰ نے آخرت کی تمام نعمتیں محض ہمارے لیے تیار کی ہیں ان میں کسی دوسرے مذہب کے ماننے والے کا کوئی حصہ نہیں ہوگا، اس حصر اور تخصیص میں گویا وہ اشارۃً کہہ دیتے تھے کہ مسلمانوں کا ٹھکانہ جنتِ نہیں بلکہ جہنم ہوگا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہود کے اس دعوٰی کے جواب میں انہیں مسلمانوں نے مباہلہ کی دعوت دی کہ آؤ ہم دونوں فریق مل

کر اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ اسے موت کے گھاٹ اتار دے لیکن انہوں نے اس دعوتِ مباہلہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔{۱۰۱}

﴿۹۵﴾ اور وہ کیوں نہ انکار کرتے؟ انہیں نہ صرف یہ کہ اپنے دعویٰ کا جھوٹا ہونے کا علم تھا بلکہ انہیں اپنے جرائم بھی خوب یاد تھے...... اللہ کی کتاب میں تحریف وتاویل، انبیاء اور اولیاء کی توہین وتنقیص، حضرت خاتم الانبیا ﷺ کے ساتھ کفر وتکذیب یہ سب جرائم انہیں خوب یاد تھے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان جرائم کے مرتکب کے لیے آخرت میں جنت نہیں بلکہ جہنم ہے پھر وہ اس دعوتِ مباہلہ کو کیوں قبول کرتے جس کے نتیجے میں وہ دنیا کی جیسی تیسی زندگی سے بھی محروم ہو جاتے۔

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر یہودی موت کی دُعا کر دیتے تو دنیا میں ایک بھی یہودی زندہ نہ رہتا اور بلا امتیاز سب کو اجتماعی موت آ جاتی۔{۱۰۲}

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ موت کی دُعا نہ کرنے کی ایک وجہ تو ان کے جرائم ہیں جن کی سزا کا سلسلہ مادی آنکھیں بند ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے اور انہیں اپنی کرتوتوں کی بناء پر اس سزا کا یقین تھا۔

﴿۹۶﴾ اور ان کے دعوتِ مباہلہ سے انکار کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کی زندگی سے شدید پیار کرتے ہیں، حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ ان مشرکین سے بھی زیادہ مادی حیات کے حریص ہیں جو اخروی حیات پر یقین ہی نہیں رکھتے اور دنیاوی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں جبکہ یہود تو بظاہر عالمِ آخرت پر ایمان کا دعویٰ کرتے تھے، ایسے لوگ جو عالمِ آخرت پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہوں ان کا دنیاوی زندگی پر ایسا فریفتہ ہونا یقیناً باعثِ تعجب ہے۔

مادی زندگی پر ان کی فریفتگی کی انتہاء یہ ہے کہ ان میں سے ایک ایک کی آرزو یہ ہے کہ اے کاش مجھے ہزار سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ تک دنیا میں رہنے کا موقع مل جائے حالانکہ وہ احمق یہ نہیں سوچتے کہ ہزار سالہ زندگی کا اختتام بھی تو بالآخر موت پر ہی ہوگا جس کے بعد انہیں جزا وسزا اور عذاب وعقاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

یہ ہزار سالہ زندگی جرائم اور پھر جرائم کے نتیجہ میں سزا میں اضافہ ہی کا باعث بنے گی جبکہ اللہ تعالیٰ ان کی ساری کرتوتوں کو دیکھ بھی رہا ہے اور یوم الحساب کے لیے محفوظ بھی رکھ رہا ہے۔

قرآن کریم کی ابدی صداقت کا ایک حیرت انگیز ثبوت یہ ہے کہ آج میڈیکل کی دنیا میں انسانی زندگی کو طویل سے طویل تر بنانے کے لیے جو تحقیقات ہو رہی ہیں اور اس کے لئے نئی نئی دوائیں تیار کی جا رہی ہیں اس سارے کھیل

{۱۰۱} ای ادعوا بالموت علی أی الفریقین أکذب، فابوا ذلک علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ابن کثیر ۱/۱۶۹)

{۱۰۲} قال ابن عباس رضی اللہ عنہما لوتمنی یھود الموت لماتوا (حوالہ مذکورہ)

میں یہودی ڈاکٹر اور سائنسدان پیش پیش ہیں۔

حکمت و ہدایت۔

۱۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے مباہلہ کا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔(۹۴)

۲۔ دعوتِ مباہلہ سے یہود کا فرار، اسلام کی صداقت اور یہودیت کے باطل ہونے کا اقرار ہے۔(۹۴)

۳۔ ہر مؤمنِ صالح، دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دیتا ہے کیونکہ اسے آخرت میں نعمتوں اور راحتوں کے حصول کی اُمید ہوتی ہے۔(۹۴)

۴۔ جس شخص کا نامہ اعمال جتنا زیادہ سیاہ ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ مادیت پر فریفتہ اور روحانیت سے گریختہ ہوگا۔(۹۵)

۵۔ یہود کے بارے میں قرآن کریم کی پیشگوئی اس کی صداقت کا ثبوت ہے کیونکہ یہ حقیقت ہر شخص پر واضح ہو چکی ہے کہ یہودی بس زندگی چاہتے ہیں، چاہے وہ ذلت اور حقارت کی زندگی ہی کیوں نہ ہو۔(۹۶)

طویل زندگی اگر عبادت و اطاعت میں گذرے تو سعادت ہے اور اگر فسق و معصیت میں گذرے تو شقاوت ہے۔

۶۔ زندگی طویل ہو یا مختصر اس کی کامیابی اور ناکامی کا معیار اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچنے اور نہ بچنے میں ہے۔(۹۶) جو اللہ کے غضب سے بچ گیا اس کی زندگی کامیاب اور جو نہ بچ سکا اس کی زندگی ناکام سمجھی جائے گی خواہ وہ کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کے بصیر و خبیر ہونے کا یقین ہی ایک ایسی طاقت ہے جو انسان کو ظلم اور عدوان سے روک سکتی ہے۔(۹۶)

ملائکہ اور انبیاء کے بارے میں یہود کا موقف

﴿۹۷......۹۸﴾

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّ
تو کہدے جو کوئی ہووے دشمن جبریل کا سو اُس نے تو اُتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے کہ سچا بتانے والا ہے اُس کلام کو جو اُس کے پہلے ہے اور راہ دکھاتا ہے اور

بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ
خوشخبری سناتا ہے ایمان والوں کو، جو کوئی ہووے دشمن اللہ کا اور اُس کے فرشتوں کا اور اُس کے پیغمبروں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے اُن

لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾
کافروں کا

تسھیل ۔آپ ان سے فرمادیجئے کہ جوشخص جبرئیل سے دشمنی رکھتا ہے اسے سوچنا چاہیے کہ جبرئیل تو سفیر محض ہیں جنہوں نے یہ قرآن اللہ کے حکم سے آپ ﷺ کے دل پر نازل کیا ہے تم جبرئیل کو نہیں قرآن کو دیکھو جو اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور اس میں ایمان والوں کے لیے ہدایت اور اللہ کی رضا کی بشارت ہے O جبریئل سے عداوت رکھنے والوں کو یادرکھنا چاہیئے کہ جوشخص عداوت رکھتا ہو اللہ سے، اس کے فرشتوں سے، اس کے رسولوں سے اور جبریل اور میکائیل سے تو اللہ ایسے کافروں کا دشمن ہے O

تفسیر

﴿۹۷﴾ اسلام اور پیغمبر اسلام سے یہود کے بغض وحسد اور عداوت ونفرت کی انتہا دیکھئے کہ جب انہیں پتہ چلا کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر حضرت جبریل علیہ السلام وحی لیکر آتے ہیں تو کہنے لگے ہم محمد ﷺ پر کیسے ایمان لا سکتے ہیں جبکہ ان پر جبریل وحی لیکر آتے ہیں اور جبریل سے ہماری پرانی عداوت ہے ہم پر جتنے بھی مشکل احکام یا مصائب وآلام نازل ہوئے وہ جبریل ہی کے ذریعہ نازل ہوئے البتہ اگر میکائیل وحی لیکر آتے تو ہم ضرور ایمان قبول کر لیتے اس لئے کہ بارش، رحمت اور خوشحالی وفراوانی سب انہی کے ذریعے آتی ہے۔{۱۰۳}

کیا احمقانہ عذر تھا یہود کا اور کیا دانشمندانہ جواب دیا قرآن نے! اور یقیناً قرآن کا ہر جواب اور ہر سوال دانشمندانہ ہی ہے اس لئے کہ قرآن اس اللہ کا کلام ہے جو عقل ودانش کا خالق ہے۔

فرمایا گیا اللہ کے بندو! اگر بالفرض جبریل کے ذریعے تمہارے اوپر احکاماتِ شاقہ اور مصائب وآلام نازل ہوتے بھی رہے ہیں تو اس میں جبریل کا کیا قصور؟ وہ تو سفیرِ محض ہیں اپنی مرضی سے کچھ کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، انہیں تو انسان جتنا اختیار بھی حاصل نہیں ہے، وہ وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

بغض وحسد کی آگ میں جلنے والے احمقو! یہ بھی تو دیکھو کہ جبریل، محمد رسول اللہ ﷺ پر کیا چیز لیکر آتے ہیں؟......وہ قرآن جو پہلے سے موجود آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے؟ اور اس کا کوئی ایک مضمون اور بنیادی حکم بھی ان سے متصادم نہیں۔

وہ قرآن جو ایمان والوں کو زندگی کی تاریک راہوں میں سامانِ ہدایت اور دارین میں کامیابی کی بشارت عطا کرتا ہے؟

{۱۰۳} ابن کثیر (۱/۱۷۲)

وہ شخص کتنا احمق ہے جو نسخہ شفا کو قبول کرنے سے صرف اس لئے انکار کردیتا ہے کہ حکیم صاحب کی نشست و برخاست ایسے شخص کے ساتھ بھی ہے جس سے مریض کے تعلقات خوشگوار نہیں ہیں۔

﴿۹۸﴾ حماقت، سفاہت اور بغض وحسد کی وجہ سے یہوؐد انبیاء اور ملائکہ میں تفریق کرتے تھے کسی کی حمایت کرتے کسی کی مخالفت کرتے، کسی کی عزت کرتے، کسی سے نفرت کرتے، کسی سے محبت کا دم بھرتے اور کسی سے عداوت کا دعویٰ کرتے، ایسی تفریقانہ ذہنیت رکھنے والے لوگوں کو جواب دیا گیا کہ تمہاری یہ تفریق خودساختہ ہے اللہ کا قانون یہ ہے کہ جو شخص اس کے کسی بھی رسول اور کسی بھی فرشتے سے دشمنی رکھے خواہ وہ جبریل ہو یا میکائیل ہو تو اللہ ایسے لوگوں کا دشمن ہے۔

انبیاء اور ملائکہ میں سے کسی سے دشمنی کا مطلب خود اللہ سے دشمنی ہے اس لئے کہ اللہ اپنے ولیوں، قاصدوں اور پیاروں کو تنہا نہیں چھوڑتا۔

اے یہود! تمھارا جبریلؑ یا محمد رسول اللہ ﷺ سے عداوت کا اعلان حقیقت میں ملائکہ اور انبیاء کی پوری جماعت ہی سے نہیں خود اللہ سے بھی دشمنی کا اعلان ہے۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ بغض وحسد کی وجہ سے انسان سے ایسی ایسی احمقانہ باتیں اور حرکتیں صادر ہوتی ہیں جن کا ایک عقلمند انسان سے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔(۹۷)

۲۔ قرآن کریم کی ہدایت، بشارت اور نُور سے استفادہ کے لیے ایمان بنیادی شرط ہے۔(۹۷)

وہ دل جس میں تکبر اور کفر کی غلاظت ہو اس کے لیے قرآن کا پیغام ظلمت وضلالت ہی کا باعث بن جاتا ہے۔

۳۔ انبیاء اور ملائکہ ایک وحدت کی حیثیت رکھتے ہیں جس کے ایک جزء کا انکار حقیقت میں کل کا انکار ہے۔

۴۔ انبیاء، اولیاء اور علماءِ حق سے دشمنی درحقیقت اللہ سے دشمنی ہے۔(۹۸)

۵۔ اللہ تعالیٰ کافروں سے دشمنی رکھتا ہے اس لئے اہلِ ایمان پر بھی لازم ہے کہ وہ کفار کو اپنا دشمن سمجھیں۔(۹۸)

یہود کا کفر اور نقضِ عہد

﴿۹۹......۱۰۱﴾

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ
اور ہم نے اتاریں تیری طرف آیتیں روشن اور انکار نہ کرینگے اُن کا مگر وہی جو نافرمان ہیں ، کیا جب کبھی باندھیں گے کوئی قرار تو پھینک دیگی اُس کو ایک
مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ
جماعت اُن میں سے بلکہ اُن میں اکثر یقین نہیں کرتے اور جب پہنچا اُن کے پاس رسُول اللہ کی طرف سے تصدیق کرنے والا اُس کتاب کی جو اُن کے
فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾
پاس ہے تو پھینک دیا ایک جماعت نے اہلِ کتاب سے کتاب اللہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں

ربط ۔ حضور اکرم ﷺ پر ایمان نہ لانے کے بارے میں یہود "خوئے بدرا بہانہ ہائے بسیار" کے مصداق مختلف عذر پیش کرتے تھے مثلاً یہ کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم صرف تورات اور صاحبِ تورات پر ایمان رکھیں یا یہ کہ جبریل سے ہماری پرانی عداوت ہے وغیرہ وغیرہ یہاں بتایا گیا کہ اصل بات وہ نہیں جو یہود کی زبانوں پر ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ نقضِ عہد اور حکم عدولی ان کی عادت بن چکی ہے۔

تسہیل ۔ اور ہم نے آپ کی طرف واضح دلائل نازل کئے ہیں جن کا یہ جاننے کے باوجود انکار کرتے ہیں اور ان کا انکار صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو حکم عدولی کے عادی ہو چکے ہیں ○ ان کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ جب کبھی انہوں نے کوئی عہد کیا تو ان میں سے کسی نہ کسی فریق نے اسے نظر انداز کر دیا بلکہ ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو سچے دل سے یقین ہی نہیں رکھتے ○ ان کی عہد شکنی کا حال یہ ہے کہ جب ان کے پاس اللہ کا وہ رسول آ گیا جو اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو ان کے پاس ہے تو ان اہلِ کتاب میں سے ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو اس طرح پسِ پشت ڈال دیا کہ گویا انہیں اس کے کتاب اللہ ہونے کا علم ہی نہیں ○

﴿تفسیر﴾

﴿۹۹﴾ اے محمدؐ! ہم نے آپ کی طرف ایسی آیات نازل کی ہیں جن سے آپ کی نبوت وصداقت روزِ روشن کی طرح واضح طور پر ثابت ہوتی ہے اور ان آیات کی موجودگی میں کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں ہے {۱۰۴} لیکن جو لوگ محض حسد وعناد کی بناء پر کفر وانکار پر جمے رہنے کا سوچا سمجھا فیصلہ کر چکے ہیں انہیں کوئی بڑی سے بڑی دلیل اور

{۱۰٤} الاظهران المراد آيات الفرقان الذى لا يأتى بمثله الجن والانس (كبير)۔

آیت بھی متأثر نہیں کر سکتی، مسلسل فسق وعدوان نے ان کی فطرت کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے اور ان کی قبولِ حق کی استعداد گناہوں کے بھاری بوجھ تلے دَب کر رہ گئی ہے۔

﴿۱۰۰﴾ مسئلہ کسی ایک دَور کا نہیں بلکہ ہر دَور میں ان کا وطیرہ یہ رہا ہے کہ جب کبھی انہوں نے کوئی عہد کیا اس کا انجام عہد شکنی پر ہی ہوا، یہاں تک کہ اگر یہ آپس میں بھی کوئی معاہدہ کرتے ہیں تو کوئی نہ کوئی فریق عہد شکنی کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ان کی اکثریت کا دین سے صرف ظاہری تعلق ہے ورنہ ان کے دل ایمان اور یقین سے خالی ہیں اسی لیے وہ عہد شکنی کو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتے۔

﴿۱۰۱﴾ ان کی وعدہ خلافی کی زندہ مثال یہ ہے کہ جب وہ عظیم الشان رسول جس کا انہوں نے صدیوں انتظار کیا تھا ایسی مبارک کتاب لیکر آ گیا جو تورات کی تصدیق وتائید کرتی تھی تو اہلِ کتاب میں سے ایک فریق نے اللہ کی کتاب کو پسِ پشت ڈال دیا اور اس میں محمد رسول اللہ ﷺ کی جو صفات اور علامات مذکور تھیں ان سے آنکھیں بند کر لیں اور ایسے بن گئے کہ گویا وہ کچھ جانتے ہی نہیں، نہ کتاب کو نہ اس میں مذکور صفات اور علامات کو۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان کے درمیان اور جاہل مشرکین کے درمیان کچھ فرق ہوتا لیکن کم از کم اس معاملے میں ان دونوں فریقوں کے درمیان کچھ بھی فرق نظر نہیں آتا۔

حکمت وہدایت

۱۔ مسلسل فسق کا نتیجہ بالآخر کفر کی صورت میں نکلتا ہے۔(۹۹)

۲۔ بدعہدی اور غدر یہود کی فطرت ہے اس لئے کسی بھی معاملے میں اُن پر اعتماد کرنا مناسب نہیں۔(۱۰۰)

۳۔ یہود پر چونکہ ضلالت مسلط ہو چکی ہے اس لئے ان سے ایمان کی اُمید نہیں رکھنی چاہئے۔(۱۰۰)

۴۔ تورات بھی اللہ کی کتابوں میں سے ایک کتاب ہے جسے اللہ نے اپنے بندے اور رسول حضرت موسیٰ ابن عمران علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔(۱۰۱)

۵۔ نبی کریم ﷺ کی صفات کا انکار پوری کتاب کو پسِ پُشت ڈالنے کے مترادف ہے۔(۱۰۱)

۶۔ جو شخص جاننے اور پہچاننے کے باوجود حق کو ماننے سے انکار کر دے اس کا جرم زیادہ شدید ہے۔(۱۰۱)

یہودیوں کی سحر سے دلچسپی

۱۰۲......۱۰۳

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ

اور پیچھے ہولئے اس علم کے جو پڑھتے تھے شیطان سلیمان کی بادشاہت کے وقت اور کفر نہیں کیا سلیمان نے لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ سکھلاتے تھے

النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ

لوگوں کو جادو اور اُس علم کے پیچھے ہولئے جو اُترا دو فرشتوں پر شہر بابل میں جن کا نام ہاروت اور ماروت تھا اور نہیں سکھاتے تھے وہ دونوں فرشتے

حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ

کسی کو جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آزمائش کے لئے ہیں سو تو کافر مت ہو پھر اُن سے سیکھتے وہ جادو جس سے جدائی ڈالتے ہیں مرد میں اور اُس کی عورت میں اور وہ اس

بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ

سے نقصان نہیں کر سکتے کسی کا بغیر حکم اللہ کے اور سیکھتے ہیں وہ چیز جو نقصان کرے اُن کا، اور فائدہ نہ کرے اور وہ خوب جان چکے ہیں کہ

اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۰۲ وَلَوْ اَنَّھُمْ

جس نے اختیار کیا جادو کو نہیں اُس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ اور بہت ہی بُری چیز ہے جسکے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو اگر اُن کو سمجھ ہوتی، اور اگر وہ

اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۰۳ ع

ایمان لاتے اور تقویٰ کرتے تو بدلہ پاتے اللہ کے ہاں سے بہتر اگر اُن کو سمجھ ہوتی

تسہیل ۔ یہودیوں نے کتاب اللہ کی پیروی تو نہیں کی لیکن اس جادو کی پیروی کرنے لگے جس کا چرچا حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد سلطنت کے حوالے سے شیاطین کیا کرتے تھے اور معاذ اللہ سلیمان علیہ السلام نے کبھی کفر نہیں کیا بلکہ کفر کا ارتکاب تو ان شیاطین نے کیا جو لوگوں کو سحر کی تعلیم دیا کرتے تھے اسی طرح یہود اس سحر کی بھی پیروی کرتے ہیں جو بابل شہر میں ہاروت اور ماروت نامی دو فرشتوں پر نازل کیا گیا اور وہ دونوں کسی کو بھی یہ سحر اس وقت تک نہیں بتاتے تھے جب تک اسے یہ نہ کہہ دیتے کہ دیکھو ہمارا وجود لوگوں کے لئے ایک امتحان ہے لہٰذا تم سحر سیکھ کر کفر کا ارتکاب نہ کرنا۔ بعض لوگ ان فرشتوں سے اس قسم کا سحر سیکھ لیتے تھے جس کے ذریعے سے شوہر اور بیوی میں جدائی ڈال دیتے تھے حالانکہ اللہ کے حکم کے بغیر وہ کسی کو ذرّہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اور وہ لوگ ایسی چیزیں سیکھ لیتے تھے جن سے انہیں ضرر تو پہنچتا تھا لیکن انہیں نفع نہیں ہوتا تھا اور وہ یقیناً جانتے تھے کہ جو شخص کتاب اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو اختیار کرے گا اس کا آخرت میں کچھ بھی حصہ نہیں ہوگا یقیناً وہ چیز بدترین ہے جس کے بدلے انہوں

نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا کاش انہیں عقل ہوتی O اور اگر ان خرافات کے بجائے ایمان وتقویٰ اختیار کرتے تو انہیں اللہ کے ہاں اس کا بہتر صلہ ملتا کاش انہیں خبر ہوتی O

تفسیر

﴿۱۰۲﴾ ﴿وَاتَّبَعُوْا مَاتَتْلُوا الخ﴾ یہود نے اللہ کی کتاب کو تو پسِ پشت ڈال دیا اور اتباع شروع کردی اُس سفلی علم یعنی سحر کی جس کا چرچا حضرت سلیمٰن علیہ السلام کے عہدِ سلطنت کے حوالے سے شیاطین کیا کرتے تھے، جنی اور انسی دونوں قسم کے شیاطین یہ پروپیگنڈا کرتے تھے کہ حضرت سلیمٰن علیہ السلام کی حکومت وسلطنت جادو کے زور پر قائم تھی اور یہ کہ وہ بہت بڑے جادوگر تھے اور یہ جادو جو شخص بھی سیکھ لے، ماورائی قوتیں اس کے تابع ہوجاتی ہیں، پھر ان قوتوں کے ذریعے اقتدار حاصل کیا جاسکتا ہے، دولت اکھٹی کی جاسکتی ہے، دشمنوں کو تباہ کیا جاسکتا ہے، خاندانوں میں پھوٹ ڈالی جاسکتی ہے اور شھوانی جذبات کی تکمیل کی جاسکتی ہے۔

"جادوئی کمالات" پر ایمان کی وجہ سے ہر زمانہ کے یہودیوں میں سحر وکہانت کا بڑا چرچا رہا یہاں تک کہ وہ دشمنوں سے جنگ کو بھی تیر وتفنگ کے بجائے سفلی علوم ہی سے جیتنے کی کوشش کرتے تھے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کا یہودی النسل اور یہود خصلت پروفیسر مارگولیس آنجہانی جس کی اسلام دشمنی ضرب المثل کی حد تک پہنچی ہوئی ہے اپنی انگریزی سیرتِ رسولؐ میں معاصر یہودِ عرب کے سلسلہ میں لکھتا ہے "یہ لوگ فنِ سحر کے ماہر تھے اور بجائے میدانِ جنگ میں آنے کے سفلی عملیات کو ترجیح دیتے تھے"۔

حضرت سلیمٰن علیہ السلام کو معاذ اللہ ایک ماہر جادوگر کے طور پر پیش کرنے کی کوشش ان کے عہدِ سلطنت میں بھی شیاطین کرتے رہے اور ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی اس کا فرانہ فن کی نسبت ان کی طرف ہوتی رہی۔

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ﴾ سحر کے علاوہ بھی ظالموں نے حضرت سلیمٰن علیہ السلام کی طرف ایسے غلیظ جرائم کی نسبت کردی جن کے ارتکاب کا تصور اللہ کے نبی سے تو کجا عام شریف انسان سے بھی مشکل ہے اور بات صرف عوامی افواہوں اور حکایتوں تک محدود نہیں رہی تھی بلکہ مقدس آسمانی کتاب بائبل میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں درج کردیا گیا کہ وہ اپنی بیویوں کو خوش کرنے کے لیے بتوں کی عبادت بھی کرلیتے تھے۔ (حضرت سلیمٰن علیہ السلام کے علاوہ دیگر انبیاء کو بھی معاف نہیں کیا گیا) {۱۰۵}

{۱۰۵} تفصیل کے لیے دیکھیے "بائبل سے قرآن تک" ص ۳۰۹ سے ۴۵۰ تک جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں عیسائیوں کے عقیدے اور الزامات ناپاک بھی ہیں اور شرمناک بھی "نقل کفر کفر نہ باشد" کو ملحوظ رکھ کر محض یہ چند سرخیاں پڑھ لیجیے حضرت نوحؑ کا شراب پی کر برہنہ ہوجانا، حضرت ابراہیمؑ کا شرک، حضرت لوطؑ کا اپنی بیٹیوں سے زنا کرنا، حضرت اسحٰقؑ کا جھوٹ، حضرت یعقوبؑ کی خودغرضی خاندانِ یعقوب کی بت پرستی، حضرت ہارونؑ نے بچھڑے کو دیوتا بنالیا، موسیٰؑ وہارونؑ کی نافرمانی، حضرت داؤدؑ کا زنا، حضرت سلیمانؑ کی فحاشی اور بت پرستی۔

اللہ اکبر! حضرت سلیمٰن علیہ السلام کے بارے میں یہود کا دعویٰ تھا کہ وہ ہمارے نبی ہیں لیکن ان کی سیرت اور کردار کی صفائی اور سچائی کا اعلان قرآن کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ اللہ کے نبی کے دامن پر کفر وفسق کا کوئی داغ دھبہ نہ تھا اور اگر کسی زبان پر یا کسی کتاب میں ایسی کوئی بات ہے تو یہ محض خود تراشیدہ افسانہ اور جھوٹی حکایت ہے۔

قرآن یہ اعلان اس لئے کرتا ہے کیونکہ یہ بھی قرآن ہی کی تعلیم ہے کہ سچے مؤمن کو انبیاء میں تفریق نہیں کرنی چاہیے اور ہر نبی کی عظمت ومحبت دل میں رکھنی چاہیئے اس تعلیم کی بناء پر مسلمان ہر نبی کو اپنا نبی سمجھتا ہے اور اس کے مقام اور کردار کا تحفظ اس کے ایمان کا جزء ہے۔

﴿وَمَاۤ اُنۡزِلَ عَلَى الۡمَلَكَيۡنِ﴾{۱۰۶} یہود نے دو قسم کے سحر کی پیروی کی ایک تو فلسطینی سحر جس کا پروپیگنڈا حضرت سلیمٰن علیہ السلام کے حوالے سے شیاطین کیا کرتے تھے، دوسرا بابلی اور عراقی سحر جو ہاروت اور ماروت نامی دو فرشتوں سے لوگوں نے سیکھ لیا۔{۱۰۷}

یہ دونوں فرشتے انسانی روپ میں دنیا میں اس لئے آئے تھے تاکہ لوگوں کو سحر کی حقیقت بتائیں اور اس سے بچنے کی تلقین کریں چنانچہ جب کوئی ان کے پاس سحر کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے آتا وہ اسے پوری دلسوزی اور خیر خواہی سے سمجھا دیتے کہ ہم تو اصل میں انسانوں کے لیے ذریعہ امتحان ہیں کہ سحر وکہانت کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد کون خوش قسمت ہے جو اس سے بچ جاتا ہے اور کون بدنصیب ہے جو اس کافرانہ فن کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد بھی اس میں ملوث ہو جاتا ہے، ساتھ ہی یہ بھی تاکید کر دیتے کہ نہ تو سحر کا عمل کرنا اور نہ ہی اس کے مؤثر بالذات ہونے کا عقیدہ رکھنا، ورنہ تم کافر ہو جاؤ گے اگر تمہارا یہ سیکھنا سکھانا محض اس کی حقیقت جاننے کے لیے ہے تو پھر کوئی حرج نہیں لیکن اگر عمل کرنے کے لیے ہے تو پھر خسارہ ہی خسارہ ہے۔ اس فہمائش کے بعد فرشتے لوگوں کو ان اعمال واقوال کی تفصیل بتاتے جن کے ذریعے ساحر مختلف شعبدہ بازیاں دکھاتے تھے۔

ظاہر ہے کہ اس تفصیل کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ علی وجہ البصیرت جادو کی حقیت سے آگاہ ہو کر اس سے نفرت کرنے لگ جائیں لیکن حرص وہوس کے بندوں پر اس کا غلط اثر مرتب ہوتا اور وہ اپنی عملی زندگی میں جادو کے طور طریقوں کو آزمانے لگتے۔

﴿فَيَتَعَلَّمُوۡنَ مِنۡهُمَا مَا يُفَرِّقُوۡنَ بِهٖ﴾ یوں تو یہ لوگ ان فرشتوں سے مختلف عملیات سیکھتے تھے لیکن انہیں سب سے

{۱۰۶} عطف علی السحر والمراد بهما واحد......أوعلی ماتتلو(بیضاوی ۱/۳۷۲)

{۱۰۷} امام قرطبی رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ما نافیہ ہے گویا قرآن نے اللہ کی طرف سے سحر نازل کرنے کی نفی کی ہے اور ھاروت کو شیاطین سے بدل قرار دیا ہے اور اپنی اس تاویل کو سب سے بہتر قرار دیا ہے "فهاروت وماروت بدل من الشياطين فی قوله "ولكن الشياطين كفروا" هذا اولی ماحملت عليه الآية من التاويل، وأصح ماقيل فيها ولايلتفت الى سواه" (الجامع لاحكام القرآن ۲/۵۰)

زیادہ دلچسپی ایسے عملیات سے تھی جن کے ذریعے انہیں اپنے فاسقانہ عشق کی تکمیل ہوتی نظر آتی تھی، محبوب کا تعلق ایک سے توڑ کر دوسرے سے جوڑنے میں جو نقش اور تعویذ کارگر ثابت ہوتا تھا اسی کی مانگ اور مقبولیت سب سے زیادہ تھی۔

﴿وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ﴾ جادوگروں، کاہنوں اور نقش نویسوں کے عملیات اپنی جگہ لیکن مؤثر حقیقی صرف اللہ کی ذات ہے، اس کے حکم اور اجازت کے بغیر نہ آگ جلا سکتی ہے، نہ پانی بجھا سکتا ہے اور نہ ہی جادوگر کسی کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔

ایک مخلص مؤمن کو ہر حال میں اللہ کی ذات پر اٹل یقین رکھنا چاہیے، چاہے رسیاں سانپ بن کر دوڑتی ہوئی دکھائی کیوں نہ دیں۔

ایمان کوئی ایسی معمولی چیز نہیں ہے جو ساحرانہ شعبدہ بازیوں کے سامنے ڈگمگانے لگے اور وسائل واسباب کی چمک دیکھ کر ماند پڑنے لگے۔

﴿وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ﴾ سحر کی تعلیم میں ضرر ہی ضرر ہے، نفع کا کوئی پہلو اس میں نہیں لیکن اس کے باوجود یہ بیوقوف اس کی تعلیم و تحصیل میں اپنی صلاحیتیں ضائع کر رہے ہیں۔

﴿وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ﴾ یہ کیسے احمق تاجر ہیں جنہوں نے اپنی جانیں دوزخ کے بدلے بیچ ڈالی ہیں، کیونکہ جادو کا شعبدہ اختیار کرنے کا مطلب سوائے جہنم کی خریداری کے کچھ نہیں ہے۔ اگر انہیں کچھ بھی عقل ہوتی تو گھاٹے کا یہ سودا کبھی نہ کرتے۔ {۱۰۸}

﴿۱۰۳﴾ اگر یہ یہود، جادو جیسی خرافات کے پیچھے پڑنے کے بجائے تورات پر کامل ایمان رکھتے اور نبی آخر الزمانؐ کے بارے میں بشارات کو چھپانے کے بجائے تسلیم کر لیتے اور اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تو انہیں آخرت میں اس کا بہترین معاوضہ دیا جاتا لیکن یہ مادیت پرستی میں ایسے منہمک ہیں کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہیں اس کے سوا نہ کسی چیز کی خبر ہے نہ عقل اور سمجھ۔

حکمت وہدایت

۱۔ جان بوجھ کر کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہؐ سے اعراض کرنے والا انسان ایسی عقلی ضلالتوں، دینی بدعتوں اور باطل علوم وفنون کے چکر میں گرفتار ہو جاتا ہے جہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ اس کے لیے باقی نہیں رہتا۔ (۱۰۲)

۲۔ سحر کا سیکھنا اور سکھانا اور اس پر عمل کرنا حرام ہے۔ {۱۰۹} (۱۰۲) لیکن اگر محض اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے یا دفعِ ضرر کے لیے کوئی شخص سیکھے تو جائز ہے۔

{۱۰۸} وھذا ایضا یؤکد، ان قبوله والعمل به کفر (جصّاص)

{۱۰۹} فیه دلیل علی انه واجب الاجتناب کتعلم الفلسفة التی تجر الی الغوایة (مدارك)

۳۔ ہر وہ تعویذ گنڈا جس میں کفر و شرک کا ارتکاب کیا جاتا ہو وہ بھی حرام ہے۔
۴۔ اگر قرآن و حدیث کے کلمات کو کسی ناجائز مقصد کے لیے استعمال کیا جائے تو وہ بھی جائز نہیں۔
۵۔ کفر کی حقیقت سمجھانے کے لیے کفر کا نقل کرنا جائز ہے۔(۱۰۲)
۶۔ عشق پُر از فسق کے لیے عملیات، زمانہ حال کی طرح زمانہ قدیم میں بھی کیے جاتے تھے اور یہ وبا یہودیوں سے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئی۔(۱۰۲)
۷۔ خیر و شر کا خالق اللہ ہے اس کے حکم کے بغیر ظاہری اسباب اور مؤثرات نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان دے سکتے ہیں اس لئے جلبِ منفعت اور دفعِ مضرّت کے لئے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔(۱۰۲)
۸۔ جس شخص کے پاس مبہم اور ادھورا علم ہو اس کی شخصیت پر اس علم کا کچھ بھی اثر ظاہر نہیں ہوتا نہ نیکی کے کرنے کی ترغیب اور نہ برائی سے بچنے کا جذبہ، البتہ جسے اللہ تعالیٰ علم میں رسوخ عطا فرمادیتے ہیں اس کے دل میں خوف اور تقویٰ پیدا ہوجاتا ہے اور اس کے لیے نیکی کا کرنا آسان اور بُرائی کا ارتکاب مشکل ہوجاتا ہے۔(۱۰۲۔۱۰۳)
۹۔ جس علم پر عمل نہ ہو وہ بمنزلہ جہل کے ہے۔(۱۰۳)

یہود کے پاس کچھ علم تو تھا لیکن عمل بالکل نہیں تھا اسی لیے فرمایا گیا "لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ"

تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۰۴......۱۰۵﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۗ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ مَا يَوَدُّ
اے ایمان والو تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنتے رہو اور کافروں کو عذاب ہے دردناک دل نہیں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ
چاہتا اُن لوگوں کا جو کافر ہیں اہل کتاب میں اور نہ مشرکوں میں اس بات کو کہ اترے تم پر کوئی نیک بات تمہارے رب کی طرف سے اور اللہ خاص کرلیتا ہے

بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾
اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے

تسہیل ۔اے ایمان والو! تم اللہ کے رسول سے خطاب کرو تو "راعنا" نہ کہا کرو بلکہ اس کے بجائے "انظرنا" کہہ دیا کرو، اس حکم کو اچھی طرح سُن لو اور یہ بھی یاد رکھو کہ گستاخی کرنے والے کافروں کے لئے دردناک سزا ہے ○ کافر لوگ خواہ اہلِ کتاب میں سے ہوں خواہ مشرکین میں سے ہوں وہ کبھی بھی اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ

تمہیں تمہارے رب کی طرف سے کسی بھی قسم کی بھلائی نصیب ہو لیکن ان کی پسند اور ناپسند سے کیا ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت وعنایت کے لیے مخصوص کر لیتا ہے اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے O

﴿تفسیر﴾

﴿۱۰۴﴾ یہاں یہودیوں کی ایک اور خباثت اور ذلالت کو بیان کیا گیا ہے وہ یہ کہ یہودی کسی نہ کسی انداز میں رسول مکرم ومحترم ﷺ کی توہین وتنقیص کی کوشش کرتے تھے اور یہ تنقیص اصل میں حسد وبغض کی اس آگ کا دھواں تھا جو ان کے سینوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے لیے مسلسل جل رہی تھی اور یہ دھواں کسی نہ کسی شکل میں اٹھتا ہی رہتا تھا۔

بسا اوقات اللہ کے نبی مجلس میں کوئی علمی بات ارشاد فرماتے تو یہود بظاہر بڑے ادب سے عرض کرتے ''راعنا'' جس کا ظاہری معنی تھا...... ہماری مصلحت کی رعایت کیجئے...... یا یہ کہ ہمیں سوال کرنے کی اجازت دیجئے تا کہ ہم بات کو سمجھ سکیں۔

جبکہ یہود کی مذہبی زبان میں ''راعینو'' شریر کو کہتے ہیں {۱۱۰} اور ''راعنا'' کہتے وقت یہود کے پیشِ نظر یہی معنی ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو آنحضرت ﷺ کے لیے ایسا لفظ استعمال کرنے سے روک دیا جس سے اہانتِ رسول ﷺ کا پہلو نکلتا تھا اور اس کے بجائے وہ لفظ بولنے کا حکم دیا جس میں توہین کا کوئی شائبہ نہ تھا ''انظرنا'' کا معنی ہے...... ہماری جانب نظر کیجئے...... ہماری طرف توجہ فرمایئے...... اس کے بعد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے احکام غور وفکر سے سنو اور نبی ﷺ کے فرمودات پر پوری توجہ دو اور ان گستاخانِ رسول کے حربوں اور ان کے سینوں میں پیغمبرِ اسلام اور اہلِ اسلام کے لیے چھپے ہوئے کینے کو سمجھ جاؤ...... ایسے گستاخ اور کافر یقینی طور پر اللہ کے عذاب کے مستحق ہیں۔

﴿۱۰۵﴾ یہود کے بغض کا حال یہ ہے کہ وہ کسی طور پر بھی یہ نہیں دیکھ سکتے کہ مسلمانوں کو دین ودنیا کی کوئی بھلائی نصیب ہو۔

سب سے بڑی بھلائی تو قرآن ہے اور اس قرآن کے نزول نے یہودیوں کے امن وسکون کو چھین لیا ہے وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کے علاوہ بھی کسی دوسری قوم اور امت پر وحی نازل ہو سکتی ہے وہ تو تنہا خاندان یعقوبؑ ہی کو نبوت وامامت کا مستحق سمجھتے تھے ان کے حسد کی انتہا یہ ہے کہ وہ سید الملائکہ حضرت جبریل علیہ السلام سے بھی اس

{۱۱۰} وسمع اليهود فافترصوه وخاطبوه به مريدين نسبته الى الرعن ، أو سبه بالكلمة العبرانية التى كانوا يتسابون بها وهى راعينا۔ بيضاوى ۱/۳۷۵ قال قطرب هى كلمة المحاز على وجه الهزء (حصاص)

لئے بیَر رکھتے ہیں کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ پر وحی لیکر آتے تھے لیکن وہ احمق یہ نہ سمجھ سکے کہ اللہ تعالیٰ اپنا دینی اور دنیاوی فضل عطا کرنے کے لیے کسی سے مشورہ کا پابند نہیں بلکہ وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت وعنایت کے لئے منتخب فرمالیتا ہے، یہاں تک کہ جس کا انتخاب کیا جارہا ہوتا ہے خود اسے بھی خبر نہیں ہوتی کہ فضل الٰہی کی عطا کے لیے میرا چناؤ ہو چکا ہے۔

اور اللہ یقیناً بڑے فضل والا ہے جس نے ایک امّی کے سر پر ختم نبوت کا تاج سجادیا اور عرب کے چرواہوں کو ایمان کی دولت عطا فرما کر دنیائے انسانیت کی سیادت وقیادت کے لیے چُن لیا......امیّوں اور چرواہوں کا یہ اعزاز دیکھ کر یہود کا حسد کی آگ میں جلنا ایک فطری امر تھا جو وقوع پذیر ہو کر رہا لیکن مسلمانوں کو بھی چوکنا رہنا چاہیے کیونکہ حاسد کا وار بڑا اوچھا ہوتا ہے......اور مسلمان کو چوکنا رکھنے کے لیے ہی یہود کی حاسدانہ اور مفسدانہ ذہنیت کو کھول کھول کر بیان کیا جارہا ہے۔

حکمت وہدایت

۱۔ کلام اور خطاب میں بھی رسول اللہ ﷺ کا ادب واحترام لازم ہے۔(۱۰۴)

۲۔ اللہ کے رسول کے لیے کوئی ایسا لفظ استعمال کرنا جائز نہیں جس سے توہین اور تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔(۱۰۴)

۳۔ بعض معاملات میں ''سد ذریعہ'' کے ضابطہ پر عمل کرنا واجب ہے یعنی ہر وہ قول یا فعل جو فی نفسہ جائز ہو لیکن وہ کسی حرام کے ارتکاب کا ذریعہ بنتا ہو تو اس سے بچنا بھی لازم ہوگا۔(۱۰۴) اسی بناء پر کہا جاتا ہے کہ حرام کا وسیلہ حرام، واجب کا وسیلہ واجب اور مباح کا وسیلہ بھی مباح ہوتا ہے۔

۴۔ کفار کے قول وفعل، وضع ولباس اور فیشن وغیرہ اختیار کرنے سے احتراز ضروری ہے۔{۱۱۱}

۵۔ اگر اپنے کسی جائز فعل سے دوسروں کے مغالطہ میں پڑنے یا ناجائز کام میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو یہ جائز فعل بھی جائز نہیں رہتا۔(۱۰۴)

۶۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو عمل کی نیت سے سُننا لازم ہے۔(۱۰۴)

۷۔ توہینِ رسالت کا مرتکب کافر اور مرتد ہے۔(۱۰۴)

۸۔ مسلمانوں کو دنیا بھر کے کفار سے چوکنا رہنا چاہیے، چاہے وہ یہود ہوں یا ہنود ہوں، مجوس ہوں یا کہ نصاریٰ ہوں اسلئے کہ وہ کبھی بھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہوسکتے۔(۱۰۵) اس لیے مسلمانوں کو ان کی دوستی سے بچنا چاہیئے۔{۱۱۲}

{۱۱۱} ففیہ دلالۃ علی النھی الشدید والتھدید والوعید علی التشبہ بالکفار فی اقوالھم وافعالھم لباسھم واعیادھم وعباداتھم وغیرذلک من امورھم التی لم تشرع لنا ولانقر علیھا (ابن کثیر ۱/۱۹۷)

{۱۱۲} واعلم انہ تعالیٰ لمابین حال الیھود والکفار فی العداوۃ والمعاندۃ حذرالمؤمنین منھم۔(کبیر)

اثباتِ نسخ

﴿۱۰۶......۱۰۸﴾

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۗ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾
جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں تو بھیج دیتے ہیں اس سے بہتر یا اس کے برابر کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾
کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور نہیں تمہارے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْــَٔـلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ
کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو کہ سوال کرو اپنے رسول سے جیسے سوال ہو چکے ہیں موسیٰ سے اس سے پہلے اور جو کوئی کفر لیوے بدلے ایمان کے

فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۰۸﴾
تو وہ بہکا سیدھی راہ سے

ربط۔ اللہ کے نبی ﷺ کی توہین، ایذاء دہی، فضول سوالات، بے مقصد مطالبات اور بیہودہ اعتراضات یہ سب یہودی ذہنیت کے شاخسانے ہیں...... ان اعتراضات میں سے ایک اعتراض انہیں بعض احکام کے نسخ پر بھی تھا۔

تسھیل۔ ہم اگر کوئی حکم منسوخ کردیتے ہیں یا اسے ذہنوں سے فراموش کردیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا بالکل ویسا دوسرا حکم لے آتے ہیں، اے نسخ پر اعتراض کرنے والو! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے O کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین پر صرف اللہ ہی کی سلطنت ہے یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی بھی یار و مددگار نہیں O کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے ویسے ہی سوالات اور مطالبات کرو جیسے مطالبات تمہارے بزرگوں کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیے گئے تھے، اگر ان سوالات کا مقصد اللہ کے رسول پر اعتراض کرنا ہے تو یہ کفر ہے اور جو شخص ایمان کے بدلے کفر کو لے لے تو وہ یقیناً راہِ راست سے بہت دور جا پڑا O

تفسیر

بظاہر یہودیوں کو تحویلِ قبلہ پر اعتراض تھا کہ بیت المقدس کے بجائے بیت الحرام قبلہ کیوں قرار دیا جارہا ہے اگر سولہ سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی جاسکتی تھی تو اب کیوں نہیں پڑھی جاسکتی؟

اگر بیت الحرام کو قبلہ قرار دینا ہی تھا تو شروع دن سے کیوں نہ اسے قبلہ قرار دیا گیا؟ کیا معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ مستقبل کے حالات اور تقاضوں سے واقف نہیں تھا؟ یہ باتیں تو ان کی زبانوں پر تھیں لیکن دل میں اصل جلن یہ تھی کہ

نبوت بھی ہم سے چھن گئی، دینی پیشوائی کے منصب سے بھی ہمیں محروم کردیا گیا اور اب قبلہ جو کہ ان کے دین کی ظاہری برتری کی علامت تھا اسے بھی تبدیل کیا جارہا تھا حالانکہ وہ مسلمانوں کے بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے سے اپنے دین اور اپنے قبلہ کی حقانیت ہی نہیں خود اپنی حقانیت پر بھی استدلال کیا کرتے تھے، اسی لئے تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہونے پر انہوں نے آسمان سر پر اٹھالیا اور ایسے ایسے اعتراضات ان کی زبانوں پر آگئے کہ خود ذات باری تعالیٰ بھی محفوظ نہ رہی، یہود کے مذموم پروپیگنڈے کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا۔

﴿۱۰۶﴾ اگر ہم کوئی آیت یا حکم منسوخ کردیتے ہیں تو حالات کی مناسبت سے اسی کی مثل دوسرا حکم یا اس سے بھی بہتر حکم لے آتے ہیں۔

انسان کے ماضی، حال اور مستقبل پر سب سے گہری نظر رب کریم کی ہے، وہی اس کی ضروریات اور نفسیات سے زیادہ واقف ہے وہی انسان کا سب سے سچا خیر خواہ ہے اسی کے امر و نہی کا نام شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے متعدد کتابیں نازل فرمائیں اور مختلف انبیاء بھیجے ہر آنے والی نبوت اور ہر نازل ہونے والی کتاب نے پچھلی نبوت اور کتاب کے بہت سے احکام کو منسوخ کر کے نئے احکام جاری کئے اور ایسا بھی ہوا کہ ایک ہی نبوت و شریعت میں کچھ عرصہ تک ایک حکم جاری رہا پھر کسی حکمت و مصلحت کی بناء پر اسے بدل کر دوسرا حکم نافذ کردیا گیا، صحیح مسلم کی حدیث ہے:

﴿لم تکن نبوۃ قط الاّ تنا سخت﴾ کوئی نبوت ایسی نہیں آئی جس نے احکام میں ردوبدل نہ کیا ہو۔

احکام کی تبدیلی کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی ماہر ڈاکٹر یا حکیم مزاجوں، شہروں، موسموں اور بیماریوں کے اختلاف کی وجہ سے مختلف نسخے اور دوائیاں تجویز کرتا ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی مریض کے لیے اس کی بیماری کے مختلف مراحل پر دوا میں ردّوبدل کرتا رہتا ہے۔

محض دوا میں ردّوبدل کی وجہ سے اگر کوئی شخص اس معالج کی مہارت اور صلاحیت پر انگلی اٹھاتا ہے تو وہ یقیناً اہل عقل کی نظر میں احمق شمار ہوگا حالانکہ اس حکیم کی مہارت، اس کا علم اور اس کا تجربہ ربّ کائنات کے علم کے مقابلے میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا تو وہ حرمان نصیب جو نسخہ ہدایت میں کسی جزوی یا کلی تبدیلی کی وجہ سے حکیم مطلق پر اعتراض کرتا ہے اس کی حماقت و جہالت میں کیسے شک ہوسکتا ہے؟

کسی حکم کا نسخ یا اس میں تبدیلی اس لئے نہیں ہوتی کہ بعض ناگزیر حالات اور مصالح کی بناء پر اللہ تعالیٰ اس تبدیلی پر مجبور ہوگئے تھے کیونکہ ایک تو مستقبل کے حالات پر اللہ تعالیٰ کی نظر ایسے ہی ہے جیسے ماضی اور حال کے حالات پر۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں انہیں حالات یا اشخاص کسی حکم میں تبدیلی پر مجبور نہیں کر سکتے اور وہ جو کرنا چاہیں اس سے انہیں کوئی روک بھی نہیں سکتا۔

یہاں ایک تیسری بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے وہ یہ کہ شریعتِ اسلامیہ دفعۃً نازل نہیں ہوئی بلکہ اس کے احکام بتدریج نازل ہوئے ہیں اور اس میں بھی انسانی نفسیات کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ حرمتِ خمر اور حرمت ربوٰہی کو دیکھ لیں کہ چار مراحل میں ان کی قطعی حرمت کا حکم نازل ہوا، بہرحال کسی حکم کی منسوخی سے نہ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ، رب تعالیٰ کو آنے والے حالات کا علم نہیں تھا یا یہ کہ وہ وقتی مصلحتوں سے مجبور ہو گیا ان میں سے کوئی بات بھی نہیں تھی اس لئے کہ اللہ علیم بھی ہے، حکیم بھی ہے اور قدیر بھی ہے، وہ ہر بات کو جانتا ہے، اس کا ہر حکم کسی مصلحت پر مبنی ہوتا ہے اور وہ ہر تصرف پر قدرت رکھتا ہے۔

﴿۱۰۷﴾ اور کیسے اسے تصرف اور تبدیلی کی قدرت نہ ہو؟ آسمانوں اور زمین کا بلاشرکتِ غیرے مالک اور حکمراں وہی ہے، اپنی ارضی اور سماوی سلطنت میں وہ جب چاہے اور جو چاہے تصرف کر سکتا ہے، اس کے ارادے اور مشیت میں کوئی چیز حائل نہیں ہو سکتی۔ {۱۱۳}

اللہ کے سوا مسلمانوں کا کوئی بھی حامی اور مددگار نہیں ہے اس لئے انہیں چاہیئے کہ وہ اس کے ہر حکم کی دل وجان سے پابندی کریں اور دشمنوں کے پروپیگنڈے سے متأثر ہو کر اللہ کے نبی سے کوئی ایسا سوال نہ کریں جس سے اللہ اور رسول کے کسی حکم پر اعتراض یا گستاخی کی بو آتی ہو۔

﴿۱۰۸﴾ اس آیت میں جو خطاب ہے وہ اہلِ ایمان سے بھی ہو سکتا ہے اور کافروں سے بھی، اس لئے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بلاامتیاز سارے انسانوں کے لئے نبی بن کر آئے تھے لیکن بظاہر یہود مراد ہیں اس لیے کہ یہ بیماری ان کے اندر زیادہ تھی۔ {۱۱۴}

ان میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں رہی جو منہ پھٹ اور گستاخ تھے انہوں نے کبھی کھانوں سے سجا سجایا دسترخوان آسمانوں سے اتارنے کا مطالبہ کیا، کبھی بلاواسطہ اللہ کو دیکھنے کا سوال کیا۔

اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا کہ اے لوگو! میرے اس آخری رسول کو لایعنی مطالبات، فضول سوالات اور بے جا اعتراضات سے ویسے تکلیف نہ دینا جیسے موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف دی جاتی رہی اس لئے کہ اللہ کے نبی کی دل آزاری

{۱۱۳} الخطاب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم والمراد ھو وأمته لقوله "ومالكم" وإنما افرده لأنه أعلمهم، ومبدأعلمهم (بیضاوی ۱/۳۷۹)

{۱۱۴} اختلفوا فی المخاطب به علی وجوه احدها انهم المسلمون والقول الثانی انه خطاب لاهل مكة والقول الثالث المراد اليهود وهذا القول اصح (كبير)

اور شریعت کے کسی حکم پر اعتراض کفر ہے اور جو شخص ایمان کے بدلے کفر کو اختیار کر لے وہ سیدھے راستے سے بھٹک کر بہت دور جا پڑتا ہے۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ بعض آیات واحکام کا منسوخ ہونا خود قرآن سے ثابت ہے۔(۱۰۶) اور اس کے جواز اور امکان پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔{۱۱۵}

نسخ کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

۱۔کسی آیت کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوجائیں مثلاً انبیاء سابقین کے صحیفوں کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوچکے۔

۲۔صرف حکم منسوخ ہوجائے تلاوت باقی ہو مثلاً والدین اور قرابت داروں کے لئے وصیت کا حکم منسوخ ہوچکا لیکن جس آیت میں یہ حکم تھا اس کی تلاوت آج بھی کی جاتی ہے۔

۳۔تلاوت منسوخ ہوجائے لیکن حکم باقی ہو مثلاً جس آیت میں حدرجم کا حکم تھا اس کی تلاوت تو اب نہیں کی جاتی لیکن اس کا حکم باقی ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا رؤف وکریم ہے،احکام کی تبدیلی اور نسخ میں بھی بندوں کی دنیاوی اور اخروی مصلحتیں پیش نظر ہوتی ہیں۔(۱۰۶)

۳۔ جسمانی معالجین کی طرح روحانی معالجین یعنی اہلِ تصوّف واصلاح بھی زیرِ علاج مریضوں کے حسبِ حال معالجے میں تبدیلی کرتے رہتے ہیں۔(۱۰۶)

۴۔ مسلمانوں کا حقیقی یارومددگار اللہ کے سوا کوئی نہیں۔(۱۰۷)

۵۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم اور فیصلے پر اعتراض نہ کرے۔(۱۰۸)

۶۔ لایعنی سوالات سے احتراز کرنا چاہیے۔(۱۰۸)

۷۔ دل آزاری کے لیے یا گستاخانہ انداز میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنا کفر ہے۔(۱۰۸)

{۱۱۵} والمسلمون کلھم متفقون علی جواز النسخ فی احکام اللّٰہ تعالیٰ لما لہ فی ذلک من الحکمۃ البالغۃ وکلھم قالوا بوقوعہ، وقال ابومسلم الاصبھانی المفسر: لم یقع شئی من ذلک فی القرآن ، وقولہ ضعیف مردود مرذول (ابن کثیر ۱/۲۰۱)

مسلمانوں سے اہلِ کتاب کا بغض وحسد

﴿۱۰۹......۱۱۰﴾

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنۢ بَعْدِ إِيمَٰنِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم
دل چاہتا ہے بہت سے اہل کتاب کا کہ کسی طرح تم کو پھیر کر مسلمان ہوئے پیچھے کافر بنا دیں بسبب اپنے دلی حسد کے

مِّنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِۦٓ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ
بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا اُن پر حق سو تم درگذر کرو اور خیال میں نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم بیشک اللہ ہر چیز پر

قَدِيرٌ ﴿۱۰۹﴾ وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا الزَّكَوٰةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ ۗ
قادر ہے اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور جو کچھ آگے بھیجدو گے اپنے واسطے بھلائی پاؤ گے اُس کو اللہ کے پاس

إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۱۱۰﴾
بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو سب دیکھتا ہے

ربط۔ سابقہ آیات میں مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا تھا کہ وہ یہود کے پروپیگنڈے سے متأثر ہو کر اللہ کے رسول سے لایعنی سوالات نہ کریں یہاں اس کی وجہ بتائی کہ

تسہیل۔ اہلِ کتاب میں سے اکثر کا حال یہ ہے کہ ان پر اگرچہ حق واضح ہو چکا ہے مگر محض قلبی بغض وعناد کی بناء پر وہ دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں ایمان سے ہٹا کر دوبارہ کافر بنا ڈالیں لیکن اے مسلمانو! تم اس وقت تک معاف کرتے رہو اور درگذر کرتے رہو جب تک اللہ اپنا کوئی نیا حکم نافذ نہ فرمادے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے O فی الحال حکم یہی ہے کہ نمازیں پابندی سے پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کیے جاؤ اور یاد رکھو کہ اپنی بھلائی کے لئے جو نیک کام بھی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں پورا پورا پاؤ گے تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے دیکھتا ہے O

تفسیر

﴿۱۰۹﴾ یہودیوں کے دلوں میں مسلمانوں کے لیے شدید قسم کا حسد وعناد پایا جاتا ہے اور اسی حسد کی بناء پر وہ چاہتے ہیں کہ ایمانیات کے بارے میں ان کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کر کے انہیں ایمان سے برگشتہ کر دیں تاکہ وہ ایمان کی روشنی سے نکل کر دوبارہ کفر کی تاریکیوں میں آ جائیں۔ اس لیے مسلمانوں کو بہت محتاط ہو کر رہنا چاہیے۔{۱۱۶}

{۱۱۶} یحذر تعالیٰ عباده المؤمنین عن سلوك طریق الکفار من اهل الکتاب ویعلمهم بعد اوتهم لهم فی الباطن والظاهر (ابن کثیر ۱/۲۰۳)

یہودیوں کی اس حاسدانہ سوچ کے معلوم ہونے کے باوجود مسلمانوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ جلد بازی میں کوئی قدم نہ اٹھائیں بلکہ اس وقت تک عفوودرگذر پر کاربند رہیں جب تک کہ جہادوقتال کا حکم نازل نہیں ہوجاتا۔{۱۱۷}

﴿۱۱۰﴾ جہاد کا حکم بھی جلد آنے والا ہے لیکن میدانِ جنگ میں تمہیں اللہ کی نصرت کی ضرورت ہوگی اور اللہ کی نصرت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی پابندی سے کرتے رہو تاکہ مال اور جاہ کی محبت سے تمہارے نفس پاک ہوجائیں اور اچھے اخلاق سے تم متصف ہوجاؤ کیونکہ اچھے اخلاق والوں پر ہی اللہ کی نصرت نازل ہوتی ہے۔

اور یہ مت سمجھو کہ جب تک جہاد کا حکم نہ آئے صرف نماز روزہ سے کیا حاصل ہوگا؟

ایک مخلص مؤمن جو بھی نیک کام کرتا ہے وہ اللہ کے ہاں جمع ہوجاتا ہے جس کا اجر اسے اخروی زندگی میں بہرصورت ملے گا۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ یہودونصاریٰ کی حاسدانہ کوششوں اور مذموم جذبات پر ہروقت نظر رکھیں اور کسی لمحے بھی ان سے غافل نہ ہوں۔(۱۰۹)

مسلمانوں کے لیے اہلِ کتاب کے دلوں میں بغض وعناد کے جو جذبات کل تھے وہ آج بھی ہیں۔

۲۔ اگر بالفرض کسی وقت عملی طور پر جہاد نہ ہورہا ہو تو مسلمانوں کو اس کی تیاری میں مصروف رہنا چاہیے۔(۱۱۰) یہ تیاری اسلحہ اور اسباب کے اعتبار سے بھی ہو اور تھذیبِ اخلاق اور تزکیہ نفوس کے اعتبار سے بھی ہو۔

۳۔ قرآن کریم میں اکثر صلوٰۃ وزکوٰۃ کو اکٹھے ذکر کیا گیا ہے۔(۱۱۰) اسلئے کہ نماز سے فرد کی اصلاح ہوتی ہے اور زکوٰۃ سے جماعت کی اصلاح ہوتی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ صلوٰۃ وزکوٰۃ سے دو بڑی روحانی بیماریوں کا علاج ہوسکتا ہے یعنی نماز سے حب جاہ کا علاج اور زکوٰۃ سے حب مال کا علاج۔

۴۔ ہروقت اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے نگران اور باخبر ہونے کا تصور کرنے سے نیت اور عمل میں حسن پیدا ہوتا ہے۔(۱۱۰)

{۱۱۷} "بامرہ" المراد بہ الامر بالقتال (روح المعانی)

یہود و نصاریٰ کے باطل تخیلات

۱۱۱......۱۱۳

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ
اور کہتے ہیں کہ ہرگز نہ جاویں گے جنت میں مگر جو ہونگے یہودی یا نصرانی یہ آرزوئیں باندھ لی ہیں انہوں نے، کہدے لے آؤ سند اپنی

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ
اگر تم سچے ہو کیوں نہیں جس نے تابع کر دیا منہ اپنا اللہ کے اور وہ نیک کام کرنیوالا ہے تو اُسی کے لئے ہے ثواب اس کا اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ
اُن پر اور نہ وہ غمگین ہونگے اور یہود تو کہتے ہیں کہ نصاریٰ نہیں کسی راہ پر اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود نہیں کسی راہ پر

عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ
باوجودیکہ وہ سب پڑھتے ہیں کتاب اسی طرح کہا اُن لوگوں نے جو جاہل ہیں انہی کی سی بات اب اللہ حکم کریگا اُن میں

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
قیامت کے دن جس بات میں جھگڑتے تھے

ربط۔ اہل کتاب خواہ یہود ہوں یا نصاریٰ، ایک طرف مسلمانوں کے بارے میں ان کی مشترکہ خواہش اور کوشش یہ تھی کہ وہ کسی طرح دینِ حق سے برگشتہ ہو جائیں دوسری طرف وہ آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں جو سوچ رکھتے تھے وہ بھی عجیب تھی۔

تسہیل۔ یہود کہتے ہیں کہ جنت میں صرف وہی جائے گا جو یہودی ہو اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ جنت میں صرف وہی جائے گا جو نصرانی ہو، یہ خالی بہلانے کی باتیں ہیں آپ ان سے فرمادیجئے کہ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو کوئی دلیل پیش کرو O حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ کے ہاں یہودی یا عیسائی ہونے کا اعتبار نہیں بلکہ اللہ کا اعلان تو یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنا رُخ اللہ کی طرف کر دے، اس کے ساتھ ساتھ وہ مخلص بھی ہو تو اسے پروردگار کے ہاں اپنے اخلاص اور اطاعت کا معاوضہ ضرور ملے گا۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ انہیں کوئی غم لاحق ہوگا O یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کا مذہب کسی بنیاد پر قائم نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کے مذہب کی حقیقت کچھ بھی نہیں حالانکہ یہود و نصاریٰ دونوں ہی آسمانی کتابیں پڑھتے پڑھاتے ہیں ان کی دیکھا دیکھی بے علموں نے بھی کہنا شروع کر دیا کہ یہود و نصاریٰ کے پاس کچھ بھی نہیں، حق تو صرف ہمارے پاس ہے، ان سب کو اپنی اپنی ہانکنے دیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان تمام معاملات میں فیصلہ کر دے گا جن میں ان کا اختلاف ہے O

﴿تفسیر﴾

﴿۱۱۱﴾ یہود ونصاریٰ میں سے ہر ایک کا دعویٰ یہ تھا کہ جنت کے تنہا وارث وہی ہیں۔ یہودی کہتے تھے کہ جنت میں صرف وہی جائے گا جو یہودی ہو اوران کے مقابلے میں نصرانی کہتے تھے کہ جنت میں صرف وہی شخص داخل ہوگا جو نصرانی ہو لیکن یہ محض باطل تخیلات اور خودساختہ تمنائیں تھیں جن کی مدد سے وہ اپنا اور اپنے متعلقین کا دل خوش کرلیا کرتے تھے، ان دعاوی کی پشت پر کوئی علمی دلیل موجود نہیں تھی۔

قرآن جو کہ دلیل وبرہان کی کتاب ہے وہ کسی ایسے دعوے کو تسلیم نہیں کرتا جس کی تائید کسی عقلی یا نقلی دلیل سے نہ ہوتی ہو۔{۱۱۸}

اللہ تعالیٰ نے جنت دوزخ کا معاملہ تخیلات اور امیدوں پر نہیں چھوڑا بلکہ اس کے لیے ایک عالمگیر قانون بنایا ہے جس کی اتباع کرتے ہوئے ہر شخص جنت میں داخل ہوسکتا ہے۔ خواہ وہ کسی بھی نسل اور خاندان سے تعلق رکھتا ہو وہ قانون یہ ہے کہ:

﴿۱۱۲﴾ ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جھکا دے{۱۱۹} اپنی ہستی اور مرضی کو اللہ کی مرضی کے سامنے فنا کردے، ہر طرف سے کٹ کر ایک اللہ کی طرف متوجہ ہوجائے ایمان اور اعتقاد کے ساتھ ساتھ اسے حسنِ عمل اور اخلاص کی دولت بھی حاصل ہو تو اسے اپنے پروردگار کے ہاں سے معاوضہ ضرور مل کر رہے گا اور سب سے بڑا انعام جو اسے ملے گا وہ قلبی سکون کی صورت میں ہوگا، ایسا سکون جس پر خوف وغم کی کوئی ہلکی سے ہلکی پرچھائیں تک بھی نہیں پڑے گی۔

﴿۱۱۳﴾ یہود ونصاریٰ دونوں ہی آسمانی کتاب کے حامل تھے، یہود تورات پڑھتے تھے اور نصاریٰ انجیل کی تلاوت کرتے تھے اور انبیاء بنی اسرائیل کے صحائف کا جو مجموعہ عہد نامۂ عتیق کے نام سے ہے اس کے الہامی اور مقدس ہونے کے تو دونوں ہی قائل تھے لیکن اس کے باوجود ان کے تعصب اور تنگ نظری کا حال یہ تھا کہ دونوں ایک دوسرے کی تکفیر کرتے تھے، یہود کہتے تھے کہ حق پر صرف ہم ہیں نصاریٰ کے پاس کچھ بھی نہیں اور نصاریٰ کہتے تھے کہ اہلِ حق صرف ہم ہیں یہود کے پاس کچھ بھی نہیں، عجیب بات یہ تھی کہ تورات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی بشارت تھی اور انجیل میں یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اصل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی تکمیل کے لئے تشریف

{۱۱۸} وتحت الآية على ان المدعى سواء ادعى نفيا اواثباتا لابدله من الدليل والبرهان وذلك من اصدق الدلائل على بطلان التقليد (كبير)

{۱۱۹} "اسلم وجهه" اى اخلص نفسه لايشرك به غيره (كشاف)

لائے ہیں۔ جب ان پڑھ جاہلوں {۱۲۰} نے دیکھا کہ اہلِ علم ایک دوسرے کی تکفیر کر رہے ہیں تو وہ بھی انہی کی بولی بولنے لگے اور کہنے لگے کہ حق تو صرف ہمارے پاس ہے اہلِ کتاب کے دونوں گروہوں کے پاس کچھ بھی نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان سب کو اپنی اپنی ہانکنے دو، قیامت کے دن جو کہ حق اور باطل کے درمیان حتمی فیصلے کا دن ہے عملی طور پر فیصلہ کر دیا جائے گا کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر ہے جہاں تک علمی اور برھانی فیصلے کا تعلق ہے وہ تو دنیا میں بھی ہو چکا، اور دلائل وشواہد کی بناء پر کسی صاحبِ عقل کے لیے حق وباطل میں امتیاز کرنا کوئی مشکل امر نہیں رہا۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ ایمان اور عملِ صالح کے بغیر صرف نسب اور نسبت کی بناء پر جنتی ہونے کا دعویٰ باطل تخیل اور جھوٹی آرزو کے سوا کچھ نہیں۔ (۱۱۱)

۲۔ علمی دلیل کے بغیر کسی فرد یا جماعت پر جہنمی ہونے کا فتویٰ لگا دینا اہلِ باطل کی ذہنیت ہے۔ (۱۱۱)

۳۔ دخولِ جنت کا مدار تین چیزوں پر ہے صحیح عقیدہ، عملِ صالح اور اخلاص (یعنی ایمان، اسلام اور احسان)۔ (۱۱۲)

۴۔ خوف اور حزن سے مبّرا زندگی اہلِ جنت کی خصوصیت ہے۔ (۱۱۲)

اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو دنیا میں بھی یہ نعمت عطا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ سکونِ قلب کی دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔

۵۔ مذہبی اور مسلکی اختلافات کی بنیاد پر ایک دوسرے کی تکفیر اور تحقیر کرنا یہود ونصاریٰ کا شیوہ ہے۔ (۱۱۳)

۶۔ اہلِ علم کے باہمی اختلاف اور عناد کو دیکھ کر جہّال بھی بے باک ہو جاتے ہیں اور ان کی زبانیں کھل جاتی ہیں۔ (۱۱۳)

۷۔ اختلافی مسائل میں حسّی اور عملی فیصلہ صرف قیامت کے دن ہوگا، دنیا میں اس کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ (۱۱۳)

مساجد کی ویرانی اور بربادی کا ظلم

﴿۱۱۴......۱۱۵﴾

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ۭ أُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ

اور اُس سے بڑا ظالم کون جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ لیا جاوے وہاں نام اُس کا اور کوشش کی اُن کے اُجاڑنے میں ایسوں کو لائق نہیں کہ

{۱۲۰} وھم مشرکوا العرب فی قول الجمھور (روح المعانی)

أَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۬ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

داخل ہوں اُن میں مگر ڈرتے ہوئے اُن کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور اُن کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے،

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

اور اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منہ کرو وہاں ہی متوجہ ہے اللہ بیشک اللہ بے انتہا بخشش کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے

ربط ۔ اس سے قبل تین گروہوں کا ذکر ہوا ہے یہ تینوں گروہ ہی کسی نہ کسی انداز میں عبادت خانوں کو ویران کرنے کے جرم میں شریک تھے۔

یہود وسوسہ اندازی اور شکوک وشبہات کے ذریعے سے لوگوں کو دین سے، اللہ کی عبادت سے اور عبادت خانوں سے دُور کرنے کا ذریعہ بنتے تھے۔ نصاریٰ نے کسی زمانے میں یہود پر چڑھائی کرتے ہوئے بیت المقدس کی حرمت کو پامال کیا تھا۔ اور مشرکین نے مسلمانوں کو بیت اللہ میں عبادت سے روکنے کے لیے جو جو ہتھکنڈے اختیار کیے وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں۔

چونکہ یہ تینوں گروہ معبدوں کی ویرانی اور بربادی کے جرم میں شریک تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی صیغہ عموم کے ساتھ اس جرم کی قباحت ظاہر فرمائی ہے۔ {۱۲۱}

تسہیل ۔ اور اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لینے اور عبادت کرنے سے منع کرے اور انہیں ویران کرنے کی کوشش کرے، یہ لوگ اس لائق نہیں ہیں کہ مساجد میں بغیر خوف اور ہیبت کے قدم بھی رکھیں ان لوگوں کے لیے دنیا میں بھی بڑی رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے O مشرق ومغرب دونوں اللہ کی ملکیت ہیں لہٰذا تم لوگ جدھر کو بھی منہ پھیرو اُدھر ہی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے بے شک اللہ بڑا وسعت والا بڑا علم والا ہے O

﴿تفسیر﴾

﴿۱۱۴﴾ اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کے گھر میں اللہ کا نام لینے اور عبادت کرنے سے لوگوں کو روکتا ہے اس لئے کہ عبادت ہی تو مقصدِ زندگی ہے، یہ دنیا اسی وقت تک قائم ہے جب تک کوئی نہ کوئی، کہیں نہ کہیں اللہ کی عبادت کر رہا ہے، جب دنیا میں اللہ کا نام لینے والا کوئی ایک فرد بھی باقی نہیں رہے گا دنیا کی بساط لپیٹ دی جائے گی اور قیامت قائم ہوجائے گی۔

{۱۲۱} "ومن اظلم ممن منع مساجداللّٰه" عام لكل من خرب مسجدا، أوسعى فى تعطيل مكان مشرح للصلاة وان نزل فى الروم لماغزوابيت المقدس وخربوه وقتلوه، أوفى المشركين لمامنعوا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ان يدخل المسجد الحرام عام الحديبية (بيضاوى ۱/۳۸۶)

کافروں کو تو اللہ کے گھر میں عام حالات میں قدم رکھنے کی اجازت ہی نہیں غیر مسلم صرف اسی وقت مسجد میں داخل ہوسکتا ہے جب وہ مسلمانوں کا محکوم ہو اور مسجد کے وقار اور ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے خوف اور ہیبت کے ساتھ داخل ہو{۱۲۲} جو لوگ معبدوں کی بربادی اور ویرانی میں کوشاں رہتے ہیں وہ دنیا میں بھی ذلیل اور رسوا ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی بہت بڑا عذاب ان کے انتظار میں ہے۔

﴿۱۱۵﴾ اگر بالفرض مسلمانوں کو مساجد میں عبادت کرنے سے روک دیا جائے تو انہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں وہ جس جگہ بھی سر جھکا دیں گے وہ جگہ ان کے لیے مسجد بن جائے گی اور مجبوری میں جس جہت کی جانب وہ رخ پھیر لیں گے وہی جہت ان کے لیے قبلہ بن جائے گی کیونکہ مشرق و مغرب کی ساری جہتوں کا مالک اللہ ہے اور اس کی ذات ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہے{۱۲۳} وہ بڑی وسعت والا ہے، اس کی ذات کسی مکان اور زمان میں نہیں سما سکتی اور وہ کسی جہت میں منحصر بھی نہیں ہوسکتا، وسعت کے ساتھ ساتھ وہ علم والا بھی ہے ہر اس شخص کو جانتا ہے جو عبادت کے لیے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

حکمت وہدایت

۱۔ جو جگہ عبادت کے لئے مخصوص کردی جائے اور اس کے لئے اذنِ عام دے دیا جائے وہ شخصی ملکیت سے خارج ہوجاتی ہے۔(۱۱۴)

۲۔ ادب واحترام کے لحاظ سے دنیا کی تمام مساجد مساوی ہیں۔(۱۴)

۳۔ مسجد کی ویرانی اور بربادی کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ حرام ہیں۔(۱۱۴)......خواہ یہ بربادی انہدام کی صورت میں ہو یا ایسے اسباب پیدا کرنے کی صورت میں ہو جن کی وجہ سے لوگ مسجد میں یا تو آئیں نہیں یا ان کا آنا کم ہوجائے۔

۴۔ دارالاسلام اور مساجد میں کافروں کو داخل ہونے کا کوئی حق نہیں بجز اس کے کہ وہ مسلمانوں ہی کی شرائط پر داخل ہوں اور ان کا داخلہ سرکشانہ نہیں بلکہ مطیعانہ ہو۔(۱۱۴)

۵۔ سواری پر نفلی نماز پڑھنے کی صورت میں بغیر مجبوری کے اور عام حالات میں مجبوری کی وجہ سے جدھر بھی رُخ کرلیا جائے، نماز ادا ہوجائے گی۔(۱۱۵)

۶۔ اللہ تعالیٰ کی ذات جہت اور مکان سے منزّہ ہے۔(۱۱۵) وہ ہر جگہ ہے مگر کہیں بھی نہیں ہے۔

{۱۲۲} ماكان ينبغي لهم أن يدخلوها إلا بخشية وخشوع فضلاعن أن يجترئوا على تخريبها...... وقيل معناه النهي عن تمكينهم من الدخول في المسجد واختلف الائمة فيه فجوّز أبو حنيفة ومنع مالك (حواله مذكوره)

{۱۲۳} "وجه الله" قيل الوجه بمعنى الذات جعل هنا كناية عن علمه واطلاعه بمايفعل هناك (روح المعاني جزء ۱/۵۷۵)

اہلِ کتاب کی بیہودہ جسارتیں

﴿۱۱۶......۱۱۸﴾

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِيْعُ

اور کہتے ہیں کہ اللہ رکھتا ہے اولاد، وہ تو سب باتوں سے پاک ہے بلکہ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں سب اُسی کے تابعدار ہیں نیا پیدا کرنیوالا ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

آسمان اور زمین کا اور جب حکم کرتا ہے کسی کام کو تو یہی فرماتا ہے اُس کو کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے

لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَاۤ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ

کیوں نہیں بات کرتا ہم سے اللہ یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی آیۃ اسی طرح کہہ چکے ہیں وہ لوگ جو اُن سے پہلے تھے انہی کی سی بات ایک سے ہیں

قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

دل اُن کے بیشک ہم نے بیان کر دیں نشانیاں اُن لوگوں کے واسطے جو یقین لاتے ہیں

ربط ۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے مزعوماتِ باطلہ کی تردید سابقہ آیات میں کی گئی ہے یہاں بھی ان کے باطل خیالات ہی کی تردید کی جارہی ہے۔

تسہیل ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی اولاد رکھتا ہے وہ اس قسم کے بشری رشتوں سے پاک ہے بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کی ملکیت ہے اور سب اسی کے فرمانبردار بھی ہیں O آسمانوں اور زمین کا موجد بھی اللہ ہے اور جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو وہ اسے صرف اتنا کہہ دیتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتا ہے O اور جاہل یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے براہِ راست کلام کیوں نہیں کرتا یا کلام نہیں ہوسکتا تو ہمیں ثبوتِ رسالت کی کوئی دوسری بڑی دلیل کیوں نہیں دکھا دیتا، جو جاہل لوگ ان سے پہلے گذرے ہیں وہ بھی ایسی ہی باتیں کیا کرتے تھے، اگلوں اور پچھلوں سب کے دل بے بصیرتی میں ایک جیسے ہو گئے ہیں ورنہ یہ صاحب بصیرت ہوتے تو دلیل کا مطالبہ نہ کرتے کیونکہ ہم نے ان لوگوں کے لیے بہت سی دلیلیں صاف صاف بیان کر دی ہیں جو یقین رکھتے ہیں O

تفسیر

﴿۱۱۶﴾ یہود، حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ، حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور مشرکین، ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ ممکن ہے یہ ان کا اجتماعی عقیدہ نہ ہو لیکن جب ان میں سے کسی ایک فرقہ نے یہ عقیدہ اپنا لیا اور باقی

لوگوں نے اس پر خاموشی اختیار کرلی تو امت کے سارے افراد سے اس بارے میں دارو گیر کی جاسکتی ہے اور ان پر فردِ جرم عائد کی جاسکتی ہے اولاد کی احتیاج بھی ایک قسم کی کمزوری کی دلیل ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ہر کمزوری اور عیب سے پاک ہے۔

اسے اولاد کی ضرورت ہی کیا ہے، ارض وسما کی ساری مخلوق اس کی ملکیت ہے اور یہ سب اس کے فرمانبردار بھی ہیں، ہر چیز خواہ جاندار ہو یا بے جان ہو اس کی محکوم ہے، جن وانس، شمس وقمر، شجر وحجر اور لیل ونہار غرضیکہ ہر مخلوق کے لیے اس نے حدیں مقرر کر رکھی ہیں اور ان حدوں سے باہر قدم رکھنا ان کے لیے ممکن ہی نہیں۔

﴿۱۱۷﴾ بغیر کسی نمونہ اور مادہ کے آسمانوں اور زمین کو اسی نے ایجاد کیا ہے {۱۲۴} عملِ تخلیق میں وہ کسی چیز کا بھی محتاج نہیں نہ نقشہ کا نہ مادہ تخلیق کا اُدھر وہ ارادہ کرتا ہے {۱۲۵}، اِدھر وہ معرضِ وجود میں آجاتی ہے۔

﴿۱۱۸﴾ وہ مشرکین {۱۲۶} جو علم سے بے بہرہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے محمد! ہم تیری نبوت کی تصدیق اس وقت تک نہیں کریں گے جب تک کہ کسی نبی کے واسطہ کے بغیر اللہ خود ہمارے سامنے آپ کی نبوت کی تصدیق نہ کردے، یا کوئی فرشتہ ہمیں اس کی خبر نہ دے دے یا کوئی بڑی نشانی ہمارے پاس نہ بھیج دے......ان مطالبات سے ان کا مقصد سوائے تکبر اور عناد کے کچھ نہیں ہے اور اسی تکبر اور عناد کی وجہ سے ان سے پہلے جو جاہل لوگ گذرے ہیں وہ بھی وقت کے پیغمبروں سے اس قسم کے مطالبات کرتے رہے ہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ قساوت اور حسد وعناد میں مشرکینِ عرب کے دل پہلے زمانے کے مشرکین کے مشابہ ہوگئے ہیں جب ان کے دل ایک جیسے ہیں تو زبانوں پر جو باتیں ہیں وہ بھی ایک جیسی ہونگی کیونکہ زبان دل کی ترجمان ہوتی ہے۔

حیرت ہے کہ جاہل مشرکین کسی ایک دلیل اور نشانی کا مطالبہ کررہے تھے جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہماری جانب سے کئی آیات اور معجزات پیش کیے جاچکے ہیں۔لیکن ان معجزات کو دیکھنے کے لیے ایسے دلوں کی ضرورت ہے جو یقین کی دولت سے مالا مال ہوں اور شک وارتیاب کی گندگی سے پاک ہوں۔

حکمت وہدایت

۱۔ وحیِ الٰہی کی دلیل کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف کسی چیز کی نسبت کرنا حرام ہے۔(۱۱۶)

۲۔ اہلِ باطل خواہ امریکہ اور روس کے ہوں یا برطانیہ اور چین وجاپان کے، آج کے ہوں یا زمانہ قدیم کے، ان سب

{۱۲۴} "بدیع السموت" الابداع انشاء صنعة بلااحتذاء واقتداء...... واذا استعمل فی اللّٰه تعالیٰ فهوایجا دشی بغیرآلة ولامادة ولازمان ولامکان ولیس ذلك الاللّٰه (مفردات /۳۸)

{۱۲۵} "فانما یقول له کن" لیس المراد به حقیقة امروا متثال بل تمثیل حصول ماتعلقت ارادته بلامهلة بطاعة المامور المطیع بلاتوقف (بیضاوی ۱/ ۳۹۰)

{۱۲۶} والمراد من الموصول جهلة المشرکین وقدروی ذلك عن قتاده والسدی والحسن وجماعة وعلیه اکثر المفسرین (روح المعانی جزء ۱/ ۵۸۲)

کے قلوب بے بصیرتی میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور ان کے اقوال ونظریات بھی ایک جیسے ہیں۔(۱۱۸)

۳۔ جو دل، یقین سے خالی ہوں اور جن کا حرص وہوس سے تزکیہ نہ ہو چکا ہو وہ واضح دلائل اور آیات سے بھی متأثر نہیں ہوتے البتہ جو قلوب نفسانی اغراض سے پاک ہوتے ہیں وہ نورِ ایمان سے جلد جگمگا اٹھتے ہیں۔(۱۱۸)

یہود ونصاریٰ کی اتباع پر عذابِ الٰہی کی وعید

﴿۱۱۹......۱۲۱﴾

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَّ نَذِيرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحٰبِ الْجَحِيمِ ﴿۱۱۹﴾ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُودُ وَ

بیشک ہم نے تجھکو بھیجا ہے سچا دین دیکر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور تجھ سے پوچھ نہیں دوزخ میں رہنے والوں کی اور ہرگز راضی نہ ہونگے تجھ سے یہود اور

لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ

نہ نصاریٰ جب تک تو تابع نہ ہو اُن کے دین کا تو کہدے جو راہ اللہ بتلاوے وہی راہ سیدھی ہے اور اگر بالفرض تو تابعداری کرے اُن کی خواہشوں کی

الَّذِي جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيرٍ ﴿۱۲۰﴾ الَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُونَهُ حَقَّ

بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنیوالا اور نہ مددگار وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب وہ اسکو پڑھتے ہیں جو حق ہے

تِلَاوَتِهٖ ۗ أُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهٖ ۗ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿۱۲۱﴾ ع

اسکے پڑھنے کا وہی اس پر یقین لاتے ہیں اور جو کوئی منکر ہوگا اس سے تو وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں

ربط۔ جاہل لوگ کسی بڑی دلیل اور معجزہ کا مطالبہ کرتے تھے اس مطالبہ کے جواب میں ایک بات تو یہ کہی گئی کہ دلائل ومعجزات تو بہت سارے ہیں لیکن انہیں دیکھنے کے لیے صرف بصارت ہی نہیں بصیرت بھی ضروری ہے، گوش ہی نہیں ہوش بھی لازمی ہے، دل ودماغ ہی کافی نہیں ان کا تزکیہ اور یقین کی روشنی بھی ضروری ہے۔

اب یہاں اُس عظیم انسان کا تذکرہ ہے جس کے ہاتھوں یہ دلائل ومعجزات ظاہر ہوئے اور وہ خود بھی ایک زندہ معجزہ ہے......اس کی سیرت، اس کے اخلاق اور اس کا علم وفہم یہ سب معجزہ ہیں مولانا رومیؒ خوب فرما گئے ہیں۔

در دلِ ہر کس کہ از دانش مزا است
روئے وآوازِ پیمبر معجزہ است

ہر وہ شخص جس کے دل میں فہم ودانش پایا جاتا ہے اس کے لئے پیغمبر کا چہرہ اور آواز سب معجزہ ہیں۔

تسہیل۔ اے رسول! ہم نے آپ کو سچا دین دے کر مخلوق کی طرف بھیجا ہے تاکہ ماننے والوں کو خوشخبری سنائیں اور نہ ماننے والوں کو سزا سے ڈرائیں اور آپ سے دوزخ میں جانے والوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا کہ وہ دوزخ میں جانے سے کیوں نہ بچ سکے○ اور یہ یہود ونصاریٰ آپ سے کبھی بھی خوش نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے راستے کی پیروی نہ کریں آپ فرمادیجئے کہ ہدایت کا راستہ تو وہی ہے جسے اللہ نے ہدایت کا راستہ

بتایا ہے، اگر بالفرض آپ نے قطعی علم آ جانے کے بعد ان کے غلط خیالات کی اتباع کی تو آپ کو اللہ کے عذاب سے نہ کوئی دوست بچا سکے گا اور نہ کوئی مددگار O جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اگر اسے ویسے پڑھا کریں جیسا کہ اسے پڑھنے کا حق ہے تو یہی ہیں جو دینِ حق پر ایمان لے آتے ہیں اور جو لوگ دینِ حق کا انکار کریں گے تو ایسے ہی لوگ خسارے میں رہیں گے O

﴿تفسیر﴾

﴿۱۱۹﴾ اس آیتِ کریمہ میں جاہلوں کے مطالبے کا جواب بھی ہے اور نبی کریم ﷺ کے لیے قلبی تسلّی کا سامان بھی، فرمایا کہ ہم نے آپ کو اس لئے بھیجا ہے تا کہ اہلِ ایمان اور اطاعت گذاروں کو اللہ کی رضا کی اور جنت کی خوشخبری سنائیں اور کافروں اور سرکشوں کو اللہ کی پکڑ سے ڈرائیں، لیکن اگر آپ کی دعوت کے باوجود وہ کفر وطغیان پر جمے رہیں تو ایسے لوگوں کے بارے میں آپ سے کوئی باز پُرس نہیں ہوگی، ان کی تکذیب کا وبال آپ پر نہیں ہوگا لہٰذا آپ کو غمگین اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

﴿۱۲۰﴾ اللہ کے نبی ﷺ کم از کم اہلِ کتاب سے یہ اُمید ضرور رکھتے تھے کہ وہ ایمان قبول کرلیں گے اس لئے کہ بنیادی مسائل میں قرآن اور کتبِ سابقہ میں کچھ بھی فرق نہیں تھا لیکن جب وہ نئے نئے معجزات اور دلائل کا مطالبہ کرتے تو فطری طور پر آپ کی حساس طبیعت پر غم کے بادل چھا جاتے اور بسا اوقات تو آپ کا دل یہ چاہتا کہ کاش میں ان کے مطالبات پورے کرسکوں تا کہ یہ ایمان قبول کرلیں۔ رب تعالیٰ نے آپ کو تسلّی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے پیغمبر! اہلِ کتاب کے ایمان قبول نہ کرنے کا اصل سبب یہ نہیں ہے کہ ابھی تک وہ کوئی دلیل اور معجزہ نہیں دیکھ سکے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ وہ آپ کو اپنے پروگرام اور راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں، آپ ان کی دلداری کے لیے کچھ بھی کرلیں اور انہیں کتنے ہی معجزات اور دلائل کیوں نہ دکھادیں وہ آپ سے ہرگز خوش نہیں ہونگے ان کی خوشی کی صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ آپ اپنی ملّت اور دین کو چھوڑ کر ان کی ملّت، ان کے دین اور ان کے نظامِ حیات کو اپنا لیں۔

ان کے باقی سارے مطالبات کھوکھلے اور اغراضِ اصلیہ پر پردہ پوشی کی کوشش ہیں ان کا اصلی مطالبہ صرف ایک ہے وہ یہ کہ مسلمان اسلامی نظام اور عقائد کو چھوڑ کر صیہونی اور نصرانی نظامِ زندگی اور افکار ونظریات کو اپنا لیں۔

اے میرے رسول! آپ بھی انہیں دوٹوک جواب دے دیں کہ ملت، دین اور نظامِ زندگی پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوسکتا۔

﴿قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى﴾ ہدایت کا راستہ صرف وہی ہے جسے اللہ نے ہدایت کا راستہ کہا ہے صرف تمہاری ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے ہم اللہ کے بتائے ہوئے راستے کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے، باقی تمام راستوں کی طرف کھلنے والے دروازے ہم اپنے لیے بند کر چکے ہیں اب تو ہمارے سامنے صرف ایک ہی دروازہ کھلا ہے جو ’’صراط

مستقیم'' کی طرف لے جاتا ہے۔

اسکے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے شدید وعید ہے جس میں بظاہر روئے سخن حضورؐ کی طرف ہے۔ لیکن درحقیقت یہ امت کیلئے تعلیم اور تنبیہ ہے ورنہ خود حضورؐ کی شان سے تو یہ بات بہت بعید تھی کہ آپ اہلِ کتاب کی خواہشات کی پیروی کرتے ارشاد ہوا:

﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَانَصِیْرٍ﴾

اگر بالفرض آپ نے علم قطعی آ جانے کے بعد ان کی خواہشات کی اتباع کی تو آپ کو اللہ کے عذاب سے نہ کوئی دوست بچا سکے گا اور نہ کوئی مددگار۔

﴿۱۲۱﴾ اہلِ کتاب کی اکثریت کا حال وہی تھا جو اوپر بیان ہوا ہے، ان لوگوں نے کتاب اللہ کو بازیچۂ اطفال بنا رکھا تھا ان کی نظر میں سب سے زیادہ ترجیح انکی خواہشات کو حاصل تھی اور وہ مسلمانوں کو بھی اپنی خواہشات کے تابع بنانا چاہتے تھے لیکن ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جو دلوں میں حق کی طلب لیے ہوئے قرآن کی تلاوت کرتے تھے وہ نہ تو تحریف و تلبیس کرتے تھے اور نہ ہی کتمانِ حق کے مرتکب ہوتے تھے ان لوگوں کا تلاشِ حق کا جذبہ بالآخر انہیں ایمان قبول کرنے پر مجبور کر دیتا تھا اور ان کا ایمان بالتورٰۃ انہیں ایمان بالقرآن پر آمادہ کر دیتا تھا، جو ایمان بالقرآن سے محروم رہے وہ حقیقت میں ایمان بالتورٰۃ سے بھی محروم ہی تھے۔

حکمت و ہدایت

۱۔ تبلیغ و دعوت میں بشارت و انذار اور ترغیب و ترہیب دونوں شامل ہونی چاہیے۔ (۱۱۹)

۲۔ داعی کے ذمہ دعوت ہے، ہدایت نہیں، ہدایت دینا نہ دینا صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ (۱۱۹)

۳۔ یہود و نصاریٰ مسلمانوں سے ہرگز راضی نہیں ہو سکتے جب تک کہ مسلمان اپنی ملّت اور اپنے دین سے دستبردار ہو کر ان کے نظامِ زندگی کی پیروی نہ کرنے لگیں۔ (۱۲۰)

قرآن کریم کی یہ پیشنگوئی صرف ماضی کے لیے نہیں ہے بلکہ حال اور مستقبل کے لیے بھی ہے، عالمِ اسلام کے قائدین، مغربی اقوام کو خوش کرنے کے لیے چاہے ان کے جتنے مطالبات بھی تسلیم کر لیں وہ ان سے کبھی بھی خوش نہیں ہونگے...... جمہوریت، حقوقِ نسواں، آزادیِ تحریر و تقریر اور ایٹم بم یہ سب ثانوی چیزیں ہیں جنہیں صیہونی اور سامراجی اقوام اپنے اصل پروگرام پر پردہ ڈالنے کے لیے استعمال کرتی ہیں...... مسلمانوں سے ان کا اصل مطالبہ دینِ اسلام سے کنارہ کش ہو کر سیکولر بن جانے کا ہے۔

۴۔ قرآن کی وعیدیں ان لوگوں کے لیے ہیں جو دلائل واضح ہو جانے کے بعد اور عمل کی قدرت کے باوجود محروم رہے۔ {۱۲۷}

{۱۲۷} یدل علی انه لایجوز الوعید الابعد نصب الادلة واذا صح ذلك فبأن لایجوز الوعید الابعد القدرة اولی فبطل به قول من یجوز تکلیف مالایطاق (کبیر)

۵۔ اسلام کے سوا کوئی دین حق نہیں ہے، ہدایت صرف اسی میں محدود ہے۔(۱۲۰) اہلِ باطل کو خوش کرنے کے لیے اسلام کے کسی ایک جز کو چھوڑنا بھی حرام ہے۔

۶۔ جو فرد اور جماعت یہود و نصاریٰ کے نظام کی پیروی کرے گی اسے اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔(۱۲۰)

۷۔ اگر تورات اور انجیل کا مطالعہ طلبِ حق کے جذبہ سے کیا جائے تو ایمان کی توفیق مل سکتی ہے۔(۱۲۱)

۸۔ تلاوت کا حق ادا کرنے سے ہدایت ملتی ہے۔(۱۲۱)

حقِ تلاوت یہ ہے کہ عظمتِ قرآن کا لحاظ رکھتے ہوئے غور و تدبّر کے ساتھ تلاوت کی جائے، کتاب اللہ کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

تذکیر و تخویف

﴿۱۲۲......۱۲۳﴾

يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان ہمارے جو ہم نے تم پر کیے اور اس کو کہ ہم نے تم کو بڑائی دی اہل عالم پر، اور ڈرو اس دن سے

لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

کہ نہ کام آوے کوئی شخص کسی کی طرف سے ذرا بھی اور نہ قبول کیا جاوے گا اس کی طرف سے بدلہ اور نہ کام آوے اس کو سفارش اور نہ اُن کو مدد پہنچے

تسہیل ۔اے اولادِ یعقوب! ایک بار پھر میری ان نعمتوں کو یاد کرو جن سے میں نے تمہیں وقتاً فوقتاً نوازا اور میں نے بہت سی باتوں میں تمہیں بہت سے لوگوں پر فضیلت دی O اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا نہ کسی کی طرف سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا، نہ کسی کو سفارش فائدہ دے گی اور نہ لوگوں کو کوئی طاقت کے زور پر بچا سکے گا O

﴿تفسیر﴾

﴿۱۲۲﴾ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے بڑی محبت ہے وہ انہیں مختلف نعمتیں بھی عطا کرتا ہے اور پھر ان نعمتوں کی یاددہانی بھی کراتا ہے تاکہ انہیں شکر کرنے کی توفیق ارزانی ہو۔

یہاں تیسری بار بنی اسرائیل کو وہ نعمتیں یاد دلائی گئی ہیں جن سے اللہ نے انہیں نوازا تھا۔

﴿۱۲۳﴾ ان آیات میں تذکیر اور یاددہانی کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن سے تخویف بھی ہے جہاں نہ

تعلقات کام آئیں گے نہ فدیہ اور معاوضہ عذاب سے بچا سکے گا اور نہ ہی سفارش کچھ فائدہ دے گی۔

دنیا میں کسی مجرم کو چھڑانے کی چار صورتیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ ضمانت ۔۲۔ فدیہ ۔۳۔ شفاعت ۔۴۔ طاقت...... قیامت کے دن ان میں سے کوئی صورت بھی کام نہیں آئے گی۔

حکمت وہدایت

۱۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد رکھنے چاہئیں اور ان کا تذکرہ کرتے رہنا چاہیے تاکہ شکر کی توفیق ارزانی ہو۔ (۱۲۲)

۲۔ کسی بات کا بار بار سمجھانا بعض اوقات بتقاضاء محبت ہوتا ہے۔ (۱۲۲)

۳۔ ایمان اور عملِ صالح کے ذریعے قیامت کے دن کے عذاب سے بچنے کی تیاری کرنا واجب ہے۔ (۱۲۳)

۴۔ جس کا شرک پر انتقال ہوا ہو اس کی سفارش کوئی بھی نہیں کر سکے گا اور گناہ گار مؤمن کی سفارش بھی اللہ کے حکم اور اجازت کے بغیر نہیں ہو سکے گی۔ (۱۲۳)

ابراہیم علیہ السلام کا امتحان اور بیت الحرام اور مکہ کے فضائل

﴿۱۲۴......۱۲۶﴾

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ

اور جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں پھر اس نے وہ پوری کیں تب فرمایا میں تجھ کو کروں گا سب لوگوں کا پیشوا بولا اور میری اولاد میں سے بھی

قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ

فرمایا نہیں پہنچے گا میرا اقرار ظالموں کو اور جب مقرر کیا ہم نے خانہ کعبہ کو اجتماع کی جگہ لوگوں کے واسطے اور جگہ امن کی اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے

اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَ

کی جگہ کو نماز کی جگہ اور حکم کیا ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو کہ پاک کر رکھو میرے گھر کو واسطے طواف کرنے والوں کے اور اعتکاف کرنے والوں کے

الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ

اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے، اور جب کہا ابراہیم نے اے میرے رب بنا اس کو شہر امن کا اور روزی دے اس کے رہنے والوں کو میوے

مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ

جو کوئی ان میں سے ایمان لاوے اللہ پر اور قیامت کے دن پر فرمایا اور جو کفر کریں اس کو بھی نفع پہنچاؤں گا تھوڑے دنوں پھر اس کو جبراً بلاؤں گا دوزخ کے عذاب میں

النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾

اور وہ بری جگہ ہے رہنے کی

ربط۔ بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، ان کے جرائم اور کفرانِ نعمت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا جارہا ہے کیونکہ یہود ونصاریٰ ان کی طرف بھی اپنی نسبت کرتے تھے بلکہ وہ بدبخت لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہودی اور نصرانی قرار دینے سے بھی باز نہیں آتے تھے، حالانکہ اگر وہ اپنے دعووں میں سچے ہوتے تو محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع ضرور کرتے اس لئے کہ آپ حقیقت میں دعائے خلیل ہی کا نتیجہ تھے۔

حضرت خلیل علیہ السلام کے قصّہ کے ضمن میں حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کا تذکرہ بھی آیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان سب کا دین ایک ہی تھا اور حضرت خاتم النبیین ﷺ بھی اسی دین کے داعی بن کر آئے ہیں بیت اللہ کی تعمیر اور حرمت وعظمت کا ذکر بھی آیا ہے کیونکہ اسے مسلمانوں کا قبلہ قرار دینے پر بھی یہودیوں نے بڑا پروپیگنڈا کیا تھا۔

یہ سارے مضامین جو باہم بے حد مربوط ہیں انہیں بڑے خوبصورت انداز میں اگلی آیات میں بیان کیا گیا ہے اور بڑے دلنشین اسلوب میں بتایا گیا ہے کہ ''عالمین'' کی سیادت وقیادت کا جو منصب بنی اسرائیل کو عطا کیا گیا تھا اس سے انہیں معزول کر دیا گیا ہے اور اب یہ سیادت بنی اسمٰعیلؑ کی طرف منتقل ہوگئی ہے جس کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ قبلہ بھی بدل دیا جاتا لیکن تحویلِ قبلہ کے ذکر سے پہلے تعمیرِ کعبہ اور معمارِ کعبہ کا تذکرہ مناسب سمجھا گیا ہے۔

تسہیل۔ وہ وقت یاد کرو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پروردگار نے چند باتوں میں ان کا امتحان لیا اور وہ ان سب میں کامیاب ثابت ہوئے تب اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ میں تمہیں نبوت عطا فرما کر لوگوں کا پیشوا بناؤں گا انہوں نے عرض کیا کہ میری اولاد کو بھی پیشوائی کا منصب عطا کر دیجئے گا ارشاد ہوا تمہاری درخواست قبول کی جاتی ہے لیکن یہ ضابطہ یاد رکھو کہ میرا یہ وعدہ ظالموں کے لیے نہیں ہے O وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لئے اجتماع کی جگہ اور مقام امن قرار دیا تھا اور ہم نے حکم دیا تھا کہ مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو اور ہم نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کو حکم دیا کہ میرے گھر کو پاک رکھو طواف، اعتکاف اور رکوع سجود کرنے والوں کے لیے O اس وقت کو بھی ضرور یاد کرو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! اس شہر کو امن والا شہر بنا دیجئے اور اس کے باشندوں میں سے ان لوگوں کو پھلوں کا رزق عطا کیجئے جو ان میں سے اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جہاں تک دنیا کا تعلق ہے میں مؤمن کو بھی رزق دوں گا اور کافر کو بھی چند دن تک نفع پہنچاؤں گا پھر اسے دوزخ کے عذاب کی طرف دھکیل دوں گا اور وہ رہنے کی بہت بُری جگہ ہے O

تفسیر

﴿۱۲۴﴾ اس وقت کو یاد کیجئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پروردگار نے چند باتوں{۱۲۸} میں ان کا امتحان لیا اور وہ آزمائش سے سرخرو ہو کر نکلے اور کہیں بھی ان کے قدم نہیں ڈگمگائے، یہ امتحان علمی تحقیقات اور فنی مسائل کے حوالے سے نہیں تھا بلکہ اس کا تعلق عملی، اخلاقی اور ایمانی زندگی سے تھا۔

پہلا امتحان اس وقت ہوا جب آپ نے شعور کی آنکھیں کھولیں تو پوری قوم کو بُتوں اور مظاہرِ فطرت کی پرستش میں مبتلا پایا سورج، چاند اور ستارے اور ان جیسی دوسری مخلوقات قوم کے معبودوں کی فہرست میں شامل تھیں۔

خود آپ کے والد آزر بھی باطل خداؤں کی پرستش میں پیش پیش تھے اور انہیں اس میں ایک خاص مقام حاصل تھا لیکن بجائے اس کے کہ آپ بھی اس نظام بت پرستی کا حصّہ بن جاتے آپ نے رب تعالیٰ کے فضل وکرم سے توحید کا راستہ اختیار فرمایا۔

دوسرا امتحان تب ہوا جب آپ نے بت پرستی کے اس باطل نظام پر تنقید کرنا شروع کی اور اپنے والد اور ساری قوم کو سمجھانے کی کوشش کی کہ بت نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان دے سکتے ہیں لیکن جب قوم نہ مانی تو آپ نے عملی اقدام کیا اور ہیکل میں جا کر بُتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جس کی وجہ سے پوری قوم آپؑ کی دشمن بن گئی...... والد پہلے ہی سے مخالف تھے اب پوری قوم بھی دشمنی پر تُل گئی۔

تیسرا امتحان اربابِ اقتدار کے ساتھ ٹکراؤ کی صورت میں ہوا، نمرود کو جب آپ کی بُت شکنی کا علم ہوا تو اُس نے آپ کو اپنے دربار میں بُلا بھیجا اور آپ سے کٹ حجتی کرنی چاہی، بحث مباحثہ میں ناکام ہونے کے بعد نمرود اور اس کے حواریوں نے آپ کے لیے خطرناک آگ جلا کر آپ کو اس میں پھینک دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے سرد اور سلامتی والا بنا دیا۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا چوتھا امتحان ترکِ وطن کی صورت میں ہوا۔

جب طویل عرصہ تک دعوت کے باوجود قوم پر کوئی اثر نہ ہوا اور آپؑ کی بیوی حضرت سارہؓ اور برادر زادہ حضرت لوط علیہ السلام کے علاوہ کسی فرد نے ایمان قبول نہ کیا تو آپ اپنے آبائی وطن عراق کو چھوڑ کر فرات کے مغربی کنارے پر واقع ایک بستی میں چلے گئے کچھ دنوں بعد وہاں سے حران یا فاران کی جانب روانہ ہو گئے یونہی تبلیغ کرتے کرتے فلسطین پھر نابلس اور آخر میں مصر چلے گئے۔{۱۲۹}

{۱۲۸} "بکلمت" ای شرائع الاسلام (معالم عن ابن عباسؓ)
{۱۲۹}قصص القرآن از حضرت سیوہاروی رحمہ اللہ

پانچواں امتحان جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شکل میں پہلا بیٹا عطا فرمایا گیا لیکن ابھی وہ بچہ دودھ پیتا تھا کہ اللہ کے حکم سے آپ اسے اور اس کی والدہ حضرت ھاجرہؓ کو اس وادی میں چھوڑ آئے جہاں آج کعبہ ہے اور اس وقت وہ جگہ غیر آباد تھی اور وہاں پانی کا نام ونشاں بھی نہیں تھا۔

چھٹا امتحان اُسی بچے کی قربانی کے حکم کی صورت میں ہوا جو بچہ طویل دعاؤں اور تمناؤں کے بعد حاصل ہوا تھا...... یہ حکم ایک خواب کی صورت میں تھا مگر چونکہ نبی کا خواب بھی سچا ہوتا ہے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام بلاچون وچرا اس پر عمل کے لئے تیار ہو گئے۔

یہ تھے وہ چھ بڑے بڑے امتحانات جن کے ذریعے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جانچا اور پرکھا گیا اور وہ اس جانچ پرکھ میں کامیاب ثابت ہوئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کی پیشوائی کے منصب کے لیے منتخب فرمالیا۔

اللہ تعالیٰ، حضرت ابراہیم علیہ السلام تو کیا ہر چھوٹے بڑے انسان کی ظاہری اور باطنی صلاحیتوں سے واقف ہے اس لئے یہ جان لینا چاہیے کہ ان امتحانات کا مقصد یہ نہیں تھا کہ معلوم کیا جائے کہ وہ پیشوائی کے منصب کی صلاحیت رکھتے ہیں یا نہیں بلکہ ایک مقصد تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان آزمائشوں کے ذریعے اپنے خلیل کی تربیت کر کے اسے اعلیٰ مقامات ودرجات تک پہنچانا چاہتا تھا۔

ان آزمائشوں سے دوسرا مقصد ہماری ناقص سمجھ میں یہ آتا ہے کہ انسانوں کو بتادیا جائے {۱۳۰} کہ میں نے حضرت ابراہیم کو خلّت کا مقام اور امامت کا منصب عطا کیا تو یہ بلاوجہ نہیں تھا بلکہ وہ واقعی اس کے مستحق تھے انہوں نے محض میری رضا کے لیے باپ کو ناراض کیا، قوم کی مخالفت مول لی، بادشاہِ وقت سے ٹکر لی، وطن کی قربانی دی، بڑھاپے میں عطا کیے جانے والے معصوم بچے اور اس کی والدہ کو اپنے آپ سے جُدا کیا اور پھر جب وہ بچہ چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو میرے حکم سے اسے ذبح کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ اگر تم بھی اللہ کے دوست بننا چاہتے ہو تو قربانی اور ایثار کا ابراہیمی جذبہ پیدا کرو۔

﴿قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امامتِ خلق کا انعام ملا تو ان کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ امامت وپیشوائی کے اس انعام کا سلسلہ میری اولاد میں بھی جاری رہے {۱۳۱} اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، ہر صحیح الفطرت انسان کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ جو عزت وعظمت اسے حاصل ہے وہ اس کی اولاد کو بھی حاصل رہے بلکہ وہ اولاد کے لیے اپنے سے بھی زیادہ عزت کا خواہاں ہوتا ہے۔

{۱۳۰} وابتلاء اللّٰہ العباد لیس لیعلم احوالھم بالابتلاء فانہ عالم بھم ولکن لیعلم العباد احوالھم (معالم)

{۱۳۱} ”ومن ذریتی“ یدل انہ علیہ السلام طلب ان یکون بعض ذریتہ ائمۃ للناس (کبیر)

اللہ تعالیٰ نے جواب میں جو کچھ ارشاد فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ ہاں آپ کی اولاد میں سے بھی بعض کو اس نعمت سے نوازا جائے گا لیکن یہ کوئی نسلی اور موروثی حق نہیں جو از خود اولاد کی طرف منتقل ہو جائے گا بلکہ جیسے آپ کی صلاحیتوں کو پرکھا گیا اسی طرح آپ کی اولاد کو بھی دیکھا جائے گا جس کے اندر صلاحیت ہوگی اسے نوازا جائے گا اور جس کے اندر صلاحیت نہیں ہوگی اسے محروم رکھا جائے گا بالخصوص ان میں سے جو ظالم ہیں وہ اس منصب کے ہرگز حقدار نہیں ہونگے اس لئے کہ امام تو ہوتا ہی ظلم وفسق اور کفر وشرک کے خاتمہ کے لیے ہے جو خود ہی ظلم میں مبتلا ہو وہ اس اہم منصب کے تقاضے کیسے پورے کر سکے گا۔{۱۳۲}

یہودیوں کو بھی اسی لئے دنیا کی پیشوائی کے منصب سے محروم کیا گیا کہ وہ ظلم وفسق میں مبتلا ہو چکے تھے لیکن ان کی حماقت یہ تھی کہ وہ اس منصب کو اپنا موروثی اور نسلی حق سمجھنے لگے تھے جو ان کے خیال میں انہیں کردار وعمل کی بناء پر نہیں نسل اور نسب کی بناء پر ملنا ضروری تھا۔

﴿۱۲۵﴾ اہلِ عرب پر خصوصاً اور عالمِ انسانی پر عموماً اللہ کا ایک احسان یہ بھی ہے کہ اس نے بیت الحرام کو لوگوں کے لیے رجوع کا مرکز اور مقام امن بنایا ہے{۱۳۳} اس سادہ سے گھر میں اللہ تعالیٰ نے ایسی کشش رکھ دی ہے کہ پاک دل خود بخود اس کی طرف کھنچتے ہیں اور اسے بار بار دیکھنے کے باوجود طبیعت سیر نہیں ہوتی یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک بہت بڑا مقناطیس ہے جو غیر محسوس طریقے سے قلوب کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔{۱۳۴}

ہزاروں سال سے انسانی قافلے اس کی زیارت کے لیے رواں دواں ہیں، جب نقل وحمل اور سفر کے مشینی ذرائع نہیں تھے تب بھی سعادت مند لوگ جان جوکھوں میں ڈال کر وہاں پہنچتے تھے اور آج بھی پہنچ رہے ہیں۔

انسانوں کا مرجع ہونے کے علاوہ ارضِ حرم، جائے امن بھی ہے جو وہاں داخل ہو جائے اسے امن نصیب ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ زمانہ جاہلیت جو خون آشامی کا دور تھا اس وقت بھی حرم کا ''مامن'' ہونا سب کو مسلم تھا۔ وہ لوگ جو انتقام لیے بغیر اپنے لیے آرام کو حرام سمجھتے تھے ان کا یہ حال تھا کہ اگر حرم میں باپ اور بھائی کے قاتل سے آمنا سامنا ہو جاتا تو نظر جھکا کر گذر جاتے تھے اور وہاں ہر طرح کی جنگ اور قتل کو حرام سمجھتے تھے۔

﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو۔

مقام ابراہیمؑ سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے تھے اور بطور

{۱۳۲} تنبیه علی انه قد یکون من ذریته ظلمة وانهم لاینالون الامامة لأنها امانة من الله وعهد، والظالم لایصلح لها وانما ینالها البررة الاتقیاء منهم (بیضاوی ۱/۳۹۸)

{۱۳۳} "مثابة" رجوع الشی الی الحالة الاولیٰ التی کان علیها اوالی الحالة المقدرة المقصودة (مفردات/۸۳)

{۱۳٤} یقول القائل۔ محاسنه هیولی کل حسن...... ومغناطیس أفئدة الرحال۔ لایرجع الطرف عنها حین یبصرها...... حتی یعود الیها الطرف مشتاقا (تفسیر القاسمی ۲/۲٤۷)

معجزہ کے اس پتھر پر آپ کے قدم مبارک کا نشان پڑ گیا تھا{۱۳۵} اسی حکم کی تعمیل میں مسلمان طواف کے سات چکروں سے فارغ ہونے کے بعد مقامِ ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔

﴿اَنْ طَهِّـرَا بَيْتِىَ﴾ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام دونوں کو حکم دیا گیا کہ میرے گھر کو ہر طرح کی ظاہری اور باطنی نجاست سے پاک رکھو...... کوڑا کرکٹ سے بھی پاک اور کفر و شرک اور اخلاقِ رذیلہ سے بھی پاک۔{۱۳۶}

اور حرم کی پاکی کا یہ اہتمام اصل میں طواف، اعتکاف اور رکوع سجود کرنے والوں کے لیے ہے ظاہر ہے کہ تعمیر کعبہ کی اصل غرض و غایت تو یہی ہے کہ لوگ یہاں آ کر ربِّ واحد کی عبادت کریں اور حرم پر اصلی حق انہی لوگوں کا ہے۔

﴿۱۲۶﴾ اللہ کا وہ عظیم پیغمبر جو سخت سے سخت آزمائش سے بھی سُرخرو ہو کر نکلا ہے وہ بظاہر ناموافق حالات میں پورے یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کرتا ہے۔

پہلی دعا یہ کہ اے میرے ربّ! اس ویرانے کو ایک آباد شہر میں تبدیل کر دے۔

دوسری دعا یہ کہ اسے ایسا پُر امن علاقہ بنا دے جہاں نہ لوٹ مار کا خطرہ ہو نہ جنگ و جدال کا، یہاں کوئی ایسا ظالم و جابر حکمراں مسلّط نہ ہونے پائے جو یہاں کے باشندوں کا امن و سکون تباہ کر دے، یہ شہر ظاہری اور ارضی حادثات سے بھی محفوظ رہے اور باطنی اور سماوی آفات سے بھی اسے امن حاصل ہو۔

تیسری دعا یہ فرمائی کہ مکّہ والوں کو پھلوں کا رزق عطا فرما۔

ان تینوں دعاؤں کی تکمیل بظاہر ناممکن نظر آتی تھی، جس جگہ کے بارے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہ دعائیں فرما رہے تھے اس وقت اس جگہ ایک بے آب و گیاہ ریگستان تھا، سبزے سے یکسر خالی خشک پہاڑ تھے، زمین سنگلاخ تھی، جھاڑ جھنکاڑ کے سوا کوئی چیز وہاں نہیں اُگتی تھی، نہ قانون تھا نہ قانون نافذ کرنے والی کوئی اتھارٹی، شہر کی تعمیر کی کوئی پلاننگ تھی نہ کوئی کوشش...... پھر شہر تو بنتے ہیں لوگوں سے، کاروبار سے، تجارت سے، دوکانوں سے اور مختلف انسانی اور شہری سہولیات سے...... یہاں ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں تھی۔

زرعی، ثقافتی، تجارتی اور معدنی اعتبار سے بھی اس سرزمین میں کوئی کشش نہیں تھی کہ لوگ اپنے سرسبز اور آباد علاقے چھوڑ کر اس ویرانے میں آ بسیں۔

لیکن یہ تینوں دعائیں قبول ہوئیں، دیکھتے ہی دیکھتے مکّہ ایک پُر رونق اور آباد شہر بن گیا، وہاں ہمیشہ سے ایسا امن

{۱۳۵} بعض نے پورے حرم کو "مقامِ ابراہیم" قرار دیا ہے "قال ابن عباس الحرم کله" (ابن کثیر)

{۱۳۶} والتطهير المامور به هو التنظيف من كل مالا يليق به (بحر محيط)

ہے جو فوج اور پولیس کی بھاری نفری رکھنے والے شہروں کو بھی میسّر نہیں، مکّہ میں ہر قسم کے پھل، میوہ جات اور سبزیاں وافر مقدار میں سارا سال مل جاتی ہیں۔

﴿مَــنْ اٰمَــنَ﴾ حضرتِ خلیل علیہ السلام نے جب اپنی اولاد کے لیے امامت اور پیشوائی کی دُعا مانگی تھی تو ارشادِ باری ہوا تھا کہ یہ دُعا ظالموں اور فاسقوں کے حق میں قبول نہیں ہے۔

اب جب آپ نے معاشی خوشحالی اور پھلوں کے رزق کی دعا مانگی تو دنیاوی رزق کو دینی امامت پر قیاس کرتے ہوئے خود ہی اس دعا کو اہلِ ایمان کے ساتھ مخصوص کر دیا{۱۳۷} لیکن اللہ کی طرف سے جواب آیا کہ اے میرے خلیلؑ! دینی پیشوائی کا منصب بڑا نازک ہے وہ عدل وانصاف اور ایمان وعملِ صالح کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا لیکن مادی خوشحالی اور دنیاوی رزق کے لئے یہ شرط نہیں ہے، یہ رزق اہلِ ایمان کو بھی عطا کیا جائے گا اور اللہ کا انکار کرنے والے اور گالیاں دینے والوں کو بھی اس سے محروم نہیں رکھا جائے گا یہ خوشحالی اور رزق رسانی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی علامت نہیں بلکہ اس کی ربوبیت کا تقاضا ہے وہ ''رب المؤمنین'' نہیں بلکہ ''رب العالمین'' ہے، اہلِ ایمان کا رب بھی وہی ہے اور کافروں، مشرکوں کا رب بھی وہی ہے۔

لیکن اسی کا کھا کر اسی کو بُرا بھلا کہنے والوں اور انکار کرنے والوں کا انجام بہت بُرا ہوگا جو کہ جہنم کی دہکتی آگ ہے۔(اعاذنا اللہ)

حکمت وہدایت۔

۱۔ دینی پیشوائی کا منصب کامل یقین اور صبر کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔(۱۲۴)

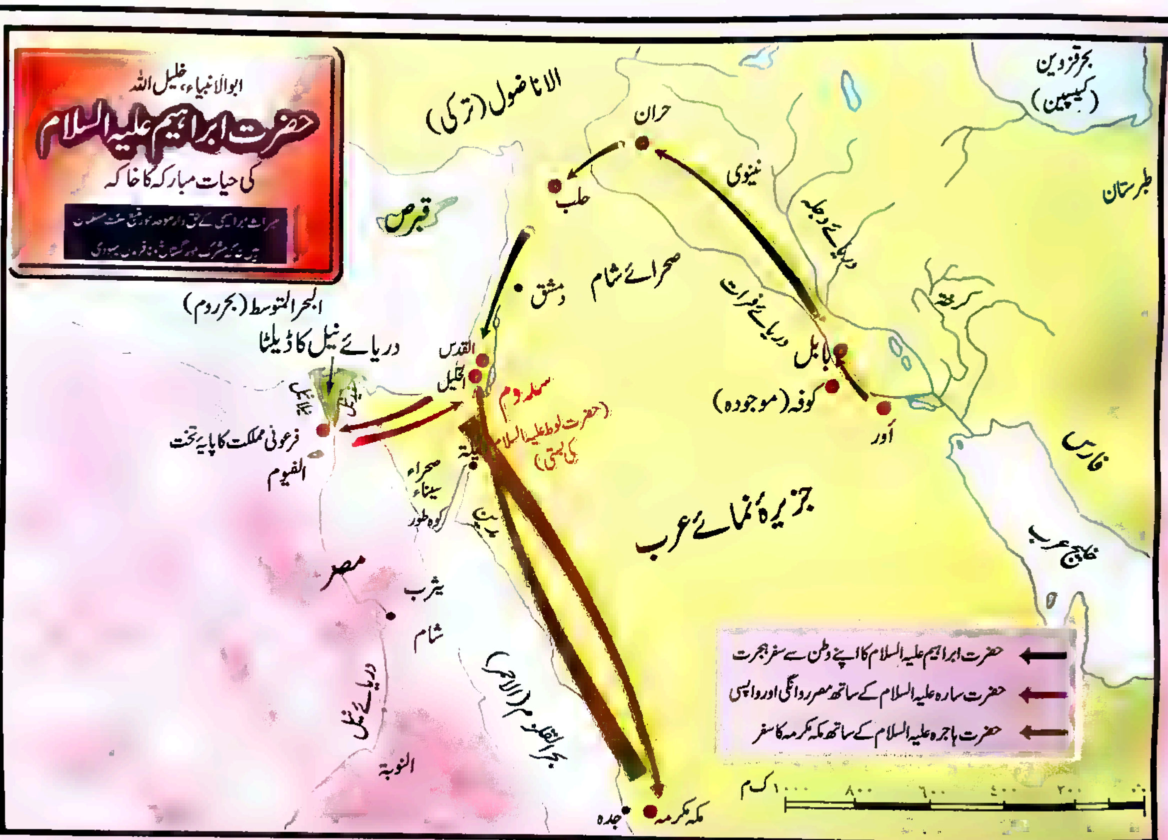
سورۃ السجدہ میں ہے:

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ﴾	اور ہم نے ان میں پیشوا بنادیے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے۔ جب انہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیتوں کا یقین رکھتے تھے۔

۲۔ اہلِ اللہ پر آزمائشیں انہیں مزید بلندیاں عطا کرنے کے لیے آتی ہیں۔(۱۲۴)

۳۔ جنہیں دینی پیشوائی کا منصب اللہ کی طرف سے ملتا ہو انہیں بسااوقات کڑے امتحانات سے گذرنا پڑتا ہے۔(۱۲۴)

{۱۳۷} قد كان ابراهيم قاس الرزق على الامامة فنبّه سبحانه على ان الرزق رحمة دنيوية تعم المومن والكافر (بيضاوی ۱/۴۰۰)



اس نقشہ سے قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ پیکر ایثار و وفا، خلیل اللہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کی داستان، عراق سے شام و مصر اور وہاں سے حجاز تک پھیلی ہوئی ہے۔ ابتلاء اور وفا، حرکت اور ہجرت آپ کی زندگی کا جلی عنوان ہے۔ بابل (موجودہ کوفہ کے قریب) کے ایک شہر ''اور'' میں ولادت، آگ سے زندہ سلامت نکل آنے کے بعد ''حران'' یا ''فاران'' کی طرف ہجرت پھر ملک شام روانگی اور دریائے اردن عبور کر کے کنعان (فلسطین) میں سکونت، حضرت سارہ کے ساتھ مصر کا سفر، وہاں سے واپسی پر حضرت ہاجرہ کے ساتھ مکہ مکرمہ کی جانب روانگی، ماں اور بیٹے کو وہاں آباد کرنے کے بعد فلسطین واپسی۔ اس دوران چار مرتبہ آپ کی مکہ مکرمہ آمد ثابت ہے۔ ۱۷۵ سال کی عمر میں فلسطین کے شہر الخلیل میں انتقال ہوا۔ اس شہر کو خلیل الرحمٰن بھی کہتے ہیں۔ بحر میت (جسے بحیرۂ لوط بھی کہا جاتا ہے) کے قریب سدوم نامی اس بستی کا محل وقوع بھی دکھائی دے رہا ہے جہاں آپ کے برادر زادہ حضرت لوط علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ یہ بستی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے سبب برے طریقے سے تباہ کر دی گئی تھی۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک علمی موشگافیوں سے زیادہ قابل قدر چیز اخلاق وکردار اور عملی ثابت قدمی ہے۔(۱۲۴)...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان، علمی تحقیقات اور فنی باریکیوں میں نہیں تھا بلکہ کردار اور جذبہ ایثار کے اعتبار سے تھا۔ اور یہی امتحان مشکل ہوتا ہے۔

۵۔ امامت جونسی بھی ہو اس کے لیے چند شرائط ہیں، ہر کسی کو امام بنانا جائز نہیں خواہ امامتِ رسالت ہو یا امامتِ خلافت ہو یا امامتِ صلوٰۃ ہو۔(۱۲۴)

۶۔ اوامر ونواہی کی پابندی ہی سے انسان، اللہ کا مقرب بھی بنتا ہے اور دینی قیادت کا مستحق بھی۔(۱۲۴)

۷۔ اسلام کے تصورِ امامت میں اصل چیز نسب اور نسل نہیں بلکہ اصل چیز ایمان وتقویٰ اور عدل وانصاف جیسی صفات کا ہونا ہے۔(۱۲۵)

۸۔ امیر اور امام کے لئے کسی کو اپنا ولی عہد بنانا بھی جائز ہے جبکہ وہ ایمان ویقین، علم وعمل اور عدل وصبر جیسے اوصاف سے متصف ہو۔(۱۲۴)

۹۔ اختیاری بدعملی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام جمع نہیں ہوسکتا۔(۱۲۴)
(ظلم وفسق بھی اختیاری بدعملی ہے ایسا شخص امامت جیسی نعمت کا کیسے مستحق ہوسکتا ہے)

۱۰۔ بیت اللہ کا مرجع ومرکز اور مامن ہونا اللہ کا بہت بڑا احسان ہے، ہر مومن پر لازم ہے کہ اس احسان پر اللہ کی حمد وثنا کرے(۱۲۵)

۱۱۔ بیت اللہ کا طواف کرنے والے کو چاہیے کہ مقام ابراہیم پر دو رکعت ادا کرے۔(۱۲۵)

۱۲۔ بیت اللہ اور مسجد حرم میں کوئی بھی ایسا عمل نہیں کرنا چاہیے جس سے طواف واعتکاف اور عبادت کرنے والوں کو تکلیف ہو۔(۱۲۵)

۱۳۔ بیت اللہ کی تطہیر ہر شخص کی ذمہ داری ہے خواہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح متبوع ومقتدا ہو یا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح تابع اور مقتدی۔(۱۲۵)

۱۴۔ بیت اللہ کی تعمیر کا اصل مقصد یہی ہے کہ اسے عبادت سے آباد رکھا جائے اور یہی لوگ ارضِ حرم کی تولیت کے اصل حقدار ہیں۔(۱۲۵)

۱۵۔ دعا کرنے والے کو حالات اور اسباب پر نہیں بلکہ مسبب الاسباب پر نظر رکھنی چاہیے جو کہ ناموافق حالات میں بھی موافق نتیجہ برآمد کرسکتا ہے۔(۱۲۶)

۱۶۔ شہروں اور آبادیوں کے لئے امن اور معاشی خوشحالی اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمتیں ہیں جن کی اللہ تعالیٰ سے خوب دعا

کرنی چاہیے (۱۲۶)

۱۷۔ صاحبِ ایثار لوگوں کی دعائیں مقامِ ایثار پر خوب قبول ہوتی ہیں۔ (۱۲۶)

۱۸۔ کافر کو محض کفر کی وجہ سے رزق سے محروم نہیں کیا جا سکتا بلکہ اسے بھی زندہ رہنے کا حق ہے الّا یہ کہ وہ دنیا کے امن وسکون اور اسلام اور اہلِ اسلام کے لئے خطرہ بن جائے تو اس کے ساتھ قتل وقتال جائز بلکہ واجب ہوگا۔

۱۹۔ ثروت وغربت یا رزق کی کمی بیشی اللہ تعالیٰ کی رضا یا ناراضگی کی علامت نہیں ہے۔ (۱۲۶)

۲۰۔ کافر کو اگر حرم ہی میں موت آجائے تو بھی اس کا آخری ٹھکانہ دوزخ ہی ہے (۱۲۶) مقدس مقام اور مبارک وقت میں موت، ایمان اور عمل کا نعم البدل نہیں ہو سکتی۔

بیت الحرام کی تعمیر اور باپ بیٹا کی دعائیں

﴿۱۲۷۔۱۲۹﴾

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرٰهِمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمٰعِيلُ ۖ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۲۷﴾

اور یاد کر جب اُٹھاتے تھے ابراہیم بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسمٰعیل اور دعا کرتے تھے اے پروردگار ہمارے قبول کر ہم سے بیشک تو ہی ہے سننے والا جاننے والا

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا

اے پروردگار ہمارے اور کر ہم کو حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد میں بھی کر ایک جماعت فرمانبردار اپنی اور بتلا ہم کو قاعدے حج کرنے

وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ

کے اور ہم کو معاف کر بیشک تو ہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان اے پروردگار ہمارے اور بھیج اُن میں ایک رسول انہی میں کا کہ پڑھے اُن پر تیری آیتیں

آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۲۹﴾

اور سکھلاوے اُن کو کتاب اور تہ کی باتیں اور پاک کرے اُن کو بیشک تو ہی ہے بہت زبردست بڑی حکمت والا

تسہیل: وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس وقت حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھار ہے تھے اور ساتھ ساتھ دعا بھی کر رہے تھے اے ہمارے پروردگار ہماری یہ خدمت قبول فرمالے بیشک تو ہی سب کی دعائیں سننے والا اور سب کی نیتوں کا حال جاننے والا ہےO اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنا اور زیادہ فرمانبردار بننے کی توفیق عطا فرمادے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کر جو تیری فرمانبردار ہو، ہمیں حج کے قواعد اور طریقے بتادے، ہمارے حال پر توجہ فرما، حقیقت میں صرف تو ہی توجہ فرمانے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہےO اے ہمارے پرودگار! ان لوگوں میں خود انہی میں سے ایک ایسا رسول بھیج دے جو انہیں تیری آیات پڑھ کر

سنایا کرے اورانہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اوران کے دلوں کو پاک صاف کردے، بلاشبہ تو ہی سب پر غالب اور بڑا حکمت والا ہے۔O

﴿تفسیر﴾

ربط: قریش کا دعویٰ تھا کہ ہم حضرت ابراھیم علیہ السلام کی ملّت پر ہیں اوراس دعویٰ میں باقی اہل عرب بھی قریش کے تابع تھے اسلئے بیت الحرام کے فضائل بیان کرنے کے بعد بتایا جارہا ہے کہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراھیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے ہاتھوں ہوئی اوران دونوں نے ملکراُس نبی کی بعثت کی دعا کی تھی جس کی مخالفت پر قریش تلے ہوئے ہیں اے اہلِ عرب! اگر واقعی تم ملتِ ابراھیم پر قائم ہوتو تمہیں فوراً محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آنا چاہیۓ......ارشاد فرمایا۔

﴿۱۲۷﴾ وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب عظیم بیٹا اور عظیم تر باپ دونوں معمار بن کر بیت اللہ کی تعمیر میں شریک تھے۔

حضرت خلیل علیہ السلام شیر خوار بچے اوراس کی والدہ کوشام کے سرسبز علاقے سے نکال کراللہ کے حکم سے بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ گئے تھے، جاتے ہوئے تھوڑی سی کھجوریں اور پانی کا مشکیزہ بھی دے گئے تھے لیکن وہ کب تک چلتا، اللہ نے اپنے فضل سے زمزم کا چشمہ جاری فرمادیا جوآج تک جاری ہے اور لاکھوں کو سیراب کررہا ہے، پانی کی فراوانی دیکھ کر وہاں قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ آباد ہو گئے انہی کی ایک عورت سے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے شادی کرلی اس وقت بیت اللہ ایک ٹیلہ کی شکل میں تھا، حضرت ابراھیم علیہ السلام ملاقات کے لئے تشریف لاتے رہتے تھے ایک بار جب آپؑ آئے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے بیت اللہ کے حدودِ اربعہ کی نشاندہی فرمائی چنانچہ انہی قدیم بنیادوں پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل **علیہما السلام** نے تعمیر کا کام شروع کردیا......تعمیر بھی جاری تھی اور دعاؤں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

سب سے پہلی دعا یہ فرمائی کہ اے اللہ تعالیٰ تو اس عمل کو قبول فرمالینا، دعاؤں کا سننے والا بھی تو ہے اور نیتوں کا حال جاننے والا بھی تو ہے ہمارے دلوں میں نہ ریا ہے نہ کوئی مادی جذبہ ہے، سرسبز وادیوں، قرابت داروں اور دنیاوی عیش وراحت کو محض تیری رضا کے لئے چھوڑا ہے۔

یہ ہجرت، یہ مشقت، یہ ایثار اور بیت اللہ کی یہ تعمیر کچھ بھی وزن نہیں رکھتی اگر تو نے اسے قبول نہ فرمایا۔

﴿۱۲۸﴾ دوسری دعا جو کہ حقیقت میں کئی دعاؤں کا مجموعہ تھی یہ فرمائی اے ہمارے پروردگار! ہمیں مزید فرمانبرداری کی توفیق نصیب فرما

یہ دعا وہ عظیم انسان کر رہا ہے جس نے فرمانبرداری کی انمٹ مثالیں قائم فرمادی ہیں جو اللہ کی رضا کیلئے سب کچھ چھوڑ چکا ہے......خاندان، قوم، قبیلہ، وطن اور مادی ساز وسامان......اور کہنا چاہیئے کہ اس کے پاس فرمانبرداری اور ایثار کے سوا کچھ ہے ہی نہیں، پوری شعوری زندگی اسی ایثار اور اطاعت میں گذری ہے مگر اب بھی دعا یہی ہے کہ ایمان وتقویٰ میں مزید ترقی عطا فرما اور اس پر استقامت نصیب فرما۔

اس مبارک موقع پر اپنی اولاد کو بھی نہیں بھولے اور اولاد کیلئے جو دعا فرمائی وہ ایمان، اسلام اور اطاعت کی دعا تھی اس لئے کہ ایک مومن کے لئے سب سے بڑی دولت اور نعمت ایمان اور اسلام ہی ہے وہ اپنے لیے بھی اسی دولت کو پسند کرتا ہے اور اپنی اولاد اور قرابت داروں کیلئے بھی اسے ہی پسند کرتا ہے۔

پھر عرض کیا کہ اے اللہ! ہمیں حج کے طریقے اور اعمال بتا دے، احرام کا میقات کون کونسا ہے وقوفِ عرفہ کہاں ہوگا، طواف اور سعی کیسے کی جائے گی...... یہ سب کچھ ہمیں سمجھا دیجئے

اور اے باری تعالیٰ ہمارے حال پر توجہ رکھیے، اگر ہم سے کوئی بھول چوک ہوگئی ہو یا آپ کی منشا کے مطابق کوئی کام نہ ہوسکا ہو تو ہمیں معاف فرما دیجئے گا، آپ بہت توجہ فرمانے والے، بہت توبہ قبول کرنے والے اور بہت رحم کرنے والے ہیں۔

﴿۱۲۹﴾ تیسری اور سب سے اہم دعا قرآن نے یہ نقل کی ہے "اے ہمارے پروردگار! ان لوگوں میں ایک رسول انہی میں سے بھیج دیجئے۔"

بعثتِ رسول کی دعا کے بعد مقاصد بعثت بھی بیان فرما دیئے۔

یعنی تلاوتِ کتاب، تعلیمِ کتاب، تعلیمِ حکمت اور تزکیہ نفوس۔

تلاوتِ کتاب

نبی کریم ﷺ کتاب کی تلاوت ذکر وعبادت کے طور پر بھی کرتے تھے اور ایمانی دعوت کے لئے بھی قرآن کی تلاوت کرتے تھے، آپ کی ساری دعوت وتبلیغ قرآن ہی پر موقوف تھی، آپ ہر شخص کے سامنے تلاوت کی کوشش فرماتے تھے، مجمع میں بھی اور تنہائی میں بھی، آبادی سے باہر بھی جتنے آنے جانے کے راستے تھے ان راستوں پر بھی آنے جانے والوں کے کانوں میں قرآن کی آواز ڈال ہی دیتے تھے۔

عرب کی کوئی مشہور منڈی اور میلہ ایسا نہ تھا جہاں پہنچ کر آپ نے دنیا کی مستیوں میں ڈوبے ہوئے لوگوں کے سامنے قرآن کی تلاوت نہ کی ہو۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار میں حضور اکرم ﷺ کی دونوں قسم کی تلاوت کا تذکرہ بڑے خوبصورت انداز میں کیا ہے فرماتے ہیں:

وفینا رسول اللہ یتلوا کتابہ اذا انشق معروف الفجر ساطع	ہمارے درمیان اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں جو کتاب اللہ کی تلاوت اس وقت کرتے ہیں جس وقت کہ فجر کی روشنی پھوٹتی ہے۔
ارانا الھدی بعد العمی فقلو بنابہ موقنات ان ماقال واقع	اس اللہ کے رسول نے ہمیں گمراہی اور اندھے پن کے بعد ہدایت کا راستہ دکھایا پس ہمارے دل اس کا یقین رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں وہ ہو کر رہے گا۔
یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ اذا استثقلت بالمشرکین المضاجع {۱۳۸}	یہ اللہ کے رسول اس طرح رات گزارتے ہیں کہ آپ ﷺ کا پہلو اس وقت بستر سے الگ رہتا ہے جبکہ مشرکین کے بوجھ سے بستر بوجھل ہوتے ہیں۔ (بخاری شریف۔ص ۱۵۵)

تعلیم کتاب

یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ کسی بھی فن کی باریکی تک پہنچنے کے لئے ماہر استاد کی شاگردی لازمی ہے استاد کے بغیر محض اس فن کی کتابوں کے مطالعہ سے اس میں مہارت حاصل نہیں ہوسکتی چاہے وہ خیاطی، رنگریزی اور نجاری جیسے عام فنون ہی کیوں نہ ہوں یونہی قرآن کریم کے بیان کردہ احکام، حدود، فرائض وقصص، حقائق اور نکات واسرار نبی کریم ﷺ کے بغیر سمجھ نہیں آسکتے۔

صحابہ کرامؓ کی مادری زبان عربی تھی، ذہین اور ذکی بھی تھے، حافظہ بھی انکا غضب کا تھا، ایسے بھی تھے جنہیں ہزاروں اشعار یاد تھے لیکن اس کے باوجود وہ قرآن سمجھنے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سرپرستی اور رہنمائی کے محتاج تھے وہ آپ کے ارشادات کو سنتے تھے اور آپ کی عملی زندگی پر نظر رکھتے تھے یوں انہوں نے قرآن کو سمجھا۔

{۱۳۸} صحیح بخاری ۱۳۴

تعلیمِ حکمت

متعدد معانی میں سے حکمت کا ایک معنی سنت بھی ہے جیسے قرآن کے الفاظ کا سکھانا اور اس کے مفہوم کا سمجھانا حضور اکرم ﷺ کی ذمہ داری تھی اس طرح اپنی سنت کا سمجھانا بھی آپ کی ذمہ داری تھی۔

حکمت کا دوسرا معنی بصیرت اور دانائی بھی ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے کردار و عمل، فرمودات وارشادات سے امت کو بصیرت ودانائی کا سبق بھی دیا ہے۔

تزکیہ

جن دلوں میں کفر وشرک کی غلاظت اور حسد، بخل اور فخر وغرور کی نجاست تھی آپ نے ان دلوں کو مانجھ مانجھ کر صاف کر دیا اور پھر انہیں توحید وایمان، محبت وسخاوت اور تواضع اور انکساری سے سنوار دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ساری عبادات اور اخلاق کی بنیاد تزکیہ پر ہے، کوئی بھی عبادت تزکیہ کے بغیر صحیح نہیں ہوتی، چاہے وہ نماز روزہ ہو یا حج اور جہاد ہو۔

حکمت وہدایت

۱۔ مساجد کی تعمیر میں حصہ لینا بڑا افضیلت والا عمل ہے۔(۱۲۷)

۲۔ مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ نیک کام کرتے ہوئے بھی ڈرتا رہے تاکہ کہیں خود پسندی اور ریا کا شکار نہ ہو جائے(۱۲۷){۱۳۹}

۳۔ اللہ تعالیٰ کو اسماء وصفات کا واسطہ دے کر خود اسی سے عمل کی قبولیت کی درخواست کرنی چاہئے کیونکہ اصل چیز قبولیت ہے۔(۱۲۷)

اگر عمل بہت بڑا ہو مگر بارگاہِ الٰہیہ میں قبولیت سے محروم رہے تو کسی کام کا نہیں۔

۴۔ جوارِ کعبہ اور ارضِ حرم بھی اُن مقامات میں سے ہیں جہاں خصوصاً دعائیں قبول ہوتی ہیں۔(۱۲۷)

۵۔ جب اپنے لیے دعا کی جائے تو اپنی اولاد اور متعلقین کو بھی یاد رکھا جائے۔(۱۲۸)

{۱۳۹} حضرت محمد یزید رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے یہ آیت (۱۲۷) پڑھی تو رونے لگے اور فرمایا "یاخلیل الرحمن ترفع قوائم بیت الرحمن وانت مشفق أن لایتقبل منك" (اے رحمٰن کے دوست آپ بیت اللہ کی بنیادیں اٹھاتے ہوئے بھی عدمِ قبولیت سے ڈر رہے تھے)۔(ابن کثیر ۱/۲۳۱)

۶۔ جو دعا بار بار مانگنے کی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری اولاد کو تا زندگی اسلام پر ثابت قدمی اور عمل میں مزید ترقی عطا فرمائے۔

۷۔ جو شخص حج وعمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اس پر حج اور عمرہ کا طریقہ اور مناسک واعمال کا سیکھنا واجب ہے۔ (۱۲۸)

۸۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بڑے مقاصد چار ہیں......تلاوتِ کتاب، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیہ نفوس۔ (۱۲۹)

اب یہ وارثانِ نبوت یعنی علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان مقاصد کے لئے کوشاں رہیں۔

۹۔ ایمان، عمل صالح اور تھذیب اخلاق کے ذریعہ تزکیہ نفس کی کوشش کرنا واجب ہے۔ (۱۲۹)

۱۰۔ قبولیت دعا میں سب سے مؤثر وسیلہ خود باری تعالیٰ کے اسماء وصفات ہیں (۱۲۹)

یعنی یوں دعا کی جائے کہ اے اللہ! آپ تواب ہیں میری توبہ قبول فرمالیجئے، آپ رحیم ہیں، مجھ پر رحم فرما دیجئے......حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین دعائیں کیں اور تینوں کے آخر میں باری تعالیٰ کو اس کی صفات کا واسطہ دیا......اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ☆ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ☆ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

ملتِ ابراہیم علیہ السلام کی اہمیت

﴿۱۳۰......۱۳۲﴾

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي

اور کون ہے جو پھرے ابراہیم کے مذہب سے مگر وہی کہ جس نے احمق بنایا اپنے آپ کو اور بیشک ہم نے اُن کو منتخب کیا دنیا میں اور وہ

الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَآ

آخرت میں نیکوں میں ہیں ، یاد کرو جب اُس کو کہا اس کے رب نے کہ حکمبرداری کر تو بولا کہ میں حکمبردار ہوں تمام عالم کے پروردگار کا ، اور یہی وصیت کر گیا

اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب بھی کہ اے بیٹو بیشک اللہ نے چُن کر دیا ہے تم کو دین سو تم ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان

تسہیل: اور ملتِ ابراہیم سے تو صرف وہی اعراض کرے گا جس نے خود اپنے آپ کو حماقت میں ڈال لیا ہو، ابراہیم علیہ السلام کی شان تو یہ ہے کہ دنیا میں ہم نے ان کا انتخاب کیا اور آخرت میں ان کا شمار بڑے نیک لوگوں میں ہوگا O یہ انتخاب اس وقت ہوا تھا جب ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ اے ابراہیم! اطاعت اختیار کرو تو انہوں نے عرض کیا میں نے رب العلمین کی اطاعت اختیار کر لی O اور اسی ملت پر قائم رہنے کی وصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو فرمائی، جسکا مضمون یہ تھا اے میرے بیٹو! اللہ

تعالیٰ نے اسی دینِ اسلام کو تمہارے لئے منتخب فرمالیا ہے لہٰذا تا زندگی اسی دین سے وابستہ رہنا اور تمہارا خاتمہ اسلام پر ہی ہونا چاہئے۔O

﴿تفسیر﴾

وہ لوگ جو قرآن کو طلبِ ہدایت کے لئے پڑھتے ہیں......اور کون احمق ہوگا جو اللہ کی کتاب سے ہدایت کا طلبگار نہیں ہوگا......وہ لوگ غور کریں کہ انسان کو ہدایت کا راستہ دکھانے کیلئے کریم ورحیم رب کیا کیا انداز اختیار فرماتا ہے اور کیسے کیسے ترغیب دیتا ہے۔

پہلے بتایا کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کئی آزمائشوں میں ڈالا اور وہ ان میں کامیاب ثابت ہوئے تو ہم نے انہیں امامتِ خلق کا منصب عطا کر دیا پھر بیت اللہ کی تعمیر اور حضرت خلیلؑ کی ان مخلصانہ اور عاجزانہ دعاؤں کا تذکرہ فرمایا جن میں وہ اپنے مالک حقیقی سے اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لئے تادم آخر ''مسلم'' رہنے کی التجا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

﴿۱۳۰﴾ اب یہ بتایا جارہا ہے حضرت خلیلؑ کی ملت، توحید اور اسلام تھی اور اسی ملت پر استقامت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا اور آخرت میں عزّت وعظمت عطا فرمائی دنیا میں ان کی عزّت اور مقبولیت کا حال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انکے لئے آتش نمرود کو ٹھنڈا کر دیا، ان کی دعاؤں سے بے آباد صحرا کو پُرامن اور خوشحال شہر میں تبدیل کر دیا، ان کے لخت جگر کی ایڑیوں سے بابرکت پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا، ان کی اہلیہ کے دوڑنے کی جگہ کو حج اور عمرہ کا ایک رکن قرار دے دیا، ان کے قدموں کے نشان کے پاس ہر طواف کرنے والے کو نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا، ان کے بیٹوں، پوتوں اور پڑپوتوں کو نبوت سے سرفراز فرمادیا اور آخرت کی عزت کا حال مختصر الفاظ میں وہ ہے جو مولانا محمد علی جوہرؒ کے ایک شعر میں بیان ہوا ؎

توحید تو یہ ہے خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دوعالم سے خفا میرے لیے ہے

جب ساری مخلوق کے سامنے کائنات کا رب کہہ دے گا کہ ''یہ میرا بندہ ہے'' اور میری وجہ سے بہت سے سردار اور جاہل اس سے خفا تھے تو یقین کیجئے کہ ساری قربانیوں کی قیمت وصول ہوجائے گی اور ساری کلفت دور ہوجائے گی۔

﴿مَنْ سَفِهَ نَفْسَه﴾......جو شخص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملّت سے {۱۴۰} اعراض کرتا ہے وہ یقیناً ایسا احمق

{۱٤۰} وقد استدل بهذه الآية من قال ان شريعة ابراهيم شريعة لنا الا ما نسخ منها (قرطبی ۲/۳۳)

ہے جسے اپنی ذات کی بھی خبر نہیں وہ اپنا فائدہ نہیں سوچتا بلکہ اپنے آپ کو نقصان پہنچانے پر تُلا ہوا ہے وہ اپنے لیے عزت کا نہیں ذلت کا خواہاں ہے۔

﴿۱۳۱﴾ یہ جو فرمایا کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انتخاب خود فرمایا تو اس انتخاب کی صورت یہ ہوئی کہ رب تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ تم مسلم بن جاؤ{۱۴۱}، میری فرمانبرداری اختیار کرلو تو آپ نے بلا توقف فوراً تعمیل ارشاد فرمائی اور عرض کیا ''اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' اے اللہ میں کیوں نہ آپ کا فرمانبردار بنوں آپ تو میرے اور سارے جہانوں کے پروردگار ہیں۔

﴿۱۳۲﴾ اور اسی ملت پر قائم رہنے کی وصیت حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں کو کی تھی، انہیں واضح طور پر سمجھا دیا تھا کہ یہ دین اسلام خود اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے تمہارے لیے۔ وہ شخص یقیناً ظالم اور احمق ہوگا جو اللہ کے انتخاب کو چھوڑ کر انسانوں کے انتخاب یا اپنے نفس کے انتخاب کے پیچھے چل پڑے

حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام دونوں حضرات نے اپنے بیٹوں کو تاکید کی کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے، مرتے دم تک اسی ملت پر اور اسی دین پر ثابت قدم رہنا{۱۴۲} کیونکہ اللہ کے ہاں دین اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین قبول نہیں۔

حکمت وہدایت

۱۔ جو لوگ اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی میں فنا کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے طرز زندگی کو دین و دنیا کی کامیابی کی سند قرار دے دیتا ہے (۱۳۰)

۲۔ اسلام سے صرف وہی احمق نفرت کر سکتا ہے جو اپنے آپ سے بے خبر ہو۔ (۱۳۰)

ورنہ جو شخص اپنی پہچان رکھتا ہے اور نورِ عقل سے کام لیتا ہے وہ ایمان اور اسلام کے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکتا کیونکہ معرفتِ نفس ہی سے معرفتِ رب نصیب ہوتی ہے۔

۳۔ اپنے دین کیلئے داعیانِ حق کا انتخاب اللہ خود فرماتا ہے۔ (۱۳۰)

۴۔ عالمِ انسانی اور تمام انبیاء علیھم السلام کا مشترک دین اور نقطہ وحدت اسلام ہے، (۱۳۰)

۵۔ موحد کی شان یہ ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے تیار رہے۔ (۱۳۱)

{۱۴۱} وکان هذا القول من اللّٰه تعالیٰ حین ابتلاه بالکوکب والقمر والشمس (قرطبی ۲/۱۳٤)
{۱٤۲} ای الزموا الاسلام و دوموا علیه ولا تفارقوه حتی تموتوا (قرطبی ۲/۱۳۶)

۶۔ مریض کیلئے مستحب ہے کہ وہ اپنی اولاد اور تمام متعلقین کو تا زندگی اسلام پر ثابت قدم رہنے کی وصیت کر جائے۔(۱۳۲)

۷۔ اللہ کے ہاں خاتمہ کا اعتبار ہے۔(۱۳۲) اور یہ چیز گناہ گاروں اور سرکشوں کو بھی امید کا راستہ دکھاتی ہے کہ وہ موت سے قبل اطاعت وانقیاد کا راستہ اختیار کر کے اللہ کے محبوب بن سکتے ہیں۔

یہود کا باطل دعویٰ

﴿۱۳۳......۱۳۷﴾

أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ
کیا تم موجود تھے جس وقت قریب آئی یعقوب کے موت جب کہا اپنے بیٹوں کو تم کس کی عبادت کرو گے میرے بعد بولے ہم بندگی کرینگے

إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (۱۳۳) تِلْكَ
تیرے رب کی اور تیرے باپ دادوں کے رب کی جو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق ہیں وہی ایک معبود ہے اور ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں وہ ایک

أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱۳۴) وَقَالُوا كُونُوا
جماعت تھی جو گذر چکی اُن کے واسطے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا، اور تم سے پوچھ نہیں ان کے کاموں کی اور کہتے ہیں کہ ہو جاؤ

هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (۱۳۵) قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ
یہودی یا نصرانی تو تم پالو گے راہ راست کہدے کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم نے اختیار کی راہ ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور نہ تھا شرک کرنے والوں میں تم کہدو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر

وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ
اور جو اترا ہم پر اور جو اُترا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو

وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (۱۳۶) فَإِنْ
اور عیسیٰ کو اور جو ملا دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے ہم فرق نہیں کرتے اُن سب میں سے ایک میں بھی اور ہم اسی پروردگار کے فرمانبردار ہیں سو اگر وہ

آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ
بھی ایمان لاویں جس طرح پر تم ایمان لائے تو انہوں نے بھی پائی ہدایت اور اگر پھر جاویں تو پھر وہی ہیں ضد پر سو اب کافی ہے تیری طرف سے اُن

اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۱۳۷)
کو اللہ اور وہی ہے سننے والا جاننے والا

تسہیل: اے وہ لوگو! جو حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت کی نسبت کرتے ہو، کیا تم اس وقت خود موجود تھے جس وقت یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آپہنچا اور انہوں نے یاددہانی کے لئے اپنے بیٹوں سے سوال کیا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے تو انہوں نے بالاتفاق جواب دیا کہ ہم بھی اسی معبود

واحد کی عبادت کریں گے جس کی عبادت آپ اور آپ کے بزرگ یعنی حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰق علیہم السلام کرتے آئے ہیں اور ہم اسی کی اطاعت پر قائم رہیں گے O یہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی،۔ ان کے کام وہ آئے گا جو انہوں نے کیا تمہارے کام وہ آئے گا جو تم کرو گے اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھ گچھ نہیں ہوگی O اور یہودی مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم یہودی ہو جاؤ اور نصرانی کہتے ہیں کہ تم نصرانی ہو جاؤ، یوں تم ہدایت پا جاؤ گے آپ فرما دیجئے بلکہ ہم تو حضرت ابراہیمؑ کی ملت پر رہیں گے جو بالکل سیدھی راہ پر تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے O اے مسلمانو! یہودیت ونصرانیت کی دعوت دینے والوں سے کہہ دو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور اس پر جو حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر اتارا گیا اور اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو ان کے رب کی طرف سے عطا کیا گیا، ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو بس اللہ کے فرمانبردار ہیں O اگر یہ یہود ونصاریٰ بھی اس طرح ایمان لے آئیں تو یہ ہدایت پا جائیں گے اور اگر وہ منہ موڑے رہیں تو اس پر تعجب نہ کرو کیونکہ ضد اور مخالفت ان کی عادت ہے، اگر انہوں نے شرارت کرنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب نمٹ لے گا وہ بڑا سننے والا اور بڑا جاننے والا ہے۔ O

﴿تفسیر﴾

یہودیت کی تاریخ ایک تنزّل پذیر قوم کی تاریخ ہے اور تنزّل پذیر قوم کا چونکہ اپنا قدِ عمل کے اعتبار سے بہت چھوٹا ہوتا ہے اس لئے وہ محض بڑی شخصیات کے سہارے قد بڑھانے کی کوشش کرتی ہے، اس قسم کی نفسیاتی کیفیت میں گرفتار قوم کا سب سے بڑا سرمایہ کذب بیانی اور خودساختہ آرزوئیں ہوتی ہیں۔

یہود کو جب اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے دعوت قبول کرنے سے یہ عذر پیش کیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات سے قبل اپنی اولاد کو ہمیشہ کیلئے یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی اس لئے ہم کوئی دوسرا مذہب قبول نہیں کر سکتے اس پر فرمایا گیا کہ:

﴿۱۳۳﴾ کیا تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹوں کو وصیت فرما رہے تھے؟'' {۱۴۳}

{۱٤۳} والخطاب للیهود والنصاری...... وقال لهم علی جهة التوبیخ (قرطبی ۲/۱۲۷)

یقیناً تم اس وقت موجود نہیں تھے اگر تم موجود ہوتے تو تمہیں معلوم ہوتا کہ انہوں نے اپنی اولاد کو عقیدہ توحید اور اسلام پر قائم رہنے کی تاکید کی تھی اور ان کی ساری اولاد نے اس پر قائم رہنے کا اقرار بھی کیا تھا۔

یہود کے اس غلط دعویٰ کی تردید کے بعد ان کے ایک اور دعویٰ کی تردید بھی کی گئی ہے وہ یہ کہ ہم چونکہ انبیاء کی اولاد ہیں اس لئے اخروی عذاب کا ہمارے ساتھ کیا تعلق؟ اگر بالفرض ہمیں جہنم میں جانا بھی پڑا تو وہ محض چندروز کے لئے ہوگا پھر ہم ہونگے اور جنت کے نظارے ہونگے آخر خاندانِ نبوت سے تعلق کا کچھ فائدہ تو ہونا ہی چاہئے......ارشاد ہوا۔

﴿۱۳۴﴾ اللہ کا قانون یہ ہے کہ ایک کا ایمان وعمل دوسرے کے کام نہیں آتا اور ایک شخص کے گناہوں کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھاتا{۱۴۴}، قیامت کے دن یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ تمہارے اباجان کون تھے بلکہ سوال یہ کیا جائے گا کہ تم کیا تھے اور کیا لیکر آئے ہو، وراثت میں مال ودولت تو مل سکتا ہے لیکن جنت اور دوزخ کسی کو میراث میں نہیں ملتی۔

﴿۱۳۵﴾ کیسی دیدہ دلیری تھی یہود ونصاریٰ کی جن میں سے ہر ایک کا دعویٰ یہ تھا کہ ہمارا دین سب سے بہتر ہے، یہودی کہتے تھے کہ جو یہودی ہوجائے گا وہ جنت میں جائے گا اور عیسائی کہتے تھے جو نصرانی بن جائے گا وہی ہدایت پر ہوگا......ارشاد ہوا کہ اے محمد ﷺ فرمادیجئے کہ یہودیت ونصرانیت تو تحریف کا شکار ہو کر اپنی قدرو قیمت کھو چکیں۔ یوں بھی اللہ کی جانب سے ان کی منسوخی کا اعلان ہوچکا اب تو ہدایت اور نجات صرف ملّتِ ابراہیمی کی اتباع میں ہے۔

اور تم کس منہ سے ابراہیمی ہونے کا دعویٰ کرتے ہو جبکہ تم کسی نہ کسی انداز میں شرک میں مبتلا ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دامن ہر قسم کے شرک سے پاک تھا۔

اس کے بعد اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان سے کہہ دو۔

﴿۱۳۶﴾ ہم اللہ تعالیٰ پر اور بلا تفریق تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں جبکہ تم کسی ایک یا چند ایک کی تصدیق اور باقی سب کی تکذیب کرتے ہو......اور کمال یہ کہ اسی کو ہدایت کہتے ہو اور دوسروں کو بھی اسی قسم کی ''ہدایت'' کی دعوت دیتے ہو۔

﴿۱۳۷﴾ اگر واقعی تمہیں ہدایت مطلوب ہے تو تمہیں مسلمانوں جیسا ایمان لانا ہوگا۔

اللہ کے ہاں صرف اسی طرح کا ایمان معتبر ہوگا جیسا ایمان، رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ نے اختیار فرمایا......یہ

{۱٤٤} یدل علی ثلث معان احدھا ان الابناء لایثابون علی طاعة الآباء ولایعذبون علی ذنوبھم وفیه ابطال من یجوز تعذیب اولاد المشرکین بذنوب الآباء ویبطل من یزعم من الیھود ان اللّٰه تعالیٰ یغفرلھم ذنوبھم بصلاح آبائھم (جصاص ۱/۸٤)

اصول گویا قیامت تک کیلئے متعین فرمادیا تا کہ اس بارے میں کوئی ابہام باقی نہ رہے کیونکہ یہ اندیشہ تھا کہ بہت سارے گمراہ فرقے اور افراد ایمان کے دعویدار ہونگے حالانکہ ان کا ایمان سے دور کا تعلق بھی نہیں ہوگا۔ نبوت ورسالت ،قیامت اور جزا سزا، جنت جہنم ......ان سب کے بارے میں وہی ایمان وعقیدہ معتبر ہوگا جو صحابہ کا تھا۔

اے مسلمانو! اگر یہ یہودی تمہارے جیسا ایمان لے آئیں تو یہ بھی ہدایت یافتہ شمار ہونگے لیکن اگر یہ ایسا ایمان قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں تو تم پریشان مت ہونا کیونکہ ضد اور انکار کے راستے پر رہنا ان کی فطرت بن چکا ہے جس سے یہ جان نہیں چھڑا سکتے۔{۱۴۵}

حکمت وہدایت

۱۔ یہودی ایک جھوٹی اور بہتان تراش قوم ہے۔(۱۳۳)

بین الاقوامی ذرائع ابلاغ اس کی ایک زندہ مثال ہیں جن پر یہودی چھائے ہوئے ہیں۔

۲۔ انسان کو اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنے کے بجائے خود اپنی اصلاح اور تزکیہ پر توجہ دینی چاہیے۔(۱۳۴)

۳۔ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ ہر شخص کو اسی کے اعمال کا بدلہ دیا جاتا ہے اور دوسروں کے اعمال کے بارے میں اس سے سوال نہیں کیا جاتا ہے۔(۱۳۴)

۴۔ بسا اوقات تغلیباً اور تعظیماً عم (چچا) کو بھی اب (باپ) کہہ دیا جاتا ہے۔(۱۳۴)

(حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اولادِ یعقوب کے چچا تھے لیکن انہیں بھی ''آباء'' میں شامل کرلیا گیا)

۵۔ ہدایت، سعادت، کمال اور اللہ کا قرب اور اس کی رضا اسلام سے حاصل ہوسکتی ہے۔(۱۳۵)

۶۔ ایک رسول کا انکار کرنا گویا تمام رسولوں کا انکار اور کفر ہے اس بناء پر یہود ونصاریٰ کافر ہیں کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا وہ دونوں انکار کرتے ہیں اور آپس میں بھی ایک دوسرے کے نبی کا انکار کرتے ہیں البتہ مسلمان بلا تفریق تمام انبیاء پر ایمان لاتے ہیں اسلئے حقیقی مؤمن صرف مسلمان ہیں۔

۷۔ محمد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا ایمان ہی وہ مثالی نمونہ اور کسوٹی ہے جس پر کسی بھی جماعت اور فرد کے ایمان کے صحیح اور غلط ہونے کو پرکھا جاسکتا ہے۔(۱۳۷)

۸۔ اگر مسلمان عقیدہ وعمل اور عبادت واخلاق کے اعتبار سے اسلام پر قائم رہیں تو اللہ تعالیٰ دشمنانِ اسلام کی سازشوں اور شرارتوں سے انکی حفاظت فرمائے گا۔(۱۳۷)

{۱۴۵} علمنا انه ليس غرضهم طلب الدين والانقياد للحق وانما غرضهم المنازعة واظهار العداوة (كبير)

رنگِ ایمان اور اخلاص کی فضیلت

﴿۱۳۸......۱۴۱﴾

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ
ہم نے قبول کرلیا رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ کے رنگ سے اور ہم اسی کی بندگی کرتے ہیں کہدے کیا تم جھگڑا کرتے ہو ہم سے اللہ کی نسبت حالانکہ

وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ
وہی ہے رب ہمارا اور رب تمہارا اور ہمارے لئے ہیں عمل ہمارے اور تمہارے لئے ہیں عمل تمہارے اور ہم تو خالص اسی کے ہیں کیا تم کہتے ہو کہ

اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۗ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۗ
ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اس کی اولاد تو یہودی تھے یا نصرانی کہدے کہ تم کو زیادہ خبر ہے یا اللہ کو

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ
اور اس سے بڑا ظالم کون جس نے چھپائی وہ گواہی جو ثابت ہوچکی اس کو اللہ کی طرف سے اور اللہ بےخبر نہیں تمہارے کاموں سے وہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾
اُنکے واسطے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے کچھ پوچھ نہیں ان کے کاموں کی

تسھیل :اے مسلمانو! ان سے کہہ دو ہم نے اللہ کے دین کا رنگ قبول کرلیا ہے اور اللہ کے دین کے رنگ سے بہتر رنگ کونسا ہوسکتا ہے اور ہم تو اللہ ہی کی غلامی اختیار کیے ہوئے ہیں O آپ ان یہود و نصاریٰ سے فرمادیجئے کہ کیا تم لوگ اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال، ہم تو بس خالص اللہ کے ہیں O کیا تم یہ کہتے ہو کہ حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب اور اولادِ یعقوب علیھم السلام یہودی یا نصرانی تھے؟ آپ ان سے دریافت فرمایئے کہ کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ زیادہ جانتا ہے؟ حقیقت میں جانتے تو تم بھی ہو مگر چھپاتے ہو اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جو ایسی شہادت کو چھپائے جو اللہ کی جانب سے اس کے پاس پہنچی ہو اور اللہ تمہاری کرتوتوں سے بےخبر نہیں ہے۔O یہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی ان کے کام وہ آئے گا جو انہوں نے کیا اور تمہارے کام وہ آئے گا جو تم کروگے اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھ گچھ نہیں ہوگی۔O

﴿تفسیر﴾

﴿۱۳۸﴾ پچھلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ اہل ایمان ساری دنیا کے مدعیانِ ایمان کے لئے ایک مثالی نمونہ اور

کسوٹی ہیں یہاں پر اہلِ ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کو کہہ دو کہ ہم نے ایمان کا اور اللہ کے دین کا رنگ قبول کرلیا ہے اور اس رنگ سے بہتر کوئی رنگ ہماری نظر میں نہیں۔

عیسائی نومولود بچے کو ساتویں دن ایک رنگین پانی میں نہلاتے تھے اس پانی کو وہ "ماءِ عمودیہ" کہتے تھے اور اس کو پتسمایا اصطباغ کہتے تھے اور اسے نصرانیت کا پختہ رنگ سمجھتے تھے لیکن ظاہر ہے یہ رنگ عارضی ہوتا ہے جس کا دُھلنے کے بعد کوئی اثر باقی نہیں رہتا لیکن ایمان کا رنگ بڑا پختہ ہوتا ہے جب دل و دماغ کو گناہوں کی نجاست سے پاک کر کے رنگ چڑھ جاتا ہے تو پھر اترنے کا نام نہیں لیتا{۱۴۶} مسلمان دوسرے انسانوں کے لیے نمونہ اسی وقت بن سکتا ہے جب وہ ایمان کے رنگ میں رنگا ہوا ہو اور ایمان صرف اس کی زبان پر نہ ہو بلکہ اس کی آنکھوں، اس کے کانوں، اس کی زبان، اس کے معاملات اور اس کے اخلاق......غرضیکہ ہر چیز میں ایمان کا اثر اور رنگ دکھائی دے۔

اے اہلِ ایمان ان سے کہہ دو کہ اللہ نے ہمیں ایمان کا رنگ عطا فرما کر ہم پر بڑا احسان کیا ہے ہم تو اسی کے غلام اور اسی کے بندے ہیں خواہ تم کچھ بھی کہتے رہو ہم اس کے سوا کسی دوسرے کی بندگی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔

﴿۱۳۹﴾ اے میرے نبی! آپ ان سے دریافت فرمائیے کہ کیا تم ہمارے ساتھ اللہ کے بارے میں اور اللہ کے دین کے بارے میں جھگڑتے ہو یہودیت کو سچا دین کہتے ہو اور اسلام کو معاذ اللہ غلط کہتے ہو، علاوہ ازیں اللہ کی محبوبیت اور خصوصی تقرب کے دعوے بھی کرتے ہو حالانکہ بندہ ہونے میں ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی فرق نہیں وہ ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی ہے ہمارے اچھے اعمال کا بدلہ ہمیں مل کر رہے گا اور تمہارے اعمال کا بدلہ تمہیں مل کر رہے گا البتہ تمہیں اپنے آباء اور اسلاف پر گھمنڈ ہے جبکہ ہمارے پاس صرف ایمان اور عمل کی پونجی ہے اور ہم اسے خالص اللہ کے لئے رکھنا چاہتے ہیں ہمیں اس میں کسی دوسرے کی شرکت گوارا نہیں۔

﴿۱۴۰﴾ اللہ کے منتخب انبیاء کے بارے میں تمہارا یہ دعویٰ کہ وہ یہودی یا نصرانی تھے بالکل غلط ہے، یہ بتاؤ کہ انکے مذہب کے بارے میں تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ زیادہ جانتا ہے{۱۴۷} حقیقت تو یہ ہے کہ تم بھی جانتے ہو کہ وہ یہودی یا عیسائی نہیں تھے بلکہ خالص مسلم اور موحد تھے اس لئے کہ یہودیت اور عیسائیت تو ان کے دنیا سے تشریف لیجانے کے بہت عرصے بعد وجود میں آئی لیکن اس حقیقت کو جانتے ہوئے تم چھپاتے ہو اور سچی گواہی دینے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے ہو......جو کہ بہت بڑا ظلم ہے۔

حکمت و ہدایت

۱۔ انسانی رنگ مصنوعی اور عارضی ہوتے ہیں جبکہ ایمانی رنگ اصلی اور دائمی ہوتا ہے۔(۱۳۸)

{۱٤٦} یعنی تعالیٰ ذکرہ بالصبغة صبغة الاسلام (ابن جریر)
{۱٤٧} اوردا اللہ هذا الکلام فی معرض الاستفهام علی سبیل الانکار والغرض منه الزجرو التوبیخ (کبیر)

۲۔ایمانی رنگ کا حسن اور چمک جب ہی دکھائی دے گی جب اپنے آپ کو کفر اور معصیت کے اثرات سے پاک کرلیا جائے

۳۔صاحبِ ایمان کی سیرت، کردار، اخلاق اور معاملات ہر چیز میں ایمان کا اثر نظر آنا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ عبادت میں تو ایمان نظر آئے لیکن معاملات میں کفر کی جھلک ہو۔

۴۔نومسلم کے لئے ''ماءِ عمودیہ'' جیسے پانی میں ڈبکی لگانا ضروری نہیں بلکہ غُسلِ جنابت کی طرح غسل کرنا ضروری ہے۔

۵۔اخلاص، ایمان کی جان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عبادت میں توجہ صرف خالق کی طرف رہے اور اسی کی رضا پیش نظر ہو، مخلوق کی طرف ہرگز توجہ نہ ہو۔(۱۳۰)

۶۔یہودیت اور نصرانیت بدعت ہیں جنہیں یہود و نصاریٰ نے ایجاد کرلیا ہے۔(۱۴۰)

۷۔آثار و احوال کے اعتبار سے ظلم کو چھوٹا بڑا کہا جاسکتا ہے۔(۱۴۰)

۸۔شہادت کا چھپانا حرام ہے بالخصوص جبکہ وہ بندے پر اللہ کی طرف سے لازم ہو۔(۱۴۰)

۹۔آباء واجداد پر فخر کرنے کے بجائے خود اپنے آپ کو بنانے اور سنوارنے پر توجہ دینی چاہیے۔(۱۴۰)

۱۰۔ہر شخص کو اسی کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا اور دوسروں کے اعمال کے بارے میں اس سے باز پرس نہیں ہوگی۔(۱۴۱) البتہ اگر وہ دوسرے لوگوں کو گناہ میں مبتلا کرنے کا سبب بنا ہو تب اس سے باز پرس ضرور ہوگی۔

تحویلِ قبلہ کی تمہید

﴿۱۴۲.....۱۴۳﴾

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ

اب کہیں گے بیوقوف لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے جس پر وہ تھے تو کہہ اللہ ہی کا ہے

الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً

مشرق اور مغرب چلائے جس کو چاہے سیدھی راہ اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو اُمت

وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ

معتدل تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ

الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً

کہ جس پر تو پہلے تھا مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہیگا رسول کا اور کون پھر جائیگا اُلٹے پاؤں اور بیشک یہ بات بھاری ہوئی مگر

اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

اُن پر جن کو راہ دکھائی اللہ نے اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع کرے تمہارا ایمان بیشک اللہ لوگوں پر بہت شفیق نہایت مہربان ہے

ربط: پہلے پارہ کے آخر میں نسخ کی بحث، پھر بیت الحرام کی تعمیر، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی دعائیں، مختلف انبیاء کا دین اپنی اولاد کو ان کی وصیت اور مسلم ہونے اور اسلام پر قائم رہنے کی تاکید۔ یہ سب آیات اصل میں تحویل قبلہ کے حکم کی تمہید تھیں اور اب تدریجاً اصل موضوع کی طرف بات منتقل ہو رہی ہے۔

تسہیل: یہ بے وقوف لوگ ضرور کہیں گے کہ انہیں کس چیز نے اس قبلے سے پھیر دیا جس کی طرف رخ کر کے یہ پہلے عبادت کیا کرتے تھے، آپ فرما دیجئے کہ ساری سمتیں خواہ مشرق ہو یا مغرب ہو اللہ ہی کی ہیں اسے اختیار ہے جس سمت کو چاہے قبلہ مقرر فرما دے O اے مسلمانو! ہم نے تمہیں امتِ وسط بنایا ہے تاکہ تم دوسرے لوگوں پر گواہ بنو اور رسول اللہ ﷺ تمہارے لیے گواہ بنیں اور جس قبلہ کی طرف رخ کر کے آپ پہلے عبادت کیا کرتے تھے اس کی طرف رخ کرنے کا حکم ہم نے محض اس لئے دیا تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون رسول اللہ ﷺ کی اتباع اختیار کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور یہ قبلہ کا بدلنا اگرچہ بعض لوگوں پر بڑا بھاری ثابت ہوا مگر جن لوگوں کو اللہ نے ہدایت عطا فرمائی ہے ان کے لیے بھاری نہیں اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ تمہارے ایمان اور اعمال کو ضائع کر دے واقعی اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت ہی شفیق اور بے حد مہربان ہے O

تفسیر

شانِ نزول: مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد نبی کریم ﷺ تقریباً سولہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے {۱۴۸} لیکن آپ کی دلی آرزو یہ تھی کہ کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ قرار دیا جائے جو کہ ملتِ ابراہیمی کا ایک حسی اور ظاہری شعار بھی تھا اور آپ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت سے قبل بیت اللہ ہی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔

آپ کی دعا کی قبولیت اور دلی آرزو کی تکمیل یوں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تحویلِ قبلہ کا حکم نازل فرما دیا اور آپ ﷺ نے پہلی نماز جو کعبہ کی جانب پڑھی وہ نمازِ عصر تھی، بعض صحابہ یہاں سے نماز پڑھ کر باہر گئے اور دیکھا کہ قبیلہ بنو اسلم کے لوگ اپنی مسجد میں حسبِ سابق بیت المقدس کی طرف نماز پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے آواز دے کر تحویل قبلہ کی اطلاع دی ان لوگوں نے نماز کے درمیان ہی اپنا رخ بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف پھیر لیا۔ {۱۴۹}

تحویل قبلہ کا حکم نازل ہونے کے بعد تینوں اسلام دشمن گروہوں نے غوغا آرائی شروع کر دی۔

{۱۴۸} قبس من نور القرآن الکریم (۴۱/۱ بحوالہ صحیح بخاری)
{۱۴۹} تفسیر ابن کثیر ۱۹۰/۱

مشرک مسلمانوں کو کسی بھی قبلہ کے وارث ماننے کے لئے آمادہ نہ تھے نیز انہیں کعبہ چھوڑ کر بیت المقدس کی طرف سولہ ماہ تک رخ کرنے پر بھی اعتراض تھا کہ یہ نبی اپنے آپ کو ملتِ ابراہیمی کا وارث کہتا ہے جبکہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبلے کو چھوڑ رکھا ہے۔ رہے یہود اور منافق تو انکا تو مقصد ہی وسوسہ اندازی اور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنا تھا اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے اس سے بہتر موقع انہیں کونسا ہاتھ آ سکتا تھا......غرضیکہ تحویل قبلہ کا حکم، بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کے مترادف ثابت ہوا اور ایک عجیب ہنگامہ سا برپا ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس غوغا آرائی کا سامنا کرنے کے لئے پہلے ہی سے ذہنی طور پر تیار کر دیا تھا اور اس ہنگامہ کی پیش گوئی کر دی تھی......ارشاد فرمایا:

﴿۱۴۲﴾......﴿سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ﴾ یہ بے وقوف لوگ ضرور کہیں گے {۱۵۰} کہ انہیں کس چیز نے اس قبلے سے پھیر دیا ہے جس کی طرف رخ کر کے یہ پہلے عبادت کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے احمقوں کے اس احمقانہ اعتراض کا جواب بڑے سیدھے انداز میں دیا......فرمایا ﴿لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾......مشرق ومغرب اور شمال وجنوب کا مالک اللہ ہے، کسی سمت اور جھت میں کوئی ذاتی فضیلت اور عظمت نہیں......یہ بات صرف جہت تک محدود نہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ عبادت کا کوئی انداز ہو، دن اور رات کا کوئی مخصوص وقت ہو یا ارض وسما کا کوئی متعین مقام ہو، ان میں سے کسی بھی چیز میں ازخود کوئی فضیلت نہیں ہو سکتی جب تک اللہ تعالیٰ اسے فضیلت نہ دے۔

تمام جہات کا مالک بھی وہی ہے اور انسانوں کا مالک بھی وہی ہے اسلئے وہ جب چاہے کسی بھی جہت کی جانب رخ کرنے کا حکم دے سکتا ہے۔

پوری دنیا کے مسلمان جب کعبہ کی طرف رخ کرتے ہیں اس وقت کسی کا رُخ مشرق کی طرف ہوتا ہے اور کسی کا رُخ مغرب کی طرف ہوتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان کسی خاص سمت کے تقدس کے قائل نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ کعبہ مسلمانوں کے نزدیک افضل ترین مقام ہے لیکن اس کے باوجود کعبہ کی پرستش ہرگز نہیں کرتے، پرستش وہ صرف رب تعالیٰ کی کرتے ہیں اور کعبہ کی طرف توجہ مسلمانانِ عالم میں اجتماعیت، وحدت اور توجہ کا ارتکاز حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے اگر آسمان کی بلندیوں سے کائنات ارضی پر نظر ڈالی جائے تو یہ عجیب ایمان افروز منظر ہوگا کہ ایشیا سے افریقہ تک اور عرب سے امریکہ تک ہر امیر اور غریب، گورا اور کالا، چھوٹا اور بڑا، مرد اور

{۱۵۰} ان اللّٰہ تعالیٰ اخبر عنهم قبل أن ذكروا هذا الكلام انه سيذكرونه (كبير)

عورت ایک ہی رُخ پر سر جھکائے کھڑا ہے لیکن عین اس وقت جب مسلمانوں کے جسم اور چہرے کعبہ کی جانب ہوں گے، انکے دل اور حواس اللہ ہی کی طرف متوجہ ہونگے مسلمانوں کے لئے ایک قبلہ کا ہونا محض وحدت اور اجتماعیت پیدا کرنے کیلئے ضروری نہیں تھا۔ اس لیے بھی ضروری تھا کہ وہ اس وقت ملتِ ابراہیمی کے تنہا وارث تھے اور معمار کعبہ کی دعاؤں کی برکت سے انہیں جو''امت مسلمہ'' کا منصب حاصل ہوا تھا اس کا بھی یہی تقاضا تھا کہ قیامت تک کے لیے بیت الحرام کو ان کا قبلہ قرار دے دیا جائے امتِ مسلمہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ بھی تھی کہ وہ ہر اعتبار سے ممتاز نظر آئے.....فکر اور عقیدہ کے اعتبار سے بھی، تشخص اور ترجیحات کے اعتبار سے بھی، طریقہ عبادت اور جہتِ عبادت کے اعتبار سے بھی......اور اس تشخص اور امتیاز میں ایسی نزاکت ملحوظ رکھی گئی کہ کسی بھی پہلو سے یہود و نصاریٰ کے ساتھ تشبہ سے منع کر دیا گیا اب اگر یہود کا قبلہ ہی مستقل طور پر مسلمانوں کا قبلہ قرار پاتا تو امتِ مسلمہ کا تشخص اور امتیاز کیسے نمایاں ہوتا۔ یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت نوح علیہ السلام تک تمام انبیاء کا قبلہ، کعبہ ہی رہا ہے، طوفانِ نوح میں اس کی دیواریں منہدم ہوگئیں مگر بنیادیں باقی تھیں اور انہی بنیادوں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی تعمیر اٹھائی تب سے اسے دوبارہ مرکزیت حاصل ہوگئی لہٰذا مسلمانوں کا اس کی طرف رخ کرنا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔{۱۵۱}

اتنے سارے تاریخی، مذہبی، موروثی اور اخلاقی حقائق کے ہوتے ہوئے بھی جو لوگ تحویل قبلہ پر اعتراض کرتے ہیں انہیں ''سفہاء'' (بے وقوف) نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ راہِ راست کی ہدایت نہ دے وہ ضلالت اور جہالت کے اندھیروں ہی میں ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے اور ہدایت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے وہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دے دیتا ہے اور صراطِ مستقیم وہی ہوگا جسے اللہ صراطِ مستقیم قرار دے، اگر وہ بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم دے تو اسی کی طرف رخ کرنا صراطِ مستقیم ہوگا اور اگر وہ کعبہ کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دے تو پھر اسی کی طرف متوجہ ہونا صراطِ مستقیم ہوگا۔

﴿۱۴۳﴾ یہاں مسلمانوں سے خطاب ہے کہ جیسے ہم نے تمہیں صراطِ مستقیم کی ہدایت دے کر اور کعبہ کو تمہارا قبلہ مقرر فرما کر تم پر احسان کیا ہے اسی طرح ہم نے تمہارے اوپر ایک اور بہت بڑا احسان کیا ہے وہ یہ کہ تمہیں ''امت وسط'' قرار دیا ہے{۱۵۲} اور ''شھادت علی النّاس'' کا منصب بھی تمہارے حوالے کیا جا رہا ہے، امتِ وسط

{۱۵۱} روح المعانی ۱/۳۸٤

{۱۵۲} واما الوسط فانه فی کلام العرب الخیار (ابن جریر) استعیر للخصال المحمودة بوقوعها بین طرفی افراط وتفریط (بیضاوی ۱/٤۱٦)

یعنی ......معتدل امت، درمیانی امت، بہترین امت ......اعتدال، انسانی زندگی کا بہترین وصف ہے، فرد کی صحت کا راز بھی اعتدال میں پوشیدہ ہے اور معاشرے کی صحت بھی اعتدال ہی میں مضمر ہے۔

جسمانی صحت کے لئے گرمی، ٹھنڈک، خشکی اور تری چاروں کیفیات ضروری ہیں جب تک ان میں اعتدال ہو صحت برقرار رہتی ہے اور جب ان میں سے کوئی ایک کیفیت اپنی حد سے گھٹ جائے یا بڑھ جائے تو انسان بیمار ہو جاتا ہے۔

انسانی معاشرے کا بھی یہی حال ہے، جب تک وہ مادی اور روحانی ،سیاسی اور معاشی ،انفرادی اور اجتماعی معاملات میں افراط وتفریط سے محفوظ ہوا سے صحت مند معاشرہ کہا جائے گا اور اگر اس کا سارا جھکاؤ کسی ایک پہلو کی جانب ہو جائے اور دوسرا پہلو یکسر نظر انداز ہو جائے تو اسے بیمار معاشرہ کہا جائے گا۔

ہر انسان اپنی ذاتی زندگی میں مختلف تقاضوں اور حقائق وفرائض کا سامنا کرتا ہے......جسم کے تقاضے، روح کے تقاضے، پیٹ کے تقاضے، حقوق اللہ کے تقاضے، حقوق العباد کے تقاضے، ملکی تقاضے، معاشرتی تقاضے، انفرادی تقاضے اجتماعی تقاضے......ان مختلف تقاضوں کی تکمیل میں جادۂ اعتدال کو چھوڑنے سے زندگی بدصورتی، بدنظمی اور تباہی سے دو چار ہو جاتی ہے۔

۱۔اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو ''امت وسط'' قرار دیا یعنی معتدل امت ......اس امت میں فکر واعتقاد، عقیدت وعظمت، عمل وعبادت اور تمدن وسیاست میں ہر اعتبار سے اعتدال پایا جاتا ہے۔ نہ وہ مشرکین کی طرح مظاہر پرست ہیں اور نہ روحانیوں کی طرح دنیا سے کنارہ کش۔

نہ وہ یہود کی طرح انبیاء واولیاء کی توہین وتنقیص کرتے ہیں اور نہ نصاریٰ کی طرح انہیں اللہ کے بیٹے قرار دیتے ہیں۔

نہ وہ جنگ وجدل کو ہر اختلاف کا پہلا اور آخری حل سمجھتے ہیں اور نہ وہ تیر وتفنگ سے نفرت کرتے ہیں۔

نہ وہ دنیا کو دین پر غالب کرتے ہیں اور نہ ہی وہ دین کو دنیا کا حریف بناتے ہیں......ان کی نظر میں ہر وہ کام دین ہے جسے اللہ کی مرضی کے مطابق اسی کی رضا کے حصول کے لئے سرانجام دیا جائے یوں تجارت وسیاست، مجاہدہ وریاضت، خدمتِ خلق اور صنعت وحرفت، سیف وسناں اور ازدواجی وعائلی زندگی ہر چیز دین بن گئی اور دین ودنیا کا وہ روایتی تضاد اور ٹکراؤ جس کا تصور دوسرے مذاہب نے ذہنوں میں بٹھا رکھا تھا وہ ختم ہو گیا۔

۲۔امت مسلمہ اس اعتبار سے بھی ''امت وسط'' ہے کہ وہ زمان ومکان کے اعتبار سے درمیان میں واقع ہے، اس کا روحانی مرکز کرّہ ارض کے عین وسط میں واقع ہے جہاں سے سارے عالم انسانی کو روحانی غذا حاصل ہو رہی ہے۔

زمان کے اعتبار سے دیکھیں تو بھی اس امت کا دور انسانیت کا درمیانی دور دکھائی دیتا ہے اس امت سے قبل انسان کا عہدِ طفولیت تھا اسی لئے انبیاء کرام علیھم السلام کے معجزات بھی زیادہ تر مادی تھے جن کے سامنے اس زمانے کے لوگ واقعی عجز وبیچارگی محسوس کرتے تھے لیکن اس امت کا دور انسانیت کا عہدِ شباب ہے جس میں عقل ودانش کے بلوغ کا دور شروع ہوگیا اور علوم وفنون اوجِ کمال تک پہنچ گئے اسی لئے حضرت خاتم النبیین ﷺ کو جو معجزہ عطا کیا گیا وہ علمی بھی ہے اور دائمی بھی ہے۔

کتابِ ہدایت کا معجزہ سرورِ کائنات ﷺ کی صداقت کا ثبوت تو تھا ہی خود امتِ مسلمہ کی صداقت کا ثبوت بھی ہے۔ گویا انبیاء سابقین کے معجزات صرف انہیں کے کام آتے تھے اور ان کی رحلت کے ساتھ ہی وہ معجزات بھی ختم ہوجاتے تھے لیکن سید الاولین والاخرین ﷺ کا معجزہ آپ کے دنیا سے تشریف لیجانے سے ختم نہیں ہوا اور آپ کی امت بھی صداقت قرآن کے منکرین کو اسی طرح چیلنج کرسکتی ہے جیسے اہلِ عرب کو چیلنج کیا گیا تھا۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ.	اور اگر تم اس کتاب کے بارہ میں شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندہ پر اتاری ہے تو کوئی ایک سورت تم اس جیسی بنالاؤ

علوم وفنون جوں جوں ترقی کرتے جارہے ہیں اور تحقیقات کے دائرے وسیع ہورہے ہیں اسی نسبت سے قرآن کی صداقت اور امتِ مسلمہ کی حقانیت روز بروز عیاں ہوتی جارہی ہے۔

۳۔ امتِ مسلمہ اس اعتبار سے بھی ''امتِ وسط'' ہے کہ یہ ساری امتوں سے افضل ہے اور افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسے ''شہادت علی الناس'' کا منصب سونپا گیا ہے۔{۱۵۳}

﴿لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ ...... بتایا جارہا ہے کہ مستقل اور جداگانہ قبلہ کی ضرورت اس لئے بھی ہے کیونکہ ''شہادت علی الناس'' کے منصب کے حاملین بھی تبدیل کیے جارہے ہیں۔ پہلے یہ ذمہ داری یہودی ونصاریٰ کو سونپی گئی تھی لیکن انہوں نے کتمانِ شہادت جیسا عظیم ظلم کیا اب یہ ذمہ داری تمہارے سپرد کی جارہی ہے، تم اس کی ادائیگی میں ہرگز کوتاہی نہ کرنا۔

رسول اللہ ﷺ اپنی امت پر گواہ ہیں کہ آپ نے بلا کم وکاست امت تک اللہ کا دین پہنچا دیا اور اب سارے انسانوں تک اس دین کو پہنچانا یہ امت کی ذمہ داری ہے اور قیامت کے دن اس بارے میں اس سے ضرور سوال کیا جائے گا۔

{۱۵۳} تفسیر القاسمی ۱۴۳/۲

صحیح احادیث میں ''شہادت علی الناس'' کا ایک اور مفہوم بھی بیان ہوا ہے وہ یہ کہ میدانِ حشر میں جب کئی انبیاء کی امتیں اپنے انبیاء کی ہدایت وتبلیغ کا انکار کردیں گی اس وقت امتِ محمد یہ ﷺ انبیاء علیھم السلام کے حق میں گواہی دے گی اور امت کی گواہی نبی کریم ﷺ کے اعتماد پر ہوگی کہ اے اللہ! تیرے اس سچے نبی نے ہمیں بتایا تھا کہ ہر نبی نے اپنی اپنی امت کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور پھر سرور انبیا ﷺ گواہی دیں گے کہ ہاں میری امت سچ کہہ رہی ہے۔{۱۵۴}

﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَا﴾......آپ پڑھ چکے کہ قبلہ دوبار تبدیل ہوا ہے مکہ مکرمہ میں حضور اکرم ﷺ کعبہ کی طرف رخ فرما کر عبادت کرتے تھے اور مدینہ منورہ میں تقریباً سولہ ماہ تک آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے یہ بیت المقدس کو قبلہ بنانا عربوں کے لئے بہت بڑا امتحان تھا کیونکہ ان کے تاریخی موروثی، قومی اور مذہبی جذبات کسی بھی دوسرے معبد کو روحانی مرکز تسلیم کر لینے کی اجازت نہیں دیتے تھے لیکن اللہ کے حکم کے سامنے اپنے جذبات کی قربانی دینی پڑی، بعض طبیعتوں پر یہ حکم بڑا شاق گذرا لیکن جو کامل ایمان والے تھے وہ اس امتحان سے بڑی آسانی سے گذر گئے کیونکہ وہ تو اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کے بندے تھے......اپنی مرضیات خواہشات اور جذبات کو قربان کرنے والے......انکی اطاعت کا حال تو یہ تھا کہ جب سولہ سترہ ماہ کے بعد انہیں نماز کے دوران تبدیلیِ قبلہ کی خبر پہنچی تو انہوں نے بلا توقف نماز کے دوران ہی اپنی صفیں تبدیل کر لیں حالانکہ اس تبدیلی میں ایسی اکھاڑ پچھاڑ ہوئی کہ پہلی صف کو سب سے پیچھے آنا پڑا اور پچھلی صف کو آگے آنا پڑا۔

قبلہ کے بدلنے سے اپنے اور پرائے، مخلص اور منافق نکھر کر سامنے آ گئے۔

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾......اللہ تمہارے ایمان اور اعمال کو ضائع کرنے والا نہیں ہے۔

تحویل قبلہ کے موقع پر بعض لوگوں نے یہ اشکال بھی اٹھایا کہ جو لوگ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے اور اب انتقال کر چکے ان کی نمازوں کا کیا بنے گا۔{۱۵۵}

اور بعض ایسے زبان دراز بھی تھے جنہوں نے قبلہ سے منحرف ہونے کو ایمان سے منحرف ہو جانے کے مترادف قرار دیا، اس پر ربِ کریم کی طرف سے تسلی دی گئی کہ وہ اللہ جو سارے انسانوں پر بڑا شفیق اور مہربان ہے وہ اپنے ماننے والوں کے ایمان و عمل کو کیسے ضائع کر سکتا ہے اور وہ بھی صرف اس لئے کہ انہوں نے اسی کے حکم سے فلاں قبلے کی طرف رُخ کیوں کیا تھا۔{۱۵۶}

{۱۵٤} التفسیر الکبیر ۱۱۲/۳
{۱۵۵} الجامع للترمذی ۱۲۱/۲
{۱۵٦} تفسیر القرطبی ۱۵۷/۲

حکمت وہدایت

۱۔ اسلامی احکام میں نسخ ہوتا رہا ہے جس کی ایک واضح مثال تحویل قبلہ ہے۔ (۱۴۲)

۲۔ پروپیگنڈا، فضول اعتراضات اور رائی کا پہاڑ بنانا کافروں کا ہمیشہ سے شیوہ رہا ہے۔ (۱۴۲)

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اسلام پر ثابت قدم رہیں اور انکی باتوں سے متاثر نہ ہوں (۱۴۲)

۳۔ مسلمان کسی جہت یا مخصوص مکان کی عبادت نہیں کرتے بلکہ وہ اس جہت اور مکان کے رب کی عبادت کرتے ہیں۔ (۱۴۲)

۴۔ اعتدال ایک ایسی صفت ہے جس کی وجہ سے افراد اور جماعتیں عزت وعظمت کی حقدار بنتی ہیں۔ (۱۴۳)

۵۔ ''امتِ وسط'' ہونے کی وجہ سے امت مسلمہ تمام امتوں سے افضل ہے اور ''وسطیت'' اور اعتدال اس کا شعار اور اس کا خصوصی امتیاز ہے۔ (۱۴۳)

۶۔ امتِ اسلام کی ذمہ داری صرف یہی نہیں کہ وہ خود دین پر چلے بلکہ ساری انسانیت کی اصلاح کی فکر اور کوشش اس کی ذمہ داری ہے۔ (۱۴۳) بقولِ شاعر ؎

حق نے کر ڈالی ہیں دوہری خدمتیں تیرے سپرد.......... خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے

۷۔ شہادت کا اہل وہی ہوسکتا ہے جو ثقہ اور عادل ہو۔ (۱۴۳)

۸۔ بسا اوقات اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لیتا رہتا ہے تاکہ مخلصین اور غیر مخلصین میں امتیاز ہو جائے۔ (۱۴۳)

۹۔ اگر کوشش کے باوجود قبلہ معلوم نہ ہو سکے تو جدھر بھی منہ کر کے نماز پڑھ لی جائے نماز ہو جائے گی۔

۱۰۔ مومن کی اصل پہچان اتباع نبوی سے ہوتی ہے زبانی دعووں سے نہیں (۱۴۳)

۱۱۔ نماز پر ایمان کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ (۱۴۳)......اور یہ چیز نماز کی فضیلت کو ظاہر کرتی ہے۔ {۱۵۷}

تحویلِ قبلہ

﴿۱۴۴......۱۴۷﴾

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ

بیشک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف، سو البتہ پھیر دینگے ہم تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد الحرام کے

{۱۵۷} "ایمانکم" ای صلاتکم الی القبلۃ المنسوخۃ...... فالایمان مجاز من اطلاق اللازم علی ملزومہ والمقام قرینۃ وھو التفسیر المروی عن ابن عباس رضی اللہ عنھما (روح المعانی جزء ۲/ ۱۰)

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۗ

اور جس جگہ تم ہوا کرو پھیرو منہ اسی کی طرف اور جن کو ملی ہے کتاب البتہ جانتے ہیں کہ یہی ٹھیک ہے ان کے رب کی طرف سے

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا

اور اللہ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں اور اگر تو لائے اہل کتاب کے پاس ساری نشانیاں تو بھی نہ مانیں گے تیرے قبلہ کو اور نہ

أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ

تو مانے اُن کا قبلہ اور نہ اُن میں ایک مانتا ہے دوسرے کا قبلہ اور اگر تو چلا اُن کی خواہشوں پر بعد اس

مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۴۵﴾ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۖ

علم کے جو تجھ کو پہنچا تو بیشک تو بھی ہوا بے انصافوں میں جن کو ہم نے دی ہے کتاب پہچانتے ہیں اُس کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو

وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۴۶﴾ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ

اور بیشک ایک فرقہ اُن میں سے البتہ چھپاتے ہیں حق کو جان کر حق وہی ہے جو تیرا رب کہے پھر تو نہ ہو

الْمُمْتَرِينَ ﴿۱۴۷﴾

شک لانے والا

تسہیل: آپ کے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں، ہمارا وعدہ ہے کہ ہم آپ کو اسی قبلے کی جانب پھیر دیں گے جو آپ کو پسند ہے تو لیجئے آج سے آپ اپنا چہرہ مسجدِ حرام کی طرف کر لیجئے اور یہ سب لوگوں کے لئے عام حکم ہے کہ تم جہاں بھی ہو نماز میں اپنے چہرے مسجد حرام کی طرف کیا کرو، اور یہ جو اہلِ کتاب ہیں وہ یقیناً جانتے ہیں کہ یہ حکم برحق اور ان کے رب کی طرف سے ہے اور اللہ ان کے کرتوتوں سے بے خبر نہیں ٥ اگر آپ ان اہلِ کتاب کے سامنے دنیا بھر کی دلیلیں بھی پیش کر دیں تو بھی یہ آپ کے قبلہ کو قبول نہیں کریں گے اور ظاہر ہے آپ بھی ان کے قبلہ کو دوبارہ قبول نہیں کر سکتے نہ ہی یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کا قبلہ قبول کرنے کیلئے آمادہ ہو سکتے ہیں اور خدانخواستہ اگر آپ نے علم قطعی حاصل ہو جانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی تو یقیناً آپ کا شمار بھی ظالموں میں ہوگا ٥ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ رسول اللہ ﷺ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں لیکن ان میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو حق کو خوب جانتے ہوئے بھی چھپا دیتا ہے ٥ حق وہی ہے جو تمہارا رب کہے لہٰذا تم شک وشبہ کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہونا ٥

تفسیر

﴿۱۴۴﴾ ایک طرف کعبہ کے ساتھ عربوں کی تاریخی وابستگی تھی جس کی وجہ سے اللہ کے نبی ﷺ سوچتے تھے کہ

شاید کعبہ کو قبلہ قرار دینے سے یہ لوگ جلد ایمان قبول کرلیں، دوسری جانب حضور اکرم ﷺ کو تحویلِ قبلہ کا اشتیاق اور انتظار تھا اور بسا اوقات شدتِ اشتیاق سے چہرۂ انور آسمان کی جانب اٹھ جاتا تھا لیکن بارگاہِ صمدیت کے ادب کیوجہ سے زبان سے کچھ نہیں فرماتے تھے یہاں تک کہ وہ وقت آپہنچا جب اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا کہ اے میرے حبیب! ہم اسی مکان کو آپ کا قبلہ قرار دیں گے جسے آپ پسند فرماتے ہیں۔

پہلے وعدہ کیا گیا اور پھر فوراً مسجد حرام کی طرف منہ پھیرنے کا حکم بھی دے دیا گیا تا کہ دوہری خوشی ہو...... وعدہ کی خوشی الگ اور حکم ملنے کی خوشی الگ۔{۱۵۸}

﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ﴾...... اہلِ کتاب خوب جانتے ہیں کہ تحویلِ قبلہ کا حکم حق ہے اور ان کے رب کی طرف سے ہے کیونکہ یہ بات ان کے علم میں تھی کہ امتِ مسلمہ کے جدّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور وہی کعبہ کے معمار بھی ہیں اور ان کا قبلہ بھی یہی تھا، جب مسلمان ملتِ ابراہیمی کے پیروکار ہیں تو لازماً ان کا مستقل قبلہ بھی کعبہ ہوگا...... یہ باتیں اہل کتاب کے علم میں ہیں مگر وہ جانتے نہیں۔

﴿۱۴۵﴾ دوسری طرف نبی کریم ﷺ اور بعض مسلمانوں کا دل یہ چاہتا تھا کہ اگر کوئی معجزہ یا بہت مضبوط دلیل انکے سامنے پیش کردی جائے تو ممکن ہے یہ قبلے کے مسئلہ میں غوغا آرائی نہ کریں، اس پر یہ کہا گیا کہ جن لوگوں کے دلوں میں کفر راسخ ہو چکا ہے ان کے سامنے اگر آپ دنیا بھر کے دلائل بھی رکھ دیں تو بھی وہ آپ کے قبلے کی اتباع نہیں کریں گے۔ دوسری طرف اہلِ کتاب کو بھی مایوس کردیا گیا کہ تم بھی امید مت رکھو کہ مسلمان تمہارے قبلے کی اتباع کریں گے اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ یہودی، عیسائیوں کے قبلے یعنی سمتِ مشرق اور عیسائی، یہودیوں کے قبلے یعنی ہیکلِ بیت المقدس کی اتباع نہیں کرتے{۱۵۹} اور کوئی بھی اپنا قبلہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا تو مسلمان ہی اپنا قبلہ کیوں چھوڑ دیں جبکہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ اپنالیا ہے جن کی عزّت و تعظیم سارے مذاہب والے کرتے ہیں۔

﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ ﴾...... اس میں بظاہر خطاب تو حضور ﷺ سے ہے لیکن حقیقت میں ان لوگوں کو تنبیہ ہے جن کے بارے میں یہ اندیشہ تھا کہ وہ مخالفین کے پروپیگنڈا سے متاثر ہو جائیں گے، ایسے لوگوں کو جتلا دیا گیا کہ اگر تم نے اہلِ باطل کی خواہشات کی اتباع کی تو ان کی طرح تمہارا شمار بھی ظالموں میں ہوگا۔{۱۶۰}

{۱۵۸} بیان القرآن ۸۲/۱

{۱۵۹} فالیھود یستقبل بیت المقدس والنصاری مطلع الشمس (مدارك)

{۱۶۰} وفی ذلك تحذیر لمن یترك الدلیل بعد انارہ ویتبع الھوی (مدارك ۴۲۳/۱)

﴿۱۴۶﴾مسلمانوں کے دل میں حقانیتِ قبلہ پر معجزہ اور دلیل کی آرزو اس لئے پیدا ہوتی تھی کہ شاید اس کی وجہ سے ان منکرین کو حضور ﷺ کے نبی موعود ہونے کا بھی یقین آجائے حالانکہ تورات وانجیل میں اللہ کے آخری نبی کی جو صفات وعلامات مذکور تھیں ان کی بناء پر یہود ونصاریٰ آپ ﷺ کو ایسے ہی پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے {۱۶۱} مگر وہ جانتے بوجھتے حق کو چھپاتے تھے لیکن ظاہر ہے کسی کے چھپانے سے حق بدل تو نہیں سکتا۔

﴿۱۴۷﴾حق صرف وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور یہ حق سارے کا سارا قرآن میں ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم کے بارے میں اہلِ ایمان کو شک نہیں ہونا چاہئے۔

حکمت وہدایت

۱۔ دعا یا اضطرار کی حالت میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا موجباتِ قبول میں سے ہے۔ (۱۴۴) بلکہ محققین یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نسبتِ علوی سے کمالِ یقین اور تصفیہ قلب میں مدد ملتی ہے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کو بارگاہِ الٰہی میں محبوبیت، قبولیت اور رفنا کا کمال درجہ حاصل تھا۔ (۱۴۴)

اہلِ طریقت کے ہاں مقام مرادیت ومحبوبیت کی جو اصطلاح آئی ہے اس کی اصل یہ آیت ہے۔

۳۔ نماز ہر جگہ ادا ہو سکتی ہے (مسلمان کے لئے بحر وبر اور فضا ہر جگہ عبادت گاہ ہے)۔ (۱۴۴)

۴۔ نماز جہاں بھی ادا کی جائے مسجد حرام کی طرف منہ کرنا واجب ہے۔ (۱۴۴)

۵۔ دور دراز کے شہروں میں عینِ قبلہ کی طرف رُخ کرنا ضروری نہیں بلکہ سمت قبلہ کی طرف رخ کر لینا بھی کافی ہے۔ (۱۴۴){۱۶۲}

۶۔ اہلِ کتاب کا کفر شدید تھا اس لئے کہ وہ علم رکھنے کے باوجود کفر کرتے تھے۔ (۱۴۴)

۷۔ جو لوگ جان بوجھ کر کفر کا راستہ اختیار کر لیں ان پر کوئی دلیل اور معجزہ اثر نہیں کرتا (۱۴۵)

۸۔ عالم اگر خواہشات کی اتباع کرے تو اس کے حق میں غیر عالم کے مقابلہ میں وعید شدید تر ہے۔ (۱۴۵){۱۶۳}

۹۔ علم رکھنے کے باوجود حق کو چھپانا یہود ونصاریٰ کا طریقہ ہے (۱۴۶)

۱۰۔ اہلِ باطل کی غوغا آرائی سے متاثر ہو کر مسلمان کو اللہ کے کسی حکم کے بارے میں بھی شک نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ اللہ کا ہر حکم برحق ہے اور اللہ کو چھوڑ کر کہیں حق مل ہی نہیں سکتا۔ (۱۴۷)

{۱۶۱} والضمير لرسول صلى الله عليه وسلم وان لم يسبق ذكره بدلالة الكلام عليه (بيضاوى)
{۱۶۲} وفيه دلالة على انه لواتى ناحية من البيت فتوجه اليها فى صلوٰته اجزاه لانه متوجه شطره ونحوه (جصاص ۱/۹۱)
{۱۶۳} دلت الآية على ان توجه الوعيد على العلماء اشد من توجهه على غيرهم (كبير)

تحویل قبلہ کے اسباب

﴿۱۴۸.....۱۵۲﴾

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ
اور ہر کسی کیواسطے ایک جانب ہے یعنی قبلہ کہ وہ منہ کرتا ہے اس طرف، سو تم سبقت کرو نیکیوں میں جہاں کہیں تم ہوگے کر لائے گا تم کو اللہ اکٹھا
اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ
بیشک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے اور جس جگہ سے تو نکلے سو منہ کر اپنا مسجد الحرام کی طرف اور بیشک
لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ
یہی حق ہے تیرے رب کی طرف سے اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے اور جہاں سے تو نکلے منہ کر اپنا مسجد
الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۗ اِلَّا الَّذِيْنَ
الحرام کی طرف اور جس جگہ تم ہوا کرو منہ کرو اسی کی طرف تاکہ نہ رہے لوگوں کو تم سے جھگڑنے کا موقع مگر جو ان میں
ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۗ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ كَمَآ
بے انصاف ہیں سو ان سے (یعنی ان کے اعتراضوں سے) مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور اس واسطے کہ کامل کردوں تم پر فضل اپنا اور تاکہ تم پاؤ راہ سیدھی جیسا کہ
اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
بھیجا ہم نے تم میں رسول تم ہی میں کا پڑھتا ہے تمہارے آگے آیتیں ہماری اور پاک کرتا ہے تم کو اور سکھلاتا ہے تم کو کتاب اور اس کے اسرار
وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾
اور سکھاتا ہے تم کو جو تم نہ جانتے تھے سو تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں تم کو اور احسان مانو میرا اور ناشکری مت کرو

تسہیل: ہر مذہب والے شخص کے لئے کوئی نہ کوئی قبلہ رہا ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے، یونہی مسلمانوں کا بھی ایک قبلہ ہے تو تم قبلہ کی بحث کو چھوڑ کر نیک کاموں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرو اور یاد رکھو تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تعالیٰ تم سب کو پالے گا، بالیقین اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے O اور آپ جہاں کہیں بھی سفر کے لئے نکلیں تو نماز میں اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف رکھا کیجئے کیونکہ یہ حکم بالکل برحق اور منجانب اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے ذرا بھی بے خبر نہیں O اور جہاں کہیں بھی تمہارا آنا جانا ہو تو نماز میں اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیر لیا کرو اور تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا رخ اسی مسجد حرام ہی کی طرف پھیرا کرو تاکہ لوگوں کے پاس تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے مگر ان میں سے جو ظالم ہیں انکی زبانیں تو چلتی ہی رہیں گی تو تم ایسے لوگوں سے مت ڈرو اور صرف مجھ ہی سے ڈرتے رہو اور میں نے تمہیں ان احکام پر عمل کرنے کی توفیق بھی دی ہے تاکہ تمہارے اوپر میرا جو انعام ہے اس کی تکمیل کردوں

اور تا کہ تم ہدایت کی راہ پر رہو O ہم نے قبلہ کی تبدیلی سے تم پر ایسے ہی احسان کیا ہے جیسے ہم نے تم لوگوں میں وہ عظیم الشان رسول بھیج کر احسان کیا ہے جو تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے O لہٰذا تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور نعمتوں پر میرا شکر ادا کرو اور میری ناسپاسی مت کرو O

﴿تفسیر﴾

﴿۱۴۸﴾ ہر امت کا ایک مخصوص قبلہ ہے {۱۶۴} یہود کا قبلہ ہیکلِ بیت المقدس ہے اور نصاریٰ کا قبلہ کوئی عمارت تو نہیں لیکن انہوں نے مشرقی سمت کو قبلہ بنا رکھا ہے تو اگر مسلمانوں کیلئے ایک قبلہ مخصوص کر دیا گیا ہے تو اس میں تعجب والی بات کونسی ہے؟

غوغا آرائی کرنے والوں کے انداز سے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ دین کی ساری بنیاد بس قبلہ کے مسئلہ پر ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اصل چیز حسنِ کردار ہے، اعمالِ صالحہ ہیں، اخلاق حسنہ ہیں، خدمتِ خلق ہے اور ہر وہ کام ہے جس سے اللہ کی رضا مطلوب ہو۔

﴿اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یَاۡتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیۡعًا﴾...... اگر تم میں سے کسی کو یہ اشکال ہو کہ قبلہ کی جانب رخ کرنے کا نتیجہ انتشار کی صورت میں نکلے گا کیونکہ کسی کا رخ مشرق کی جانب ہوگا اور کسی کا مغرب کی جانب تو تمہیں اس بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اللہ جس کا اقتدار کائنات کے ہر گوشے تک محیط ہے تم جہاں کہیں بھی اس کی عبادت کرو گے وہ تمہیں پالے گا اور تمہاری نمازوں کو ایک ہی حکم میں رکھے گا۔ {۱۶۵}

وہ اللہ جو زمین کی تہوں اور سمندر کی گہرائیوں سے تمہارے جسم کے بکھرے ہوئے ذرات کو جمع کر سکتا ہے وہ تمہاری نمازوں میں بھی وحدت پیدا کر سکتا ہے اس لئے کہ اس کے احاطہ قدرت سے کوئی چیز بھی باہر نہیں۔

﴿۱۴۹﴾ اس آیت میں دوبارہ مسجد حرام کی طرف منہ پھیرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ یہ حکم برحق، قطعی اور دائمی ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی اور نسخ کا کوئی احتمال نہیں۔

﴿۱۵۰﴾ تیسری بار قبلہ تبدیل کر لینے کا حکم ہے...... نبی کریم ﷺ سے الگ خطاب اور مسلمانوں سے الگ خطاب ہے اور ساتھ ہی تحویلِ قبلہ کی تین حکمتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ {۱۶۶}

ا۔ ﴿لِئَلَّا یَکُوۡنَ لِلنَّاسِ﴾...... تا کہ اعتراض کرنے والے اہلِ کتاب، مشرکین اور منافقین کے پاس مسلمانوں

{۱۶۴} ولم یقل لکل قوم او امة لانه معروف المعنی عندهم (کبیر)
{۱۶۵} یجعل اللہ صلاتکم مع اختلاف جهاتها فی حکم صلاة متحدة الجهة (روح المعانی حز ۲/۲۳)
{۱۶۶} کررت توکیدا (بحرمحیط)

کے خلاف کوئی حجت باقی نہ رہے۔

اہلِ کتاب کی کتابوں میں یہ تحریر موجود تھی کہ آخری نبی کا قبلہ، قبلہ ابراہیمی ہوگا، مشرکین کے خیال میں ان دونوں باتوں میں بڑا تضاد تھا کہ دعویٰ، ملتِ ابراہیمی کی اتباع کا اور قبلہ ہیکلِ بیت المقدس!

منافق ہر بولی بول لیتے تھے وہ کبھی مشرکین کی زبان میں بات کرتے تھے اور کبھی اہلِ کتاب کی زبان میں شور شرابہ کرتے تھے، اس پسِ منظر میں بیت المقدس کو مستقل قبلہ بنانے کی صورت میں مخالفین کے پاس حجت بازی کیلئے ایک ہتھیار رہتا مگر قبلہ کی تبدیلی کا اعلان کر کے ان کے ہاتھ سے یہ ہتھیار چھین لیا گیا یہ الگ بات ہے کہ ان تینوں گروہوں میں سے جو انتہائی متعصب، کم عقل اور کینہ پرور لوگ تھے، ان کی زبان پھر بھی چلتی رہی۔ {۱۶۷}

۲۔﴿وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَیْکُمْ﴾......تحویل قبلہ میں دوسری حکمت مسلمانوں پر نعمت کی تکمیل ہے۔ایک مستقل قبلہ۔تجلیات الٰہیہ کا مورد، اہلِ ایمان کے قلوب کیلئے ایک روحانی مقناطیس، اسلامی وحدت کا ظاہری نشان، مغرب ومشرق کے مسلمانوں کیلئے ایک نقطۂ اتصال، عاشقانِ صمد کے لیے ذریعہ وصال اور ناقصوں کیلئے سببِ کمال......اس سے بڑی نعمت کونسی ہوسکتی ہے۔

۳۔﴿وَلَعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾......تیسری حکمت یہ ہے کہ ایمان والوں کو ہدایت ملے......تحویل قبلہ کے موقع پر بعض کم فہم اور کم علم گمراہ ہوگئے لیکن اہلِ ایمان کی اکثریت کو ہدایت ملی، وہ ایمان میں مزید مضبوط ہوگئے، وہ اس امتحان سے سرخرو ہو کر نکلے اور اللہ کے خصوصی تقرّب کے حقدار قرار پائے......اگر ایک دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تو قبلہ سے آج بھی انسانوں کو ہدایت اور روحانی غذا مل رہی ہے اور انشاء اللہ قیامت تک ملتی رہے گی۔

﴿۱۵۱﴾۔﴿کَمَآ اَرْسَلْنَا﴾{۱۶۸}......اے مسلمانو! مستقل قبلہ کا تعین اگر میری ایک نعمت تھی تو تمہاری ہدایت کیلئے عظیم الشان رسول کا مبعوث کرنا میری دوسری بڑی نعمت ہے جس کے مقاصد بعثت میں تلاوتِ کتاب، تزکیہ نفوس، تعلیمِ کتاب اور تعلیمِ حکمت شامل ہے اور اللہ کا نبی تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے......غیب کی خبریں، انبیاء کے واقعات، اقوامِ گذشتہ کے قصص اور مستقبل کی پیشگوئیاں......یہ سب کچھ اس میں شامل ہے۔

﴿۱۵۲﴾۔﴿فَاذْکُرُوْنِیْ﴾......اے انسانو! سوچو، میرے ان احسانات کا کیا تقاضا ہے مجھے یاد رکھنا یا بھلا دینا؟ یقیناً تمہارے ضمیر کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ کو یاد رکھنا ہی انسانیت ہے، تو دیکھو تم مجھے یاد کرتے رہو میں تمہیں یاد

{۱۶۷} الا المعاندین منهم (کشاف ۲۳۱)

{۱۶۸} کما ارسلنا متعلق باتم ای اتما ماکاتمامها بارسالنا الرسول (جلالین)

کرتا رہوں گا{۱۶۹}۔ نیک کاموں میں لگنا، گناہوں سے بچنا، آیاتِ الٰہیہ میں غور وفکر کرنا اور زبان سے تلاوت ودعا، حمد وتسبیح، استغفار اور درود شریف پڑھنا یہ سب اللہ کے ذکر ہی کی صورتیں ہیں۔

جب بندہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو اللہ بھی اسے یاد کرتا ہے وہ اس طرح کہ فرشتوں کی مجلس میں فخریہ طور پر اس کا ذکر کرتا ہے، اسے اجر وثواب سے نوازتا ہے، اسے عزت وسعادت عطا کرتا ہے اور اس پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں نازل فرماتا ہے بندہ خوشحالی میں اللہ کو یاد کرتا ہے اللہ اسے تنگی اور تکلیف میں یاد رکھتا ہے بندہ دنیا میں یاد کرتا ہے اللہ اسے آخرت میں یاد فرمائے گا۔{۱۷۰}

﴿وَاشْكُرُوا لِي﴾......اور میری شکر گذاری کرتے رہو......اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو نعمتیں عطا کی ہیں یعنی زندگی، جسم وجان، زبان اور اعضاء کے علاوہ، علم وفہم، مال واولاد، عہدہ ومنصب اور تمام علمی اور عملی صلاحیتوں کو اللہ کی مرضیات میں لگا دینا شکر ہے اور ان تمام چیزوں کو معصیات میں لگا دینا کفرانِ نعمت ہے۔

حکمت وہدایت

۱۔ ہر قوم اور امّت کا قبلہ الگ ہے۔(۱۴۸)......بلکہ صوفیاء تو کہتے ہیں کہ تکوینی اور تشریعی حیثیت سے ہر انسان کا مزاج، ترجیح، حالات، طبقہ اور رُخ بھی الگ الگ ہے......کسی کو زراعت سے دلچسپی ہے کسی کو تجارت اور صنعت وحرفت سے......کوئی حافظِ قرآن ہے کوئی محدث، کوئی مفسّر اور کوئی فقیہہ ہے۔{۱۷۱}

۲۔ معاندین کے جدل ونزاع میں پڑ کر اپنی صلاحیتیں ضائع نہیں کرنی چاہئیں بلکہ ان صلاحیتوں کو عبادت واطاعت اور مثبت اور پائیدار کاموں میں لگانا چاہئے۔(۱۴۸)

۳۔ حضر وسفر کی نماز میں قبلہ کی طرف رُخ کرنا فرض ہے۔(۱۴۹) یہاں تک کہ ہوائی جہاز اور ریل گاڑی میں بھی حتی الامکان اس کا اہتمام ضروری ہے۔

۴۔ انسانوں سے ڈرنا حرام اور اللہ سے ڈرنا واجب ہے۔(۱۵۰)

۵۔ ہدایت کی نعمت صرف انہی کو حاصل ہوتی ہے جن کے دلوں میں خوفِ خدا ہوتا ہے۔(۱۵۰)

۶۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بڑے مقصد چار ہیں۔ تلاوتِ کتاب، تعلیمِ کتاب، تعلیمِ حکمت اور تزکیہ نفوس۔(۱۵۱)

۷۔ اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی، مادی اور روحانی تمام نعمتوں کا شکر ادا کرنا لازم ہے۔(۱۵۲)

{۱۶۹} واصل الذکر التنبه بالقلب للمذکور والتیقظ له...... وان المراد ذکر القلب الذی یجب استدامته فی عموم الحالات (قرطبی ۲/۱۷۱)

{۱۷۰} التفسیر الکبیر ۱۶۲/۳ {۱۷۱} بیان القرآن

۸۔ علم ضروری کا حاصل کرنا واجب ہے تاکہ بندہ کم از کم بندگی کے تقاضے تو پورے کر سکے۔(۱۵۲)

۹۔ دل اور زبان سے اللہ کا ذکر کرنا واجب ہے۔(۱۵۲) اور دل سے ذکر سارے اذکار سے افضل اور ان کی اصل ہے جب دل میں ذکر ہوتا ہے تو زبان پر خود بخود آ ہی جاتا ہے۔{۱۷۲}

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کو بھلا دینا اور اس کی نعمتوں کی ناسپاسی حرام ہے۔

۱۱۔ تحویل قبلہ کی دس نمایاں حکمتیں یہ سمجھ میں آتی ہیں۔

☆ملتِ ابراہیمی کی اتباع ☆ایک مستقل امت کا امتیاز☆وحدت واجتماعیت ☆ارتکازِ توجہ ☆دوسرے ادیان کے تشبّہ سے احتراز ☆رضاءِ رسول ﷺ کی تکمیل ☆مخلصین اور غیر مخلصین کی پہچان ☆ مخالفین کی حجت بازی کا انسداد ☆اتمامِ نعمت ☆تکمیل ہدایت۔

ابتلاء میں صبر

۱۵۳......۱۵۷

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا

اے مسلمانو مدد لو صبر اور نماز سے بیشک اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے اور نہ کہو ان کو جو

لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ

مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو تھوڑے

الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ

سے ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالوں کے اور جانوں کے اور میووں کے اور خوشخبری دے ان صبر کرنیوالوں کو کہ جب پہنچے

اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ

ان کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں ایسے ہی لوگوں پر عنایتیں ہیں اپنے

رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

رب کی اور مہربانی اور وہی ہیں سیدھی راہ پر

ربط: تحویل قبلہ کے مسئلہ پر احمق انسانوں نے جس انداز میں غوغا آرائی کی اس سے مسلمانوں کو طبعی طور پر رنج وغم ہوا جس کا علاج صبر وصلوٰۃ بتایا گیا ہے۔

تسہیل: اے ایمان والو! ناموافق حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو یقیناً اللہ تعالیٰ

{۱۷۲} وهو افضل الذكر و سائر وجوه الذكر مبنية عليه وتابعة له (جصاص ۱/۹۳)

صبر کرنے والوں کیساتھ ہے O اور جو لوگ اللہ کے دین کے لئے شہید ہو جائیں انہیں مردہ نہ کہو وہ تو زندہ ہیں لیکن تم اپنے موجودہ حواس سے اس زندگی کی حقیقت سمجھ نہیں سکتے O اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے کچھ خوف اور فقر و فاقہ، کچھ مال و جان اور پھلوں کے نقصان سے......اور جو لوگ ان آزمائشوں میں سرخرو ثابت ہوں تو آپ ایسے صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے O کہ جب ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اور ہمارے پاس جو کچھ ہے سب اللہ ہی کی ملکیت ہے اور آخر کار ہم سبکو اسی کے پاس جانا ہے O ایسے لوگوں پر انکے پروردگار کی طرف سے خاص نوازشیں بھی ہونگی اور عام رحمت بھی ہوگی یہی لوگ حقیقت میں ہدایت یافتہ ہیں O

یوں بھی مخالفین نے اس موقع پر جس طرح کا رویّہ اختیار کیا تھا اس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یہ زبانی طعن و تشنیع بالآخر قتل وقتال پر منتج ہوگی اس لئے رب تعالیٰ نے اس سے قبل ہی مسلمانوں کو کامیابی کا گُر بھی بتا دیا اور مصائب میں صبر کرنے والوں اور جنگ میں شہید ہونے والوں کا مقام و مرتبہ بھی بیان فرما دیا۔

﴿تفسیر﴾

﴿۱۵۳﴾۔﴿اِسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ﴾......"صبر اور نماز سے مدد چاہو" کارگاہ حیات میں انسان کو موافق اور مخالف ہر طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کبھی کامیابی ہوتی ہے اور کبھی ناکامی، کبھی خوشی ہوتی ہے کبھی غم ہوتا ہے کبھی نفس کی تشویق ہوتی ہے اور کبھی شیطان کی ترغیب ہوتی ہے......ان مختلف حالات میں اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا، نفس کو عقل پر غالب نہ آنے دینا، زیادتی کرنیوالوں کو معاف کر دینا، ثابت قدم رہتے ہوئے مناسب حالات کا انتظار کرنا، نفس اور شیطان کی ترغیب کے باوجود اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے رکھنا......یہ ساری صورتیں صبر کے مفہوم میں داخل ہیں {۱۷۳}۔ نہ تو بزدلی، مجبوری اور بے بسی کا نام صبر ہے اور نہ ہی تکلیف کے اظہار اور عزیزوں وغیرہ کی جدائی پر غمزدہ ہونے کا نام بے صبری ہے۔

صبر ایک ایسی اخلاقی طاقت ہے جس کے ذریعے مشکل سے مشکل حالات کا سامنا کرنا آسان ہو جاتا ہے سب سے بڑی بات یہ کہ صبر کرنیوالوں کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی معیت اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔ نماز کے ذریعے بھی اللہ کی مدد حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے اس لئے کہ نماز بندگیِ رب کی نمایاں ترین صورت ہے، نماز سے اللہ سے تعلق جڑتا ہے اور دعا و مناجات کا موقع ہاتھ آتا ہے، دل میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور جلال و جمال کا تصور بیٹھتا ہے اور دل کو بے پناہ سکون ملتا ہے اب ظاہر ہے جب صبر جیسی اخلاقی قوت بھی ہوگی اور اللہ سے تعلق اور مناجات بھی ہوگی تو ہر قسم کی

{۱۷۳} الصبر حبس النفس علی مایقتضیه العقل والشرع (مفردات ۲۸۳)

مشکلات پر قابو پانا بہت آسان ہو جائے گا۔{۱۷۴}

﴿۱۵۴﴾صبر کی ایک اہم صورت یہ ہے کہ میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہتے ہوئے دشمن کا مقابلہ کیا جائے اور اسے پیٹھ نہ دکھائی جائے، چاہے جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

جو لوگ دینِ حق کی خاطر اللہ کی رضا کیلئے جان دیدیتے ہیں انہیں شہید کہا جاتا ہے، شہید کو مردہ کہنے سے منع کیا گیا ہے{۱۷۵}، وہ اپنی قبر میں زندہ ہوتا ہے، اس کی برزخی زندگی عام مُردوں سے ممتاز اور منفرد ہوتی ہے لیکن اس جہان میں رہتے ہوئے اس زندگی کی حقیقت کا صحیح ادراک ہمارے لیے مشکل بلکہ ناممکن ہے کیونکہ یہ دوسرے جہان کی باتیں ہیں جو ہمارے حواس کی پہنچ سے بہت دور ہے۔{۱۷۶}

﴿۱۵۵﴾۔﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ﴾......اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے۔

دشمن کا خوف، فقر وفاقہ کی پریشانی، کاروباری نقصان، عزیزوں کی جدائی......یہ وہ حالات ہیں جو کافر پر بھی آسکتے ہیں اور مؤمن پر بھی آسکتے ہیں۔

کافر پر یہ حالات اللہ کے عذاب کی صورت میں آتے ہیں جس سے وہ مایوس اور دل شکستہ ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ لیکن بندۂ مؤمن ان حالات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش سمجھتا ہے، یہ حالات اُسے مالک حقیقی سے دور نہیں بلکہ اس کے اور قریب کر دیتے ہیں، اسباب کا کھوکھلا ہونا اس پر کھل جاتا ہے اور اسے یقین آجاتا ہے کہ کائنات کی ہر چھوٹی بڑی مخلوق اور تمام وسائل واسباب پر مسبب الاسباب کا حکم اور تصرف جاری ہے اور اُس کے سامنے سب عاجز اور بےبس ہیں، دل میں یقین کا یہ نور پیدا ہونے کے بعد مصیبت اور پریشانی کی صورت میں اس کی زبان پر بےساختہ یہ مبارک کلمات جاری ہو جاتے ہیں۔

﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ ہم اور ہمارے پاس جو کچھ ہے سب اللہ ہی کی ملکیت ہے اور آخر کار ہم سب کو اسی کے پاس جانا ہے۔

یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے ہم سے کچھ لے لیا اور کچھ چھوڑ دیا، وہ چاہے تو سب کچھ لے لے کیونکہ سب کچھ ہے ہی اسی کا، وہ مالک ہے، ہم مملوک ہیں، وہ خود مختار ہے ہم عاجز اور لاچار ہیں۔

{۱۷٤} "مع الصبرين" ولم يقل مع المصلين لانه اذاكان مع الصبرين كان مع المصلين من باب اولى لاشتمال الصلوة على الصبر (روح المعانى جزء ۲/۲۹)

{۱۷۵} لان المقصود اثبات الحياة لهم لاامرهم بان يقولوا فى شانهم انهم احياء وان كان ذلك ايضاصحيحا (روح المعانى جز۲/۳۰)

{۱۷٦} وانما هى امرلا يدرك بالعقل بل بالوحى (بيضاوى ۱/٤۲۹)

﴿۱۵۲﴾ جن لوگوں کے دل یقین اور تفویض کے ان مبارک جذبات سے سرشار ہوتے ہیں وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خاص نوازشوں اور عام رحمتوں کے مستحق ہو جاتے ہیں{۱۷۷} اور ایسے ہی سعادت مندوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ اعلان فرماتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں، ان کی رسائی حقیقتِ حال تک ہوگئی ہے وہ سمجھ گئے ہیں کہ غم دینے والا بھی اللہ ہے اور غم دور کرنے والا بھی اس کے سوا کوئی نہیں۔

ان صبر کرنیوالوں پر جب اللہ تعالیٰ کی عمومی اور خصوصی رحمتیں نازل ہوتی ہیں تو مصائب کے ہجوم میں بھی ان کے دل عجیب اطمینان اور سکینہ محسوس کرتے ہیں اور یہ وہ دولت ہے جو کافروں کے ہاتھ نہیں آتی۔ اسی لئے وہ بسا اوقات بیماری، پریشانی اور مالی نقصان وغیرہ کی صورت میں خودکشی کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔

حکمت وہدایت

۱۔ ناموافق حالات میں صبر اور نماز اللہ کی مدد حاصل کرنے کا مؤثر ذریعہ ہیں (۱۵۳)

۲۔ منہیات سے اجتناب اور اوامر کی اتباع سے اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل ہوتی ہے۔ (۱۵۳) اہلِ علم کہتے ہیں کہ گناہوں سے بچنے کا عنوان صبر ہے اور عبادت وطاعت میں لگنے کا عنوان نماز ہے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ صبر کی دو قسمیں ہیں صبر عن المعصیۃ اور صبر علی طاعۃ اللہ۔ گناہوں سے رکنا بھی صبر ہے اور عبادت وطاعت پر جمے رہنا یہ بھی صبر ہے۔

۳۔ عمومی معیت تو ہر کسی کو حاصل ہے، صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی معیت حاصل ہوتی ہے۔ (۱۵۳)

۴۔ شہداء زندہ ہیں لیکن ان کی زندگی کا شعور اور ادراک اس جہاں کے رہنے والوں کو نہیں ہوسکتا (۱۵۴)

۵۔ ہر مسلمان، آزمائش سے دوچار ہوتا ہے اور یہ آزمائش اس کے لئے بلندی درجات اور نزولِ رحمت وبرکات کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ (۱۵۵۔۱۵۷)

۶۔ صاحبِ ایمان کا اضطراری مجاہدہ بھی فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔ (۱۵۵)

۷۔ دنیا کے بڑے مصائب پانچ ہیں ☆خوف ☆جوع (بھوک) ☆نقصِ اموال (مالی نقصان) ☆نقص الفس (موت، بیماری، حادثات) ☆نقصِ ثمرات (تجارت، زراعت اور صنعت میں نقصان یا اولاد کی جدائی)۔ (۱۵۵)

{۱۷۷} اولئك هم الفائزون بمطالبهم الدينية والدنيوية فان من نال تزكية الله تعالىٰ ورحمته لم يفته مطلب (روح المعانی)

۸۔ مصیبت کے وقت ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ﴾ کہنا چاہئے۔(۱۵۶)...... محققین کہتے ہیں کہ اس حکم کی تعمیل کے تین مرتبے ہیں (۱) درجہ اعلیٰ...... دل میں آیت کے معنی منقش ہوں اور زبان پر بھی اس کے الفاظ جاری ہوں (۲) درجہ اوسط...... دل میں معنیٰ کا خیال کرلے اور زبان سے ادا نہ کرے۔ (۳) درجہ ادنیٰ...... دل میں استحضار نہ ہو مگر زبان سے دہرادے۔

۹۔ صبر کرنے والے تین انعامات کے مستحق ہوتے ہیں ☆خصوصی نوازشات ☆عمومی برکات ☆ ہدایت اور کامیابی کی نعمت۔

صفا مروہ پر سعی

۱۵۸

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ
بیشک صفا اور مروہ نشانیوں میں سے ہیں اللہ کی سو جو کوئی حج کرے بیت اللہ کا یا عمرہ تو کچھ گناہ نہیں اس کو کہ

يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۗ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾
طواف کرے ان دونوں میں اور جو کوئی اپنی خوشی سے کرے کچھ نیکی تو اللہ قدردان ہے سب کچھ جاننے والا

ربط: سابقہ آیات میں تعمیر کعبہ، معمار کعبہ، ان کی دعاؤں اور تحویل قبلہ کا ذکر ہوا، حضرت خلیل علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی تھی۔

وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا...... اے اللہ ہمیں حج وغیرہ کے احکام بتادے۔

حج وعمرہ کے مناسک میں صفا مروہ کی سعی بھی شامل ہے اس لئے یہاں اس کا ذکر کرنا مناسب ہے علاوہ ازیں قریبی آیات میں مصیبت اور مشقت میں صبر کرنے والوں کی فضیلت بیان کی گئی تھی، حج ان اعمال میں سے ہے جس میں مال بھی خرچ ہوتا ہے اور جسمانی مشقت بھی اٹھانی پڑتی ہے اور قدم قدم پر مختلف مزاجوں اور طبیعتوں والے لوگوں سے سابقہ پیش آتا ہے، جس میں صبر کی سخت ضرورت ہوتی ہے اس لئے فضیلت صبر بیان کرنے کے بعد حج اور حج کے شعائر میں سے صفا مروہ کی سعی کا ذکر کیا جارہا ہے۔

تسہیل: بیشک صفا اور مروہ اللہ کے دین کی علامتوں میں سے ہیں لہٰذا جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اسے ان دونوں کے درمیان چکر لگانے سے ذرا بھی گناہ نہیں ہوگا اور جو شخص دل سے نیکی کرے اللہ تعالیٰ اس کی قدردانی کرتا ہے اور اس کی نیت کو خوب جانتا ہے O

﴿تفسیر﴾

﴿۱۵۹﴾صفا اور مروہ اللہ کے دین کی علامتوں اور یادگاروں میں سے ہیں{۱۷۸} لہٰذا جو شخص یہاں طواف اور سعی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ایک فرض کو ادا کرتا ہے۔

صفا مروہ پر زمانہ جاہلیت میں بھی سعی کی جاتی تھی، صفا پر اساف نام کا بت نصب تھا اور مروہ پر نائلہ نام کا بت رکھا ہوا تھا اور مشرکین سعی کرتے ہوئے انہیں بوسہ دیا کرتے تھے جن خوش قسمت انسانوں نے دل سے ایمان قبول کر لیا تھا انہیں شرک اور شرک کی ہر رسم اور انداز سے نفرت ہو گئی تھی، وہ ماضی کا دروازہ بند کر چکے تھے اور کوئی بھی قدم اٹھاتے ہوئے ان کی نظر آسمانی وحی اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر رہتی تھی۔

چنانچہ ان حضرات نے صفا مروہ کی سعی ترک کر دی تا کہ مشرکین کے ساتھ مشابہت نہ ہو، بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ''ہم سمجھتے تھے کہ صفا مروہ کی سعی جاہلیت کی رسومات میں سے ہے اس لئے جب اسلام آیا تو ہم نے صفا مروہ کی سعی ترک کر دی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ''صفا مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں'' {۱۷۹}

﴿وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا﴾......جو شخص خوش دلی سے نیکی کا کوئی بھی کام کرے{۱۸۰} اللہ تعالیٰ اس کی قدر کرتا ہے اور اس کی نیت اور ارادے سے بھی واقف ہے......صفا مروہ کی سعی بھی نیکی کا ایک کام ہے۔

حکمت و ہدایت

۱۔ حج اور عمرہ میں صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہے۔(۱۵۸)

۲۔ بت خانے کو اگر مسجد میں تبدیل کر دیا جائے تو وہاں عبادت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔(۱۵۸)

۳۔ فرائض اور واجبات کے علاوہ نفلی عبادات کا بھی اہتمام کرنا چاہیئے، چاہے وہ نفلی طواف اور نماز ہو یا روزے اور صدقات ہوں۔(۱۵۸)

۴۔ نیکی کے کسی بھی کام کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ اخلاص کے ساتھ کی گئی ہر چھوٹی بڑی نیکی کی قدر کرتا ہے۔(۱۵۸)

{۱۷۸} "شعائر" جمع شعيرة وهى علامة (مدارك)
{۱۷۹} صحيح بخارى ۲۴۶/۲
{۱۸۰} المراد منه جميع الطاعات (كبير)

کتمانِ حق اور خاتمہ علی الکفر کی جزا

﴿۱۵۹......۱۶۲﴾

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ
بیشک جو لوگ. چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے اُتارے صاف حکم اور ہدایت کی باتیں بعد اس کے کہ ہم اُن کو کھول چکے لوگوں کے واسطے کتاب میں

أُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُونَ ﴿۱۵۹﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولٰٓئِكَ
اُن پر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہیں اُن پر لعنت کرنے والے مگر جنہوں نے توبہ کی اور درست کیا اپنے کام کو اور بیان کر دیا حق بات کو

أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۶۰﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ
تو اُن کو معاف کرتا ہوں اور میں ہوں بڑا معاف کرنیوالا نہایت مہربان بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور مر گئے کافر ہی انہی پر لعنت ہے

لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ
اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی ہمیشہ رہیں گے اُسی لعنت میں نہ ہلکا ہوگا اُن پر سے عذاب

وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿۱۶۲﴾
اور نہ اُن کو مہلت ملے گی

ربط: جو مضامین چل رہے ہیں وہ سب آپس میں مربوط ہیں اور متناسب ہیں تعمیر کعبہ، تحویل قبلہ اہلِ کتاب کی غوغا آرائی، اللہ کے نبی کی حقانیت کو پہچان لینے کے باوجود تسلیم کرنے سے انکار......اور یہاں ایسے ہی لوگوں کے لئے شدید وعید ہے۔

تسہیل: جو لوگ ہمارے نازل کئے ہوئے ان واضح مضامین اور ہدایات کو چھپاتے ہیں جنہیں ہم تورات اور انجیل میں بھی عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہیں ایسے لوگوں پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت کرتے ہیں O البتہ ان میں سے جو لوگ توبہ کر لیں اور اپنی اس غلط روش کی اصلاح کر لیں اور جو کچھ چھپاتے رہے ہیں اسے ظاہر کر دیں تو ایسے لوگوں کی خطائیں میں معاف کر دوں گا اور میری تو عادت ہی یہ ہے کہ بہت معاف کرتا ہوں اور بے حد رحم کرتا ہوں O لیکن جن لوگوں نے کفر اختیار کر لیا اور کفر پر ہی ان کا خاتمہ ہوا تو ایسوں پر اللہ کی بھی لعنت اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی بھی لعنت O یہ اسی لعنت کے عذاب میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی O

﴿تفسیر﴾

﴿۱۵۹﴾تورات اور انجیل میں نبی کریم ﷺ کے متعلق جو پیشگوئیاں تھیں ان کے مطالعہ کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ اہل کتاب ایمان قبول کر لیتے لیکن ایمان قبول کرنے کے بجائے وہ ہمیشہ کتمانِ حق کا جرم کرتے رہے، اور جب کبھی انہیں موقع ملا انہوں نے حضور اکرم ﷺ کیخلاف ہی شہادت دی۔

﴿أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ﴾......ایسے لوگوں پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور فرشتے اور انسان بھی لعنت کرتے ہیں ان کے لیے یہ شدید وعید اس لئے ہے کیونکہ انہوں نے علم دین کو چھپایا جبکہ اس کا چھپانا حرام ہے اور ان کی حق پوشی کی وجہ سے بے شمار لوگ ایمان اور ہدایت سے محروم رہے، جن بدبختوں کو بھیجا ہی اس لئے گیا تھا کہ وہ حق کے آخری نشان کی تائید کریں گے اور اس کے دست و بازو بن کر تعاون کا حق ادا کریں گے جب انہوں نے اس کے برعکس کردار ادا کیا تو انہیں خالق اور مخلوق کی لعنت کا مستحق ٹھہرایا گیا۔{۱۸۱}

﴿۱۶۰﴾البتہ وہ لوگ اس لعنت کی نحوست سے بچ جائیں گے جو اپنے کیے پر نادم ہو کر توبہ کر لیں نیک اعمال کے ذریعے اپنی اصلاح کر لیں اور تلافی مافات کے لئے حق کا اظہار کر دیں۔

﴿۱۶۱﴾لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کر لیا، پھر اسی پر ڈٹے رہے اور حق کے دلائل دیکھنے اور سننے سے انہوں نے اپنی آنکھیں اور کان بند کر لیے اور اسی حالت میں انہیں موت آ گئی تو وہ بھی سب کی لعنت کے مستحق ہوں گے۔

﴿۱۶۲﴾جھنم جو کہ لعنتی لوگوں کا قید خانہ ہے اس میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پڑے رہیں گے نہ جہنم میں ڈالے جانے کے بعد ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ڈالے جانے سے پہلے انہیں مہلت دی جائے گی۔

حکمت و ہدایت

۱۔ جس علم کے اظہار اور پھیلانے کی ضرورت ہو اس کا چھپانا حرام ہے۔(۱۵۹)

۲۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

من سئل عن علم یعلمه فکتمه الجمه الله یوم القیمه بلجام من نار{۱۸۲}

جس شخص سے دین کے کسی ایسے مسئلے کے بارے میں سوال کیا جائے جس کا وہ علم رکھتا ہو لیکن وہ اسے چھپا جائے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

{۱۸۱} وذلک من اللہ تعالیٰ فی الآخرہ عقوبته وفی الدنیا انقطاع من قبول رحمته وتوفیقه (مفردات/۴۵۱)

{۱۸۲} تفسیر قرطبی ۲/۱۸۴

۲۔ اگر کسی مسئلہ کا صحیح علم نہ ہو تو اس کے بتلانے کی جرأت نہیں کرنی چاہئے۔(۱۵۹)

۳۔ انہی مسائل کا بتانا واجب ہے جو قرآن وسنت میں واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں۔(۱۵۹)

باقی رہے وہ دقیق مسائل جن کے بیان کرنے سے عوام کے غلط فہمی میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو ان کے بارے میں سکوت ہی بہتر ہے۔

۴۔ بعض گناہوں کا وبال ایسا ہے کہ ان کے مرتکب پر، خالق کے ساتھ ساتھ ساری مخلوق بھی لعنت کرتی ہے۔.....کتمانِ حق بھی انہی گناہوں میں سے ایک ہے۔(۱۵۹)

۵۔ کافر پر بھی لعنت صرف اس وقت جائز ہے جب اسے کفر پر موت آجائے۔(۱۵۹).....جب زندگی میں کسی معین کافر پر لعنت جائز نہیں تو مسلمان پر تو بطریقہ اولیٰ جائز نہیں ہوگی۔

۶۔ جو لوگ کھلم کھلا گناہ کرتے ہوں مثلاً شراب پیتے ہوں یا وہ مرد اور عورتیں جو ایک دوسرے کی مشابہت کرتے ہوں ان پر عمومی لعنت جائز ہے۔{۱۸۳}

۷۔ قبولیتِ توبہ کی تین شرطیں ہیں: ☆ توبہ ☆ اصلاح حال ☆ تلافیِ مافات (۱۶۰)

ہر فوت شدہ عمل کی تلافی بھی اسی کے اعتبار سے ہوگی مثلاً فوت شدہ نمازوں کی تلافی قضا کرنے سے، حقوق العباد کی تلافی انہیں ادا کرنے سے اور کتمانِ حق کی تلافی اعلانِ حق سے ہوگی۔

۸۔ جس کا کفر پر خاتمہ ہوجائے وہ دائمی عذاب کا مستحق ہوگا۔(۱۶۱۔۱۶۴)

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کے دلائل

۱۶۳.....۱۶۴

وَاِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۶۳﴾ اِنَّ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

اور معبود تم سب کا ایک ہی معبود ہے کوئی معبود نہیں اس کے سوا بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا بیشک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں

وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِىۡ تَجۡرِىۡ فِى الۡبَحۡرِ بِمَا يَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ

اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں اور کشتیوں میں جو کہ لے کر چلتی ہیں دریا میں لوگوں کے کام کی چیزیں اور پانی میں جس کو کہ اتارا اللہ

مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصۡرِيۡفِ

نے آسمان سے پھر جلایا اس سے زمین کو اس کے مرگئے پیچھے اور پھیلائے اس میں سب قسم کے جانور اور ہواؤں کے بدلنے

{۱۸۳} فاما العاصی فلا یجوز لعنه اتفاقا واما لعن العاصی مطلقا یجوز اجماعا (احکام القرآن ابن عربی)

الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

میں اور بادل میں جو کہ تابعدار ہے اُس کے حکم کا درمیان آسمان و زمین کے بیشک ان سب چیزوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے

ربط: ان کافروں کا ذکر تھا جن کی ساری زندگی کفر میں گذر جاتی ہے بالآخر ان کا خاتمہ بھی کفر پر ہو جاتا ہے، ان کے کفر کا اصل سبب شرک تھا جس کا علاج دلائل توحید کے بیان سے کیا جا رہا ہے، اسلامی تعلیمات میں اس عقیدہ کو خشتِ اول کی حیثیت حاصل ہے اس میں اگر ذرا سی خرابی رہ گئی تو پوری عمارت ٹیڑھی ہو جائے گی اور اگر خدانخواستہ کوئی کم عقل انسان خشتِ اول کے بغیر ہی اسلامی تصور حیات کی عمارت اٹھانے کی کوشش کرے تو چشم زدن میں یہ عمارت دھڑام سے نیچے آگرے گی۔

تسہیل: ایسا معبود جو واقعی معبود بننے کا مستحق ہے وہ تو ایک ہی ہے جو معبودِ حقیقی ہے اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں وہی رحمٰن ہے اور رحیم بھی ہے O یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں رات اور دن کے ادل بدل میں اور ان جہازوں میں جو کہ سمندر میں انسانوں کے فائدہ کی چیزیں لیکر چلتے ہیں اور بارش کے اس پانی میں جسے اللہ نے آسمان سے اتارا پھر اس پانی سے مردہ زمین کو زندہ کر دیا اور زمین میں ہر طرح کے حیوانات پھیلا دیئے اور ہواؤں کی سمت اور کیفیت بدلنے میں اور ان بادلوں میں جو زمین و آسمان کے درمیان معلّق رہتے ہیں......ان سب چیزوں میں ان لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کے دلائل موجود ہیں جو عقلِ سلیم رکھتے ہیں O

تفسیر

﴿۱۶۳﴾۔﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾......ایسا معبود جو واقعی معبود بننے کا مستحق ہے وہ تو ایک ہی ہے۔قرآن کریم کے جو اوّلین مخاطب تھے ان کا اختلاف وجودِ باری تعالیٰ میں نہیں تھا بلکہ ان کا اختلاف صفاتِ باری تعالیٰ اور خالق کے تعلق کے بارے میں تھا، وہ اپنے معبودانِ باطلہ {۱۸۴} کیلئے بھی وہ صفات ثابت کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہیں اور عبادت کے وہ انداز اور طریقے جو باری تعالیٰ کے لیے خاص ہونے چاہییں وہ بتوں کے سامنے بجالاتے تھے اور ان کی خوشنودی کو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے تھے، ایسے ہی لوگوں سے کہا گیا کہ تمہارا معبودِ حقیقی صرف ایک ہے، نفع نقصان اسی کے ہاتھ میں ہے، سارے تصرفات کا اختیار صرف اسی کو حاصل ہے، عبادت کے سارے انداز اسی کیلئے خاص ہیں لہٰذا کسی کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہراؤ خواہ وہ انسان ہو یا جن، فرشتہ ہو یا صنم۔

﴿۱۶۴﴾اس کی وحدانیت اور قدرت کے دلائل کو ایمانی نظر سے دیکھا جائے جب کوئی عقلِ سلیم والا انسان

{۱۸٤} وكان للمشركين ثلث مائة وستون صنما (قرطبی ۲/۱۹۱)

ایمانی نظر سے کائنات پر نظر ڈالتا ہے تو اس کے عجائب اسے حیرت زدہ کر دیتے ہیں۔

﴿السَّمٰوٰتِ﴾......بغیر کسی ستون اور سہارے کے قائم آسمان کی چھت، اس میں سورج، چاند، ستاروں اور لاکھوں سیاروں کا ایک مربوط نظام، ہر ایک کا مدار بھی متعین، ہر ایک کی رفتار بھی متعین، ان میں سے کوئی بھی اگر اپنے مدار سے ہٹ جائے یا رفتار میں کمی بیشی ہو جائے یا طلوع وغروب میں تقدیم وتاخیر ہو جائے تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔

﴿وَالْاَرْضِ﴾......زمین کو بھی اسی نے پیدا کیا جس کی ظاہری سطح ایک ہموار فرش کی صورت میں ہے جس پر چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، تعمیر کرنا اور سڑکیں بنانا آسان ہے لیکن اس زمین کا سینہ ہزاروں معدنیات کا دفینہ ہے جو انسان کا بہت بڑا ذریعہ معاش ہیں، پھر زمین کو یونہی بے رنگ وروغن نہیں چھوڑ دیا ورنہ انسان اس کی یک رنگی سے اکتا جاتا، بلکہ اس میں پہاڑ ہیں، دریا ہیں، ندی نالے ہیں، نباتات اور باغات ہیں، رنگ برنگ پرندے اور چھوٹے بڑے حیوانات ہیں۔

﴿وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ﴾......شب وروز کا ادل بدل بھی قدرت الٰہیہ کی ایک بڑی دلیل ہے، مختلف شہروں اور ملکوں میں موسموں کے بدلنے سے کبھی رات چھوٹی ہو جاتی ہے اور دن بڑا ہو جاتا ہے، کبھی دن چھوٹا ہو جاتا ہے اور رات بڑی ہو جاتی ہے۔

دن اور رات کو ایک نظام میں جکڑ دیا، ایک جا رہا ہے دوسرا آ رہا ہے، نظام سے باہر کوئی نہیں۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنا دیا اس شخص کے لئے جو سمجھنا چاہے یا شکر ادا کرنا چاہے۔

﴿وَالْفُلْكِ﴾......بحری جہاز اور کشتیاں جن کے ذریعے لاکھوں ٹن سامان ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف منتقل ہو رہا ہے......کھانے پینے کی چیزیں، کپڑا، بھاری بھرکم مشینیں، دوائیاں، موٹریں، گاڑیاں، ٹینک توپیں اور ہر قسم کا اسلحہ......اللہ کے سوا کون ہے جو ان جہازوں کو چلا رہا ہے۔

﴿وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ﴾......آسمان سے بارش برستی ہے جس سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے سمندر سے بخارات کیسے اٹھتے ہیں؟ وہ بخارات، بادلوں میں کیسے تبدیل ہو جاتے ہیں؟ بادل ایک جگہ سے دوسری جگہ کس کے حکم سے سفر کرتے ہیں؟ ہر جگہ کیوں نہیں برستے؟ پھر ایک دم کیوں نہیں برس پڑتے؟ ان سے پانی قطرہ قطرہ کر کے کیوں ٹپکتا ہے؟ وہ پانی زمین کے پیٹ میں کیسے ذخیرہ ہوتا ہے؟ اور پھر زمین کی غیر مرئی پائپ لائن سے

سینکڑوں میل دور کیسے پہنچتا ہے؟ اسی پانی کو میلوں پھیلے ہوئے پہاڑوں کے سروں پر برف بنا کر کون لادتا ہے؟ وہاں سے پگھل پگھل کر چشموں، نہروں اور دریاؤں میں کیونکر بہنے لگتا ہے...... سوچیے اگر بارش نہ برسے تو انسان حیوان اور نباتات کیونکر زندہ رہیں؟ ایک دم برس پڑے تو کیا ہو جائے؟ پانی ذخیرہ نہ ہو سکے تو مہینوں تو کیا چند دنوں تک بھی اس کے بغیر گذارہ کیسے ہو سکے؟

﴿وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾...... اور اس میں ہر طرح کے حیوانات پھیلا دیئے۔

حیوانات کی ایک وسیع دنیا ہے، انسانوں سے کہیں زیادہ رنگا رنگ، متنوع اور مختلف، رینگنے والے، تیرنے والے، اڑنے والے، غاروں اور جنگلات میں زندگی گزارنے والے، زمین دوز بلوں اور سوراخوں میں رہنے والے درختوں کی شاخوں پر بسیرا کرنے والے، سمندروں اور تالابوں میں موت وحیات کا سامنے کرنے والے...... شکلیں مختلف، آوازیں مختلف، غذائیں مختلف، توالد وتناسل کے طریقے مختلف...... اس تنوع اور اختلاف میں صاحب ایمان کو اللہ تعالٰی کی قدرت کارفرما دکھائی دیتی ہے۔

﴿وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ﴾...... ہواؤں کا ہیر پھیر اور ادل بدل بھی کسی صاحبِ اقتدار اور خود مختار صانع کا پتہ دیتا ہے۔

ہوائیں رخ بدل بدل کر چلتی ہیں، کبھی دائیں کبھی بائیں، کبھی آہستہ کبھی تیز اور کبھی یوں سانس روک کر کھڑی ہو جاتی ہیں کہ نبضِ ہستی ڈوبتی ہوئی محسوس ہوتی ہے، یہی ہوا کبھی نوید حیات ثابت ہوتی ہے اور کبھی موت اور بربادی کا پیغام بن جاتی ہے۔

﴿وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ﴾...... لاکھوں ٹن پانی کا بوجھ اُٹھائے ہوئے بادل بغیر کسی ظاہری سہارے کے زمین وآسمان کے درمیان کیسے معلق ہو جاتے ہیں۔

ارض وسما کے یہ عجائب، لیل ونہار کا یہ ادل بدل، سامان سے لدی ہوئی کشتیوں اور جہازوں کا ملکوں ملکوں سفر، بارش کا برسنا اور مردہ زمین کی زندگی، حیوانوں کا تنوع اور ان کی خصوصیات، ہواؤں کا ہیر پھیر اور بوجھل بادلوں کا فضا میں معلق ہونا...... ان میں سے ہر ایک کسی حکیم کی حکمت اور کسی صانع کی صنعت کی شہادت دے رہا ہے لیکن اس شہادت پر یقین کرنے کے لئے پاک صاف قلب ونظر کی ضرورت ہے ورنہ مادیت پرستی میں گرفتار انسان کو اس دنیا میں رنگ وبو کے سوا کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔

حکمت و ہدایت

۱۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے لہٰذا تمام قولی، مالی اور بدنی عبادتیں صرف اسی کیلئے مخصوص ہیں۔ (۱۶۳)

۲۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور قدرت کے آٹھ دلائل یہاں مذکور ہیں ☆ ارض و سما کی تخلیق ☆ لیل و نہار کی گردش ☆ کشتیوں اور جہازوں کی دریاؤں میں چلت پھرت ☆ بارش کا برسنا ☆ بارش سے خشک زمین کی سرسبزی و شادابی ☆ حیوانوں کا تنوع ☆ ہواؤں کا ہیر پھیر اور بادلوں کا زمین و آسمان کے درمیان معلق ہونا۔ (۱۶۴)

۳۔ تکوینی اور تنزیلی ہر قسم کی آیات اللہ تعالیٰ کے وجود اور قدرت و حکمت پر دلالت کرتی ہیں...... جو کائنات کی طرف منسوب ہوں انہیں تکوینی آیات اور جو قرآن سے سمجھ آئیں انہیں تنزیلی اور قرآنی آیات کہتے ہیں۔

۴۔ تکوینی اور تنزیلی دونوں قسم کی آیات اور دلائل سے فائدہ صرف وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جو تعصب سے پاک دل اور مادیت پرستی سے محفوظ عقل رکھتے ہیں۔ (۱۶۴)

مشرکوں کا اپنے معبودوں سے معاملہ

۱۶۵......۱۶۷

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ

اور بعضے لوگ وہ ہیں جو بناتے ہیں اللہ کے برابر اوروں کو ان کی محبت ایسی رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ کی اور ایمان والوں کو اس سے زیادہ تر ہے

حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

محبت اللہ کی اور اگر دیکھ لیں یہ ظالم اس وقت کو جب کہ دیکھیں گے عذاب کہ قوت ساری اللہ ہی کے لئے ہے اور یہ کہ اللہ کا عذاب

الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾

سخت ہے جبکہ بیزار ہو جاویں گے وہ کہ جن کی پیروی کی تھی اُن سے کہ جو اُن کے پیرو ہوئے تھے اور دیکھیں گے عذاب اور منقطع ہو جائیں گے اُن کے سب علاقے

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ

اور کہیں گے پیرو کیا اچھا ہوتا جو ہم کو دنیا کی طرف لوٹ جانا مل جاتا تو پھر ہم بھی بیزار ہو جاتے اُن سے جیسے یہ ہم سے بیزار ہو گئے اسی طرح پر دکھلائیگا اللہ اُن کو ان کے کام

حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾

حسرت دلانے کو اور وہ ہرگز نکلنے والے نہیں نار سے

تسہیل: الوہیت کے دلائل دیکھ لینے کے باوجود بعض لوگ دوسروں کو بھی اللہ کا شریک ٹھہرا لیتے ہیں اور ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ تعالیٰ سے رکھنی چاہیے لیکن ایمان والے ان سے کہیں زیادہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں، کیا ہی اچھا ہوا گر یہ ظالم آج ہی وہ بات سمجھ لیں جو کل قیامت کا عذاب دیکھ کر سمجھیں گے کہ ساری قوت اور اختیار

صرف اللہ ہی کے پاس ہے اور یہ کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے O انہیں اللہ کے عذاب کی سختی اس وقت معلوم ہوگی جب مقتدا اور پیشوا اپنے پیروکاروں سے بیزاری اور لاتعلقی ظاہر کردیں گے کیونکہ وہ سب عذاب دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تمام تعلقات ختم ہو جائیں گے O اور پیروکاریوں کہیں گے کہ کاش ہمیں دنیا میں جانے کا ایک اور موقع مل جائے تو ہم بھی ان سے ایسے ہی لاتعلقی ظاہر کریں جیسے انہوں نے ہم سے لاتعلقی ظاہر کی ہے، اللہ تعالیٰ یوں ہی ان کی بداعمالیوں کو ان کے سامنے حسرت بنا کر دکھائے گا اور وہ کسی طرح بھی دوزخ سے نہیں نکل سکیں گے O

﴿تفسیر﴾

تکوینی اور تنزیلی دونوں قسم کے دلائل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اس کی قدرت ورحمت اور بندوں کے ساتھ اس کی محبت وشفقت پر دلالت کرتے ہیں جس کا لازمی تقاضا یہ ہونا چاہئے کہ بندے بھی اس کے ساتھ محبت کریں اور بندگی کے تمام آداب صرف اس کے سامنے بجالائیں لیکن ان دلائل کو اور ان کے تقاضوں کو نظر انداز کرتے ہوئے۔

﴿۱۶۵﴾ بعض لوگوں نے جنوں کو، فرشتوں کو، انسانوں کو، درختوں کو، پتھروں کو اور دوسری مخلوقات کو اللہ کا ہمسر بنا رکھا ہے {۱۸۵} اور ان کی تعظیم اور ان سے محبت ویسے ہی کرتے ہیں جیسی تعظیم اور محبت اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہیے لیکن جو واقعی ایمان والے ہیں وہ بت پرستوں اور شخصیت پرستوں سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔

مشرکین بسا اوقات مصائب کے ہجوم میں اپنے بتوں کو بھول جاتے ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، بتوں سے مسئلہ حل ہوتا نظر نہ آئے تو اللہ کی طرف بھی رجوع کر لیتے ہیں، ہم کتنے ہی لوگوں کو اپنے مصائب اور مسائل کے حل کے لئے ایک درگاہ سے دوسری اور دوسری سے تیسری درگاہ کے سامنے جھکتے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن جو سچا مؤمن ہوتا ہے وہ خوشی اور غمی، صحت اور بیماری امارت اور غربت ہر حال میں اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اس کا مسئلہ حل ہو یا نہ ہو اس کی دعا قبول ہو یا رد ہو، وہ بارگاہِ صمدیت کو چھوڑنے کا تصوّر بھی نہیں کرسکتا، مؤمن کو یقین ہے کہ اللہ کے سوا سب عاجز ہیں اور قوت واختیار کا مالک تنہا اللہ ہے۔

یہ یقین مشرکین اور کافروں کو بھی آئے گا لیکن اس وقت یہ یقین ان کے کسی کام نہیں آئے گا۔

جب غیب کے پردے ہٹا دیئے جائیں گے، قیامت قائم ہو جائے گی، شنید، دید بن جائے گی مجرم پکڑے جائیں گے اور وہ عذاب سے دوچار ہوں گے تو انہیں یقین آجائے گا کہ ساری قوت صرف اللہ کے پاس ہے۔

{۱۸۵} والانداد عند جمهور المفسرين اعم من الاصنام والاوثان فيشمل الرؤساء الذين خضع بعض الناس خضوعا دينيا (المنار)

﴿۱۶۶﴾ دنیا میں جن سرداروں، پیشواؤں، لیڈروں اور پیروں سے وہ بڑی توقعات وابستہ کیے ہوئے تھے اور جن کے بارے میں انہیں یقین تھا کہ آخرت میں انہیں بڑے اختیارات حاصل ہوں گے اور یہ ہمارے بڑے کام آئیں گے وہ سب اپنے پیروکاروں سے لاتعلقی کا اعلان کردیں گے اس لئے کہ اس دن ہر شخص کو اپنی فکر لاحق ہوگی اور ان میں سے جو نیک ہوں گے انہیں یہ خبر نہ ہوگی کہ ان کے نام پر لوگ کیسی کیسی شرکیہ حرکتیں کرتے رہے ہیں اور نہ ہی وہ ان کی حرکات پر راضی تھے۔

ان کے آپس کے تمام تعلقات ختم ہوجائیں گے، کوئی پیر اپنے مریدوں اور کوئی پیشوا اپنے پیروکاروں کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔

﴿۱۶۷﴾ پیشواؤں کی طرف سے لاتعلقی کا اعلان سن کر پیروکار آرزو کریں گے کہ اے کاش ہمیں ایک بار ہی سہی دنیا میں لوٹنے کا موقع مل جائے تو وہاں ہم بھی تم سے ایسے ہی نفرت اور بیزاری ظاہر کریں جیسے تم کررہے ہو، لیکن ظاہر ہے انہیں دنیا میں تو لوٹنے نہیں دیا جائے گا چنانچہ پیشواؤں سے اپنی دنیا کی محبت وچاہت اور آج ان کی طرف سے نفرت وعداوت کو دیکھ کر بار بار حسرت اور پشیمانی کا اظہار کریں گے۔ لیکن یہ پشیمانی ان کے کسی کام نہیں آسکے گی اور وہ دوزخ کے عذاب سے نجات نہیں پاسکیں گے۔

حکمت وہدایت

۱۔ غیر اللہ سے ایسی محبت جو محبوب کو الوہیت کے درجے تک پہنچادے حرام ہے۔ (۱۶۵)

۲۔ اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کمالِ ایمان کی علامت ہے۔ (۱۶۵)

۳۔ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کا معبود بھی ہے اور محبوب بھی ہے۔ (۱۶۵) خوف اور محبت ہی سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے نرا خوف بھی صحیح نہیں اور خالی خولی محبت بھی کافی نہیں۔

۴۔ غیر اللہ سے، اللہ جیسی محبت کرنا کافروں کا شیوہ ہے۔ (۱۶۵)

۵۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں دوسروں کو شریک کرنا شرک ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے دوسروں سے محبت کرنا توحید ہے (۱۶۵) انبیاء صلحاء، اولیاء، علماء، والدین اور قرابت داروں سے محبت اللہ کے حکم ہی کی وجہ سے کی جاتی ہے۔

۶۔ قیامت کے دن تمام دنیاوی تعلقات ختم ہوجائیں گے مگر ایمانی رشتہ اور تعلق باقی رہے گا اور انشاء اللہ کام بھی آئے گا۔ (۱۶۶)

۷۔ شر اور فساد کے علمبردار اور پیشوا اپنے متبعین، معاونین اور کارکنوں سے لاتعلقی کا اعلان کردیں گے۔ اور ان کا یہ اعلان متبعین کے لئے بڑی حسرت اور پشیمانی کا سبب ہوگا۔

طیبات کی حلّت اور محرمات کی حرمت

﴿۱۶۸......۱۷۱﴾

يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ
اے لوگو کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے حلال پاکیزہ اور پیروی نہ کرو شیطان کی بیشک

لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَاِذَا
وہ تمہارا دشمن ہے صریح وہ تو یہی حکم کرے گا تم کو کہ برُے کام اور بےحیائی کرو اور جھوٹ لگاؤ اللہ پر وہ باتیں جن کو تم نہیں جانتے اور جب

قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ
کوئی ان سے کہے کہ تابعداری کرو اُس حکم کی جو کہ نازل فرمایا اللہ نے تو کہتے ہیں ہرگز نہیں ہم تو تابعداری کرینگے اُس کی جس پر دیکھا ہمنے اپنے باپ دادوں کو، بھلا اگرچہ اُن کے

لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا
باپ دادے نہ سمجھتے ہوں کچھ بھی اور نہ جانتے ہوں سیدھی راہ اور مثال ان کافروں کی ایسی ہے جیسے پکارے کوئی شخص ایک چیز کو جو کچھ نہ سنے سوا

دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾
پکارنے اور چلانے کے بہرے گونگے اندھے ہیں سو وہ کچھ نہیں سمجھتے

ربط. گذشتہ آیات میں شرک اور مشرکین کی تردید تھی، طیبات کو حرام کر دینا اور محرمات کو حلال کر دینا یہ بھی شرک کی ایک صورت تھی، کتنے ہی جانور تھے جنھیں بتوں کے لیے مخصوص کر دیتے تھے اور ان کے کھانے کو حرام سمجھتے تھے یوں وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سے محروم کر لیتے تھے اسی لیے یہاں خطاب بھی ''یایھا الناس'' کے ساتھ کیا گیا تاکہ مومن اور کافر سب کو شامل ہو جائے کیونکہ کفر کی وجہ سے دنیا میں کوئی شخص اللہ کی نعمت سے محروم نہیں ہوتا۔

تسہیل: اے لوگو! زمین پر جو چیزیں موجود ہیں ان میں سے حلال اور پاکیزہ چیزیں بلا تردد کھاؤ اور استعمال کرو اور اس بارے میں شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو وہ واقعی تمہارا کھلا دشمن ہے O شیطان کی تعلیم تو صرف یہ ہوگی کہ تم برائی اور گندگی کا ارتکاب کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی باتوں کی نسبت کرو جس کی تمہارے پاس کوئی علمی سند نہیں O اور جب ان مشرکوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو شریعت نازل کی ہے اس کی پیروی کرو تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہم تو اس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے...... ان سے سوال کیجیے کہ اگر ان کے باپ دادا نہ دین کی سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت پر ہوں تو بھی انھی کے طریقے پر چلو گے O اور ان کافروں کا حال تو اس شخص جیسا ہے جو ایسے جانور کے پیچھے چلا رہا ہے جو بلانے اور پکارنے کی آواز کے سوا کچھ سنتا ہی نہیں، یہ بہرے

ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں اور کچھ بھی نہیں سمجھتے O

﴿تفسیر﴾

﴿۱۶۸﴾ حلال اور پاکیزہ چیزیں {۱۸۶} بلا تردّد استعمال کرو اور اس بارے میں شیطان کی اتباع نہ کرو اس کے کہنے پر اور اس کی وسوسہ اندازیوں کی وجہ سے حلال کو حرام مت سمجھو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے وہ کبھی تمہیں اچھی بات کا مشورہ نہیں دے سکتا۔

﴿۱۶۹﴾ وہ تو شیطان ہے اس سے شیطنت کے سوا کس چیز کی توقع ہوسکتی ہے {۱۸۷} وہ گندگی اور برائی کی تعلیم دے گا {۱۸۸} اور یہ چاہے گا کہ تم خود ساختہ باتوں کو اللہ کا کلام اور من گھڑت بدعتوں کو آسمانی شریعت سمجھنے لگو۔

﴿۱۷۰﴾ جب کفار اور یہود سے کہا جاتا ہے کہ مشرکانہ رسوم اور جاہلانہ طور طریقے چھوڑ کر وحیِ الٰہی کی اتباع کرو تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے آباء واجداد کی روایات پر قائم رہیں گے۔

﴿اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ﴾...... اگر ان کے آباء واجداد عقل وفہم کے مالک ہوتے اور ہدایت پر قائم ہوتے تو انکی اتباع کرنا باعث تعجب نہ ہوتا لیکن حیرت اس پر ہے کہ وہ ایسے آباء واجداد کی روایات سے چمٹے رہنے کی باتیں کرتے ہیں کہ جو علم وفہم سے کورے اور جہالت وضلالت میں پڑے ہوئے تھے۔

﴿۱۷۱﴾ ایسے جاہلوں کی مثال تو ان بھیڑ بکریوں جیسی ہے جو چرواہے کی آواز تو سنتی ہیں لیکن اس کا مفہوم نہیں سمجھتیں۔ {۱۸۹}

اگر چرواہا انہیں ذبح کرنے کے لئے بھی پکارے تو وہ اس کی طرف بھاگتی ہوئی آتی ہیں اس لئے کہ انہوں نے بلا سوچے سمجھے اپنے آپ کو ایک مخصوص آواز پر ''لبیک'' کہنے کا عادی بنالیا ہے وہ آواز جس کا مفہوم وہ بالکل نہیں سمجھتیں بلکہ بسا اوقات اس آواز کا کوئی مفہوم ہوتا ہی نہیں وہ ایک بے معنی آواز ہوتی ہے۔ یونہی جاہلوں کی عادت ہے کہ وہ بلا سوچے سمجھے اور بغیر کسی علمی دلیل کے اپنے آباء کی تقلید کرتے چلے جاتے ہیں خواہ اس میں ان کی روحانی موت ہی کیوں نہ ہو۔

{۱۸۶} واصل الطیب ماتستلذہ النفس (مفردات/۳۰۸)

{۱۸۷} دلت الآیۃ علی ان الشیطان لایامر الابالقبائح لانہ تعالیٰ ذکرہ بکلمۃ انما وھی للحصر (کبیر)

{۱۸۸} واما الفحشاء فکل مایقبح فی اعین الناس من المعاصی والآثام ولایختص بنحو الزنا کما قال بعضھم والفحشاء فی الغالب اقبح واشد من السوء (المنار)

{۱۸۹} ای لایعرف الاالصوت المجرد دون المعنی (مفردات)

حکمت وہدایت

۱۔ کسبِ حلال واجب ہے اور حلال پر ہی اکتفا کرنا چاہئے اگر چہ تھوڑا ہو۔(۱۶۸)

۲۔ ہر اس چیز کا کھانا پینا جائز ہے جو حلال اور پاکیزہ ہو۔ (۱۶۸) حلال وطیب سے اجتناب کوئی تقویٰ نہیں۔

۳۔ حلال وہ ہے جسے اللہ حلال قرار دے اور حرام وہ ہے جسے اللہ حرام قرار دے۔ حلت اور حرمت کا فیصلہ کرنے میں عقل، معاشرہ اور جمہوریت وغیرہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔(۱۶۸)

۴۔ ہر وہ غلط عقیدہ، قول یا عمل جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے، اسے اختیار کرنا حقیقت میں شیطان کے نقشِ قدم پر چلنا ہے جو کہ حرام ہے۔(۱۶۸)

۵۔ شیطان تین باتوں کی خاص طور پر تعلیم دیتا ہے☆ سوء (جس کا گناہ ہونا عقل ہی سے سمجھ آجائے) ☆ فحشاء (جو شرعاً گناہ ہو اگر چہ عقل اسے جائز ہی کہتی ہو){۱۹۰} ☆ خود ساختہ باتوں اور رسموں کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف نسبت (۱۶۹)

۶۔ آباء واجداد کی غلط سلط روایات وحکایات سے استدلال زمانہ قدیم سے جاہلوں کا شیوہ رہا ہے۔(۱۷۰)

۷۔ ایسے آباء واجداد کی تقلید ممنوع ہے جو علم ودانش اور دین کی بصیرت وہدایت سے محروم ہوں۔(۱۷۰)

۸۔ محققین اہلِ علم کی تقلید اور ان کے اقوال وآراء سے استدلال کرنا جائز ہے۔(۱۷۰)

۹۔ داعیانِ حق کو حیوانوں سے بھی بدتر انسانوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اس لئے انہیں پریشان نہیں ہونا چاہئے۔(۱۷۱)

۱۰۔ علم ومعرفت کا حاصل کرنا واجب ہے تاکہ مؤمن کا کسی کام کو کرنا اور چھوڑنا علم اور دلیل کی روشنی میں ہو۔(۱۷۱)

۱۱۔ عام پیشواؤں اور لیڈروں کی دعوت وتحریک پر ''لبیک'' کہنے سے قبل ان کی دعوت کو علم وعقل کی کسوٹی پر پرکھ لینا چاہئے۔(۱۷۱)

ماکولات میں سے حلال اور حرام

﴿۱۷۲......۱۷۳﴾

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُلُوا۟ مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقْنَٰكُمْ وَٱشْكُرُوا۟ لِلَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿۱۷۲﴾

اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اسی کے بندے ہو

{۱۹۰} السوء والفحشاء مانکرہ العقل واستقبحہ الشرع والعطف لاختلاف الوصفین (بیضاوی ۱/۴۴۶)

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٧٣﴾

اُس نے تو تم پر یہی حرام کیا ہے مردہ جانور اور لہو اور گوشت سور کا اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے اور نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں بیشک اللہ ہے بڑا بخشنے والا نہایت مہربان

تسہیل: اے ایمان والو! ہماری طرف سے اجازت ہے کہ جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں عطا کر رکھی ہیں ان میں سے جو چاہو کھاؤ اور اس کا شکر بھی ادا کرتے رہو، اگر تم واقعی صرف اللہ کے بندے ہو تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تم اس کا شکر ادا نہ کرو O حرام وہ چیزیں نہیں جنہیں تم حرام کہتے ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو صرف اِن چیزوں کو حرام کیا ہے۔ مردار، بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت، اور ہر ایسا جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو البتہ جو شخص بھوک کی وجہ سے مجبور ہو کر ان میں سے کوئی چیز کھالے تو اسے کچھ بھی گناہ نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ کھانے سے مقصد حصولِ لذّت نہ ہو اور نہ ہی وہ قدرِ ضرورت سے تجاوز کرے......واقعی اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے O

﴿تفسیر﴾

اس سورت کے نصفِ اوّل میں قرآن کریم کے مخالفین اور معارضین کے نظریات اور موقف کی تردید تھی اور روئے سخن مشرکین، منافقین اور اہلِ کتاب کی طرف تھا مگر یہاں سے جو سورہ بقرہ کا نصف ثانی شروع ہو رہا ہے تو اس میں زیادہ تر خطاب اہلِ ایمان سے ہے اور اس میں شریعت کے عملی احکام کو بیان کیا گیا ہے۔

﴿۱۷۲﴾ عام انسانوں کو پاکیزہ چیزوں کے استعمال کا حکم دینے کے بعد اب خاص طور پر اہلِ ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ بھی اور اللہ کا شکر بھی ادا کرو، جو واقعی اللہ کا بندہ ہوگا وہ شکر کے بغیر نہیں رہ سکتا...... کھانے کا حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ اباحت اور اجازت کے لیے ہے۔{۱۹۱}

﴿۱۷۳﴾ زمانہ جاہلیت میں مشرکین نے بہت سے جانوروں کو اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا، اور جو چیزیں واقعی حرام تھیں انہیں وہ حلال سمجھتے تھے اسی طرح رہبانیت کی بنیاد ہی اس بات پر تھی کہ لذت والی چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا جائے......ایسے ہی لوگوں کی غلط سوچ کی تردید کے لئے فرمایا گیا کہ حرام وہ چیزیں نہیں جنہیں تم حرام کہتے ہو بلکہ حرام وہ چیزیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

۱۔ **میتہ** ۔ ہر ایسا جانور جس کا ذبح کرنا ضروری تھا وہ اگر خود مر جائے یا لکڑی، پتھر کی چوٹ اور دوسرے جانور

{۱۹۱} کلوا فی ھذا الموضع لایفید الایجاب ولا الندب بل الاباحۃ (کبیر)

کے سینگ مارنے سے ہلاک ہو جائے یا اسے غیر شرعی طریقہ سے ذبح کیا جائے تو وہ مردار شمار ہوگا اور اس کا کھانا حرام ہوگا البتہ مچھلی اور ٹڈی دو ایسی چیزیں ہیں جنہیں بغیر ذبح کیے کھانے کی اجازت دی گئی ہے۔

۲۔**دم**۔رگوں سے بہنے والا خون بھی حرام ہے البتہ جو خون ذبح کے بعد گوشت کے ساتھ لگا رہ جاتا ہے وہ حلال اور پاک ہے۔

۳۔**لحم خنزیر**۔خنزیر کا گوشت ہی نہیں بلکہ اس کے جسم کے تمام اجزاء حرام ہیں اور ان سے کسی طرح بھی فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔

۴۔**غیر اللہ کے لئے نامزد**۔ ہر وہ جانور جسے ذبح کرتے وقت اس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے یا جسے کسی بت یا جن یا پیغمبر کا قرب اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ان کے نام پر خاص کر دیا جائے اور پھر اسی مقصد کے لئے ذبح کیا جائے تو اس کا کھانا بھی حرام ہے بلکہ وہ مردار سے بھی بدتر ہے کیونکہ اسمیں شرک کا ارتکاب کیا گیا ہے۔

لیکن جو شخص بھوک کی وجہ سے مجبور ہو جائے، اس کے پاس کھانے کے لئے کوئی حلال چیز نہ ہو اور نہ کھانے کی صورت میں موت یقینی نظر آتی ہو تو اسے ان حرام چیزوں کے کھانے کی دو شرطوں کے ساتھ اجازت ہے، ایک یہ کہ کھانے سے اس کا مقصد حصولِ لذت نہ ہو، دوسری یہ کہ وہ ضرورت سے زائد نہ کھائے۔ بس اتنا ہی کھائے جس سے اس کی جان بچ جائے۔

حکمت و ہدایت

۱۔ بغیر اسراف کے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھانی چاہئیں ......رزقِ حلال کے استعمال سے اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کی توفیق ملتی ہے۔(۱۷۲)

۲۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہر اس انسان پر واجب ہے جو اس کی بندگی کا قائل ہے(۱۷۲)......زبان سے نعمت کا اعتراف کرنا، دل اور زبان سے اللہ کی تعریف کرنا اور اس نعمت کو صرف اللہ کی اطاعت ہی میں استعمال کرنا۔ یہ سب شکر ادا کرنے کی صورتیں ہیں۔

۳۔ ان چار چیزوں کا کھانا حرام ہے ☆ مردار ☆ بہتا ہوا خون ☆ خنزیر کا گوشت ☆ اور وہ جانور جسے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے یا جسے غیر اللہ کی تعظیم اور تقرب کے لئے ذبح کیا جائے۔(۱۷۳) اگرچہ اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو بھی وہ حرام ہوگا۔{۱۹۲}

{۱۹۲} ذبح لقدوم الامیرو نحوہ کواحد من العظماء محرم لانہ اھل بہ لغیر اللہ ولو واصلہ ذکر اسم اللہ تعالیٰ (الدرالمختار)

۴۔ جو جانور گلا گھونٹ کر یا چوٹ کھا کر یا زخمی ہو کر بغیر ذبح کے مرجائے وہ مردار ہی شمار ہو گا

۵۔ مچھلی اور ٹڈی ذبح کے بغیر بھی حلال ہیں۔{۱۹۳}

۶۔ ہر نجاست خواہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون اور خنزیر کا گوشت......جیسے ان کا استعمال حرام ہے اسی طرح ان کی خرید وفروخت بھی حرام ہے۔

۷۔ سخت مجبوری کی حالت میں خون کا خریدنا جائز ہے لیکن فروخت کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔

۸۔ مجبوری کی صورت میں پانچ شرائط کے ساتھ حرام اور ناپاک دوا استعمال کی جاسکتی ہے۔

(۱) اضطرار کی حالت ہو یعنی جان کا خطرہ ہو۔(۲) دوسری کوئی حلال دوا اثر نہ کرے یا موجود ہی نہ ہو۔۔(۳) اس دواء سے مرض کا ازالہ یقینی ہو۔(۴) اس کے استعمال سے لذت حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔(۵) اسے ضرورت سے زائد استعمال نہ کیا جائے۔{۱۹۴}

دین فروشی کی سزا

﴿۱۷۴......۱۷۶﴾

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا
بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ نازل کی اللہ نے کتاب اور لیتے ہیں اُس پر تھوڑا سا مول وہ نہیں

يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ
بھرتے اپنے پیٹ میں مگر آگ اور نہ بات کرے گا اُن سے اللہ قیامت کے دن اور نہ پاک کرے گا اُن کو اور اُن کے لئے ہے عذاب

أَلِيمٌ ﴿١٧٤﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى
دردناک یہی ہیں جنہوں نے خریدا گمراہی کو بدلے ہدایت کے اور عذاب بدلے بخشش کے سو کس قدر صبر کرنے والے ہیں وہ

النَّارِ ﴿١٧٥﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿١٧٦﴾
دوزخ پر یہ اس واسطے کہ اللہ نے نازل فرمائی کتاب سچی اور جنہوں نے اختلاف ڈالا کتاب میں وہ بیشک ضد میں دُور جا پڑے

ربط: اوپر یہ بات گذری ہے کہ اہلِ کتاب اور مشرکین نے بعض حلال چیزوں کو حرام ٹھہرا رکھا ہے اور حیرت یہ کہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں یہاں بتایا جارہا ہے کہ تحریف واتہام کے ساتھ ساتھ {۱۹۵} یہود کتمانِ حق اور دین فروشی جیسے جرائم کا بھی ارتکاب کرتے ہیں۔

{۱۹۳} احكام القرآن للجصاص (۱/۱۰۷)

{۱۹٤} احكام القرآن ۱۲٦۱ .... {۱۹۵} يعنى علماء اليهود (قرطبى ۲/۲۳٤)

تسہیل: جولوگ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کے مضامین چھپاتے ہیں اور اس خیانت کے معاوضہ میں متاعِ قلیل وصول کرتے ہیں یقین جانو کہ ایسے لوگ اپنے پیٹ میں آگ کے انگارے بھر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ان سے بات کرے گا اور نہ ہی گناہ معاف کرکے انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا O یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں ہدایت چھوڑ کر ضلالت اور آخرت میں مغفرت چھوڑ کر عذاب اختیار کرلیا ہے۔ حیرت ہے کہ یہ دوزخ میں جانے کے لئے کتنے جری ہیں O وہ ان سزاؤں کے حقدار اس لئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سچی کتاب نازل فرمائی تھی تو جن لوگوں نے ایسی کتاب میں اختلاف کیا وہ حق سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ O

﴿تفسیر﴾

﴿۱۷۴﴾ تورات اور انجیل میں نبی کریم ﷺ کی نبوت سے متعلق جو دلائل اور علامات تھیں انہیں وہ چھپا گئے اور اس خیانت اور جرم کے عوض میں انہوں نے دنیا کے چند ٹکے حاصل کرلئے {۱۹۶} لیکن وہ کم عقل یہ نہیں جانتے کہ یہ ٹکے قیامت کے دن ان کے پیٹ میں آگ کے انگارے بن جائیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے لطف وکرم کے ساتھ بات نہیں کرے گا {۱۹۷} اور نہ ہی انہیں گناہوں کی گندگی سے پاک صاف کرکے جنت میں داخل کرے گا۔

﴿۱۷۵﴾ ﴿فَمَآ اَصۡبَرَہُمۡ عَلَی النَّارِ﴾ ...... ان لوگوں کا رویّہ واقعی باعث تعجب ہے جو عمداً ایسا کام کررہے ہیں جو انہیں جہنم میں لیجانے کا ذریعہ بن سکتے ہیں، حیرت ہے ان کی جرأت اور ہمت پر کہ وہ آگ کے کنویں میں چھلانگ لگانے میں کتنے بیباک ہیں۔ {۱۹۸}

﴿۱۷۶﴾ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے سچی کتاب اتاری لیکن محض نفس پرستی کی وجہ سے کئی لوگوں نے اس کی حقانیت کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور خود منکرین بھی کسی ایک نکتے پر متفق نہ ہوسکے بلکہ کسی نے کہا کہ یہ سحر ہے، کسی نے کہا کہانت ہے، کسی نے کہا شاعری ہے، کسی نے کہا دیوانگی ہے، کسی نے کہا بس قصے کہانیاں ہیں۔

حکمت وہدایت

۱۔ کتمانِ حق حرام ہے خاص طور پر جبکہ دنیاوی منافع کے حصول کے لئے ہو۔ (۱۷۴)

۲۔ دین فروش قیامت کے دن چار سزاؤں کے مستحق ہونگے ☆ احکام الٰہیہ کے بدلے جو کچھ لے کر اپنے پیٹ

{۱۹۶} "ثمنا قليلا" سماه قليلا لانقطاع مدته وسوء عاقبته (قرطبی ۱/۲٤۲)
{۱۹۷} وقيل نفي الكلام عبارة عن غضبه عليهم (كشاف ۱/۲٤۲)
{۱۹۸} تعجب من حالهم في التباسهم بموجبات النار من غير مبالاة منهم (كشاف ۲/۲۳٤)

بھرتے ہیں وہ انگارے بن جائیں گے۔☆اللہ تعالیٰ انہیں اپنے کلامِ محبت سے محروم کردے گا۔
☆انہیں گناہوں کی غلاظت ہی میں پڑا رہنے دیا جائے گا۔☆ان کے لئے درد ناک عذاب ہوگا۔(۱۷۴)

۳۔ مسلمان علماء کو باطل فتویٰ بازی اور کتمانِ حق کے باب میں اہلِ کتاب کے علماء کی روش سے بچنا چاہے

۴۔ قرآن کریم میں اختلاف کرنے کا نتیجہ افتراق وانتشار اور ہدایت سے محرومی کی صورت میں نکلتا ہے۔(۱۷۴)

حقیقی نیکی کی اقدار

۱۷۷

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
نیکی کچھ یہی نہیں کہ منہ کرو اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت

الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ
کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر اور دے مال اُس کی محبت پر رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور

الْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ
محتاجوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ
اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب عہد کریں اور صبر کرنے والے سختی میں اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت

الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾
یہی لوگ ہیں سچے اور یہی ہیں پرہیزگار

تسہیل: مشرق ومغرب کی طرف منہ کرلینا ہی نیکی نہیں بلکہ حقیقی نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کی ذات وصفات پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، ساری آسمانی کتابوں پر اور تمام انبیاء پر دل سے ایمان رکھے ایمان کے ساتھ ساتھ وہ اللہ کی رضا کے لئے اپنا مال رشتہ داروں پر، یتیموں پر، مسکینوں پر، مسافروں پر، دست سوال دراز کرنے والوں پر اور قیدیوں اور غلاموں کی گردنیں چھڑانے پر خرچ کرتا ہو اور وہ شخص نماز کی بھی پابندی کرے اور زکوٰۃ بھی دے، اور (نیک لوگ وہ ہیں کہ) عقائد واعمال کے ساتھ ان کے اخلاق ایسے ہوں کہ وہ وعدہ کریں تو پورا کریں اور تنگدسی، بیماری یا کفر وایمان کی جنگ کا سامنا کرنا پڑے تو وہ مستقل مزاج ثابت ہوں یہ لوگ نیکی کے دعوے میں سچے

ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں O {۱۹۹}

ربط: یہود نے جن مسائل واحکام کو جاننے کے باوجود چھپالیا تھا ان میں سے ایک تحویل قبلہ کا مسئلہ بھی تھا بلکہ ''چور مچائے شور'' کے مصداق اس پر ایسی غوغا آرائی کی کہ معلوم ہوتا تھا کہ اللہ کے ہاں محبوب اور نیک بننے کا سارا مدار صرف اس بات پر ہے کہ عبادت میں انسان کا رُخ کس طرف ہوتا ہے۔اس پر فرمایا گیا۔

تفسیر

۱۷۷......حقیقی نیکی {۲۰۰} کا معیار مشرق ومغرب {۲۰۱} کی طرف رُخ کرنا نہیں بلکہ حقیقی نیکی کا معیار یہ ہے کہ عقائد، اعمال، معاملات اور اخلاق سب کا رُخ صحیح ہو، اللہ کو راضی کرنے کے لئے صرف چہرے کا رخ ہی نہیں بلکہ دل کا رخ بھی بدلنا ہوگا، اگر دل ٹیڑھا ہے اور محض جسم کا رخ ھیکلِ بیت المقدس یا مشرقی سمت اور کعبہ کی جانب ہے تو اللہ کے ہاں اس کی کچھ بھی اہمیت نہیں۔

وہ لوگ خود دھوکے میں ہیں جو ظاہری لیپا پوتی سے معاذ اللہ، اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور چند سطحی رسوم کے ذریعہ اپنا شمار نیکوں میں کرانا چاہتے ہیں، حقیقی نیک انسان وہ ہے جس کا دل اور ضمیر پاک صاف ہو، جو حبِ مال اور حبِ جاہ سے پاک ہو اور جس کی نیک سیرت کے اثرات سے معاشرہ بھی مستفید ہو......اور ایسا انسان بننے کے لئے ان اقدار کو اپنانا ضروری ہے جن کی نشاندہی اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے۔

۱۔**ایمان باللہ**......اللہ پر ایمان نیکی کے تمام ابواب کی بنیاد ہے......ایک ہی کی عبادت، اسی سے محبت، اسی سے امیدیں، اسی سے خوف......یہ یقین اور ایمان انسان کے قلب ونظر میں انقلاب برپا کر دیتا ہے اور اسی پاکیزہ بیج سے اعمال صالحہ کے برگ وبار جنم لیتے ہیں

۲۔**ایمان بالآخرة**......زندگی صرف اسی دنیا تک محدود نہیں بلکہ دنیاوی زندگی کے خاتمہ پر ایک اور زندگی شروع ہوگی وہی حقیقی زندگی ہوگی اور اسی زندگی میں کامیابی اور ناکامی، نیکی اور بدی، ثواب اور عذاب کے صحیح فیصلے ہونگے۔

۳۔**ایمان بالملائکہ**......فرشتے ایک نوری مخلوق ہیں، حسبِ ضرورت مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں، ان کی فطرت میں بدی کی صلاحیت ہی نہیں، اللہ تعالیٰ کے خالص فرمانبردار ہیں، اس کے کسی حکم سے سرتابی نہیں کرتے، ان کی

{۱۹۹} قال علماء ناهذه آية عظيمة من امهات الاحكام لانها تضمنت ست عشرة قاعدة (قرطبی ۲/۲٤۱)
{۲۰۰} البرالتوسع فی فعل الخير فمن الله تعالىٰ الثواب ومن العبد الطاعة (مفردات ٤۰)
{۲۰۱} والمراد من ذكر المشرق والمغرب التعميم لاتعيين السمتين (روح المعانی ۲/٦۸)

تعداد بے شمار ہے مختلف ذمہ داریاں ان کے سپرد کی گئی ہیں، کوئی وحی پہنچاتا ہے، کوئی بارش برساتا ہے، کوئی روحیں قبض کرتا ہے، کسی کے ذمہ جنت اور جہنم کی دیکھ بھال ہے.....فرشتوں پر ایمان، وحی اور نبوت پر ایمان کے لئے اصل ہے۔

۴۔**ایمان بالکتب**......تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں پر ایمان رکھنا ضروری ہے البتہ جہاں تک عمل کا تعلق ہے وہ صرف قرآن پر ہوگا کیونکہ کتبِ سابقہ میں نیکی کی جتنی باتیں تھیں وہ سب قرآن میں موجود ہیں۔

۵۔**ایمان بالانبیاء**......وہ تمام محترم ہستیاں جن کا انتخاب باری تعالیٰ نے خود کیا، نبوت کی ذمہ داریاں انکے سپرد کی گئیں ان سے عقیدت ومحبت رکھنا اور انہیں اللہ کا نبی تسلیم کرنا یہ بھی ایمان کا تقاضا ہے......خواہ ہم ان انبیاء کا نام جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔ سارے انبیاء حقیقت میں ایک ہی خاندان کے چند ایسے افراد ہیں جن میں باہمی محبت اور یگانگت بہت گہری تھی، لہٰذا ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ ہم ان میں تفریق کریں، کسی کی تعظیم کریں اور معاذ اللہ کسی کی توہین کریں۔

۶۔**انفاقِ مال**......اپنے زورِ بازو سے کمایا ہوا مال محض اللہ کی رضا کے لئے اس کے کمزور اور ضرورت مند بندوں پر خرچ کرنا تاکہ حبِ مال کی بیماری کا علاج ہو کیونکہ یہی وہ بیماری ہے جس کے بطن سے بخل، حرص، کمینگی اور نفس کی غلامی جیسی اخلاقی کمزوریاں جنم لیتی ہیں۔

اپنے کمزور بھائیوں پر مال خرچ کرنے سے معاشرے میں اخوت اور اجتماعیت پیدا ہوگی اور احساسِ محرومی ختم ہوگا......ایمانی معاشرے میں کوئی انسان دوسرے انسان کے دکھ درد سے بے نیاز رہ ہی نہیں سکتا اور بھوکوں کی موجودگی میں پیٹ بھر کر کھا ہی نہیں سکتا، وہ جان دے سکتا ہے مگر تشنگانِ لب کے ہوتے ہوئے پانی کا پیالہ منہ کو لگا ہی نہیں سکتا۔

انفاقِ مال کے چند مخصوص مصارف ہیں:

۱۔**قرابت دار**......جن لوگوں سے خونی رشتہ ہو وہ انسان کے حسنِ سلوک کے سب سے زیادہ حقدار ہیں، ان پر خرچ کرنے کا دوہرا اجر ملتا ہے، صلہ رحمی کا اجر الگ اور صدقہ کا اجر الگ۔

۲۔**یتامیٰ**......وہ نابالغ بچے جو باپ کے سائے سے محروم ہوگئے ہیں اور حالات کے تھپیڑوں کا سامنا کرنے کے لئے وہ دوسرے مسلمانوں کے تعاون کے محتاج ہیں۔

۳۔**مساکین**......وہ محتاج اور بے سہارا لوگ جو کسبِ معاش پر قادر نہیں یا عارضی حالات نے انہیں دوسروں کے تعاون کا محتاج بنا دیا ہے۔

۴۔ابن السبیل ......وہ مسافر جس کا زادِراہ ختم ہوگیا ہے اور اسے اپنی سفری ضروریات کی تکمیل اور وطن تک پہنچنے کے لئے مدد کی ضرورت ہے۔

۵۔سائلین ......ایسے لوگ جو مجبور ہو کر دستِ سوال دراز کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

۶۔الرقاب ......غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے یا دشمنانِ اسلام کی جیلوں میں بند مجبور اور مظلوم مسلمانوں کو آزاد کروانا اور چھڑانا یہ بھی وہ اہم مصرف ہے جس پر اصحابِ ثروت مسلمانوں کو اپنا مال خرچ کرنا چاہئے (بالخصوص آج کے حالات میں جبکہ محض اسلام سے مخلصانہ وابستگی کے جرم میں امریکہ سے انڈیا تک قید خانوں میں بے سہارا قیدی سِسک سِسک کر زندگی گذار رہے ہیں۔)

۷۔اقامتِ صلوٰۃ ......نیکی کے مظاہر میں سے ساتواں مظہر ''اقامتِ صلوٰۃ'' ہے۔

نماز ایک ایسی عبادت ہے جو رجوع الی اللہ، تسلیم و رضا اور عجز و انکسار جیسے اعلیٰ اوصاف کی تخلیق کا ذریعہ بنتی ہے اور اگر آداب و شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے پابندی سے ادا کی جائے تو یقیناً انسان کو فواحش و منکرات سے بچا لیتی ہے، یہ صرف تجربہ ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی ہے سورۃ العنکبوت میں ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی ہے۔

۸۔ایتاءِ زکوٰۃ ......مخصوص شرائط کے حامل شخص پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایتاءِ مال کا ذکر الگ کیا ہے اور ایتاءِ زکوٰۃ کا ذکر الگ کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مسلمان پر جو مالی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہ صرف زکوٰۃ ادا کرنے سے پوری نہیں ہوتیں، بہت سارے مصارف ایسے ہیں جہاں مال خرچ کرنا واجب ہوتا ہے لیکن وہاں زکوٰۃ خرچ نہیں کی جا سکتی۔ مثلاً مساجد و مدارس کی تعمیر اور ہسپتالوں اور رفاہی اداروں کا قیام......اگر ہمارے سامنے بیمار اور فاقہ زدہ مسلمان تڑپ تڑپ کر جان دے رہے ہوں اور ہمیں ان پر خرچ کرنے کی توفیق نہ ہو تو ہم قیامت کے دن اللہ کے سامنے یہ ہرگز نہیں کہہ سکیں گے کہ ہم نے اس لئے ان کی مدد نہ کی کیونکہ ہم فرض زکوٰۃ ادا کر چکے تھے یا کسی بستی میں مسجد اور مدرسہ کی ضرورت ہو تو بھی ہم صرف زکوٰۃ ادا کر کے بری الذمہ نہیں ہو سکتے بلکہ حالات کے تقاضے کے مطابق زکوٰۃ کے علاوہ بھی خرچ کرنا مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

۹۔ایفاءِ عہد ......ہر جائز عہد کا پورا کرنا مسلمان پر لازم ہے خواہ وہ عہد اللہ کے ساتھ ہو یا اللہ کے بندوں کے ساتھ ہو، یہ ایک صفت تمام معاملات کی درستگی کی ضامن ہے، یہ مختصر سا لفظ انسان کے بہت سے عقلی، شرعی، قانونی،

اخلاقی اور معاشرتی فضائل کا مجموعہ ہے، ایفاءِ عہد ایمان کی علامت ہے اور عہد شکنی نفاق کی نشانی ہے۔

۱۰۔صبر ......نیکی کی بنیادی اقدار میں آخری قدر صبر ہے۔{۲۰۲}

صبر بے بسی، بزدلی، کمزوری اور شکستگی کا نام نہیں ہے بلکہ سب سے بڑی اخلاقی جرأت کا نام صبر ہے، تمام باطنی اعمال کی اصل روح صبر ہے، اسی کے ذریعہ اخلاقِ فاضلہ حاصل کئے جاسکتے ہیں اور اسی کے ذریعہ اخلاقِ رذیلہ سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

صبر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان نہ تو عزیزوں اور جگر گوشوں کی جدائی پر غمزدہ ہو اور نہ ہی غربت اور مصیبت اور بیماری میں پریشان ہو کیونکہ جو فطری اور طبعی جذبات ہوتے ہیں ان پر انسان کا اختیار نہیں ہوتا۔ صبر کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اپنے آپ کو قابو میں اور حد کے اندر رکھا جائے، فقر و فاقہ اور بیماری میں ایسا بے قرار نہ ہو جائے کہ اس کے طرزِ عمل سے مایوسی ظاہر ہونے لگے بلکہ اسے اللہ کا حکم اور حکمت سمجھ کر برداشت کرے اور تنگی کے بعد آسانی اور بیماری کے بعد صحت کی امید رکھے اور اس کے حصول کی کوشش بھی کرتا رہے۔

یونہی میدانِ جنگ میں بہادرانہ استقامت، پامردی اور دل کی مضبوطی کا نام بھی صبر ہے حقیقت میں قرابت داروں کی جدائی پر جذبات کو قابو میں رکھنا آسان ہے لیکن گولیوں کی بوچھاڑ میں ثابت قدم رہنا انہی لوگوں کا کام ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے صبر کے اعلیٰ درجہ سے نوازا ہو۔

جن سعادت مندوں کو رحیم و کریم رب نے نیکی کے اِن دس عناصر سے نواز رکھا ہو یہی وہ لوگ ہیں جو نیکی اور ایمان کے دعوے میں سچے بھی ہیں اور متقی بھی ہیں اور جو لوگ صرف ظاہری رسوم کی پابندی کی بناء پر نیکی کے واحد ٹھیکے دار بنتے ہیں وہ نہ تو سچے ہیں اور نہ ہی تقویٰ کی صفت سے متصف ہیں۔

حکمت وہدایت

۱۔ حقیقۃً نیک بننے کے لئے صرف چہرے کا رخ بدلنا کافی نہیں بلکہ پوری شخصیت کا بدلنا ضروری ہے۔(۱۷۷)

۲۔ صرف سطحی اور ظاہری رسوم کی پابندی کرنے سے کوئی شخص دیندار نہیں بن سکتا۔(۱۷۷)

۳۔ دین کے چند اجزاء پر عمل کرنا اور باقی اجزاء کو نظر انداز کردینا نجات کے لئے کافی نہیں ہے۔(۱۷۷)

۴۔ کامل مومن وہ ہے جو عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق میں وحیِ الٰہی کی تعلیمات پر عمل کرے۔(۱۷۷)

۵۔ ایمان کے بنیادی ارکان پانچ ہیں: ☆ایمان باللہ ☆ایمان بالآخرت ☆ایمان بالملائکہ ☆ایمان بالکتاب

{۲۰۲} "البأساء والضراء" الباساء فی الاموال کالفقر......والضرّاء فی الانفس کالمرض (بیضاوی ۱/۴۵۵)

☆ ایمان بالرسل (۱۷۷)

۶۔ وہی انفاق قبول ہوگا جو صحیح مصرف پر اور صرف اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ (۱۷۷){۲۰۳}

۷۔ انفاق فی سبیل اللہ کے چند اہم مصارف یہ ہیں: ☆ قریبی رشتہ دار ☆ یتامیٰ ☆ مساکین ☆ مسافر ☆ مستحق سائلین ☆ غلام اور بے سہارا قیدی۔

۸۔ نیکی کی بنیادی اقدار چھ ہیں۔ (۱) ایمان (۲) انفاق فی سبیل اللہ (۳) اقامتِ صلوٰۃ (۴) ادائیگی زکوٰۃ (۵) ایفاءِ عہد (۶) اور صبر۔

۹۔ ایفاءعہد اور صبر ان ایمانی اوصاف میں سے ہیں جنہیں اختیار کرنے سے سارے معاملات اور اخلاق درست ہو سکتے ہیں۔ (۱۷۷)

۱۰۔ ایمانی دعوے میں سچا صرف اسی شخص کو کہا جا سکتا ہے جسکا عمل اس کی زبان کی تائید کرے۔ (۱۷۷)

۱۱۔ اسلام کی تمام تعلیمات کا خلاصہ اور مقصد تقویٰ کا حصول ہے اور دنیا اور آخرت کی ساری نعمتیں تقویٰ والوں کے لئے ہیں۔ (۱۷۷)

قصاص اور اس کی حکمت

﴿۱۷۸......۱۷۹﴾

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلۡقِصَاصُ فِي ٱلۡقَتۡلَىۖ ٱلۡحُرُّ بِٱلۡحُرِّ وَٱلۡعَبۡدُ بِٱلۡعَبۡدِ وَٱلۡأُنثَىٰ

اے ایمان والو فرض ہوا تم پر (قصاص) برابری کرنا مقتولوں میں آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے

بِٱلۡأُنثَىٰۚ فَمَنۡ عُفِيَ لَهُۥ مِنۡ أَخِيهِ شَيۡءٞ فَٱتِّبَاعُۢ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَأَدَآءٌ إِلَيۡهِ بِإِحۡسَٰنٖۗ

بدلے عورت پھر جس کو معاف کیا جائے اسکے بھائی کی طرف سے کچھ بھی تو تابعداری کرنی چاہئے موافق دستور کے اور ادا کرنا چاہئے اُس کو خوبی کے ساتھ

ذَٰلِكَ تَخۡفِيفٞ مِّن رَّبِّكُمۡ وَرَحۡمَةٞۗ فَمَنِ ٱعۡتَدَىٰ بَعۡدَ ذَٰلِكَ فَلَهُۥ عَذَابٌ أَلِيمٞ ۝١٧٨ وَلَكُمۡ فِي

یہ آسانی ہوئی تمہارے رب کی طرف سے اور مہربانی پھر جو زیادتی کرے اس فیصلہ کے بعد تو اس کے لئے ہے عذاب دردناک اور تمہارے واسطے

ٱلۡقِصَاصِ حَيَوٰةٞ يَٰٓأُوْلِي ٱلۡأَلۡبَٰبِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ۝١٧٩

قصاص میں بڑی زندگی ہے اے عقلمندو تاکہ تم بچتے رہو

تسہیل۔ اے ایمان والو! عمداً قتل کئے جانے والے مقتولوں کے بارے میں تم پر قصاص کا قانون فرض کردیا گیا ہے، آزاد کو آزاد کے بدلے، غلام کو غلام کے بدلے، عورت کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے ہاں جس قاتل

{۲۰۳} "علی حبہ" یعنی یعطون المال علی حب اللہ ای علی طلب مرضاتہ (کبیر)

کومقتول کے ورثہ کی جانب سے قصاص معاف کردیا جائے اور دیت پرصلح ہوجائے تو مقتول کے ورثہ معقول اور نرم طریقے سے قاتل سے دیت کا مطالبہ کریں اور قاتل بھی ٹال مٹول کیے بغیر حسن وخوبی کے ساتھ انہیں ادا کرے، یہ قانونِ دیت تمہارے پروردگار کی طرف سے رعایت اور مہربانی ہے، اس قانون کے نفاذ کے بعد جو کوئی بھی زیادتی کرے گا، اس کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے O اے عقلمندلوگو! تمہارے لئے قانونِ قصاص میں بڑی زندگی ہے ہمیں امید ہے کہ تم اس قانون کی خلاف ورزی سے بچو گے O

﴿تفسیر﴾

ربط: اوپر کی آیت میں اجمالی طور پر نیکی کے اصول بتلا دیئے گئے ہیں، آگے انکی جزوی تفصیلات بیان کی جارہی ہیں، یوں کہنا مناسب ہوگا کہ یہاں سے آخر تک حقیقت میں ''آیتِ بر'' کی تشریح اور تفصیل اور نیکی کی اقدار اور عناصر کے جزوی احکام کا بیان ہے......ان میں سے پہلا حکم قصاص کا ہے،

اسلام سے قبل قاتل کی سزا مذاہب کے اعتبار سے مختلف تھی، یہودی قصاص کے قائل تھے، عیسائی دیت ادا کرتے تھے اور عام اہلِ عرب انتقام لیتے تھے اور انتقام لینے کا طریقہ بھی وہ خود ہی طے کرتے تھے، ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک کے بدلے دس کو، عورت کے بدلے مرد کو، غلام کے بدلے آزاد کو اور عام فرد کے بدلے قبیلے کے سردار کو قتل کردیتے تھے۔ {۲۰۴}

اسلام نے اپنی فطرت کے مطابق مساوات پر مبنی ایسا عادلانہ قانون نافذ کیا جس میں مقتول تو کیا قاتل کو بھی دادرسی اور انصاف سے محروم نہیں رکھا......فرمایا گیا۔

﴿۱۷۸﴾ اے ایمان والو! قتل ہوجانے کی صورت میں تم پر مماثلت اور برابری فرض کی گئی ہے {۲۰۵} جتنا ظلم تم پر کسی نے کیا ہو تم اتنا ہی بدلہ لے سکتے ہو اس سے زیادتی جائز نہیں {۲۰۶} اور یہ بھی جائز نہیں کہ قتل تو عورت یا غلام نے کیا ہو اور تم نے مرد کو یا آزاد کو قتل کردیا، قتل تو ایک نے کیا ہو اور تم اس کے بدلے ایک سے زائد کو قتل کردو، تمہارا مجرم صرف قاتل ہے، قاتل کے علاوہ اس کے خاندان کے کسی دوسرے فرد پر ہاتھ اٹھانا تمہارے لیئے جائز نہیں۔

مقتول کے شرعی ورثہ میں اگر کسی ایک نے بھی قصاص کا اپنا حق معاف کردیا تو اب قاتل سے قصاص نہیں لیا جاسکتا البتہ اس سے خون بہا لیا جاسکتا ہے جسے تمام وارثوں میں ان کے حصہ میراث کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔

{۲۰۴} تفسیر المراغی ۶۰/۲

{۲۰۵} القصاص عبارة عن المساواة والمعنى فرض عليكم اعتبار المماثلة والمساواة من القتلى (مدارك)

{۲۰۶} ولاتجاوزوا وتعتدوا كما اعتدى من قبلكم (ابن كثير ۲۷۴/۱)

خون بہا پر صلح ہو جانے کی صورت میں ورثہ کو چاہئے کہ وہ وصولی کے لیے قاتل پر ناجائز دباؤ نہ ڈالیں اور قاتل کو چاہئے کہ وہ ادائیگی کی استطاعت ہوتے ہوئے بھی خواہ مخواہ ٹال مٹول نہ کرے۔

﴿ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ﴾......اللہ اگر چاہتا تو قصاص ہی کو قطعی اور آخری حکم قرار دے سکتا تھا لیکن اس نے بندوں پر مہربانی کرتے ہوئے معاف کرنے یا دیت پر صلح کرنے کا راستہ بھی باقی رکھا ہے۔

﴿۱۷۹﴾ قصاص کے حکم میں کوئی سفا کی نہیں بلکہ اس میں عظیم الشان زندگی ہے۔ مجرم کو جب یقین ہو گا کہ قتل کا ارتکاب کرنے کی صورت میں مجھے بھی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے تو وہ اقدام کرنے سے پہلے سو بار سوچے گا اور یہی سوچ اسے قتل سے روک دے گی اور اس کے رکنے سے دو زندگیاں بچ جائیں گی۔

عرب کا وہ معاشرہ جہاں ایک انسان کا قتل سینکڑوں انسانوں کے قتل کا سبب بن جاتا تھا اور چالیس چالیس سال تک قتل کے بدلے قتل کا سلسلہ چلتا رہتا تھا۔ اس معاشرہ کے پس منظر میں واقعی قصاص میں ''عظیم الشان زندگی'' نظر آتی ہے یوں بھی قرآن نے انسان کو جو بلند مقام عطا کیا ہے اس کی رو سے ایک انسان کا قتل حقیقت میں پوری انسانیت کا قتل ہے اور ایک فرد کی جان بچالینا ساری انسانیت کی زندگی بچالینا ہے۔ سورۃ المائدہ آیت ۳۲ میں ہے

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا﴾

جو کسی کو قتل کر ڈالے حالانکہ اس مقتول نے نہ تو کسی کو قتل کیا تھا اور نہ وہ زمین پر فساد کا مرتکب ہوا تھا تو ایسا ہے کہ گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔

حکمت وہدایت

۱۔ شریعت اسلامیہ میں انسان کے فطری جذبات کو ملحوظ رکھا گیا ہے، خون دیکھ کر انتقامی جذبات کا پیدا ہونا فطری امر تھا انہی جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لئے قصاص کا حکم دیا گیا ہے۔ (۱۷۸)

۲۔ قصاص میں مساوات اور مماثلت ضروری ہے، ایک کے بدلے ایک ہی کو قتل کیا جائے خواہ مقتول، قبیلے کا سردار ہو یا عام فرد ہو۔ (۱۷۸)

۳۔ قصاص میں قاتل ہی کو قتل کیا جائے قاتل کے بجائے اس کے باپ یا بیٹے وغیرہ کو قتل کرنا جائز نہیں۔ (۱۷۸)

۴۔ قتل جیسے جرم کا ارتکاب کرنے کے باوجود قاتل کے ساتھ مسلمان کا اسلامی اخوت کا رشتہ باقی رہتا ہے۔ (۱۷۸){۲۰۷}

{۲۰۷} "من اخیه" سماه اخاا ستعطافا بتذکیر اخوة البشریة والدین (روح المعانی)

۵۔ مقتول کے شرعی ورثہ کو قصاص لینے کا بھی اختیار ہے مگر معاف کر دینے سے بڑا اجر وثواب ملتا ہے۔(۱۷۸)

٦۔ قتل عمد میں اصل حکم قصاص ہی کا ہے، لیکن اگر کسی ایک وارث نے بھی معاف کر دیا تو قصاص کا حکم ساقط ہو جائے گا البتہ انہیں خون بہا لینے کا اختیار ہوگا(۱۷۸)۔{۲۰۸}

۷۔ مقتول کے ورثہ کو خود قصاص لینے کا اختیار نہیں بلکہ یہ ذمہ داری اسلامی حکومت کی ہے۔{۲۰۹}

۸۔ قانون قصاص زندگی کے تحفظ اور بقا کا ضامن ہے۔(۱۷۹)

وصیت

۱۸۰......۱۸۲

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ

فرض کردیا گیا تم پر جب حاضر ہو کسی کو تم میں موت بشرطیکہ چھوڑے کچھ مال وصیت کرنا ماں باپ کے واسطے اور رشتہ داروں کے

بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿١٨٠﴾ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ

لئے انصاف کے ساتھ یہ حکم لازم ہے پرہیزگاروں پر پھر جو کوئی بدل ڈالے وصیت کو بعد اس کے جو سن چکا تو اس کا گناہ انہی پر ہے جنہوں نے اس کو

يُبَدِّلُونَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٨١﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ

بدلا بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے پھر جو کوئی خوف کرے وصیت کرنے والے سے طرفداری کا یا گناہ کا پھر ان میں باہم صلح کرادے

فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٨٢﴾

تو اس پر کچھ گناہ نہیں بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے

تسھیل: جب تم میں سے کسی کو اپنی موت کا وقت قریب معلوم ہونے لگے اور وہ اپنے پیچھے مال بھی چھوڑ رہا ہو تو اس پر فرض ہے کہ وہ اپنے والدین اور قرابت داروں کے لئے معقول طریقے سے وصیت کر جائے، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں پر یہ حکم لازم ہے O جو شخص بھی وصیت کا مضمون سن لینے کے بعد اسے بدل ڈالے گا تو اس کا گناہ بدل ڈالنے والوں پر ہوگا، بے شک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے O البتہ جسے یہ ڈر ہو کہ وصیت کرنیوالے نے وصیت میں جانبداری یا غلطی کی ہے پھر وہ ان میں آپس میں مصالحت کرا دے تو اس شخص پر کوئی گناہ نہیں واقعی اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرنیوالا اور گنہگاروں پر رحم کرنے والا ہے O

{۲۰۸} احکام القرآن للجصاص ۱/۱۵۱

{۲۰۹} اتفق ائمة الفتوى على انه لا يجوز لاحد ان يقتص من احد حقه دون السلطان وليس للناس ان يقتص بعضهم من بعض (قرطبی ۲/۲۵٦)

﴿تفسیر﴾

﴿۱۸۰﴾ اعمالِ بر میں سے دوسرا عمل وصیت کرنا بھی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص پر فرض کیا ہے جس کے پاس کچھ مال ہو، {۲۱۰} اس کی موت کا وقت قریب ہو اور وہ اللہ سے ڈرنے والا ہو۔

اسلام کے احکام چونکہ بتدریج نازل ہوئے ہیں اس لئے بعض ایسی چیزیں بھی ہیں جو پہلے فرض تھیں۔ لیکن بعد میں ان کی فرضیت منسوخ ہو گئی ان میں سے ایک وصیت بھی ہے، جب تک میراث کے تفصیلی احکام نازل نہیں ہوئے تھے اور وارثوں کے حصے معین نہیں ہوئے تھے اس وقت تک ہر مسلمان پر فرض تھا کہ وہ موت سے قبل اپنے قرابت داروں میں ترکہ کی تقسیم کے بارے میں وصیت کر جائے تاکہ اس کی موت کے بعد ان میں کوئی تنازع نہ ہو لیکن میراث کے تفصیلی احکام نازل ہونے کے بعد نہ صرف یہ کہ وصیت کا فرض ہونا منسوخ ہو گیا بلکہ اب ان رشتہ داروں کے لئے وصیت جائز ہی نہیں جن کا میراث میں کوئی حصہ مقرر ہے یونہی مالِ متروک میں قرابت داروں کے حصوں کی تعیین کا اختیار بھی جو صاحبِ مال کو دیا گیا تھا وہ ختم کر دیا گیا۔ {۲۱۱}

﴿۱۸۱﴾ جنہیں وصیت پر گواہ بنایا گیا ہو ان پر لازم ہے کہ وہ بغیر کسی تبدیلی کے من وعن اس کی گواہی دے دیں اور اس کے مضمون میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کریں اگر وہ ایسا کریں گے تو گناہ گار ہونگے۔

﴿۱۸۲﴾ اگر وصیت کرنیوالا جانبداری سے کام لیتے ہوئے بعض ورثہ کی حق تلفی کرے یا کسی کے لئے ایک تہائی سے زائد کی وصیت کر دے اور کوئی شخص وارثوں کو خصومت اور نزاع سے بچانے کے لئے وصیت کے مضمون میں ایسی اصلاح کر دے جس سے یہ نزاع ختم ہو جائے اور کسی کی حق تلفی کا احتمال بھی باقی نہ رہے تو اس تبدیلی اور ترمیم کی وجہ سے اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

حکمت و ہدایت

۱۔ شرعی وارثوں کے لئے وصیت کا حکم منسوخ ہو چکا، الا یہ کہ خود ورثہ ہی وصیت کی اجازت دے دیں۔

۲۔ مطلقاً وصیت کا حکم اب بھی باقی ہے اور اس کی کئی قسمیں ہیں۔ (۱) واجب......زکوٰۃ کفارہ اور قرض و امانت کی ادائیگی کی وصیت (۲) مستحب......کسی بھی نیک کام میں خرچ کرنے کی یا ایسے مستحق عزیز کو کچھ دینے کی وصیت کر جانا جسے شرعی طور پر میراث سے حصہ نہ مل رہا ہو۔ (۳) مباح......کسی بھی جائز کام میں خرچ کرنے کی وصیت۔ (۴) ممنوع......کسی ناجائز یا حرام کام کے لئے وصیت کر جانا۔ (۵) موقوف......ایسی وصیت جس کی

{۲۱۰} الخیر ھھنا المال من غیر خلاف (قرطبی ۲/۲۵۹)
{۲۱۱} تفسیر ابن کثیر ۱/۲۱۱

تعمیل کسی شرط کے ساتھ معلق ہو مثلاً ترکہ میں ایک ثلث سے زائد کی وصیت کرجانا کہ اس کی تعمیل دوسرے ورثہ کی رضامندی پر موقوف ہے۔{۲۱۲}

۳۔ کسی شرعی وجہ کے بغیر وصیت میں تبدیلی کرنا حرام ہے۔(۱۸۱)

۴۔ اگر وصیت میں کسی وارث کی جانبداری یا حق تلفی کی گئی ہو یا وہ وصیت اہلِ خاندان میں خصومت کا باعث ہو تو مصالحت کی خاطر وصیت کے مضمون میں اصلاح کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔(۱۸۲)

روزوں کی فرضیت

﴿۱۸۳......۱۸۵﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ
اے ایمان والو فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر تاکہ تم پرہیزگار

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ
ہو جاؤ چند روز ہیں گنتی کے پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا مسافر تو اس پر ان کی گنتی ہے اور

اُخَرَ ۭ وَعَلَي الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۭ
دنوں سے اور جن کو طاقت ہے روزہ کی ان کے ذمہ بدلا ہے ایک فقیر کا کھانا پھر جو کوئی خوشی سے کرے نیکی تو اچھا ہے

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ
اس کے واسطے اور روزہ رکھو تو بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم سمجھ رکھتے ہو مہینہ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا قرآن

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ
ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن راہ پانے کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اسکے

وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ
اور جو کوئی ہو بیمار یا مسافر تو اس کو گنتی پوری کرنی چاہیئے اور دنوں سے اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم

بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾
پر دشواری اور اس واسطے کہ تم پوری کرو گنتی اور تاکہ بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم احسان مانو

تسہیل۔ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے عجب نہیں کہ تم بتدریج متقی بن جاؤ O گنتی کے چند دن روزے رکھ لیا کرو اور اس میں بھی یہ آسانی ہے کہ تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ رمضان کے بجائے دوسرے دنوں میں اتنے ہی روزے رکھ لیا کرے اور جو لوگ

{۲۱۲} احکام القرآن ۱/۱۶۹-۱۶۳

بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے روزہ رکھنے میں تکلیف محسوس کریں تو انکے ذمہ فدیہ کے طور پر ایک مسکین کا کھانا واجب ہے اور جو شخص خوشدلی سے نیکی کرے تو یہ اس کے حق میں اور بھی بہتر ہے اگر واقعی تم روزے کی فضیلت سے باخبر ہو تو جان لو گے کہ ہماری جانب سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت کے باوجود تمہارا روزے رکھنا ہی بہتر ہےO ماہِ رمضان......جس میں تمہیں روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے......ایسا بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا وہ لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے اور اس میں ہدایت کے اور حق و باطل میں فرق کرنے کے دلائل ہیں تم میں سے جو شخص اس ماہ میں موجود ہو وہ لازماً مہینہ بھر روزے رکھے اور جسے کوئی ایسی بیماری لاحق ہو جس میں روزہ رکھنا مشکل ہو یا وہ شرعی سفر میں ہو تو اس پر دوسرے دنوں میں اتنے ہی ایام کے روزے رکھنا لازم ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں سہولت اور رعایت دینا چاہتا ہے اور تمہیں دشواری اور مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا، اور تمہیں قضا کا طریقہ اس لئے بتایا گیا ہے تا کہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور تا کہ تم ہدایت دیئے جانے پر اللہ کی بڑائی بیان کرو اور تا کہ تم اللہ کا شکر ادا کروO

﴿تفسیر﴾

﴿۱۸۳﴾ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں اور یہ حکم تمہارے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تم سے پہلے جتنے بھی آسمانی مذاہب کے پیروکار گذرے ہیں ان سب پر روزے فرض تھے {۲۱۳} اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں بھوکے پیاس رہ سکتے تھے تو تم کیوں نہیں رہ سکتے اور تمہیں بھوکا پیاسا رکھنے میں ہمارا کوئی ذاتی فائدہ نہیں ہے بلکہ سراسر تمہارا ہی فائدہ ہے وہ یہ کہ ہماری ہدایت کی روشنی میں کامل ایک ماہ تک روزے رکھنے سے تمہارے اندر تقویٰ کی صفت پیدا ہو جائے گی......کیونکہ جو بندہ صرف اللہ کے ڈر سے کھانے پینے اور قضاء شہوت کے حلال طریقوں سے بچ سکتا ہے اس کے لئے حرام سے بچنا بہت آسان ہو جاتا ہے اور یہی تقویٰ ہے، اس کے علاوہ روزے سے شہوت کی تیزی میں کمی آتی ہے، دل میں ان فقراء سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے جن کے بقیہ گیارہ مہینے بھی ''روزوں'' ہی میں گذرتے ہیں، خورد ونوش کے اوقات معین کرنے کی عادت پڑتی ہے اور یہ عادت صحت کو اعتدال پر رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، کتنی ہی جسمانی کثافتیں ہیں جو روزہ کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہیں اور طبیعت میں نشاط اور چستی پیدا ہو جاتی ہے، روزہ سے امراء اور فقراء میں مساوات پیدا ہوتی ہے جو امت میں وحدت اور اجتماعیت پیدا کرنے کا مؤثر ذریعہ ہے، حرمین شریفین میں افطار کا وہ منظر کیسا ایمان پرور ہوتا ہے جب ہزاروں امراء اور غرباء ایک ہی وقت میں اپنے ہاتھ دسترخوان کی طرف بڑھاتے ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ

{۲۱۳} یعنی بلذلك اهل الكتاب (ابن کثیر ۱/ ۲۸۰)

اگر بھوک کا سامنا کرنا پڑا تو ہم سب بھوکے رہیں گے اور جب کھانا میسر آیا تو ہم سب مل کر کھائیں گے۔

تقویٰ سمیت یہ سارے جسمانی اور روحانی فوائد روزہ سے حاصل ہوسکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ رمضان کا پورا مہینہ ان ہدایات اور شرائط وآداب کا لحاظ رکھتے ہوئے گذارا جائے جو نبی کریم ﷺ نے سکھائے ہیں۔

﴿۱۸۳﴾ رحیم وکریم کا اپنے بندوں کو سمجھانے کے لئے کیسا پیارا انداز ہے، فرمایا گیا کہ یہ روزے کوئی پورا سال یا چھ آٹھ ماہ تھوڑے رکھنے ہیں یہ تو گنتی کے چند ایام ہیں اور ان میں بھی یہ رعایت دی جارہی ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا شدید بیمار ہوجائے کہ روزہ رکھنے سے اس کے مرض میں اضافہ کا خطرہ ہو یا نا قابلِ برداشت تکلیف کا سامنا کرنا پڑے اور کوئی دیانت دار اور ماہر طبیب یا ڈاکٹر اسے روزہ چھوڑنے کا مشورہ دے تو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے{۲۱۴} یونہی اس مسافر کو بھی روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے جو شرعی سفر پر جارہا ہو یعنی سفر کی اتنی مسافت جس میں شریعت نے روزہ چھوڑنے کی اجازت دی ہے۔

﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ﴾ ...... وہ لوگ جو روزہ رکھ تو سکتے ہیں لیکن انہیں روزہ رکھنے میں بے پناہ مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے{۲۱۵} تو یہ لوگ بھی روزہ چھوڑ سکتے ہیں البتہ ان پر لازم ہوگا کہ وہ اپنے روزوں کا فدیہ دیں یعنی ہر روزے کے بدلے میں اوسط درجے کا کھانا ایک مسکین کو کھلا دیں یا پھر پونے دو سیر گندم کی قیمت اسے دے دیں۔

﴿فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا﴾ ...... جو شخص خوشدلی سے نیکی کرے اور جو کچھ واجب تھا اس سے زیادہ دے دے تو یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے۔

﴿وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ...... اگر تمہیں روزے کی عظمت اور رمضان کی فضیلت معلوم ہوجائے تو معمولی بیماری اور راحت والے سفر میں روزے نہ چھوڑو روزے کی قضا تو دوسرے ایام میں بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن رمضان کی فضیلت بعد میں حاصل نہیں ہوسکتی۔

﴿۱۸۵﴾ رمضان کی فضیلت کی سب سے بڑی ظاہری وجہ یہ ہے کہ اس ماہِ مبارک میں پورے کا پورا قرآن لوحِ محفوظ سے پہلے آسمان پر نازل ہوا پھر وہاں سے بتدریج تھوڑا تھوڑا کر کے حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوتا رہا اور آپ پر نزول کی ابتداء بھی رمضان ہی میں ہوئی{۲۱۶} ...... قرآن وہ عظیم کتاب ہے جس کے ہر لفظ میں ہدایت ورحمت اور نور وبرکت پوشیدہ ہے اور جس کے مطالعہ کے بعد حق وباطل اور خیر وشر میں فرق کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ جیسے

{۲۱۴} للمريض حالتان احدهما يطيق الصوم بحال فعليه الفطر واجباء الثانية ان يقدر على الصوم بضرر ومشقة فهذا يستحب له الفطر ولا يصوم الاجاهل (قرطبی ۲/۲۷۶)

{۲۱۵} الطاقة اسم لمقدار مايمكن للانسان ان يفعله بمشقة (مفردات/۳۱۲)

{۲۱۶} اى ابتدى فيه انزاله (بيضاوى ۱/۴٦۵)

قرآن بابرکت کتاب ہے اسی طرح وہ مہینہ بھی بابرکت ہے جس میں قرآن نازل ہوا لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس کتاب کے نزول پر اللہ کا شکر ادا کرے اور تقویٰ کے حصول کے لئے اس مہینے میں ضرور روزے رکھے......اس کتاب سے صحیح استفادہ صرف تقویٰ والے ہی کر سکتے ہیں۔

﴿یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ﴾......اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خواہ مخواہ مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ وہ ان کے لئے آسانی پیدا کرنا چاہتا ہے وہ انسان کو کوئی ایسا حکم نہیں دیتا جس کا پورا کرنا اس کی طاقت سے باہر ہو۔

سفر اور بیماری کے ایام میں روزہ چھوڑنے کی رخصت اور پھر انکی قضا کا حکم اس لئے ہے تاکہ ایک طرف تمہیں سہولت حاصل ہو{۲۱۷} اور دوسری طرف تمہارے روزوں کی گنتی بھی پوری ہوجائے اور تم دوسرے مسلمانوں سے پیچھے نہ رہو۔

﴿وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰىکُمْ﴾......اللہ تعالیٰ نے تمہیں قرآن کی صورت میں دستورِ ہدایت اور روزوں کی صورت میں جو عظیم عبادت عطا کی ہے اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو اور اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کرو،

قرآن سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نعمت کونسی ہوسکتی ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو حیوان کو انسان، ذلیل کو عزیز، ضعیف کو قوی، وحشی کو مہذب، جاہل کو عالم، نادان کو دانا، اندھے کو بینا اور مردود کو اللہ کا محبوب بناتی ہے۔ دنیا کی عزت بھی اسی سے ملتی ہے اور آخرت کی عزت بھی اسی سے ملے گی...... پاگل اور احمق ہیں وہ مسلمان جو قرآن کی پاکیزہ تعلیمات کو چھوڑ کر یورپ کی غلیظ تہذیب کے چرنوں میں عزت تلاش کر رہے ہیں۔

حکمت وہدایت

۱۔ رمضان کے روزے ہر عاقل، بالغ مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہیں۔(۱۸۳)

۲۔ آداب وشرائط کی پابندی کے ساتھ رکھا گیا روزہ دل میں تقویٰ پیدا کرتا ہے۔(۱۸۳)......تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حاصل ہوجانے کے بعد نیکی کا کرنا آسان اور گناہ کا کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

۳۔ حاملہ اور مرضعہ (بچے کو دودھ پلانے والی) مریض اور مسافر کے لئے روزہ افطار کرنے کی رخصت ہے البتہ بعد میں ان پر قضا لازم ہوگی۔(۱۸۴)

رخصت اور چیز ہے حکم اور چیز ہے، حکم پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے لیکن رخصت ایک اختیاری چیز ہوتی ہے لہٰذا مذکورہ

{۲۱۷} روی عن ابن عباس وقتادة ومجاهدوا لضحاك ان اليسر الافطار فی السفر والعسر الصوم فيه وفی المرض (جصاص ۱/۲۲۲)

افراد کو افطار کی اجازت تو ہے لیکن اگر وہ روزہ رکھ لیں تو زیادہ بہتر ہے۔{۲۱۸}

۴۔ شیخ فانی اور ایسا مریض جسے بظاہر صحت کی امید نہ ہو وہ روزوں کے بدلے فدیہ دے سکتے ہیں۔(۱۸۴) فدیہ کی مقدار پونے دو سیر گندم یا اس کی رقم ہے۔{۲۱۹}

۵۔ صرف اسی مسافر کو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے جو کم از کم اڑتالیس میل کی مسافت پر سفر کے لیے جائے۔

۶۔ جو شخص کسی بھی طریقے سے جان بوجھ کر روزہ توڑ دے اس پر کفارہ لازم ہوگا یعنی وہ ایک غلام کو آزاد کرے یا پھر مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

۷۔ اسلام کے تمام احکام یسر اور سہولت پر مبنی ہیں(۱۸۵) جسے ان میں عسر اور تنگی نظر آتی ہے تو یہ اس کے قلب ونظر میں خرابی اور فساد کا نتیجہ ہے

۸۔ قرآن کریم کے نمایاں اوصاف تین ہیں:

☆ انسانیت کے لئے ہدایت ☆ حق وصداقت کے واضح دلائل ☆ خیر وشر میں بنائے امتیاز(۱۸۵)

۹۔ قرآن مجید جیسی عظیم نعمت ملنے پر اللہ تعالیٰ کی تعظیم وتکبیر بھی واجب ہے اور شکر ادا کرنا بھی واجب ہے۔(۱۸۵)

۱۰۔ تقویٰ کے علاوہ روزوں کی فرضیت میں چند مزید حکمتیں یہ بھی ہیں:

☆ بقیہ گیارہ مہینوں کو رمضان کے نہج پر گذارنے کی مشق اور تربیت ☆ فاقہ زدہ اور غریب بھائیوں کے دکھ درد کا احساس ☆ ایک ماہ کی جبری ریاضت کے ذریعے مسلمان کو جھاد اور مجاہدے کا عادی بنانا اور تن آسانی اور کھانے پینے کی غلامی سے بچانا ☆ شہوانی جذبات کی طاقت کو روحانیت کے سامنے مغلوب کرنا ☆ جسمانی فضلات اور کثافتوں کا ازالہ ☆ دماغی اور روحانی صلاحیتوں کو جلا بخشنا ☆ گناہوں سے بچنے کی عادت ڈالنا ☆ اپنے اوقات کو کھانے پینے کی بجائے اللہ کی عبادت اور مخلوق کی خدمت میں صرف کرنا ☆ نیکی اور نیک کاموں کے لئے وجدانی ذوق وشوق کو ابھارنا ☆ صبر وتحمل کی عادت ڈالنا ☆ اخلاص اور بے ریائی کی عملی مشق کرنا ☆ وحدت واجتماعیت کا درس ☆ اغنیاء اور فقراء میں مساوات۔

۱۱۔ عید کی رات اور عید کے دن تکبیر کا پڑھنا مستحب ہے۔(۱۸۵)

﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ﴾...... سے متعدد علماء نے تکبیرات عید مراد لی ہیں۔{۲۲۰}

{۲۱۸}واختلفوا فی الافضل فذهب ابو حنیفة واصحابه ومالك والشافعی فی بعض ماروی عنهما الی ان الصوم افضل وبه قال من الصحابة عثمان بن ابی العاص الثقفی وانس بن مالك (بحر محیط)

{۲۱۹}احکام القرآن ۱/۱۸۲_۱۸٤

{۲۲۰} احکام القرآن ۱/۲۲٤

۱۲ اللہ کا شکرادا کرنے کی بہترین صورت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا ہے جو اطاعت نہیں کرتا وہ حقیقت میں شکر بھی ادا نہیں کرتا۔

روزوں کے احکام

﴿۱۸۶......۱۸۷﴾

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا

اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو سو میں تو قریب ہوں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والے کی دعا کو جب مجھ سے دعا مانگے تو چاہیئے کہ وہ حکم مانیں میرا اور یقین لائیں

بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ

مجھ پر تاکہ نیک راہ پر آئیں حلال ہوا تم کو روزہ کی رات میں بے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے وہ پوشاک ہیں تمہاری

وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ

اور تم پوشاک ہو اُن کی اللہ کو معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے اپنی جانوں سے سو معاف کیا تم کو اور درگذر کی تم سے

فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ

پھر ملو اپنی عورتوں سے اور طلب کرو اُس کو جو لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لئے اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آئے تم کو

الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ

دھاری سفید صبح کی جُدا دھاری سیاہ سے پھر پورا کرو روزہ کو رات تک اور نہ ملو عورتوں سے جب تک کہ تم

عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

اعتکاف کرو مسجدوں میں یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی سو ان کے نزدیک نہ جاؤ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ

يَتَّقُونَ ﴿١٨٧﴾

بچتے رہیں

تسہیل: اے محمد ﷺ جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو آپ انہیں بتا دیجئے کہ میں قریب ہی ہوں جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا اور پکار سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں، لوگوں کو بھی چاہئے کہ میرے احکام کو قبول کریں اور مجھ پر یقین رکھیں امید ہے کہ وہ ہدایت پا جائیں گے ○ تمہارے لئے روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں میں مشغول ہونا حلال کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کیلئے لباس ہو، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اس حکم الٰہی میں خیانت کر کے اپنے آپ کو گناہ میں مبتلا کر رہے ہو مگر میں نے تم پر عنایت فرمائی اور تمہارے گناہ کو معاف کر دیا تو اب تم ان سے ملو ملاؤ اور جو تمہارے لیے لکھ دیا ہے اسے طلب کرو، اسی طرح تم اس وقت تک کھا پی سکتے ہوں جب تک کہ صبح صادق کی سفید دھاری رات کی سیاہ دھاری سے ممتاز نظر نہ آئے

پھر صبح صادق سے رات تک روزہ کو پورا کیا کرو، اور جب تم مسجد میں معتکف ہو تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو یہ اللہ تعالیٰ کے ضابطے ہیں، ان ضابطوں سے نکلنا تو دور کی بات ہے ان کے قریب بھی نہ جانا اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام لوگوں کی اصلاح کے لئے صاف صاف بیان کرتا ہے تا کہ وہ اس کی نافرمانی سے بچتے رہیں۔ O

﴿تفسیر﴾

ان آیات میں روزہ کے آداب اور احکام ذکر کیے گئے ہیں، روزہ کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دعا کا خوب اہتمام کیا جائے کیونکہ روزہ میں دعا قبول ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿للصائم عند فطره دعوة مستجابة﴾ {۲۲۱} روزہ افطار کرنے کے وقت روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہے۔

ایک اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ "اقریب ربنا فنناجیه ام بعید فننا دیه" کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس سے سرگوشی کریں یا دور ہے کہ ہم اسے زور سے پکاریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ {۲۲۲}

﴿۱۸۶﴾ اس آیت میں بتلایا گیا کہ اللہ کو چیخ چلا کر پکارنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تمہارے بہت قریب ہے {۲۲۳} تمہارے ہر حال کو وہ جانتا ہے اور تمہارے ہر قول کو سنتا ہے اور جب کوئی شخص قبولیت کی شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے دعا کرتا ہے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ معصیت سے بچا جائے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو دل و جان سے قبول کیا جائے اسی لیے فرمایا گیا۔

﴿فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي﴾...... (جیسے میں ان کی دعائیں قبول کرتا ہوں اسی طرح) ان کو چاہئے کہ میرے احکام کو قبول کیا کریں اور مجھ پر یقین رکھیں۔ {۲۲۴}

﴿۱۸۷﴾ ابتداء میں حکم یہ تھا کہ روزہ دار کو سونے سے قبل تو کھانے پینے اور جماع کی اجازت تھی لیکن سو جانے کے بعد کھانا پینا اور بیوی کے پاس جانا حرام تھا اسی زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک انصاری صحابی جن کا نام قیس بن صرمہؓ تھا وہ کھائے پیے بغیر سو گئے اور صبح انہوں نے یونہی روزہ رکھ لیا، دن میں شدید بھوک کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گئے اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ سونے کے بعد جماع کر بیٹھے پھر خود ہی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کا اقرار کر لیا۔

{۲۲۱} ابو داؤد طیالسی {۲۲۲} تفسیر ابن کثیر ۲۱۸/۱
{۲۲۳} "قریب" ای بالاجابة وقیل بالعلم (قرطبی ۳۰۸/٤)
{۲۲٤} اذا دعوتهم للایمان والطاعة کما انی اجیبهم اذا دعونی لحوائجهم (مدارك)

ان جیسے واقعات کے پیش آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشکل حکم کو منسوخ کر دیا اور روزہ داروں کو صبح صادق کی سفیدی نظر آجانے تک کھانے پینے اور بیویوں سے میل ملاپ کی اجازت دے دی گئی۔{۲۲۵}

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾......وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو جیسے لباس آسائش، زیبائش اور پردہ پوشی کا ذریعہ ہے ایسی ہی میاں بیوی کو ایک دوسرے سے راحت بھی ملتی ہے ایک دوسرے کے لئے حسن وزیبائش کا ذریعہ بھی بنتے ہیں اور باہم گر پردہ پوش بھی ہوتے ہیں۔

﴿وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ﴾......''جو تمہارے لیے لکھ دیا ہے اسے طلب کرو۔''{۲۲۶}

عورتوں سے مباشرت محض لطف اندوزی کے لئے نہ ہو بلکہ نیک اولاد کا حصول بھی پیش نظر ہو، یوں مباشرت بھی ایک بامقصد عمل بن جائے گی۔

حکمت وہدایت

۱۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے بہت قریب ہے۔(۱۸۶) انسان اللہ کو جنگلوں اور غاروں میں تلاش کرتا پھرتا ہے حالانکہ وہ اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور اس کی پست ترین آواز کو بھی سنتا ہے۔

۲۔ آہستہ دعا کرنا مستحب ہے، بلاوجہ بلند آواز سے دعا کرنا پسندیدہ نہیں (۱۸۶) دعا کے علاوہ دیگر عبادات اور اذکار میں بھی آواز کو پست ہی رکھنا چاہئے البتہ تلبیہ، اذان اور اقامت میں آواز کو بلند رکھنا مشروع ہے۔

۳۔ جب قبولیت کی شرائط پائی جائیں تو دعا یقیناً قبول ہوتی ہے۔(۱۸۶)

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قبولیتِ دعا کی سات شرطیں ہیں: ☆تضرع ☆اللہ کا خوف ☆امید ☆دعا پر مداومت ☆خشوع ☆عموم (یعنی دوسروں کیلئے بھی دعا کی جائے) ☆رزقِ حلال۔

ابن عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قبولیتِ دعا کی شرط یہ ہے کہ دل، زبان، آنکھ اور پیٹ کی ممنوعات اور محرمات سے حفاظت کی جائے۔{۲۲۷}

۵۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں رشد وہدایت ہے اور اس کی معصیت میں سفاہت وضلالت ہے۔(۱۸۶)

۶۔ رمضان کی راتوں میں اکل وشرب اور جماع حلال ہے۔(۱۸۷)

{۲۲۵} ابن کثیر ۲۲۰/۱

{۲۲۶} واطلبوا ماقسم الله لکم و اثبت فی اللوح من الولد (کشاف/۲۵۷)

{۲۲۷} ابن کثیر ۱۵۵/۲

۷۔ روزے کا وقت صبح صادق کے طلوع سے لیکر آفتاب کے غروب تک ہے۔(۱۸۷)

۸۔ صبح صادق کا یقین ہو جانے کے بعد کھانے پینے میں مشغول ہونا حرام اور روزے کے لئے مفسد ہے۔

۹۔ اگر کسی نے ایسے وقت کھانا کھایا جب صبح صادق کا ہونا یا نہ ہونا مشکوک تھا لیکن بعد میں تحقیق سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس وقت صبح ہو چکی تھی تو اس کے ذمہ قضا لازم ہے۔{۲۲۸}

۱۰۔ صومِ وصال یعنی سحری اور افطاری کے بغیر مسلسل روزہ رکھنا مکروہ ہے۔(۱۸۷)

۱۱۔ میاں بیوی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے آسائش، آرائش اور پردہ پوشی والا لباس ثابت ہوں۔(۱۸۷)

۱۲۔ وظیفہ زوجیت کی ادائیگی میں بھی صرف لطف وسرور مقصد نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنے آپ کو حرام سے بچانا اور نیک اولاد کا حصول پیش نظر ہونا چاہئے۔

۱۳۔ اعتکاف بڑی فضیلت والا عمل ہے اور رمضان میں اعتکاف کرنا سنت کفایہ ہے۔

۱۴۔ اعتکاف کی حالت میں بیوی کے ساتھ مباشرت کرنا ممنوع ہے۔(۱۸۷) مباشرت کے لفظ میں یہاں جماع کے ساتھ اس کے مقدمات اور دواعی بھی شامل ہیں۔{۲۲۹}

۱۵۔ جہاں کسی بات کو صراحۃً ذکر کرنا مناسب نہ ہو وہاں اسے کنایۃً ذکر کرنا مناسب ہے۔ جیسے مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ''وطی'' کے بجائے ''مباشرت'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔(۱۸۷)

۱۶۔ مردوں کے لئے مسجد کے علاوہ کہیں اور اعتکاف جائز نہیں البتہ عورت گھر میں بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہے۔(۱۸۷)

مالِ حرام سے بچنا

۱۸۸

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٨﴾

اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق اور نہ پہنچاؤ ان کو حاکموں تک کہ کھا جاؤ کوئی حصہ لوگوں کے مال میں سے ظلم کر کے (ناحق) اور تم کو معلوم ہے

{۲۲۸} معارف القرآن ۱/۲۵۵

{۲۲۹} المراد بالمباشرة انما هو الجماع ودواعيه من تقبيل ومعانقة ونحو ذلك (ابن كثير ۱/۲۹٤)

تسہیل: آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو اور نہ ہی حکام کے پاس جھوٹے مقدمات اس غرض سے لے جایا کرو کہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ظلم اور گناہ کے ساتھ ہڑپ کرسکو جبکہ تمہیں اپنے جھوٹ اور ظلم کا علم بھی ہو O

﴿تفسیر﴾

پچھلی آیتوں میں روزے کے احکام مذکور تھے جس میں روزے دار پر دن کے اوقات میں حلال چیزوں کے استعمال کو حرام کردیا گیا ہے، جو شخص محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں حلال اشیاء کو چھوڑ سکتا ہے اس کے لئے حرام کا چھوڑنا کہیں زیادہ آسان ہے، اگر کوئی بد بخت روزے رکھنے کے باوجود حرام کمانے اور حرام کھانے میں لگا رہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اُسے روزوں سے سوائے بھوکا پیاسا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔

﴿۱۸۸﴾ اس آیت کریمہ میں باطل طریقے سے مال کمانے اور استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے سود اور جوا، رشوت اور سٹہ، غصب اور چوری، جادو اور ناجائز تعویذ گنڈے کا دھندا، رقص وغنا کی کمائی، ہر قسم کے ناجائز کاروبار کی منفعت، قرآن فروشی اور کتمانِ حق کی آمدنی...... یہ سب اکل بالباطل میں داخل ہیں۔

﴿وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ﴾ ...... حکّامِ وقت کے سامنے جھوٹے مقدمات اس غرض سے مت لیجاؤ تاکہ زرخرید گواہوں اور جھوٹی قسموں کے بل بوتے پر لوگوں کے مال اور جائیداد پر ناجائز قبضہ کرسکو، اگر بالفرض کوئی حاکم کسی کے غلط سلط دلائل اور تیزی طراری سے متاثر ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر بھی دے تو اس سے حرام چیز کسی کیلئے حلال نہیں ہوجاتی۔ {۲۳۰}

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھی کہ اسی درمیان دو آدمی میراث وغیرہ کا تنازع لیکر فیصلہ کے لئے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انما انا بشر و انکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجته من بعض فاقضی له بنحو مما اسمع فمن قضیت له من حق اخیه شیئا فلایا خذه فانما اقطع له قطعة من النار.	میں ایک انسان ہوں اور تم میرے پاس مقدمات لاتے ہو اس میں یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے معاملے کو زیادہ رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کرے اور میں اس سے مطمئن ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کردوں حالانکہ وہ اس کا حق نہیں تھا تو اس کیلئے اس کا لینا جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں اسے جو کچھ دوں گا وہ جہنم کا ایک قطعہ ہوگا۔

{۲۳۰} ومن الاکل بالباطل ان یقضی القاضی لك وانك تعلم انك مبطل فالحرام لایصیر حلالا بقضاء القاضی (قرطبی ۲/۳۳۸)

رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سن کر وہ دونوں رونے لگے اور ان میں سے ہر ایک نے یہ پیشکش کی کہ میں اپنے حصہ سے دوسرے کے حق میں دستبردار ہوتا ہوں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ، حق اور سچ کا راستہ اختیا کرو، قرعہ اندازی کرلو جو کچھ تمہارے حصے میں نکلے وہ لے لو۔ {۲۳۱}

جیسے جھوٹے مقدمات کے ذریعے دوسرے مسلمان بھائی کا مال ہتھیانا حرام ہے یوں ہی حکامِ بالا کو رشوت دے کر اپنے حق میں ناجائز فیصلہ کرانا بھی حرام ہے۔

حکمت وہدایت

۱۔ دوسروں کے مال میں ناجائز تصرف کرنا ایسے ہے جیسے خود اپنے مال میں تصرف کرنا کیونکہ اگر یہ رسم چل پڑی تو خود یہ تصرف کرنے والا بھی نہیں بچ سکے گا جو ظلم اس نے کیا ہے کوئی دوسرا یہی ظلم اس کے ساتھ بھی کر سکتا ہے۔ (۱۸۸)

۲۔ کسی بھی ناجائز طریقے سے مسلمان بھائی کا مال کھانا حرام ہے خواہ قاضی اس کے حق میں فیصلہ ہی کیوں نہ کردے۔ (۱۸۸)

۳۔ اپنے حق میں ناجائز فیصلہ کروانے کے لئے جھوٹی مقدمہ بازی اور رشوت دینا حرام ہے۔ (۱۸۸)

۴۔ ذمی کافر کے مال کو بھی وہی حرمت اور حفاظت حاصل ہے جو مسلمان کے مال کو حاصل ہے۔

۵۔ جو شخص رزقِ حرام سے سحر وافطار کرے اس کا روزہ قبول نہیں......اس بیوقوف پر وہ مشہور مثل صادق آتی ہے کہ ''گڑ کھائیں اور گلگلوں سے پرہیز'' بلکہ یہ شخص تو سارا دن گلگلوں سے پرہیز کرنے کے بعد زہر کھا رہا ہے۔

قمری تاریخ کی اہمیت

﴿......۱۸۹......﴾

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ ؕ وَ لَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ۚ وَ اْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

تجھ سے پوچھتے ہیں حال نئے چاند کا کہدے کہ یہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے واسطے اور حج کے واسطے اور نیکی یہ نہیں کہ گھروں میں آؤ ان کی پشت کی طرف سے اور لیکن نیکی یہ ہے کہ جو کوئی ڈرے اللہ سے اور گھروں میں آؤ دروازوں سے اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو

ربط: شرعی احکام میں ساتواں اور آٹھواں حکم یہ بیان کیا جارہا ہے کہ حج جیسی عبادات میں قمری تاریخوں کا اعتبار ہوگا، اور یہ کہ احرام کے بعد گھر میں داخل ہونا پڑے تو دروازے ہی سے داخل ہوا کرو۔

{۲۳۱} الصحیح للمسلم ۲/۷۴، ترمذی۔ ۱/۱۶۰

تسہیل: بعض لوگ آپ سے ہر ماہ چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ ان سے فرما دیجئے کہ یہ لوگوں کے لئے تاریخوں کے تعین اور حج کا وقت معلوم کرنے کا ذریعہ ہے، نیز انہیں یہ بھی بتا دیجئے کہ گھروں میں پیچھے کی طرف سے داخل ہونا کوئی نیکی نہیں ہے، اصل نیکی تو یہ ہے کہ انسان گناہ سے بچے اور گھر میں جب آنا ہو تو دروازے سے آیا کرو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ O

﴿تفسیر﴾

﴿۱۸۹﴾ یہ حکم اس وقت بیان کیا جب بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ چاند گھٹتا بڑھتا کیوں ہے {۲۳۲} پہلے ھلال کی شکل میں ہوتا ہے پھر بتدریج بدر کامل بن جاتا ہے اس کے بعد گھٹتے گھٹتے دوبارہ ویسے ہی ہو جاتا ہے جیسے پہلے تھا، اس سوال کے جواب میں گھٹنے بڑھنے کی وجہ بتانے کے بجائے اس کی حکمت اور فائدہ بیان کیا گیا ہے وہ یہ کہ چاند کے ذریعے تم تاریخوں اور مہینوں کا حساب معلوم کر سکتے ہو یہ حساب تمہیں قرض اور عاریت عام معاملات اور تجارت میں فائدہ دے سکتا ہے اس کے علاوہ کئی شرعی عبادات کی ادائیگی کا تعلق بھی قمری تاریخوں کے ساتھ ہے مثلاً فرض روزے، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور حج اگرچہ عام معاملات میں شمسی تاریخوں کا اعتبار بھی کیا جا سکتا ہے لیکن چونکہ قمری تاریخوں میں آسانی زیادہ ہے کہ ہر عالم اور جاہل، شہری اور دیہاتی چاند دیکھ کر حساب رکھ سکتا ہے اس لئے عبادات میں تو بہر حال قمری تاریخوں کا اعتبار ہوگا عام معاملات میں بھی اسلام اسی کو پسند کرتا ہے۔

﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا﴾...... ''گھروں میں پیچھے کی طرف سے داخل ہونا کوئی نیکی نہیں'' حج تو زمانہ جاہلیت میں بھی کیا جاتا تھا لیکن مشرکین عرب نے کئی خود ساختہ رسموں کو حج کے احکام اور ضابطوں کا درجہ دے رکھا تھا جن میں سے ایک ضابطہ یہ تھا کہ حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اگر کوئی شخص کسی کام سے گھر میں داخل ہونا چاہتا تو دروازے سے داخل ہونے کو حرام سمجھتے تھے اب دو ہی صورتیں اس کے لئے ممکن تھیں یا تو وہ گھر کی پچھلی دیوار میں نقب لگا کر اندر جا سکتا تھا اور یا پشت کی طرف سیڑھی لگا کر داخل ہو سکتا تھا البتہ اگر وہ ان معززین میں سے ہوتا جنہیں وہ ''حمس'' کے اصطلاحی نام سے یاد کرتے تھے تو وہ دروازے سے بھی داخل ہو سکتا تھا {۲۳۳} قرآن نے اس فضول سی بات کو نیک عمل سمجھنے والوں کی تردید فرمائی کہ یہ کوئی نیکی نہیں ہے اگر تم واقعی نیکی کرنا

{۲۳۲} ابن کثیر ۱/۲۲۵

{۲۳۳} كانوا اذا احرموا في الجاهلية اتوا البيوت من ظهرها صحيح بخاري ......ابن کثیر ۱/۲۲۵

چاہتے ہوتو گناہوں سے بچواور اللہ کی ناراضگی سے ڈرو کیونکہ ایسے ہی ڈرنے اور بچنے والوں کو فلاح و کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔

حکمت و ہدایت

۱۔ انسان کو ایسا سوال کرنا چاہیے جس میں دین و دنیا کا کوئی فائدہ پوشیدہ ہو اور لایعنی سوالات سے بچنا چاہیے۔(۱۸۹)

۲۔ صاحبِ علم کو چاہیے کہ شاگرد کے سوال کا رُخ موڑ کر جواب میں ایسی بات بتائے جو اس کے لئے نافع ہو۔(۱۸۹)

۳۔ قمری تاریخ کا استعمال فرض کفایہ بھی ہے اور اسلامی شعار بھی......کئی عبادات کا مدار اس کی معرفت پر ہے۔(۱۸۹)

۴۔ دین میں بدعت حرام ہے اگرچہ اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اجر وثواب کا حصول ہی کیوں نہ ہو۔(۱۸۹)

۵۔ بدعت میں چھتوں پر چڑھنے جیسا مشکل کام بھی کرے تو عذاب اور اتباعِ سنت کی نیت سے آسانی کے ساتھ دروازے سے داخل ہو جائے تو ثواب۔(۱۸۹)

۶۔ دیواریں پھلانگنے جیسے سطحی کام کرنا آسان ہے مگر گناہوں کو چھوڑنا مشکل ہے مگر اللہ کے نزدیک حقیقی اور بڑی نیکی یہی ہے......اکثر لوگ سطحی کاموں کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں مگر حقیقی نیکی کیلئے کوئی سعادت مند ہی تیار ہوتا ہے۔(۱۸۹)

۷۔ تقویٰ ایک ایسا وصف ہے جو دنیا اور آخرت کی فلاح کا ضامن ہے۔(۱۸۹)

جہاد و قتال کے قواعد

۱۹۰......۱۹۵

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾

اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے اور کسی پر زیادتی مت کرو، بیشک اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنے والوں کو

وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ

اور مار ڈالو ان کو جس جگہ پاؤ اور نکال دو اُن کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا اور دین سے بچلانا مار ڈالنے سے بھی زیادہ سخت ہے

وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْکُمْ فِیْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْکُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ کَذٰلِكَ جَزَآءُ

اور نہ لڑو ان سے مسجد الحرام کے پاس جب تک کہ وہ نہ لڑیں تم سے اس جگہ پھر اگر وہ خود ہی لڑیں تم سے تو اُن کو مارو یہی ہے سزا

الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩١﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٩٢﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ

کافروں کی پھر اگر وہ باز آئیں تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے اور لڑو اُن سے یہاں تک کہ نہ باقی رہے فساد اور حکم رہے

الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩٣﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ

خدا تعالیٰ ہی کا پھر اگر وہ باز آئیں تو کسی پر زیادتی نہیں مگر ظالموں پر حرمت والا مہینہ بدلا (مقابل) ہے حرمت والے مہینہ کا

وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ

اور ادب رکھنے میں بدلہ ہے پھر جس نے تم پر زیادتی کی تم اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے زیادتی کی تم پر

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٩٤﴾ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ

اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگاروں کے اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت

اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٩٥﴾

میں اور نیکی کرو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو

تسہیل: اللہ کی رضا کے لئے تم بھی ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا O قتل کروانہیں جہاں بھی پاؤ اور تم بھی انہیں وہاں سے نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکلنے پر مجبور کیا اور یاد رکھو کہ فتنہ پردازی قتل سے بھی بدترین چیز ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے جنگ نہ کرو جب تک وہ خود ہی تم سے جنگ نہ کریں اور اگر وہ خود ہی تمہارے ساتھ حرم میں جنگ کی تیاری کرنے لگیں تو تم انہیں مارو، کافروں کی یہی سزا ہے۔O اگر یہ لوگ کفر سے باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا انتہائی مہربان ہے O ان سے لڑتے رہو جب تک فتنہ ختم نہ ہوجائے اور اللہ کا دین غالب نہ آجائے اگر یہ لوگ فتنہ فساد سے باز آجائیں تو تم بھی اپنے ہاتھ روک لو کیونکہ سختی تو صرف ظالموں پر ہی کی جاتی ہے O حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کے بدلے ہے کیونکہ حرمتیں تو ادلے بدلے کی چیزیں ہیں اگر کفار ان حرمتوں کا لحاظ کریں تو تم بھی کرو لیکن اگر وہ حرمتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے تم پر زیادتی کریں تو تم بھی اتنی ہی زیادتی کر سکتے ہو جتنی انہوں نے تمہارے اوپر کی ہے، اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں ڈرتے رہو اور یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے O اور تم لوگ جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں مال بھی خرچ کیا کرو اور بخل اور بزدلی کا راستہ اختیار کر کے اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو اور جو کام کرو حسن وخوبی کے ساتھ کیا کرو یقیناً اللہ تعالیٰ حسن وخوبی کیساتھ کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے O

تفسیر

ابواب البر میں سے نواں اور دسواں حکم یعنی جہاد اور جہاد کے لئے انفاق، یہاں بیان کیا جارہا ہے۔ مکہ

میں مسلمانوں کو ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہ تھی حکم یہ تھا کہ جور و جفا سہتے رہو اور درگذر کرتے رہو، اہل ایمان کیلئے یہ بڑا مشکل دور تھا نہ صرف اس لئے کہ انہیں بہیمانہ ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا جارہا تھا بلکہ اس لئے بھی کہ انہیں جوابی کارروائی کرنے کی اجازت نہیں تھی، وہ لوگ جنہیں آباء واجداد سے انتقام لینے کا درس ملا تھا ان کیلئے مار کھا کر نظریں جھکا لینا اور معاف کر دینا بڑا کٹھن امتحان تھا لیکن جنہوں نے کفر کی زندگی اور اس کی تمام غلاظتوں سے تائب ہو کر ایمانی زندگی کا سفر شروع کیا تھا وہ اس امتحان میں بھی سرخرو ثابت ہوئے۔

مکی دور مسلمانوں کی نظریاتی، اخلاقی، ایمانی اور مجاہدانہ تربیت کا دور تھا، وہ آنے والے وقت کے لئے اپنی قوت مجتمع کر رہے تھے اور دشمن کی جانب سے اشتعال انگیزی کے باوجود فی الحال وہ اپنی قوت منتشر نہیں کرنا چاہتے تھے ورنہ ممکن تھا کہ گہر بننے سے پہلے ہی یہ قطرے ہوا میں تحلیل ہو جاتے۔

یوں بھی مخالف قوتوں سے نمٹنے اور جہاد وقتال کی کارروائیوں کو منظم شکل دینے کے لئے مسلمانوں کو ایک مرکز کی ضرورت تھی اور جب مدینہ منورہ کی صورت میں انہیں یہ مرکز میسر آ گیا تو انہیں قتال کی اجازت دیدی گئی اور اکثر مفسّرین کی رائے میں مذکورہ بالا آیت (۱۹۰) اس سلسلہ کی پہلی آیت ہے۔{۲۳۴}

﴿۱۹۰﴾ اس میں مسلمانوں کو کفار اور مشرکین کے ساتھ قتال کی اجازت دینے کے ساتھ ساتھ دو بنیادی ہدایات بھی دی گئی ہیں۔

﴿فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾......پہلی ہدایت یہ کہ یہ قتل وقتال محض اللہ کی رضا کیلئے ہو۔

آج کل بزعم خویش ''متمدن دنیا'' کی طرح مسلمان کی جنگ نہ تو مال ودولت کے حصول کے لئے ہوتی ہے نہ کسی مخصوص قوم اور نسل کے غلبے کیلئے نہ کسی قوم کو معاشی طور پر تباہ کرنے کیلئے، نہ تجارتی منڈیوں پر تسلط کے لئے اور نہ ہی اسلحہ کی فروخت اور ہتھیاروں کی آزمائش کیلئے ہوتی ہے بلکہ مسلمان کی جنگ دین کی سربلندی، مظلوم انسانیت کی دادرسی اور ظالموں کی سرکوبی کیلئے ہوتی ہے......اللہ کی رضا کے بجائے نسلی برتری، ذاتی شہرت اور ناموری اور مال ومنصب کے حصول جیسے جذبات نے دل میں جگہ بنالی تو جہاد جیسا عظیم عمل بے کار ہو جائے گا اور اس پر کچھ بھی اجر وثواب حاصل نہ ہوگا۔

﴿وَلَا تَعْتَدُوْا﴾......دوسری ہدایت یہ دی گئی کہ زیادتی نہ کرو۔

امن پسند افراد پر ہاتھ اٹھانا، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، معذوروں اور جنگ سے الگ تھلگ رہنے والے مذہبی

{۲۳٤} هذه الآية اول آية نزلت فی الامر بالقتال (قرطبی ۲/۳٤۸)

رہنماؤں کوقتل کرنا یہ سب صورتیں زیادتی (اعتداء) میں شامل ہیں{۲۳۵} کہا جاتا ہے کہ جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہوتا ہے لیکن یہ اسلام کی امتیازی خصوصیت ہے کہ اس نے جنگ میں بھی اخلاقیات کا درس دیا ہے''اور سب کچھ جائز قرار نہیں دیا۔

﴿۱۹۱﴾ جب جنگ چھڑ جائے تو پھر بزدلی کمزوری اور جھوٹی رحمدلی کو قریب بھی نہ پھٹکنے دو اور اسلام اور انسانیت کے ان دشمنوں کو جہاں بھی پاؤ اور جس حالت میں پاؤ انہیں قتل کرو اور انہیں بھی جلاوطنی کا مزہ چکھاؤ جیسے تمہیں یہ مزہ چکھا چکے ہیں۔

﴿وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾......''فتنہ پردازی قتل سے بھی بدترین ہے۔''

انسانوں کو عقیدہ توحید قبول کرنے سے روکنا، انہیں دین اور ایمان کی وجہ سے ہراساں کرنا، بنیادی حقوق سے محروم کرنا، ان کے اخلاق اور عقائد کو خراب کرنا اور مشرکین کا کفر وشرک پر جمے رہنا یہ سب صورتیں''فتنہ پردازی''میں داخل ہیں۔{۲۳۶}

اس فتنہ پردازی کو ختم کرنے کیلئے شریروں اور شیطانوں کو قتل کرنے کی اجازت دی گئی ہے لہٰذا اس پر کسی کو شور شرابہ نہیں کرنا چاہئے۔

﴿وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾......حرم اور مسجد حرام دارالامان ہیں{۲۳۷} اس لئے وہاں ابتداءً تو قتل کرنا جائز نہیں لیکن اگر کوئی حملہ آور ہو تو اپنے دفاع میں قتل کرنا جائز ہوگا۔

﴿۱۹۲﴾ اسلام کے سخت سے سخت دشمن اور بڑے سے بڑے مشرک اور کافر کو بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ جو بھی کفر وشرک سے توبہ کرتے ہوئے ایمان قبول کرلے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کردیتا ہے۔

﴿۱۹۳﴾ جہاد کا ایک بڑا مقصد فتنہ کا قلع قمع کرنا ہے اور یہ اسی وقت ہوگا جب فتنہ پردازی کے علمبرداروں کو اتنا کمزور کردیا جائے کہ وہ عقیدہ توحید کی اشاعت، عدل ومساوات کے نفاذ اور شریعت اسلامیہ کے قیام میں رکاوٹ نہ بن سکیں لہٰذا اللہ کی جماعت یعنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس وقت تک کفار کیساتھ قتال کرتے رہیں جب تک فتنہ ختم نہ ہوجائے اور اللہ کے دین کا غلبہ نہ ہوجائے۔ اس آیت کریمہ میں فتنہ سے مراد کفر وشرک ہے یعنی حرم اور عرب کی حدود میں کفر وشرک باقی نہ رہے۔{۲۳۸}

﴿۱۹۴﴾ ﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ﴾......''حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کے بدلے

{۲۳۵} ای لاتقاتل من لایقاتلك یعنی النساء والصبیان والرهبان(ابن جریر عن عمر بن عبدالعزیز)

{۲۳۶} قرطبی ۳۵۱/۲......{۲۳۷} عندنا المسجدالحرام یقع علی الحرم کله (مدارك)

{۲۳۸} ای حتی لایکون شرك بالله وحتی لایعبدون احدا (ابن جریر)

ہے“ ......چار مہینے ایسے تھے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی ان کا احترام کیا جاتا تھا اور یہ پورا زمانہ امن وسلوک کیساتھ گذارا جاتا تھا اور وہ چار مہینے یہ ہیں محرم، رجب، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ“......اس آیت میں ذوالقعدہ کی طرف اشارہ ہے ۲؁ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کم وبیش چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے لیکن مشرکین نے انہیں حدیبیہ کے مقام پر روک دیا اور مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا یہاں دونوں فریقوں کے درمیان ایک معاہدے طے پایا جس کے مطابق مسلمانوں کو اگلے سال عمرہ کرنے کی اور مکہ میں تین دن ٹھہرنے کی اجازت دی گئی جب اگلے سال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مسلمان عمرہ قضا کے لئے روانہ ہوئے تو انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسے نہ ہو کہ قریش احرام کا، سرزمین حرم کا اور حرمت والے مہینے (ذیقعدہ) کا احترام نہ کریں اور قتال شروع کر دیں، اگر ایسا ہوا تو ان مذکورہ حرمتوں کا لحاظ اور پاس رکھنے کی وجہ سے ہمارے ہاتھ بندھے ہونگے اور ہم اپنا دفاع بھی نہیں کر سکیں گے۔{۲۳۹} اس پر فرمایا گیا کہ ایک شہر حرام ہی کیا ساری حرمتیں ہی ادلے بدلے کی چیزیں ہیں اگر مشرکین انہیں ملحوظ رکھتے ہیں تو یقیناً تمہیں بھی انہیں ملحوظ رکھنا چاہئے اور اگر وہ انہیں پامال کرتے ہوئے تم پر حملہ آور ہوتے ہیں تو تمہیں بھی جواب دینے کا پورا حق حاصل ہے۔{۲۴۰}

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾......لیکن زیادتی کا بدلہ لینے اور دشمن کی کمینگی کا جواب دینے میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، انتقامی جذبات میں حدود سے تجاوز نہ کرو{۲۴۱}، ہوش کو جوش پر غالب رکھو، حیوانیت کو انسانیت پر حاوی نہ ہونے دو اپنا دفاع کرنا مقصد ہو، نفسانی جذبات کی تسکین ہرگز مقصد نہ ہو۔

اسلام کے علاوہ اور کونسا مذہب ہے جو میدانِ جنگ میں بھی تقویٰ، خوفِ خدا، للّٰہیت، رحم، عدل اور اعلیٰ اخلاقیات کی تعلیم دیتا ہو۔

﴿۱۹۵﴾ جہاد کے لئے صرف جسم وجان کی ضرورت نہیں مال خرچ کرنے کی بھی ضرورت ہے، غریب مجاہدین کے اخراجات، اسلحہ کی خریداری، شہداء کی کفالت اور زخمیوں کا علاج معالجہ یہ سب مصارف اہلِ ثروت سے مالی ایثار کا تقاضا کرتے ہیں۔

﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾......اے مسلمانو! اگر تم نے جہاد وقتال سے جان چرائی یا جہادی اخراجات کی تکمیل میں بخل سے کام لیا تو یہ خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہوگا۔{۲۴۲}

{۲۳۹} ابن کثیر ۱/۲۲۸
{۲۴۰} ”والحرمات قصاص“ القصاص هو المحازاة من جهة الفعل او القول او البدن وهو فى هذا الموضع من جهة الفعل (ابن جرير)
{۲۴۱} واتقوا ايها المؤمنون فى حرماته وحدوده ان تعتدوا فيها (حواله مذكوره)
{۲۴۲} قرطبى ۲/۳۶۱

﴿وَاَحۡسِنُوۡا﴾ ......جوکام بھی کرو خوبی کے ساتھ اور حسنِ نیت اور اخلاص کے ساتھ کرو''احسان'' ایمان کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے، جہاد، انفاق، نماز روزہ اور ہر عملِ صالح میں احسان کا ہونا اس عمل کو اللہ کی نظر میں قیمتی بنا دیتا ہے اور صاحبِ عمل اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔

حکمت وہدایت

۱۔ جہاد وقتال مسلمانوں پر فرض ہے۔(۱۹۰)

۲۔ جہاد انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی فریضہ ہے اور اس کی فرضیت کیلئے جماعت اور امام کا ہونا ضروری ہے......''قَاتِلُوۡا'' صیغہ جمع ہے اس کی عبارت النص سے جماعت کی شرط اور اقتضاء النص سے امام کی شرط ثابت ہوتی ہے۔(۱۹۰)

۳۔ اسلامی جہاد، عدل اور حق کے ساتھ ہوتا ہے اس میں کسی پر زیادتی کرنا جائز نہیں...... جنگ سے الگ تھلگ رہنے والے افراد کو قتل کرنا اور جنگی مجبوری کے بغیر باغات اور عمارات کو تباہ کرنا ''زیادتی'' میں شامل ہے۔(۱۹۰)

۴۔ اللہ کے ہاں وہی جہاد قبول ہوگا جو صرف اسی کی رضا کے لئے ہو۔(۱۹۰)

۵۔ اللہ کی نظر میں فتنہ پردازی قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔(۱۹۱)

۶۔ سرزمین حرم میں اقدامی جہاد جائز نہیں البتہ دفاعی جہاد جائز ہے۔(۱۹۱)

۷۔ اسلام قبول کر لینے والے فرد کے ہر گناہ کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔(۱۹۲)

۸۔ اگر اہل اسلام کو ستایا جائے یا دین پر عمل کرنے سے روکا جائے تو مسلمانوں پر جہاد فرض ہوگا۔(۱۹۳)

۹۔ جہاد کا مقصد لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا نہیں بلکہ اصل مقصد فتنہ کو مٹانا ہے۔(۱۹۳)

۱۰۔ ظالموں پر سختی کرنا جائز ہے۔(۱۹۳)

۱۱۔ حرمت والے مہینوں اور باقی حرمات (احرام، حرم وغیرہ) کا احترام لازم ہے۔(۱۹۴)

۱۲۔ زیادتی کرنے والے سے انتقام لینا جائز ہے مگر اتنا ہی انتقام لیا جائے جتنی اس نے زیادتی کی ہو۔(۱۹۴)

۱۳۔ بعض اوقات جزائے عمل کے لئے وہ لفظ بول دیا جاتا ہے جو عمل کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے یہاں انتقام کے لئے بھی ''اعتداء'' کا لفظ استعمال ہوا ہے حالانکہ انتقام لینا اعتداء نہیں بلکہ عدل ہے۔(۱۹۴)

۱۴۔ اہلِ ایمان وتقویٰ کو اللہ تعالیٰ کی معیت اور نصرت حاصل ہوگی۔(۱۹۴)

۱۵۔ جہاد سے اور جہاد میں مال خرچ کرنے سے جان چرانا خودکشی کرنے کے مترادف ہے۔(۱۹۵)

۱۶۔ جیسے نماز، روزہ میں احسان مطلوب ہے اسی طرح جہاد وقتال میں بھی مطلوب ہے۔(۱۹۵)

۱۷۔ اپنے اعمال میں احسانی کیفیت پیدا کرنے والے لوگ محبوبانِ خدا ہیں۔(۱۹۵)

احکامِ حج وعمرہ

(۱۹۶......۱۹۷)

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ

اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے واسطے پھر اگر تم روک دیئے جاؤ تو تم پر ہے جو کچھ کہ میسّر ہو قربانی سے اور حجامت نہ کرو اپنے سروں کی

حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ

جب تک پہنچ نہ چکے قربانی اپنے ٹھکانے پر پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کو تکلیف ہو سر کی تو بدلا دیوے روزے

صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ٚ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ

یا خیرات یا قربانی پھر جب تمہاری خاطر جمع ہو تو جو کوئی فائدہ اٹھائے عمرہ کو ملا کر حج کے ساتھ تو اس پر ہے جو جو کچھ میسّر ہو

مِنَ الْهَدْیِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ

قربانی سے پھر جس کو قربانی نہ ملے تو روزے رکھے تین حج کے دنوں میں اور سات روزے جب لوٹو

عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ

یہ دس روزے ہوئے پورے یہ حکم اس کے لئے ہے جس کے گھر والے نہ رہتے ہوں مسجد الحرام کے پاس اور ڈرتے رہو اللہ سے

اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ

اور جان لو کہ بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے حج کے چند مہینے ہیں معلوم پھر جس نے لازم کر لیا ان میں حج

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؔؕ وَتَزَوَّدُوْا

تو بے حجاب ہونا جائز نہیں عورت سے اور نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا حج کے زمانہ میں اور جو کچھ تم کرتے ہو نیکی اللہ اس کو جانتا ہے اور زاد راہ لے لیا کرو کہ

فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

بیشک بہتر فائدہ زاد راہ کا بچنا ہے سوال سے اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقلمندو

تسہیل: حج یا عمرہ کا ارادہ ہو تو اللہ کی رضا کے لئے انہیں پورا پورا ادا کیا کرو پھر اگر کسی بھی وجہ سے حج وعمرہ کے پورا کرنے سے روک دیئے جاؤ تو جو بھی قربانی کا جانور میسّر ہو اسے ذبح کر دو اور احرام کھولنے کی غرض سے اس وقت تک سر نہ منڈواؤ جب تک کہ قربانی کا جانور اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے البتہ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو اسے اجازت ہے کہ وہ سر منڈا کر فدیہ دے دے یا تو تین روزے رکھ کر یا چھ مسکینوں کو صدقہ

خیرات دے کر یا جانوروں کی قربانی دے کر، لیکن جب تم حالتِ اطمینان میں ہوتو پھر جو شخص حج کے ساتھ عمرہ سے بھی فائدہ اٹھانا چاہے اسے جو بھی قربانی میسر ہو وہ ذبح کر ڈالے اور جسے قربانی کا جانور میسر نہ آسکے تو اس پر لازم ہے کہ وہ تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات روزے اس وقت جب تم حج سے فارغ ہو چکو یہ پورے دس روزے ہو گئے، یہ حج کے ساتھ عمرہ کو ملانے کی سھولت اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام کے آس پاس نہ رہتے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے O اعمالِ حج کے چند مہینے ہیں جو مشہور اور معلوم ہیں تو جو شخص ان ایام میں حج کرنے کی نیت کر لے تو وہ حج میں نہ تو کوئی فحش بات کرے اور نہ ہی حکم عدولی اور لڑائی جھگڑا کرے اور تم جو کوئی بھی نیک کام کرو گے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہو کر رہے گا اور زادِ راہ لے لیا کرو اور بہترین زادِ راہ تو تقویٰ ہے اور اے عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو O

﴿تفسیر﴾

شرعی احکام میں سے گیارہواں حکم حج کے بارے میں ہے۔

ویسے بھی روزوں کے مسائل، حرمت والے مہینوں اور ارضِ حرم کے احکام کے بعد حج کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ حج کا وقت صیامِ رمضان کے بعد ہی شروع ہوتا ہے۔ حج زمانہ جاہلیت میں بھی کیا جاتا تھا، اسلام نے بھی اسے باقی رکھا لیکن اس میں جو لایعنی اور مشرکانہ رسمیں شامل ہو گئی تھیں اسلام نے انہیں ختم کر دیا۔

مذکورہ آیات قصہ حدیبیہ میں نازل ہوئیں جب ۶ھ میں مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے روک دیا گیا تھا۔

﴿۱۹۶﴾......﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾......حج اور عمرہ کو اللہ کی رضا کے لئے پورا پورا ادا کیا کرو۔

ہر عبادت کی طرح حج اور عمرہ کو پورا پورا ادا کرنے کے لئے ایک تو نیت کا خالص ہونا ضروری ہے اور دوسرے تمام ارکان اور شرائط کی ادائیگی ضروری ہے۔{۲۴۳}

حج تو ویسے ہی ہر صاحبِ استطاعت پر فرض ہے، عمرہ اگرچہ فرض نہیں لیکن جب احرام کے ذریعہ اسے شروع کر لیا جائے تو اس کو پورا کرنا بھی واجب ہو جاتا ہے۔

﴿فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ﴾ ......''اگر حج وعمرہ کے پورا کرنے سے روک دئیے جاؤ''{۲۴۴}

{۲۴۳} ای ادوهما تامين بشرائطهما وفرائضهما لوجه الله تعالىٰ بلاتوان ولانقصان (مدارك۔

{۲۴۴} الاحصار المنع من طريق البيت فالاحصار يقال فى المنع الظاهر كالعدو والمنع الباطن كالمرض (مفردات/۱۲۰)

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ یہ آیت قصہ حدیبیہ میں نازل ہوئی جب مسلمانوں کو عمرہ کرنے سے روک دیا گیا تھا حالانکہ وہ احرام باندھ چکے تھے، تو اس آیت میں ایک عام حکم دے دیا گیا کہ اے مسلمانو! اگر کسی دشمن وغیرہ کی وجہ سے تمہارے لئے حج وعمرہ کے افعال کی ادئیگی ممکن نہ رہے تو اونٹ، گائے، بکری جو بھی جانور تمہاری استطاعت میں ہو اس کی قربانی دے کر احرام کھول دو۔

﴿وَلَا تَحۡلِقُوا رُءُوسَكُمۡ﴾...... ''سر نہ منڈاؤ''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس وقت تک سر کے بال منڈوانا اور احرام کھولنا جائز نہیں جب تک کہ محرم کی قربانی اپنے مقام پر پہنچ کر ذبح نہ ہوجائے۔

احناف کے نزدیک مقامِ ذبح سے مراد حدودِ حرم ہیں تو جب تک قربانی کا جانور حرم مکی میں پہنچ کر ذبح نہ ہوجائے اس وقت تک محرم کیلئے احرام سے نکلنا جائز نہیں۔{۲۴۵}

﴿فَمَنۡ كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا﴾...... ''اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو''۔

اگر محرم کے سر میں جوویں پیدا ہوجائیں یا زخم لگ جائے یا کوئی ایسی بیماری ہو جسکی وجہ سے مجبوراً بال منڈانے پڑ جائیں تو اس کیلئے بال منڈانا جائز ہوگا مگر اس پر فدیہ لازم ہوگا وہ یہ کہ تین روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا قربانی کرے۔{۲۴۶}

﴿فَمَن تَمَتَّعَ بِالۡعُمۡرَةِ إِلَى الۡحَجِّ﴾...... ''جو شخص حج کے ساتھ عمرہ سے فائدہ اٹھانا چاہے''

اہلِ جاہلیت کا خیال تھا کہ حج کے مہینے شروع ہونے کے بعد حج اور عمرہ کا جمع کرنا سخت گناہ ہے{۲۴۷} قرآن نے ان کے اس خیال کی اصلاح کر دی کہ جو لوگ حدودِ حرم میں رہتے ہیں ان کے لیے تو ایک سفر میں حج اور عمرہ کرنا جائز نہیں لیکن جو لوگ حرم کی حدود سے باہر رہتے ہیں وہ حج کے ساتھ عمرہ بھی ادا کر سکتے ہیں۔

پھر حج کے ساتھ عمرہ کو جمع کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ میقات ہی سے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ لیا جائے اس حج کو اصطلاح میں قران کہا جاتا ہے اور حج کرنیوالے کو قارن کہتے ہیں، قارن کو حج سے فارغ ہونے تک حالتِ احرام ہی میں رہنا پڑتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھا جائے اور عمرہ سے فارغ ہو کر احرام کھول دیا جائے پھر آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ جانے سے پہلے حرم کے اندر ہی حج کا احرام باندھ لیا جائے، اس

{۲۴۵} احکام القرآن للجصاص ۱/۲۷۲

{۲۴۶} اعلاہ بدنة واوسطه بقرة وادناه شاة (معالم التنزیل)

{۲۴۷} لان العرب فی الجاهلیة كانت لاتعرف العمرة فی اشهر الحج وتنكرها اشد الانكار (احكام القرآن للجصاص۔ ۱/۲۸۳)

حج کا اصطلاحی نام تمتع ہے اور ایسا حج کرنے والے کو متمتع کہتے ہیں۔

قارن اور متمتع دونوں پر دمِ شکر واجب ہوتا ہے یعنی حج وعمرہ دونوں کی سعادت حاصل ہونے پر وہ اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے اپنی سہولت کے مطابق جانور کی قربانی دیتا ہے لیکن اگر غربت وغیرہ کی وجہ سے وہ قربانی نہ کر سکے تو اس پر دس روزے واجب ہوجاتے ہیں جن میں سے تین روزے نو ذوالحجہ سے پہلے رکھنا ضروری ہیں باقی سات روزے حج سے فارغ ہوکر کہیں بھی رکھے جاسکتے ہیں چاہے تو مکّہ مکرمہ ہی میں رکھ لے اور چاہے تو وطن واپس آ کر رکھ لے، لیکن اگر کوئی شخص ایامِ حج میں روزے نہ رکھ سکے تو اس پر قربانی کرنا ہی واجب ہے، جب قدرت ہو کسی کے ذریعہ حرم میں قربانی کرادے۔{۲۴۸}

﴿۱۹۷﴾......﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ﴾ ......''اعمالِ حج کے لئے شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن مقرر ہیں یعنی اگر کوئی چاہے تو شوال ہی سے حج کا احرام باندھ سکتا ہے البتہ شوال کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے حج کا احرام باندھنا جائز نہیں۔

﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ﴾ ......''جو شخص ان ایام میں حج کی نیت کرلے تو وہ حج میں نہ کوئی فحش بات کرے الخ''

اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ حاجی نے جیسا سلا ہوا لباس اتار کر دو چادروں کی صورت میں صاف ستھرا نیا لباس پہنا ہے جس پر اور تو اور سلائی کا بھی کوئی دھبہ نہیں یونہی وہ گناہوں کا لباس اتار کر نیکی اور تقویٰ کا لباس پہن لے اور جو شخص واقعتہً تمام آداب وشرائط کا لحاظ کرتے ہوئے حج کرتا ہے وہ ایک نئے انسان کی صورت میں سامنے آتا ہے،

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من حج ولم یرفث ولم یفسق خرج من ذنوبه کیوم ولدته امهٗ (صحیحین)	جس شخص نے اس طرح حج کیا کہ نہ کوئی فحش بات کی اور نہ ہی حکم عدولی کی تو وہ اپنے گناہوں سے پاک ہوکر ایسا ہوجائے گا جیسا کہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

حاجی کے لئے حکم ہے کہ وہ ظاہری آرائش اور حکم عدولی کی آلائش سے بچ کر حج کرے تاکہ اسے واقعتہً حج کے مقاصد اور منافع حاصل ہوسکیں۔

جو کام عام حالات میں گناہ ہیں وہ تو گناہ ہیں ہی، حج یا عمرہ کا احرام باندھ لینے والے پر بعض ایسی چیزیں بھی حرام کردی گئی ہیں جو دوسروں کے لئے جائز ہیں مثلاً ۱۔عورت کیساتھ مباشرت اور اس کے تمام متعلقات یہاں تک

{۲٤۸} احکام القرآن ۱/ ۲۹٥

کہ کھلی گفتگو بھی۔۲۔ خشکی کے جانوروں کا شکار خود کرنا یا شکاری کو بتلانا۔۳۔ بال یا ناخن کٹوانا۔۴۔ خوشبو کا استعمال۔ یہ چار چیزیں تو مرد اور عورت دونوں کے لئے حالت احرام میں ناجائز ہیں باقی دو چیزیں مردوں کے ساتھ خاص ہیں یعنی ۵۔ سلے ہوئے کپڑے پہننا۔۶۔ اور سر اور چہرے کو ڈھانپنا۔

آیت مذکورہ میں حاجی کو تین چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔

۱۔ رفث ...... مباشرت اور اس کے تمام مبادی اور دواعی {۲۴۹}

۲۔ فسوق ...... چھوٹے بڑے ہر قسم کے گناہ اور وہ تمام کام جو حالتِ احرام میں ممنوع ہیں۔ {۲۵۰}

۳۔ جدال ...... زبانی تو تکرار، گالی گلوچ، مار پیٹ، ہاتھا پائی اور تفاخر و تسابق (کبیر)

حج کا سفر بڑا صبر آزما ہوتا ہے، مختلف قوموں، زبانوں، رنگوں اور مزاجوں کے لوگ، بے پردہ نوجوان اور حسین عورتیں، بے پناہ اژدحام، مسلسل نقلِ مکانی، ناموافق موسم، مالوفاتِ زندگی سے محرومی، عزیزوں اور خادموں کی خدمت اور دلداری کا فقدان، سواری، رہائش اور حسبِ طبیعت سامانِ خورد و نوش کے حصول کے سلسلہ میں مشکلات، یہ سارے اسباب انسان کو بسا اوقات اپنے آپ میں نہیں رہنے دیتے۔

کہیں نظر بھٹک جاتی ہے، کہیں زبان بے قابو ہو جاتی ہے، کہیں جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں، کہیں لاوارث سامان دیکھ کر ہاتھ بہک جاتے ہیں اس لئے وہ علیم و حکیم رب جو بندوں کی کمزوریوں سے بھی خوب واقف ہے اور جس کا کوئی حکم بھی حکمت سے خالی نہیں ...... اس نے حج کی نیت کرنیوالے ہر انسان کو تاکید کر دی کہ ابھی سے سوچ لو حج میں ہر قسم کی فحش گوئی، حکم عدولی اور جدل و نزاع سے بچ کر رہنا ہوگا۔

﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ ...... ''اور زادِ راہ لے لیا کرو اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے''

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اہلِ یمن خالی ہاتھ حج کرنے کے لئے آجاتے تھے اور اسے وہ توکل سمجھتے تھے لیکن جب مکہ پہنچ جاتے تو لوگوں سے مانگتے پھرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا {۲۵۱} ...... (وَتَزَوَّدُوا الخ) ''زادِ راہ لے لیا کرو'' اس میں ان لوگوں کی تردید فرما دی گئی جو وسائل و اسباب کے اختیار کرنے کو خلافِ توکل سمجھتے تھے۔

ایمانی زندگی کے سفر میں سب سے بہترین زادِ راہ ''تقویٰ'' ہے جسے اللہ تعالیٰ تقویٰ کی صفت عطا فرما دیں وہ

{۲۴۹} الرفث كلام متضمن لما يستقبح ذكره من ذكر الجماع ودواعيه (مفردات/۲۰۶)
{۲۵۰} قال بعضهم الفسوق هي المعاصي كلها (ابن جرير طبرى)
{۲۵۱} صحيح بخارى ۲۰۶/۱

گناہوں سے بھی بچتا ہے اور انسانوں کے سامنے دستِ سوال بھی دراز نہیں کرتا۔{۲۵۲}

حکمت و ہدایت

۱۔ جو شخص احرام باندھ کر حج یا عمرہ کی نیت کر لے اس پر ان کا اتمام واجب ہو جاتا ہے اگر چہ نفلی حج ہی کیوں نہ ہو۔(۱۹۶) یونہی اگر کوئی شخص نفلی نماز شروع کرے تو اسے پورا کرنا بھی احناف کے نزدیک واجب ہے۔

۲۔ حج وعمرہ کی تکمیل کیلئے ضروری ہے کہ نیت بھی خالص ہو اور ممنوعات سے بچتے ہوئے تمام شرائط اور ارکان کو بھی پورا کیا جائے۔(۱۹۶)

۳۔ محصر ......وہ شخص جو ایسے حالات میں گھر جائے کہ اس کیلئے حج وعمرہ کی ادائیگی ممکن نہ رہے اس کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ حرم میں کسی بھی جانور کی قربانی دے کر احرام سے نکل جائے اور اگلے سال حج وعمرہ کی قضا کرے۔

۴۔ جو شخص مجبوری کی بناء پر ممنوعات احرام میں سے کسی کا ارتکاب کر لے اس پر فدیہ لازم ہو جاتا ہے یعنی وہ تین روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا پھر جانور ذبح کرے۔(۱۹۶)

۵۔ قارن اور متمتع پر دمِ شکر واجب ہے اور اگر دم نہ دے سکے تو دس روزے رکھے جن میں تین روزے مکہ ہی میں ذوالحجہ سے پہلے اور سات روزے حج سے فارغ ہونے کے بعد رکھے جائیں۔(۱۹۶)

۶۔ حدودِ حرم میں رہنے والوں کے لئے حج قران اور تمتع جائز نہیں۔(۱۹۶){۲۵۳}

۷۔ حج کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی تعلیمات اور احکام کی خلاف ورزی سے بچنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے(۱۹۶)

۸۔ حج ایک معین زمانے ہی میں ادا کیا جا سکتا ہے۔(۱۹۷)

۹۔ فحش گوئی، حدودِ شرع سے تجاوز اور لڑائی جھگڑا زمانہ حج کے خاص محرمات ہیں۔(۱۹۷)

۱۰۔ موسم حج کو نیک اعمال کے ساتھ خصوصی مناسبت ہے اس لئے زمانہ حج میں ان کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔

۱۱۔ وہ صوفیاء غلطی پر ہیں جو ترکِ معاش کو روحانی کمال کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔(۱۹۷)

۱۲۔ سفرِ حج کیلئے زادِ راہ بھی ضروری ہے اور زادِ عمل بھی ضروری ہے۔(۱۹۷)

۱۳۔ ایمانی زندگی کے سفر میں تقویٰ سے بہتر زادِ سفر کوئی نہیں ہے۔(۱۹۷)

۱۴۔ صاحبِ تقویٰ ہونا صاحبِ عقل ہونے کی علامت ہے۔(۱۹۷)

{۲۵۲} فان خیرزاد ماتكفون به وجوهكم عن السؤال (كبير)

{۲۵۳} اذلاتمتع ولاقران لحاضرى المسجد الحرام عندنا (مدارك)

اصلاحاتِ حج

﴿۱۹۸......۲۰۳﴾

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ

کچھ گناہ نہیں تم پر کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا پھر جب طواف کے لئے لوٹو عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو

عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ

نزدیک مشعر الحرام کے اور اس کو یاد کرو جس طرح تم کو سکھلایا اور بیشک تم تھے اس سے پہلے ناواقف پھر

اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ

طواف کے لئے پھرو جہاں سے سب لوگ پھریں، اور مغفرت چاہو اللہ سے بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے مہربان پھر جب پورے کر چکو

مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاۗءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۭ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ

اپنے حج کے کام کو تو یاد کرو اللہ کو جیسے تم یاد کرتے تھے اپنے باپ دادوں کو بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو پھر کوئی آدمی تو کہتا ہے

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا

اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں اور اس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور کوئی ان میں کہتا ہے اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں

حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ

خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے انہی لوگوں کے واسطے حصہ ہے اپنی کمائی سے اور اللہ

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ

جلد حساب لینے والا ہے اور یاد کرو اللہ کو گنتی کے چند دنوں میں پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو ہی دن میں تو اس پر گناہ نہیں

عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

اور جو کوئی رہ گیا تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں جو کہ ڈرتا ہے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو بیشک تم سب اسی کے پاس جمع ہوگے

تسہیل: اگر تم زمانہ حج میں تجارت کے ذریعے اپنے رب کا فضل تلاش کرو تو تم پر ذرا بھی گناہ نہیں پھر جب تم لوگ عرفات میں ٹھہر کر وہاں سے واپس آنے لگو تو مشعر حرام (مزدلفہ) کے پاس رات کو قیام کر کے اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور یاد بھی اسی طرح کرو جس طرح اس نے تم کو ہدایت فرمائی اور بیشک اللہ کی ہدایت سے پہلے تم بالکل ناواقف تھے ○ یہ بھی یاد رکھو کہ تم پر لازم ہے کہ وہیں سے جا کر واپس آیا کرو جہاں اور لوگ جا کر واپس آتے ہیں اور اللہ سے مغفرت طلب کیا کرو یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا اور انتہائی مہربان ہے ○ پھر جب تم حج کے اعمال پورے کر چکو تو خوب شوق اور محبت کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا کرو جس طرح کہ تم اپنے آباء اجداد کا ذکر کیا کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ محبت

کے ساتھ اللہ کو یاد کیا کرو، کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ سے یوں دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ہمیں جو کچھ دینا ہے وہ دنیا میں ہی دیدے، ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں O اور انہی میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔O یہی وہ خوش قسمت انسان ہیں جنہیں اعمال کے مطابق دونوں جگہ حصہ ملے گا اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔O اور منیٰ میں گنتی کے چند دنوں میں خوب اللہ کا ذکر کیا کرو پھر جو شخص جلدی کرتے ہوئے دو ہی دن میں منیٰ سے مکہ واپس آ گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو اس میں کچھ تاخیر کرے تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں یہ سب اس کے لئے ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور خوب یقین رکھو کہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔O

﴿تفسیر﴾

شانِ نزول: مذکورہ بالا آیات میں درحقیقت حج کے بارے میں بعض غلط فہمیوں اور خودساختہ رسموں کی اصلاح کی گئی ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز نام کے بازار لگا کرتے تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمانوں کو حج کے دنوں میں تجارت بھی گناہ کا کام محسوس ہوا چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ)۔{۲۵۴}

زمانہ جاہلیت میں حج کے دنوں میں جو بازار لگتے تھے ان میں وہ سب کچھ ہوتا تھا جو جہالت کا تقاضا تھا، اسلام آیا، دلوں میں ایمان کی روشنی پیدا ہوئی تو صحابہ کو اپنے زمانہ کفر کی ہر بیہودگی سے نفرت ہوگئی اب وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے تھے دلوں میں صحیح معنی میں تقویٰ اور احساس جاگ اٹھا تھا، ایسے ہی اہلِ ایمان کو خیال ہوا کہ کہیں ایامِ حج میں تجارت اور مزدوری وغیرہ کرنا اس عاشقانہ عبادت کے تقدس کے خلاف نہ ہو انہوں نے اللہ کے نبی ﷺ سے سوال کیا آپؐ حسبِ معمول وحی کے انتظار میں خاموش رہے، اس پر فرمان باری تعالیٰ نازل ہوا۔

﴿۱۹۸﴾......''اگر تم زمانہ حج میں تجارت کے ذریعہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں'' کیونکہ تمہارا مقصودِ اصلی عبادت ہے اور تجارت اس کے تابع ہے{۲۵۵} لیکن اگر کسی کا مقصودِ اصلی تو تجارت تھا اور ضمناً اس

{۲۵۴} صحیح بخاری ۲/۲۴۸

{۲۵۵} یدل علی ان الحج لایمنع التجارة وعلی هذا امرالناس من عصر البنی علیه السلام الی یومنا هذا فی مواسم منی ومکة فی ایام الحج (جصاص ۱/۳۱۰)

نے حج بھی کرلیا تو یہ اخلاص کے خلاف اور ثواب میں کمی کا باعث ہے۔

﴿فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ﴾......اے مسلمانو! تمہیں تجارت کی اجازت تو دے دی گئی ہے مگر یاد رکھو کہ تمہاری تجارتی مشغولیت، اللہ کے ذکر میں کمی یا اس سے محروم رہ جانے کا سبب نہیں ہونی چاہئے بلکہ جب وقوفِ عرفہ کے بعد رات کو مزدلفہ میں آکر قیام کرو تو مشعرِ حرام کے پاس حمد وثنا، تکبیر ودعا اور تلبیہ اور تھلیل کے ذریعہ اللہ کا خوب ذکر کرو اور ذکر بھی اسی کیفیت اور انداز سے ہونا چاہئے جو انداز تمہیں اللہ نے سکھایا اور بتایا ہے یعنی اخلاص، قلبی انابت، استحضار، تضرع اور عاجزی کے ساتھ اللہ کا ذکر کرو اور شکر کرو اس منعم حقیقی کا جس نے تمہیں ذکر وعبادت کی راہ دکھائی ورنہ اس کی دستگیری سے پہلے تم کھلی ہوئی ضلالت میں مبتلا تھے۔

﴿۱۹۹﴾......﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ﴾......"وہیں سے جاکر واپس آیا کرو جہاں اور لوگ جاکر واپس آتے ہیں۔"

قریش اور بعض دوسرے قبائل مثلاً کنانہ، جدیلہ اور قیس جو اپنے آپ کو "حمس" (بہادر، متصلب) اور کعبہ کے مجاور کہتے تھے وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ عرفات نہیں جاتے تھے بلکہ مزدلفہ ہی میں ٹھہر جاتے تھے اور اس سے ان کا مقصد اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے ممتاز کرنا ہوتا تھا۔{۲۵۶}

بظاہر تو وہ یہ کہتے تھے کہ عرفات چونکہ حدودِ حرم سے باہر ہے اور ہم حرم کے مجاور اور خادم ہیں اس لئے ہمارے لئے حدودِ حرم سے باہر نکلنا جائز نہیں لیکن ان کے اس عمل کا اصل محرک ان کے جاہلی فخر وغرور اور نسلی برتری کا احساس تھا۔ اسلام عدل اور مساوات کا مذہب ہے بالخصوص حج جیسی عظیم عبادت جو قدم قدم پر مساوات کے نمونے دکھاتی ہے اس میں امتیاز کیسے برداشت کیا جاسکتا تھا لہٰذا قریش اور ان کے حواریوں کو حکم دیا گیا کہ تم بھی عام لوگوں کی طرح عرفات میں جاکر پھر مزدلفہ واپس آیا کرو اور سابقہ ایام میں تم اپنے لیے جو امتیازی شان ثابت کرتے رہو اس پر اللہ سے استغفار کرو۔

﴿۲۰۱﴾......﴿فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ﴾"پھر جب تم حج کے اعمال پورے کر چکو۔"

جاہلیت کی رسوم میں سے ایک یہ تھی کہ اعمالِ حج سے فارغ ہوکر وہ منیٰ میں جمع ہوتے اور وہاں اپنے آباء واجداد کی شجاعت، سخاوت، غیرت اور صلہ رحمی جیسے اوصاف اور کارنامے بیان کرتے اور تفاخر کے طور پر انکی شان میں قصیدے پڑھتے اسی لئے نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ان مفاخر کے ترک کرنے کی خاص طور پر تعلیم دی،

{۲۵۶}صحیح بخاری ۲/۲٤۸

فرمایا:

ایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد، اے لوگو! تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا اب بھی
الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی ایک ہے کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، گورے کو
علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں، اگر
علی احمرا لابالتقویٰ .{۲۵۷} کسی کو فضیلت ہوسکتی ہے تو صرف تقویٰ کی بنیاد پر۔

آیتِ بالا میں بھی آباءواجداد کے مفاخر بیان کرنے والوں کو حکم دیا گیا کہ ان مبارک ایام کو نسلی قومی اور خاندانی برتری ثابت کرنے میں ضائع کرنے کے بجائے اللہ کے ذکر میں صرف کرو اس کی حمد وثنا کرو۔ توبہ واستغفار کرو، دعاؤں میں لگے رہو اور ان دعاؤں میں دین ودنیا کی سعادتیں اور بھلائیاں اللہ تعالیٰ سے مانگو۔

﴿فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ﴾......"کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ سے یوں دعا مانگتے ہیں الخ"

جاہلیت کی ایک اور بیہودہ رسم کی تردید کی جارہی ہے، کچھ لوگ ایسے تھے کہ وہ ایام حج میں اگرچہ ذکر ودعا کا اہتمام کرتے تھے لیکن انکے پیشِ نظر صرف دنیا ہوتی تھی "اے اللہ ہمیں رزق عطا فرما، عزت نصیب فرما، خوشحالی عطا فرما، خوب بارش برسا، مزید اولاد عطا فرما" بس اسی قسم کی دعائیں وہ مانگا کرتے تھے کبھی بھولے سے بھی ان کی زبان پر آخرت کا، جنت کا، ایمان کا اور اللہ کی رضا کا ذکر نہیں آتا تھا اللہ فرماتے ہیں کہ ایسی دنیا پرستانہ ذہنیت رکھنے والوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔{۲۵۸}

کیا آج مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ نہیں پائے جاتے جن کی ساری جہد وسعی اور عبادت ودعا کا بڑا مقصد محض حصولِ دنیا ہے، نمازیں پڑھتے ہیں تو اسی لئے، قرآن خوانیاں کراتے ہیں تو اسی لئے اور دعائیں کرتے کراتے ہیں تو اسی لیئے، اللہ کے بندوں سے تعلق رکھتے ہیں تو اسی لئے، حج عمرے صدقہ اور خیرات کرتے ہیں تو اسی لئے۔؟

﴿۱۰۲﴾ لیکن اس کوتاہ نظر گروہ کے مقابلے میں ایک دوسرا گروہ بھی ہے، جس کی نظر بہت وسیع ہے، اسکی فطرت بہت عظیم ہے، اس کے ارادے بہت بلند ہیں، اس کا تعلق اللہ کے ساتھ بڑا گہرا ہے، یہ گروہ اللہ سے دنیا وآخرت دونوں کی بھلائیاں مانگتا ہے۔ بدن کی صحت، جان ومال کی حفاظت، رزقِ حلال، وفادار بیوی، نیک اولاد، دشمن پر غلبہ، اخلاقِ فاضلہ، اعمالِ صالحہ، عقائدِ صحیحہ، عبادت پر استقامت، اوقات میں برکت ...... یہ سب

{۲۵۷} ابن کثیر ۱/۲٤۳

{۲۵۸} والمراد المشرکون، قال ابووائل والسدّی وابن زید کانت العرب فی الجاھلیة تدعوا فی مصالح الدنیا فکانوا یسألون الابل والغنم والظفر بالعدوولا یطلبون الآخرة (قرطبی ۲/٤۳۲)

چیزیں دنیا کی ''حسنہ'' میں شامل ہیں۔

اور قبر اور حشر کے عذاب سے بچاؤ، جہنم سے حفاظت، جنت میں داخلہ، حضور اکرم ﷺ کی شفاعت اور اللہ تعالیٰ کا دیدار یہ بے مثال نعمتیں آخرت کی ''حسنہ'' میں شامل ہیں یہ گروہ یوں تو اللہ سے دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائیاں مانگتا ہے لیکن اس کی نظر میں زیادہ اہمیت آخرت کی کامیابی اور ناکامی کی ہوتی ہے اسی لئے وہ ان اسباب اور معاصی سے خاص طور پر بچتا ہے جو اسے جہنم میں لیجانے کا ذریعہ بن جائیں اور اللہ تعالیٰ سے بھی جہنم کے عذاب سے پناہ کا سوال کرتا ہے۔ (وقنا عذاب النار) ''ہمیں بچالے جہنم کے عذاب سے۔'' یہ دعا دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں کی جامع ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ کثرت کے ساتھ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ {۲۵۹}

﴿۲۰۲﴾ یہ وسیع النظر گروہ جس کی نظر صرف دنیا پر نہیں بلکہ آخرت بھی اس کے پیش نظر ہے یہی گروہ اللہ کا منظورِ نظر ہے اور اسے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی نوازتے ہیں اور آخرت میں بھی اپنے فضل و کرم سے محروم نہیں رکھیں گے۔

﴿۲۰۳﴾ مشعرِ حرام میں ذکر الٰہی کے حکم کے بعد منیٰ میں بھی اللہ کو یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ ...... گنتی کے ان چند دنوں سے مراد ایامِ تشریق میں یعنی ذوالحجہ کی گیارہ سے ذوالحجہ کی تیرہ تاریخ تک۔ انہی ایام میں حجاج کرام جمرات کی رمی کرتے ہیں اور جانوروں کی قربانی دیتے ہیں اور ہر موقع پر تہلیل وتکبیر کے ذریعے اسکا ذکر کرتے ہیں ایامِ تشریق میں حاجی اور غیر حاجی سب پر نمازوں کے بعد تکبیر کہنا واجب ہے۔

﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ﴾ ...... ''جو شخص جلدی کرتے ہوئے دو ہی دن میں واپس آگیا اس پر کوئی گناہ نہیں''

منیٰ میں قیام اور جمرات پر کنکریاں مارنے کی مدت کے بارے میں اہلِ جاہلیت میں اختلاف رہا کرتا تھا بعض لوگ ذوالحج کی تیرہ تاریخ تک قیام منیٰ کو ضروری سمجھتے تھے اور بعض بارہویں تاریخ کو چلے آنا ضروری قرار دیتے تھے اور تیرھویں تک ٹھہرنے کو گناہ جانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں آسانی پیدا فرمادی ہے کہ تعجیل بھی جائز ہے اور تاخیر بھی جائز ہے، دونوں صورتوں میں کوئی گناہ نہیں، شرط صرف تقویٰ ہے جو منہیات سے بچتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اس کے اعمال اللہ قبول فرمالیتا ہے ...... صدقہ خیرات، نماز روزہ، حج اور جہاد سب کی قبولیت کے لئے بنیادی شرط تقویٰ ہے، سورۃ المائدہ میں ہے۔

{۲۵۹} كان اكثر دعوة يدعوا بها النبى صلى الله عليه وسلم يقول اللهم اتنا فى الدنيا حسنة وفى الآخره حسنة وقنا عذاب النار (بخارى ومسلم عن انس رضى الله عنه)

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔........... اللہ تو بس تقویٰ والوں کا عمل ہی قبول کرتا ہے۔

حکمت وہدایت

۱۔ دورانِ حج تجارت کی اجازت ہے لیکن مقصودِ اصلی حج ہی ہونا چاہئے۔(۱۹۸)

۲۔ کسبِ رزق حلال، طلبِ فضل الٰہی ہے۔(۱۹۸)

۳۔ مزدلفہ میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کیلئے رات گذارنا واجب ہے۔(۱۹۸)

۴۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر اسی کیفیت اور انداز سے کرنا چاہئے جیسے اللہ نے کرنے کا حکم دیا ہے۔(۱۹۸)

۵۔ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں بالخصوص ہدایت کی نعمت پر اس کا شکر ادا کرنا واجب ہے اور ادائیگیِ شکر کی بہترین صورت اللہ کا ذکر اور اس کی اطاعت ہے۔(۱۹۸)

۶۔ مناسک حج کی ادائیگی میں تمام حاجیوں کے درمیان مساوات ضروری ہے۔(۱۹۹)

۷۔ نیک اعمال کی ادائیگی کے وقت بھی استغفار کرنا چاہئے یہاں تک کہ حج اور نماز کی توفیق ملنے پر بھی استغفار کیا جائے شاید ان عبادات کا حق ہم سے ادا نہ ہوسکا ہو۔(۱۹۹)

۸۔ مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا چاہئے۔(۲۰۰)

۹۔ اللہ کے ذکر میں جذب وشوق اور عشق ومحبت کے جذبات ہونے چاہئیں۔(۲۰۰)

۱۰۔ منیٰ میں جمرات کی رمی کے وقت اللہ کا ذکر کرنا واجب ہے۔(۲۰۰)

۱۱۔ محض دنیا کے لئے عبادت اور دعا کرنے والے آخرت کی نعمتوں سے محروم رہتے ہیں۔(۲۰۰)

۱۲۔ اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اس سے دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائیاں مانگتے ہیں۔(۲۰۱)

۱۳۔ دینی اور دنیاوی تمام مقاصد کی جامع ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو یہ دعا بہت پسند ہے۔"رَبَّنَـآ اٰتِنَـا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ"

رسول اللہ ﷺ دورانِ طواف بھی یہ دعا پڑھا کرتے تھے اور ہر چکر اسی پر ختم فرماتے تھے۔

۱۴۔ منیٰ میں تین راتیں گذارنا اور جمرات کی رمی کرنا واجب ہے۔(۲۰۳)

۱۵۔ منیٰ سے بارہ ذوالحجہ کو واپس آنا جائز ہے البتہ تیرہ تک ٹھہرنا افضل ہے۔

۱۶۔ جو شخص دوسرے دن غروب آفتاب سے پہلے منیٰ سے چلا جائے اس پر تیسرے دن کی رمی واجب نہیں لیکن اگر آفتاب منیٰ میں غروب ہوگیا تو پھر تیسرے دن کی رمی سے پہلے واپس آنا جائز نہیں، البتہ تیسرے دن کی رمی

زوال آفتاب سے پہلے صبح کے بعد بھی ہوسکتی ہے۔

۱۷۔ کامل حج اسی کا ہے جو اس مبارک فریضہ کی ادائیگی کے بعد تقویٰ وطہارت جیسی صفات سے متصف ہوجائے۔(۲۰۳)

دو قسم کے لوگ

﴿۲۰۴......۲۰۷﴾

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ
اور بعضا آدمی وہ ہے کہ پسند آتی ہے تجھ کو اُس کی بات دنیا کی زندگانی کے کاموں میں اور گواہ کرتا ہے اللہ کو اپنے دل کی بات پر اور وہ

اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللّٰهُ
سخت جھگڑالو ہے اور جب پھرے تیرے پاس سے تو دوڑتا پھرے ملک میں تاکہ اُس میں خرابی ڈالے اور تباہ کرے کھیتیاں اور جانیں اور اللہ

لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۚ وَلَبِئْسَ
ناپسند کرتا ہے فساد کو اور جب اُس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو آمادہ کرے اُس کو غرور گناہ پر سو کافی ہے اُس کو دوزخ اور وہ بیشک

الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾
بُرا ٹھکانا ہے اور لوگوں میں ایک شخص وہ ہے کہ بیچتا ہے اپنی جان کو اللہ کی رضا جوئی میں اور اللہ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر

ربط: اوپر کی آیت میں دو قسم کے دعا مانگنے والوں کا ذکر تھا ایک وہ جو صرف دنیا کی دعا کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو دنیا کے ساتھ آخرت کی بھلائیوں کا بھی اللہ سے سوال کرتے ہیں، یہاں ایمان اور نفاق کے اعتبار سے دو طرح کے انسانوں کا ذکر ہے۔

تسھیل: انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے جس کی گفتگو دنیاوی زندگی میں بہت بھلی معلوم ہوتی ہے اور وہ قسمیں اٹھا اٹھا کر اپنے دل کی سچائی پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ آپ کا شدید ترین دشمن ہے O اور جب وہ آپ کی مجلس سے اٹھ کر جاتا ہے تو اس کی ساری کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ شہر میں کوئی فساد کردے اور کھیتی اور جانوروں کو تلف کردے حالانکہ اللہ فساد کو بالکل پسند نہیں کرتا O جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے تکبر گناہ پر اور زیادہ آمادہ کردیتا ہے ایسے شخص کے لئے جہنم کی سزا کافی ہے اور وہ یقیناً بہت بُرا ٹھکانہ ہے O اس کے برعکس بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی جان تک کا سودا کرلیتے ہیں اللہ ایسے بندوں پر بے حد مہربان ہے۔ O

﴿تفسیر﴾

﴿۲۰۴﴾ اخنس بن شریق ثقفی ایک منافق تھا بڑا ہوشیار، بڑا چرب زبان، بڑی پُرکشش گفتگو کرتا، مسلمانوں

سے محبت جتلاتا، ایمان کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کے دعوے کرتا اپنے دعووں کی سچائی پر قسمیں اُٹھا اُٹھا کر اللہ کو گواہ بناتا حالانکہ اس کا سینہ اسلام دشمنی، نفرت، کینہ اور جدل ونزاع کے جذبات سے بھرا پڑا تھا۔{۲۶۰}

﴿۲۰۵﴾ چنانچہ جونہی وہ حضور اکرم ﷺ کی مجلس سے اٹھ کر واپس پلٹتا اس کے اندر کی گندگی باہر آجاتی، اس کا جھوٹ کھل کر سامنے آجاتا، کہاں تو ایمان اور ایثار کے دعوے تھے اور کہاں یہ حال تھا کہ اس کا داؤ چلتا تو فتنہ وفساد اور غریب مسلمانوں کو نقصان پہنچانے سے بالکل دریغ نہیں کرتا تھا۔

یہ صرف اخنس بن شریق کی کہانی نہیں ہے بلکہ ہر معاشرے میں پائے جانے والے ان منافقوں کی کہانی ہے جن کا ظاہر کچھ ہوتا ہے اور باطن کچھ ہوتا ہے جو چرب زبانی اور جھوٹے پروپیگنڈا کے ذریعہ اپنے آپ کو انسانیت کا خادم، مسلمانوں کا غمخوار اور غریبوں کا ہمدرد باور کرادیتے ہیں لیکن درحقیقت وہ انتہا درجے کے جھوٹے، مکار، فریبی اور سنگدل ہوتے ہیں آج جبکہ حمل ونقل اور ابلاغ کے ذرائع کی تیز رفتاری کی وجہ سے دنیا سکڑ گئی ہے، اس قسم کے کردار صرف ملکی سطح پر ہی نہیں پائے جاتے بلکہ عالمی سطح پر بھی پائے جاتے ہیں، ماڈرن دنیا کے منافق بھی وہی کچھ کرتے ہیں جو کچھ زمانہ قدیم کے منافق کیا کرتے تھے یعنی فتنہ وفساد، زراعت اور معیشت کی تباہی اور نسل انسانی کی بربادی (لغت میں نسل کا معنی مویشی بھی ہے اور اولاد بھی۔){۲۶۱}

﴿۲۰۶﴾ اس قسم کے منافقوں اور دہشت گردوں کا حال یہ ہے کہ اگر اللہ کا کوئی بندہ ان سے کہہ دے ”اتق اللہ“ ارے بھائی اللہ سے ڈرو، دیکھو تو سہی کیا کررہے ہو، تمہارا قول کیا ہے اور عمل کیا ہے، تم تو امن اور بھائی چارے کے علمبردار ہو تمہیں یہ حرکتیں زیب نہیں دیتیں...... کسی مخلص انسان کا منافق کو ”اتق اللہ“ کہہ دینا ایسا ہے جیسے گالی دے دینا، وہ یکدم بھڑک اٹھتا ہے کہ مجھے اللہ سے ڈرانے کی تلقین کرنے کی جرأت اس شخص کو کیسے ہوئی، یہ ہوتا کون ہے مجھے ”اتق اللہ“ کہنے والا۔ اس منافق کو جھوٹا وقار، نخوت تکبر اور فتنہ وفساد پر مزید جری کردیتا ہے وہ حق اور اہلِ حق کے مقابلے میں مزید سخت ہوجاتا ہے، ایسے سنگدل انسان اور ازلی بدبخت کا ٹھکانہ سوائے جہنم کے اور کیا ہوسکتا ہے؟

منافق کی ان ساری علامات اور خصوصیات کے مطالعہ کے بعد بھی کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اس قسم کے لوگ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں تو ہوتے تھے مگر آج کی انسانی سوسائٹی اس قسم کے کرداروں سے یکسر خالی ہے؟

{۲۶۰} تفسیر ابن کثیر ۱/۲۴۵

{۲۶۱} مفردات۔ دوسرے حضرات نے بھی حرث اور نسل کے مختلف معنی کیے ہیں ”ذکر الازھری ان الحرث ھنا النساء والنسل الاولاد وعن الصادق ان الحرث فی ھذا الموضع الدین والنسل الناس (روح المعانی ج۲/۱۴٤)

”حرث“ سے خواتین اور ”نسل“ سے اولاد مراد لینے سے یورپین منافقوں کا مکروہ چہرہ بے نقاب ہوجاتا ہے جن کا سب سے بڑا ہدف نئی نسل اور خواتین کی تباہی اور گمراہی ہے۔

نہیں ہرگز نہیں بلکہ اس قسم کی ذہنیت اور خصوصیات کے لوگوں کو ہم دن رات گلی کوچوں شہروں اور دیہاتوں، ملکوں اور بین الاقوامی سطح پر چلتے پھرتے، سازشیں کرتے پروپیگنڈا کرتے میٹھی میٹھی باتیں کرتے، قسمیں اٹھاتے، سنگدلانہ رویہ اختیار کرتے اور فسق وفجور پھیلاتے دیکھتے ہیں۔

﴿۲۰۷﴾ اس منافق کے بالمقابل ایک مخلص کا حال بھی سن لیجئے جس کے اخلاص اور ظاہر وباطن کی یکسانیت کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ کی رضا کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ یہ آیت حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں نازل ہوئی وہ جب مکہ سے ہجرت کرنے لگے تو مشرکین نے انکا راستہ روک لیا اور کہنے لگے کہ جب تم مکہ آئے تھے تو غریب تھے یہ دولت تم نے یہیں سے کمائی ہے ہم اسے ساتھ لیجانے کی تمہیں اجازت نہیں دے سکتے، حضرت صہیبؓ نے پوچھا کہ اگر میں اپنی دولت تمہارے لیے چھوڑ دوں تو کیا تم مجھے جانے دو گے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں بڑی خوشی سے تم جا سکتے ہو، صہیبؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی دولت ان کے حوالے کردی انہوں نے مجھے چھوڑ دیا، میں نے مدینہ پہنچ کر حضور اکرم ﷺ کو سارے معاملے کی اطلاع دی تو آپؐ نے فرمایا ''صہیب نے خوب کمایا صہیب نے خوب کمایا'' {۲۶۲}

حکمت اور ہدایت

۱۔ جو لوگ ایمان اور عمل سے خالی ہوں انکی فصاحت وبلاغت سے ہرگز متاثر نہیں ہونا چاہئے۔ (۲۰۴)

۲۔ دلکش باتیں کرنا اور قسمیں کھانا یہ منافقوں اور مکاروں کا طریقہ واردات ہے۔ (۲۰۴)

۳۔ اللہ جانتا ہے، اللہ گواہ ہے...... اس قسم کے جملے بھی قسم ہی شمار ہوتے ہیں لہٰذا انہیں سوچ سمجھ کر بولنا چاہیئے تا کہ کہیں جھوٹی قسم کھانے کا گناہ سرزد نہ ہو جائے۔ (۲۰۵)

۴۔ انسانوں میں سے بدترین وہ لوگ ہیں جو فتنہ وفساد برپا کرتے ہیں، زراعت اور معیشت کو نقصان پہنچاتے ہیں اور نسل انسانی کو جسمانی اور روحانی طور پر تباہ کرتے ہیں۔ (۲۰۵)

۵۔ مومن کو اگر کہا جائے ''اتق اللہ'' (اللہ سے ڈرو) تو اسے سیخ پا نہیں ہونا چاہئے بلکہ اگر وہ غلطی پر ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ غلطی کا اعتراف کرے اُس سے فوراً رک جائے اور اللہ سے استغفار بھی کرے۔ (۲۰۶)

۶۔ نخوت اور تکبر انسان کو مزید در مزید گناہوں پر آمادہ کرتے ہیں اور اسے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ (۲۰۶)

۷۔ اللہ تعالی کی رضا کیلئے اگر کوئی شخص سارا مال بھی لُٹا دے تو یہ اسراف شمار نہیں ہوگا۔ (۲۰۷)

{۲۶۲} تفسیر ابن کثیر ۱/۲۴۷

تسلیم وانقیاد کی دعوت......اور مخالفت کی سزا

﴿۲۰۸......۲۱۲﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ

اے ایمان والو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے اور مت چلو قدموں پر شیطان کے بیشک وہ تمہارا

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾

صریح دشمن ہے پھر اگر تم بچلنے لگو بعد اس کے کہ پہنچ چکے تم کو صاف حکم تو جان رکھو کہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ

کیا وہ اسی کی راہ دیکھتے ہیں کہ آوے اُن پر اللہ ابر کے سائبانوں میں اور فرشتے اور طے ہو جاوے قصہ اور اللہ ہی کی

تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ سَلْ بَنِىْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰھُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ

طرف لوٹیں گے سب کام پوچھ بنی اسرائیل سے کس قدر عنایت کیں ہم نے اُن کو نشانیاں کھلی ہوئی اور جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت بعد اس

بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ

کے کہ پہنچ چکی ہو وہ نعمت اُس کو تو اللہ کا عذاب سخت ہے فریفتہ کیا ہے کافروں کو دنیا کی زندگی پر اور ہنستے ہیں

مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

ایمان والوں کو اور جو پرہیزگار ہیں وہ ان کافروں سے بالاتر ہوں گے قیامت کے دن، اور اللہ روزی دیتا ہے جس کو چاہے بے شمار

تسہیل: اے ایمان والو! تم اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے O اگر شریعت کے واضح دلائل پا لینے کے بعد بھی تم راہِ ہدایت سے پھسل گئے تو یقین رکھو کہ اللہ سب پر غالب بھی ہے اور حکمت والا بھی ہے O یہ لوگ صرف اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں سزا دینے کے لئے فرشتوں کو ساتھ لیے ہوئے بادل کے سائبانوں میں خود آ جائے اور سارا قصہ ہی ختم ہو جائے اور آخر کار سارے معاملات اللہ ہی کے سامنے پیش ہوں گے O آپ ذرا بنی اسرائیل سے پوچھیے تو سہی کہ ہم نے کتنی واضح نشانیاں اور نعمتیں انہیں عطا کی تھیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمت عطا ہونے کے بعد اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور اسے بدل ڈالتا ہے تو اسے اللہ سخت سزا دیتا ہے O کافروں کے لئے دنیا کی زندگی میں بڑی کشش رکھ دی گئی ہے اور اسی وجہ سے وہ مسلمان کا مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ قیامت کے دن کفر و شرک سے بچنے والے یہ مسلمان کافروں سے بالاتر ہوں گے اور انسان کو دنیاوی ساز و سامان پر غرور نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے O

﴿تفسیر﴾

اوپر کی آیت میں دو قسم کے انسانوں کا ذکر ہوا ایک وہ جس کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہے، دوسرا وہ جس کا عیاں اور نہاں یکساں ہے وہ دل و جان سے اسلام قبول کر چکا ہے اور اس کیلئے ہر قسم کی قربانی دینے کیلئے تیار ہے، اس کی نظر میں اسلام کے **سوا کوئی** دوسرا راستہ نہیں جس پر چلنے کے بارے میں سوچا بھی جائے۔

﴿۲۰۸﴾ اللہ تعالیٰ سارے اہل ایمان کو دعوت دیتے ہیں کہ تم اسی مخلص مومن کو اپنے لیے نمونہ بناؤ اور اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی یہ لوگ ایمان تو لے آئے لیکن اس کے باوجود ہفتہ کے دن کی تعظیم بھی کرتے اور **اونٹ** کے گوشت اور دودھ سے بھی احتراز کرتے تھے (ان کا خیال یہ ہوگا کہ اسلام میں "یوم السبت" کی بے تعظیمی واجب نہیں اور اونٹ کا گوشت کھانا فرض نہیں لہٰذا ہمارا یہ رویہ اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں) چنانچہ جب بعض مسلمانوں نے ان کے اس رویہ پر اعتراض کیا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ ہم دونوں شریعتوں پر عمل کر سکتے ہیں اسی طرح انہوں نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ ہمیں تورات پر عمل کرنے کی اجازت دے دیجئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ اے وہ لوگو! کہ ایمان قبول کر چکے ہو، اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہو اور اسلامی عقائد ونظریات کو قبول کرنے کا دعویٰ کرتے ہو تم اپنی عملی زندگی میں بھی اسلام **میں پورے** کے پورے داخل ہو جاؤ۔ {۲۶۳}

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے جو عقیدہ سے عمل تک، عبادت سے تجارت تک، معاشرت سے سیاست تک، زراعت سے صنعت تک ہر ہر شعبے کے بارے میں واضح ہدایات دیتا ہے لہٰذا کامل مسلمان وہی ہے جو ان تمام شعبوں میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرے۔

﴿وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ﴾ ایک طرف اسلام ہے دوسری طرف شیطنت ہے، ایک طرف ایمان ہے دوسری طرف جاہلیتِ قدیمہ اور جدیدہ ہے، ایک طرف کتاب وسنت ہے، دوسری طرف مادی تہذیب وثقافت ہے...... مسلمان وہ ہے جو کسی بھی شعبے میں اور کسی بھی صورت میں ایمان اسلام اور کتاب وسنت کو چھوڑ کر شیطنت اور جاہلیت کی پیروی نہ کرے، ایسا نہ ہو کہ عبادت میں تو کتاب وسنت کی پیروی ہو مگر تجارت، سیاست، معیشت اور معاشرت میں کافرانہ طور طریقے اختیار کر لیے جائیں۔

{۲۶۳} تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۴۸

ایک جانب تو یہ حال ہو کہ تہجد تک قضا نہ ہوتی ہو دوسری جانب تجارت میں جھوٹ، فریب، خیانت اور سود سب کچھ چل رہا ہو، اللہ کے ہاں ایسا اسلام قبول نہیں۔

﴿۲۰۹﴾ اگر واضح دلائل کی روشنی میں اسلام کی حقانیت پہچان لینے کے بعد بھی تم شیطان کے نقش قدم پر چلتے رہے اور پوری شریعت کو یا شریعت کے بعض احکام کو تم نے نظر انداز کیے رکھا تو جان لو کہ اللہ غالب ہے وہ اگر تمہیں سزا دینا چاہے تو اس کا ہاتھ کوئی روک نہیں سکتا لیکن اگر وہ تمہیں فوراً سزا نہیں دیتا تو اس میں کوئی حکمت پوشیدہ ہوگی کیونکہ وہ حکیم بھی ہے۔

﴿۲۱۰﴾......﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ﴾......"یہ لوگ صرف اس بات کے منتظر ہیں الخ"

معجزات دکھائے جا چکے، دلائل پیش کیے جا چکے، اسلام کی حقانیت روز روشن کی طرح واضح ہو چکی، اس کے باوجود جو لوگ کفر و تکذیب پر اڑے ہوئے ہیں وہ گویا اب صرف قیامت کا اور عذاب کے دن کا انتظار کر رہے ہیں جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کی طاقتور فوج کے ساتھ بادلوں کے سائے میں آ جائے گا اور پھر ان کی قسمت کا فیصلہ کر دیا جائے گا، اس وقت اگر یہ ایمان قبول کرنا بھی چاہیں گے تو بھی ان کا ایمان قبول نہیں ہوگا۔

﴿فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ﴾......"بادل کے سائبانوں میں"۔

اللہ تعالیٰ کا بادل کے سائبانوں میں آنا متشابہات میں سے ہے {۲۶۴} اور متشابہات کے بارے میں جمہور صحابہ اور اسلاف کا محتاط نظریہ یہ ہے کہ ان کے معنی اگر چہ ہمیں معلوم ہیں لیکن ان کی صحیح کیفیت اور مطلب ہمیں معلوم نہیں لہٰذا ہم ان کے مضمون کے صحیح ہونے کا یقین رکھتے ہیں لیکن کیفیت کی تحقیق اور کھوج میں ہم نہیں پڑتے کیونکہ ہماری چھوٹی سی عقل اتنی بڑی حقیقت کا ادراک کرنے سے قاصر ہے۔

﴿۲۱۱﴾ واضح دلائل اور آیات دیکھ لینے کے باوجود جو لوگ حق کی مخالفت کرتے ہیں ان کا انجام دیکھنا ہو تو بنی اسرائیل کا حال دیکھیے بلکہ انہی سے پوچھیے کہ کیسی واضح نشانیاں اور کتنی عظیم نعمتیں ہم نے انہیں عطا کی تھیں اور انہوں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

انہیں فرعون سے نجات دی، سمندر میں ان کے لئے راستے بنا دیئے گئے، پتھر سے چشمے جاری کئے گئے، من وسلویٰ اتارا گیا، تورات کی صورت میں دستور ہدایت عطا کیا گیا، نبوت وسلطنت سے سرفراز کیا گیا، ایمان اور عقیدۂ توحید جیسی عظیم نعمت سے انہیں مشرف کیا گیا لیکن انہوں نے شکر کو کفران سے، ایمان کو انکار سے اور ہدایت کو ضلالت

{۲۶۴} اجمع المعتبرون من العقلاء على انه سبحانه وتعالىٰ منزه عن المجئی او الذهاب فالاولى السكوت عن التاويل (كبير)

سے بدل دیا۔

اور اللہ کا دستور یہ ہے کہ جو بھی شخص حق وصداقت کے دلائل بدل ڈالے اور انہیں یقین اور ایمان کا ذریعہ بنانے کے بجائے کفر اور عصیان کا ذریعہ بنالے تو اسے سخت سزادی جاتی ہے{۲۶۵} چنانچہ بنی اسرائیل کے ساتھ بھی ایسے ہی ہوا، کفران اور عصیان کی وجہ سے انکے ہاتھوں سے دینی سیادت بھی گئی اور دنیاوی قیادت بھی گئی،، اللہ کی نظر میں وہ ایک ملعون اور مردود قوم ٹھہرے اور دنیا والوں کی نظر میں ان کا کوئی وقار باقی نہ رہا۔

﴿۲۱۲﴾ بنی اسرائیل ہوں یا مشرکین مکہ یا دنیا کے کسی اور ملک اور زمانے کے کفار، ان سب کی مخالفتِ حق کی اصل وجہ دنیا کی زندگی اور عیش وعشرت پر ان کی بے پناہ فریفتگی ہے۔ ایمان، اخلاقی اقدار اور اخروی زندگی کی ان کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں، وہ دنیا کے لئے جیتے اور دینا کے لئے مرتے ہیں، مادی ترقی، ظاہری چمک دمک، حیوانی جذبات کی تسکین اور مالی خوشحالی، ان کی زندگی کے اہم ترین مقاصد میں سے ہیں چنانچہ وہ ان لوگوں کو حقیر اور کم عقل سمجھ کر انکا مذاق اڑاتے ہیں جنہوں نے دین کی خاطر دنیا کی غلاظتوں اور کدورتوں کو ترک کر دیا ہے، وہ قطعی طور پر یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اس دنیا میں رہنے والا کوئی انسان محض آخرت کے ادھار وعدوں پر دنیا کی نقد لذتوں سے کنارہ کشی اختیار کر سکتا ہے لیکن بہر حال اللہ کی مخلوق میں ایسے صاحبِ عزیمت بندے بھی ہیں جن کے لئے اللہ کی رضا اور ایمان سے بڑھ کر کسی چیز کی اہمیت نہیں اور یہی الوالعزم لوگ قیامت کے دن بلند مرتبوں پر فائز ہونگے، انہیں عزت وسرفرازی نصیب ہوگی۔ اور ان کا مذاق اڑانے والے دنیا پرستوں کو ذلت اور عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

مخالفین کو اپنی دولت کی کثرت اور رزق کی فراوانی پر بڑا ناز ہے حالانکہ اللہ کی نظر میں اس کی کوئی اہمیت نہیں، وہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم رکھتا ہے۔

حکمت وہدایت

۱۔ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے، کامل مسلمان بننے کے لئے زندگی کے ہر شعبے میں اس کی تعلیمات پر عمل کرنا واجب ہے۔(۲۰۸)

۲۔ اسلام میں کسی بھی دوسرے مذہب کی پیوند کاری جائز نہیں۔(۲۰۸)

۳۔ جو شخص حرام کو حلال سمجھے یا واجب کو ترک کرے وہ شیطان کا پیروکار ہے۔(۲۰۸)

۴۔ حق کی اتباع میں اگر عالم سے لغزش ہو تو وہ جاہل سے زیادہ سزا کا حقدار ہے۔(۲۰۹)

{۲٦٥}وتبديلهم اياها ان الله اظهرها لتكون اسباب هداهم فجعلوها اسباب ضلالتهم (كشاف ۱/۲۸۱)

۵۔ کبیرہ گناہ سرزد ہونے کی صورت میں اللہ کا عذاب واقع ہونے سے ڈرنا چاہئے۔(۲۰۹)

۶۔ توبہ میں ٹال مٹول کرنا اور کسی بڑے حادثہ کا انتظار کرتے رہنا حرام ہے۔(۲۱۰)

۷۔ قرآن کریم میں بعض ایسے کلمات بھی ہیں جن کے قطعی مفہوم تک اہل علم کی بھی رسائی نہیں ہوسکتی۔(۲۱۰)

۸۔ کفرانِ نعمت سے بچنا چاہئے کیونکہ ایسا کرنے والے پر اللہ کا شدید عذاب نازل ہوسکتا ہے۔(۲۱۱)

۹۔ اللہ کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت اسلام ہے جو لوگ اس نعمت کی قدر نہیں کرتے انہیں بنی اسرائیل کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔(۲۱۱)

۱۰۔ کافر دنیا کی عیش و عشرت پر فریفتہ ہو کر آخرت کو بھول جاتا ہے۔ جبکہ مسلمان ایسا نہیں کرسکتا۔(۲۱۲)

۱۱۔ تدوین و تقویٰ اور فقر اور سادگی کی وجہ سے کسی کا مذاق اڑانا کافروں کا شیوہ ہے۔(۲۱۲)

۱۲۔ آخرت میں بلندی اور کامیابی مادی وسائل واسباب والوں کو نہیں بلکہ اصحاب ایمان وتقویٰ کو حاصل ہوگی۔(۲۱۲)

۱۳۔ رزق کی فراوانی اور ظاہری نعمتوں کی ریل پیل اللہ کی رضا کی دلیل نہیں۔(۲۱۲)

نبوت کی ضرورت اور کارِ نبوت کی مشکلات

﴿۲۱۳.....۲۱۴﴾

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً ۛ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۖ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ
تھے سب لوگ ایک دین پر پھر بھیجے اللہ نے پیغمبر خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے اور اتاری ان کے ساتھ

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ
کتاب سچی کہ فیصلہ کرے لوگوں میں جس بات میں وہ جھگڑا کریں اور نہیں جھگڑا ڈالا کتاب میں مگر انہی لوگوں نے جن کو کتاب

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ
ملی تھی اس کے بعد کہ ان کو پہنچ چکے صاف حکم آپس کی ضد سے پھر اب ہدایت کی اللہ نے ایمان والوں کو اس سچی بات کی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے

الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ
اپنے حکم سے اور اللہ بتلاتا ہے جس کو چاہے سیدھا راستہ ع۲ کیا تم کو یہ خیال ہے کہ جنت میں چلے جاؤ گے

وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى
حالانکہ تم پر نہیں گذرے حالات ان لوگوں جیسے جو ہو چکے تم سے پہلے کہ پہنچی ان کو سختی اور تکلیف اور جھڑ جھڑائے گئے یہاں تک

يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾
کہ کہنے لگا رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے کب آوے گی اللہ کی مدد سُن رکھو اللہ کی مدد قریب ہے

ربط: اوپر بتایا گیا کہ دین اور اہلِ دین سے اختلاف کرنے کی اصل وجہ حبِ دنیا ہے یہاں بھی اسی مضمون کی تائید کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ مدت سے یہی قصہ چلا آرہا ہے کہ ہم دینِ حق کی صداقت واضح دلائل سے ثابت کرتے ہیں لیکن دنیوی اغراض کے بندے پھر بھی اختلاف سے باز نہیں آتے۔

تسہیل۔ ایک زمانہ میں سب لوگ ایک ہی طریقے پر تھے لیکن ایک عرصہ کے بعد ان میں اختلافات پیدا ہوگئے جنہیں دُور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء کو بھیجا جو ماننے والوں کو بشارت سناتے تھے اور نہ ماننے والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے تھے، ان انبیاء کے ساتھ سچی کتابیں بھی نازل فرمائیں تا کہ اللہ تعالیٰ ان اعمال اور عقائد کے بارے میں فیصلہ فرمادے جن میں وہ اختلافات کرتے تھے اور یہ اختلاف واضح دلائل آجانے کے بعد ان لوگوں نے کیا جنہیں کتاب کا علم دیا گیا تھا، ان کا یہ اختلاف محض باہمی ضد اور حسد کی وجہ سے تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایمان والوں کو اس معاملہ میں حق کا راستہ دکھادیا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھادیتا ہے O کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم جنت میں بغیر کسی مشقت کے داخل ہوجاؤ گے حالانکہ تم پر ابھی ان لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گذرے ہیں ان پر سختیاں اور تکلیفیں آئیں اور انہیں مصائب سے ہلا دیا گیا یہاں تک کہ اللہ کا رسول اور اس کے ایمان والے ساتھی پکار اُٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی یاد رکھو! بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد بہت قریب ہے۔O

﴿تفسیر﴾

﴿۲۱۳﴾......﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ... ''ایک زمانہ میں سب لوگ ایک ہی طریقہ پر تھے۔'' {۲۶۶}

ابتداء میں تمام لوگ ایک ہی ملت پر تھے ان کا عقیدہ ایک تھا، ان کے افکار و نظریات میں یکسانیت تھی، وحدتِ عقیدہ کا یہ دور حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ادریس علیہ السلام یا حضرت نوح علیہ السلام تک قائم رہا پھر ان کے عقائد میں اختلاف پیدا ہوگیا کوئی توحید پر قائم رہا کوئی شرک میں ملوث ہوگیا، کوئی ایمان کا ساتھ دیتا رہا کسی نے کفر کا راستہ اختیار کرلیا جب ان کے اختلافات شدت اختیار کرگئے اور حقیقت ان میں دب کر رہ گئی، پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء کرام علیھم السلام کو سچی کتابیں دے کر بھیجا اور ان کی بعثت کا بڑا مقصد یہ تھا کہ وہ حقیقت کے چہرے پر پڑے ہوئے گرد و غبار کو صاف کریں اور حق اور باطل کے درمیان واضح فیصلہ کریں تا کہ کسی کو سچ اور جھوٹ، ایمان اور کفر کے پہچاننے میں اشتباہ نہ ہو۔

{۲۶۶} كانوا على شريعة من الحق (ابن جرير)

﴿وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ﴾...... "یہ اختلاف انہی لوگوں نے کیا جنہیں کتاب کا علم دیا گیا تھا" حیرت اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اعمال اور عقائد میں اختلاف کرنے والے لوگ طبقہ جہلاء سے تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ چشمِ بدوران کا تعلق اہلِ علم سے تھا۔

اہلِ علم کا اختلافِ رائے ایک طبعی امر ہے جب انسانوں کی استعدادیں مختلف، اذہان مختلف، ترجیحات مختلف، طبیعتیں مختلف تو ان کی آراء ہی مختلف کیوں نہ ہوں، اسلام اختلافِ رائے کو دباتا نہیں ہے بلکہ اسے صحیح رخ عطا کرتا ہے، اس کی کچھ حدود متعین کرتا ہے اور ان حدود کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر کسی کو اختلاف کی اجازت دیتا ہے۔

لیکن اُن اہلِ علم کے اختلاف کی بنیاد دلائل کے بجائے باہمی بغض وحسد اور ضدا ضدی پر قائم تھی۔

اختلافات کی اس تاریکی میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بے یارومدگار نہیں چھوڑا جو واقعی راہِ راست پر چلنا چاہتے تھے وہ نہ خواہشات کے غلام تھے نہ بغض وحسد میں مبتلا تھے، وہ سچے دل سے حق کے متلاشی تھے اور حق تک پہنچنے کیلئے بے تاب تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری فرمائی اور حق کو پہچاننا اور حق پر چلنا ان کے لئے آسان کر دیا۔

اللہ جسے چاہتا ہے اسے سیدھا راستہ دکھاتا ہے کیونکہ وہی جانتا ہے کہ کس کے دل میں صراطِ مستقیم پر چلنے کی تڑپ پائی جاتی ہے اور کون ہے جو اس سے بے پرواہ ہے۔

﴿۲۱۴﴾......﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾{۲۶۷}...... "کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم جنت میں یونہی داخل ہو جائے گے۔"

ربط۔ اوپر کی آیت میں اگر نبوت کی ضرورت کا بیان تھا تو اس آیت میں کارِ نبوت کی مشکلات کا بیان ہے۔

یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ پہلے حرص وہوس کے ان بندوں کا بیان تھا جو علم رکھتے ہوئے محض ضد اور حسد کی بناء پر اختلاف کرتے تھے اور یوں اہلِ حق کی دل آزاری کا سبب بنتے تھے اور یہاں اہل ایمان کو تسلی دی جا رہی ہے کہ تم اپنے زمانے کے کفار کے مخالفت کی وجہ سے دل چھوٹے مت کرو کیونکہ حق سے اختلاف اور اہلِ حق کے استہزاء اور ایذاء کی تاریخ بہت پرانی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی سنتِ قدیمہ رہی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو مختلف طریقوں سے آزماتا ہے، کبھی انہیں قوم نے ستایا، کبھی وہ اہلِ اقتدار کے ظلم وتشدد کا نشانہ بنے، کبھی انہیں وطن سے ہجرت کرنا پڑی، کبھی وہ فقر وفاقہ سے دوچار ہوئے، کبھی اپنی آنکھوں سے انہیں بیوی بچوں کی تڑپتی لاشیں دیکھنی پڑیں...... اہلِ حق پر آنے والی دوسری آزمائشیں تو رہیں ایک طرف،

{۲۶۷} ایها المومنون بالله ورسله (ابن جریر)

یہ آزمائش کیا کم ہے کہ وہ زندگی بھر نفسِ امارہ کے تقاضوں اور شیطانی وسوسوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور راہِ ہدایت پر جمے رہتے ہیں غرضیکہ اہلِ حق کو آزمائشوں کے سمندر سے گذرنا پڑتا ہے تب وہ اللہ کے مقرب اور محبوب بنتے ہیں۔

جب وہ فقر و فاقہ، ضرب و حرب، جور و جفا اور مصائب و شدائد کے باوجود حق پر جمے رہتے ہیں تو ان پر ستم ڈھانے والوں کے دل بھی پسیج جاتے ہیں اور ان کے مخالفین بھی قبولِ حق پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

تو یہاں مسلمانوں کو تسلی دی گئی کہ جب تم دخولِ جنت کی آرزو رکھتے ہو تو تمہیں کسی نہ کسی درجے کی آزمائش اور امتحان سے ضرور گذرنا پڑے گا۔

حکمت و ہدایت

۱۔ توحید اور ایمان اصل ہے، شرک اور کفر کی بیماری جسدِ انسانیت پر بعد میں حملہ آور ہوئی۔ (۲۱۳)

۲۔ ہر زمان اور ہر مکان میں انسان، آسمانی کتابوں اور انبیاء کی ہدایت اور راہنمائی کا محتاج ہے۔ (۲۱۴)

۳۔ انبیاء کے ساتھ آسمانی کتابیں نازل کرنے کا بڑا مقصد حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنا ہے۔ (۲۱۳)

۴۔ انبیاء کی دعوت میں بشارت بھی ہوتی ہے اور نذرات بھی ہوتی ہے ...... بشارت اہلِ ایمان و تقویٰ کے لیے اور نذرات اہلِ کفر و فسق کیلئے۔ (۲۱۳)

۵۔ کتاب اللہ اور دینِ حق میں اختلاف اور مادی اغراض کے لیے اس میں تحریف اور تبدیلی، امت کی تباہی اور پستی کی علامات میں سے ہے۔ (۲۱۳)

۶۔ مذہبی اختلافات میں، ضد اور حسد نے اکثر اہم کردار ادا کیا ہے۔ (۲۱۳)

۷۔ امتِ اسلام وہ ہے جو ضدا ضدی کی آراء اور اختلافات سے ہٹ کر کتاب و سنت کے مطابق زندگی بسر کرے۔ (۲۱۳)

۸۔ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے اسلئے بندے کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ (۲۱۳)

۹۔ دخولِ جنت کے لئے مال و جان کے ساتھ جہاد، شرعی احکام پر عمل اور آزمائشوں پر پورا اترنا ضروری ہے۔ (۲۱۴)

۱۰۔ بیماری، غربت، ہجرت اور ظاہری ناکامی کی صورت میں پہلے انبیاء اور صلحا کی طرح صبر کرنا ہوگا۔ (۲۱۴)

۱۱۔ ظاہری ناکامیاں، مالی مشکلات اور جسمانی بیماریاں کسی گروہ کے باطل پر ہونے کی علامت نہیں۔ (۲۱۴)

۱۲۔ قلق، اضطراب اور وعدہ الٰہی کے ظہور میں تاخیر پر تعجب یہ بشری عوارض ہیں۔ انبیاء، صلحاء اور اولیاء پر بھی طاری ہو سکتے ہیں (۲۱۴)

۱۳۔ جب اہلِ حق کو خوب آزمالیا جاتا ہے تو اللہ کی مدد کا وقت قریب آجاتا ہے۔ (۲۱۴)

صدقہ کے مصارف

﴿......۲۱۵......﴾

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۖ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى

تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں کہہ دو کہ جو کچھ تم خرچ کرو مال سو ماں باپ کے لئے اور قرابت والوں کے اور یتیموں کے

وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

اور محتاجوں کے اور مسافروں کے اور جو کچھ کرو گے تم بھلائی سو وہ بیشک اللہ کو خوب معلوم ہے

تسہیل: لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں آپ فرما دیجئے کہ تمہیں جو بھی خرچ کرنا ہو صحیح مصرف پر خرچ کرو مثلاً قرابت داروں پر، یتیموں پر، مسکینوں پر اور مسافروں پر اور یاد رکھو کہ تم جو بھی نیک کام کرو گے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے O

﴿تفسیر﴾

ربط: یوں تو ان آیات میں ربط اور مناسبت تلاش کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یکے بعد دیگرے شرعی احکام بیان کیے جا رہے ہیں اور یہ آیت بھی اسی سلسلہ سے تعلق رکھتی ہے، ویسے قریبی آیت میں بتایا گیا تھا کہ اختلاف کا اصل سبب حبّ دنیا ہے اور جو مخلص مؤمن ہیں وہ اللہ کی رضا کے لئے اپنے مالوں اور جانوں کی قربانیاں دیتے ہیں اور صبر کرتے ہیں، اس لئے یہاں انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دینا مناسب تھا کیونکہ یہ بھی صبر اور حوصلہ کا کام ہے۔

﴿۲۱۵﴾ .... ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ﴾ ......''لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں۔''

جو سوال اس آیت کریمہ میں ہے یہی سوال آیت ۲۱۹ میں بھی انہی الفاظ کیساتھ دہرایا گیا ہے مگر جواب دونوں جگہ مختلف ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ شان نزول میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا آیت میں جو سوال ہے وہ مقدار اور مصرف دونوں کے بارے میں تھا اور آیت ۲۱۹ میں جو سوال ہے وہ صرف مقدار کے بارے میں تھا کہ ہم کیا خرچ کریں۔ {۲۶۸}

مذکورہ بالا آیات میں سوال کے جواب میں فرمایا گیا کہ تمہیں جو بھی خرچ کرنا ہو اسے صحیح مصرف پر خرچ کرو، گویا اصل اہمیت مقدار کو حاصل نہیں ہے بلکہ اصل اہمیت مصرف اور نیت کو حاصل ہے۔

{۲۶۸} قرطبی ۲/۳۶۰

جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ سب سے پہلے اپنے والدین اور قربت داروں پر خرچ کرو ..... ان پر خرچ کرنا انسان کی فطرت کا تقاضا ہے اور اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے اس کے احکام میں بھی فطرت کی رعایت پائی جاتی ہے۔ ان پر خرچ کرنے سے کچھ بچ رہے تو پھر ان لوگوں پر خرچ کرو جن کے ضعف، احتیاج، اور غربت کو دیکھ کر ہر انسان کے دل میں جذبہ رحمت بیدار ہوتا ہے یعنی یتامی، مساکین اور مسافر۔

﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ﴾ ...... کسی بھی مصرف پر خرچ کرتے ہوئے اور بھلائی کا کوئی بھی کام کرتے ہوئے یہ ضرور یاد رکھو کہ اللہ تمہارے اس عمل سے باخبر ہے تمہاری توجہ بس اسی کی طرف ہونی چاہیے

حکمت وہدایت

۱۔ جو نہ جانتا ہو اسے صاحب علم سے سوال کرنا چاہیے ..... علم حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ ''سوال آدھا علم ہے۔'' (۲۱۵)

۲۔ والدین کا نفقہ اولاد پر واجب ہے۔ (۲۱۵)

۳۔ ماں باپ اور دوسرے اقرباء کو جو کچھ بطور ہدیہ یا ضیافت کھلایا جاتا ہے اگر اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لینے کی نیت ہو تو اجر و ثواب ملتا ہے۔ (۲۱۵)

۴۔ نفلی صدقات میں الاقرب فالاقرب پر عمل کرنا چاہیے، پہلے اپنی جان اور اہل وعیال پھر والدین اور بھائی بہن ...... یوں یہ سلسلہ آگے بڑھتا چلا جائے۔

فرضیتِ جہاد

﴿۲۱۶......۲۱۸﴾

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ

فرض ہوئی تم پر لڑائی اور وہ بری لگتی ہے تم کو اور شاید کہ تم کو بری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں اور شاید

أَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ

تم کو بھلی لگے ایک چیز اور وہ بری ہو تمہارے حق میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے تجھ سے پوچھتے ہیں

الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۖ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ

مہینہ حرام کو کہ اس میں لڑنا کیسا کہدے لڑائی اس میں بڑا گناہ ہے اور روکنا اللہ کی راہ سے اور اس کو نہ ماننا اور مسجد الحرام سے روکنا

الْحَرَامِ ۖ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهٖ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُوْنَ

اور نکال دینا اس کے لوگوں کو وہاں سے اس سے بھی زیادہ گناہ ہے اللہ کے نزدیک اور لوگوں کو دین سے بچلانا قتل سے بھی بڑھ کر ہے اور کفار تو ہمیشہ

يُقَاتِلُونَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ

تم سے لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ تم کو پھیر دیں تمہارے دین سے اگر قابو پاویں اور جو کوئی پھرے تم میں سے

عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ

اپنے دین سے پھر مر جاوے حالت کفر ہی میں تو ایسوں کے ضائع ہوئے عمل دنیا اور آخرت میں اور وہ لوگ

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ

رہنے والے ہیں دوزخ میں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور لڑے اللہ کی راہ میں

اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

وہ امیدوار ہیں اللہ کی رحمت کے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ربط: شرعی احکام میں سے تیرہواں اور چودھواں حکم جہاد اور حرمت والے مہینوں میں قتال ذکر کیا جارہا ہے......انفاق فی سبیل اللہ کا ویسے بھی جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے جو قوم خرچ نہیں کرسکتی وہ جہاد و قتال بھی نہیں کرسکتی۔لہٰذا انفاق کے بعد قتال کا ذکر بڑا مناسب ہے۔

تسہیل: تمہارے اوپر جہاد فرض کردیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں طبعاً گراں معلوم ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو جبکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو، ہر چیز کی حقیقت اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے O لوگ آپ سے حرمت والے مہینے میں لڑائی کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اس مہینہ میں عمداً لڑائی کرنا واقعی بڑا جرم ہے لیکن اللہ کی راہ سے روکنا، اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام میں لوگوں کو داخل ہونے سے منع کرنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا اللہ کے نزدیک حرم میں لڑائی سے بھی بڑا جرم ہے اور قباحت کے اعتبار سے فتنہ پردازی قتل سے بھی کہیں بڑھ کر ہے، اور یہ کفار تمہارے ساتھ ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر انکا بس چلے تو وہ تمہیں تمہارے دین ہی سے پھیر دیں اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پھر جائیں پھر انہیں کفر ہی کی حالت میں موت آجائے تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں غارت ہوجاتے ہیں یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور اسی میں ہمیشہ پڑے رہیں گے O بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا ایسے ہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور بے حد مہربان ہے O

﴿ تفسیر ﴾

﴿۲۱۶﴾ تمہارے اوپر جہاد فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں طبعاً گراں معلوم ہوتا ہے۔

اس میں شک ہی کیا ہے کہ جہاد وقتال ایک مشقت طلب امر ہے، گولہ بارود کے سائے میں اور توپوں اور ٹینکوں کی گھن گرج میں محض اللہ کی رضا کے لئے جان جوکھوں میں ڈالنا باہمت لوگوں ہی کا کام ہے۔ جہاد میں جسم زخمی ہوتے ہیں، اعضاء کٹتے ہیں، جان سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں بیوی کے بیوہ اور بچوں کے یتیم ہونے کا خیال بزدلی کو مسلط کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ان تمام خطرات کے باوجود مسلمان کو جہاد کئے بغیر چارہ نہیں اس لئے کہ جہاد محض نفلی اور اختیاری عبادت نہیں بلکہ فرض ہے، جب امیر المومنین نفیر عام یعنی سبھی مسلمانوں کو جنگ کے لئے نکلنے کا حکم دیں تو جہاد فرض عین ہوگا وگرنہ عمومی حالت میں فرض کفایہ ہے۔

﴿وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ﴾ {۲۶۹}......اللہ کہتا ہے میں تمہارا خالق ہونے کے ناتے تمہاری فطری اور طبعی کمزوریوں سے آگاہ ہوں یقیناً جہاد وقتال تمہیں طبعاً اچھا نہیں لگے گا لیکن یاد رکھو تمہاری عقل، تمہارا علم اور تجربہ سب ناقص ہیں پھر دنیاوی مفادات، مادی راحتیں اور خونی اور نسلی رشتے تمہارے ساتھ لگے ہوئے ہیں اس لئے ''ممکن ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو جبکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو۔''

یقیناً جہاد میں زخم لگتے ہیں، اعضاء متاثر ہوتے ہیں، گردنیں کٹتی ہیں لیکن برائی کا قلع قمع، ظالموں کی سرکوبی، مظلوموں کی دادرسی، مساجد کا تحفظ، عدل کا قیام اور اسلام کی سربلندی جہاد کے بغیر ممکن نہیں، اگر چند مجاہدین کے مشقت اٹھانے سے ہزاروں لاکھوں کو راحت مل سکتی ہے اور چند جانوں کی قربانی سے بے شمار مسلمانوں کے مال جان اور ناموس کو تحفظ مل سکتا ہے تو سودا برا نہیں ہے۔

﴿۲۱۷﴾ یہ آیات ایک مخصوص واقعہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔

غزوہ بدر سے دو ماہ پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نو افراد پر مشتمل چھوٹی سی جماعت حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قریش کے ایک تجارتی قافلے کی نگرانی کے لیے بطن نخلہ کی طرف روانہ کی۔ یہ وادی مکہ اور طائف کے درمیان واقع ہے۔ قریش کے قافلے میں عمرو بن حضرمی اور تین دوسرے افراد شامل تھے مسلمان مجاہدین نے حملہ کر کے عمرو بن حضرمی کو قتل کر دیا اور باقی دو کو گرفتار کر لیا، یہ واقعہ رجب کی پہلی تاریخ کو پیش آیا لیکن مجاہدین کا خیال تھا کہ یہ جمادی الاخری کی آخری تاریخ ہے، جب یہ لوگ مال غنیمت اور قیدی لیکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے مالِ غنیمت تقسیم کرنے سے انکار کر دیا فرمایا اللہ کی قسم! میں نے تمہیں حرام مہینے میں لڑنے کا حکم نہیں دیا تھا۔{۲۷۰}

{۲۶۹}شاق علیکم مکروہ طبعا (بیضاوی ۱/۴۹۹)..................{۲۷۰}مظھری ۱/۴۳۱

قریش نے اس واقعہ کی آڑ میں حضورا کرم ﷺ کے خلاف پروپیگنڈا مہم شروع کر دی کہ محمد نے شہر حرام کو حلال کر دیا، اس کی حرمت کو پامال کرتے ہوئے قتل کا ارتکاب کیا، مال چھین لیا اور بے گناہوں کو قید کر لیا۔

مشرکوں اور یہودیوں کے اس گمراہ کن پروپیگنڈا کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں (یَسْـَٔلُـوْنَكَ عَـنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ)''لوگ آپ سے حرمت والے مہینے میں لڑائی کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔'' کہ رجب کے مہینے میں آپ کے اصحاب نے جو قتال کیا ہے یہ حلال ہے یا حرام؟

تو آپ انہیں جواب دیجیے کہ یقیناً شہر حرام میں قتل وقتال گناہ ہے مگر یہ سوال کرنے کا حق تو صرف ان لوگوں کو حاصل ہے جو باقی حرمتوں کا لحاظ رکھتے ہوں اور جن لوگوں کا حال یہ ہو کہ وہ ہر اخلاقی، مذہبی، انسانی اور قومی حرمت کو پامال کرتے ہوں، اللہ کے گھر میں اللہ کی عبادت کی اجازت نہ دیتے ہوں، اللہ کی راہ پر چلنے سے روکتے ہوں، اہلِ ایمان پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھاتے ہوں، انہیں ان کے وطن سے جلا وطن کرتے ہوں انکے شر سے کیڑے مکوڑوں کو تو تحفظ حاصل ہو لیکن انہی کی قوم اور نسل سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کو تحفظ حاصل نہ ہو، فتنہ پردازی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے ہوں ایسے انسان نما درندوں کے منہ سے شہر حرام کے تقدس کی باتیں بڑی عجیب لگتی ہیں اور انہیں اس بارے میں سوال کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

﴿وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ﴾ ... ''اور یہ کفار تمہارے ساتھ ہمیشہ لڑتے رہیں گے۔''

اے مسلمانو! ان لوگوں کی نظر میں کسی چیز کی کوئی حرمت نہیں اور نہ ہی شہر حرام کی حرمت کی پامالی سے انہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے، انہیں نہ زید سے دشمنی ہے نہ بکر سے بلکہ ان کی دشمنی دین اسلام سے ہے، ان کا پروپیگنڈا، ان کی سازشیں، انکی کوششیں، اور ان کی جنگیں صرف اس لئے ہیں کہ کسی طریقے سے تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔

﴿وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ﴾ لیکن یاد رکھو اگر تم میں سے کوئی دین سے پھر گیا اور کفر کی حالت ہی میں اسے موت آ گئی تو اس کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے، نہ وہ اسے دنیا میں کچھ فائدہ دیں گے اور نہ ہی آخرت میں۔

حکمت وہدایت

۱۔ جب تک دنیا میں فتنہ اور شرک باقی ہے امت مسلمہ پر جہاد فرض ہے۔(۲۱۶)

۲۔ بسا اوقات انسان انجام سے بے خبر ہونے اور علم وعقل کے ناقص ہونے کی وجہ سے جس چیز کو پسند کرتا ہے وہ اس کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے اور جسے ناپسند کرتا ہے وہ اس کیلئے فائدہ مند ہوتی ہے۔(۲۱۶)

۳۔ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی تہہ میں بھلائی اور ہر نہی کی تہہ میں برائی ہوتی ہے۔ لہٰذا احکام پر عمل کرنا اور نواہی سے بچنا واجب ہے۔(۲۱۶)

۴۔ ماہ حرام اور بلدِ حرام کو حرمت حاصل ہے۔(۲۱۷)

۵۔ حرام مہینوں یعنی رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم میں قتال کا حکم اب منسوخ ہو چکا ہے۔(۲۱۷)

۶۔ فتنہ پردازی قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔(۲۱۷){۲۷۱}

۷۔ کفار زبان سے کچھ بھی کہتے رہیں حقیقت یہ ہے کہ انکا مسلمانوں سے سیاسی، اقتصادی، علاقائی، نسلی، ملکی اور جغرافیائی اختلاف نہیں بلکہ صرف مذہبی اختلاف ہے۔(۲۱۷)

۸۔ مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے لئے کفار ان سے جنگ کرتے رہیں گے۔(۲۱۷) .. ہر محاذ پر جنگ، خواہ وہ سیاسی ہو یا معاشی۔

۹۔ مرتد کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو جاتے ہیں دنیا میں اس کے اعمال کا ضائع ہونا یہ ہے کہ اس کی بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے، اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جاتا اور آخرت میں ضائع ہونا یہ ہے کہ اسے کسی عبادت کا ثواب نہیں ملتا اور اسے ہمیشہ کیلئے جہنم میں ڈال دیا جاتا ہے۔

۱۰۔ جن لوگوں میں تین صفات اور شرطیں پائی جاتی ہیں انہیں اللہ کی رحمت کی امید رکھنی چاہیے...... ایمان، ہجرت اور جہاد۔(۲۱۸)

شراب اور قمار کی حرمت

۲۱۹

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلِ الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾

تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوئے کا کہدے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور فائدے بھی ہیں لوگوں کو اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے اُن کے فائدہ سے اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہدے جو بچے اپنے خرچ سے اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے حکم تاکہ تم فکر کرو

ربط ۔ ابواب البر میں سے شراب اور قمار کی حرمت کا اعلان کیا جا رہا ہے۔

تسہیل ۔ لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ ان کا کیا حکم ہے، آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں چیزوں کے استعمال میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان کا گناہ ان کے

{۲۷۱} الفتنة هي ما كانوا يفتنون المسلمين عن دينهم تارة بألقاء الشبهات في قلوبهم و تارة بالتعذيب (كبير)

فائدے سے کہیں زیادہ ہے اور لوگ آپ سے یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ ہم کتنا خرچ کریں آپ فرما دیجئے کہ جتنا آسانی سے کر سکو اتنا ہی خرچ کرو اللہ تعالیٰ اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے تا کہ تم غور وفکر کرو O

تفسیر

سابقہ آیات میں قتال کے احکام کا تعلق خارجی تعلقات سے تھا اور شراب اور قمار کی حرمت کا تعلق داخلی اصلاح کے ساتھ ہے ویسے بھی جو لوگ شراب اور جوے کے عادی ہوں وہ اولاً تو میدانِ جہاد میں جا نہیں سکتے اور چلے جائیں تو سوائے پیٹھ دکھا کر بھاگنے کے کچھ کر نہیں سکتے۔

ابتداء اسلام میں شراب کو حرام نہیں کیا گیا اس لئے کہ آج کی ماڈرن دنیا کی طرح عربوں کی گھٹی میں بھی شراب پڑی ہوئی تھی، اس کا پینا پلانا عیب کی نہیں بلکہ فخر کی بات تھی، اگر نو مسلموں کو فوراً شراب جیسی نجاستوں سے روک دیا جاتا جس کے وہ سالہا سال سے عادی تھے تو وہ بدک جاتے اس لئے پہلے ان کی ایمانی تربیت کی گئی، ان کا اللہ تعالیٰ سے ٹوٹا ہوا رشتہ بحال کیا گیا جب ان کے دلوں میں اپنی عبدیت اور اللہ کی معبودیت کا یقین پیدا ہو گیا تو پھر بتدریج ان چیزوں کو حرام کر دیا گیا جنہیں اللہ تعالیٰ حرام کرنا چاہتا تھا ان میں سے ایک چیز شراب بھی ہے جسے چار مراحل میں حرام کیا گیا۔ حرمتِ خمر کے بارے میں درج ذیل ترتیب کے مطابق آیات نازل ہوئیں:

۱. وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا. (النحل/۶۷)	اور کھجوروں اور انگوروں کے پھلوں سے تم نشہ کی چیزیں اور کھانے کی عمدہ چیزیں بناتے ہو۔
۲. قُلْ فِيهِمَآ اِثْمٌ كَبِيرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ. (البقرہ/۲۱۹)	فرما دیجئے ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ فائدے بھی ہیں۔
۳. لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى. (النساء/۴۳)	تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔
۴. إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ (المائدۃ/۹۰، ۹۱) ۔{۲۷۲}	بیشک شراب اور جوا......

﴿۲۱۹﴾ ......﴿فِيهِمَآ اِثْمٌ كَبِيرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ ......"ان دونوں چیزوں کے استعمال میں بڑا گناہ ہے۔ اور لوگوں کے کچھ فائدے بھی ہیں"

{۲۷۲}التفسیر المنیر ۲/۲۹۹

شراب میں مادی آنکھ سے دیکھنے والوں کو جو فائدے کل بھی نظر آتے تھے اور آج بھی نظر آتے ہیں ان میں سے سب سے بڑا فائدہ تو شراب کی تجارت ہے، کتنے ہی لوگ ہیں، جنھوں نے اپنا روزگار ہی شراب سے وابستہ کر رکھا ہے، شراب کا خام مال فراہم کرنے والوں اور بنانے کی فیکٹریوں سے لیکر فروخت اور تقسیم تک لاکھوں لوگ اس غلاظت سے متعلق ہو چکے ہیں پھر یہ کہ شراب سے لذت حاصل ہوتی ہے، طبیعت میں نشاط اور ایسی مستی پیدا ہو جاتی ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے بخیل، سخی اور بزدل، بہادر بن جاتا ہے، شھوانی جذبات ابھرتے ہیں، چہرے پر خاص قسم کی مکروہ سرخی آ جاتی ہے جسے شراب نوش اپنے شباب کی بازگشت سمجھتے ہیں۔

لیکن شراب کے جو دینی، اجتماعی، اخلاقی، طبّی، عقلی اور معاشرتی نقصانات ہیں وہ اس کے فوائد کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں۔

شراب کی مدہوشی میں نہ نماز ادا ہو سکتی ہے نہ اللہ کا ذکر کیا جا سکتا ہے اور نہ دوسرے واجبات میں دل لگتا ہے، ہمت پست ہو جاتی ہے، قوتِ ارادی ختم ہو جاتی ہے، شراب اس کی ایک مجبوری اور ضرورت بن جاتی ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی یقینی ہو جاتی ہے۔

معاشرتی اور اجتماعی اعتبار سے دیکھیں تو بہت سے جھگڑے، قتل وغارت گری اور ایکسیڈنٹ شراب کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

کثرتِ شراب نوشی سے صحت تباہ ہو جاتی ہے، معدہ کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے، کھانے کی خواہش کم ہو جاتی ہے، پیٹ بڑھ جاتا ہے، چہرے کی ہیئت بگڑ جاتی ہے، سل کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے جو بالآخر موت کا سبب بنتی ہے۔

شراب نوشی سے عقل بھی متاثر ہوتی ہے، انسان کی قوتِ عاملہ ضعیف ہو جاتی ہے، جس سے بعض اوقات انسان واقعی مجنوں اور دیوانہ بن جاتا ہے۔ شراب سے مالی نقصان بھی یقینی ہے نہ صرف یہ کہ نشے کے عادی انسان کا بہت سارا پیسہ اس پر ضائع ہوتا ہے بلکہ وہ نشہ کی وجہ سے کوئی کام کرنے کے قابل نہیں رہتا، شراب اخلاق کی بھی دشمن ہے، شراب نوش انسان ذلت اور کمینگی کی انتہاء پر پہنچ جاتا ہے، وہ مسخرہ سا بن کر رہ جاتا ہے، سنجیدگی رخصت ہو جاتی ہے، اس کے اندر نہ امانت و دیانت باقی رہتی ہے اور نہ ہی وقار اور احساسِ ذمہ داری سے اس کا تعلق باقی رہتا ہے، وہ چند ٹکوں کے عوض ملکی اور ملّی راز فاش کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

قمار کا بھی یہی حال ہے۔ اس میں ظاہری فائدہ تو یہ تھا کہ جو جیت جاتا اسے ایک دم بہت ساری دولت ہاتھ آ جاتی لیکن اس میں سماجی اور اجتماعی نقصانات بہت سارے تھے۔

قمار انسان کو خود غرض بنا دیتا ہے، ایسا شخص مفت خوری اور سھل پسندی کا عادی ہو جاتا ہے وہ بالکل باطل طریقے سے دوسرے کے مال کو ہضم کرتا ہے جس کے نتائج اور بُرے اثرات سے اس کی اولاد تک محفوظ نہیں رہ سکتی، جس کے ہاتھ سے مال جاتا ہے اس کے دل میں جیتنے والے کے لیے نفرت اور عداوت بیٹھ جاتی ہے۔ سورۃ المائدہ میں اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ وَیَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ.

شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان دشمنی اور کینہ ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔

قرآن ہر قسم کی شراب اور جوئے کو حرام قرار دیتا ہے خواہ اس کا نام کچھ ہی کیوں نہ ہو، لاٹری، سٹّہ، پرائز بونڈ یہ سب جوئے کی جدید صورتیں ہیں اور حرام ہیں عربوں میں بھی کئی قسم کے جوئے رائج تھے جن میں سے ایک قسم یہ بھی تھی کہ اونٹ ذبح کر کے اس کے حصے تقسیم کرنے میں جوا کھیلا جاتا تھا بعض کو ایک یا زیادہ حصے ملتے، بعض محروم رہتے تھے، محروم رہنے والے کو پورے اونٹ کی قیمت ادا کرنی پڑتی تھی البتہ سارا گوشت فقراء میں تقسیم کرتے تھے خود استعمال نہیں کرتے تھے، اس خاص جوئے میں چونکہ فقراء کا فائدہ تھا اور جوا کھیلنے والوں کی سخاوت بھی ظاہر ہوتی تھی اس لئے اس کھیل کو باعثِ فخر سمجھتے تھے اور جو اس میں شریک نہ ہوتا اسے کنجوس اور منحوس کہتے تھے۔

یہ بھی تاریخ کے عجائب میں سے ہے کہ جب قرآن نے شراب اور جوئے کی حرمت کا اعلان کیا تو بڑے بڑے پرانے شرابیوں اور جواریوں نے ایک دم ان دونوں سے ہاتھ کھینچ لیا اور ہمیشہ کے لیے تائب ہو گئے۔

﴿وَیَسۡئَلُوۡنَکَ مَاذَا یُنۡفِقُوۡنَ﴾...... "اور لوگ آپ سے یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ ہم کتنا خرچ کریں"

اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جتنا آسان اور ضرورت سے زائد ہو وہ خرچ کرو، {۲۷۳} اگر تم یا تمہارے اہل وعیال ضرورت مند ہیں اور تم دوسروں پر خرچ کرتے پھرتے ہو تو پھر تمہاری اپنی زندگی مشکلات کا شکار ہو سکتی ہے اور ممکن ہے تم دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو جاؤ۔

﴿کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ﴾...... "اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام کو صاف صاف بیان کرتا ہے۔"

جیسے اس نے شراب اور جوئے کی حرمت اور قدرِ ضرورت سے زائد خرچ کرنے کے بارے میں بیان کیا اسی طرح وہ باقی احکام بھی صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم دنیا اور آخرت کے معاملات کے بارے میں غور وفکر کر سکو اور تمہیں دنیا کے فانی اور حقیر ہونے اور آخرت کے باقی اور عظیم ہونے کا علم ہو سکے۔

{۲۷۳} العفو نقیض الجھد وھو ان ینفق مالا یبلغ الفاقه منه الجھد (کشاف ۱/۲۹۰)

حکمت و ہدایت۔

۱۔ احکامِ الٰہیہ میں تدریج کی ایک مثال شراب کی حرمت بھی ہے جسے چار مراحل میں حرام قرار دیا گیا۔(۲۱۹)

۲۔ کسی چیز یا کسی کام میں چند دنیوی منافع کا ہونا اسے حرام قرار دیئے جانے کے منافی نہیں۔(۲۱۹)

۳۔ بُری سے بُری چیز میں بھی کچھ ظاہری فائدے ہو سکتے ہیں چاہے وہ چوری، ڈاکہ زنی، بدکاری، شراب نوشی، دھوکہ دہی، فریب اور جھوٹ ہی کیوں نہ ہوں مگر یہ فائدے ان کے حلال اور جائز ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتے۔(۲۱۹)

۴۔ شراب اور جوئے میں بہت سارے دینی، اجتماعی، اخلاقی، طبّی اور عقلی مفاسد پائے جاتے ہیں۔(۲۱۹)

۵۔ نفلی صدقہ میں بہتر یہ ہے کہ ذاتی اور خانگی ضروریات کو سامنے رکھ کر کیا جائے۔(۲۱۹)

۶۔ دنیا اور آخرت کے بارے میں غور و فکر مستحب ہے تا کہ ہر ایک پر اس کی اہمیت کے مطابق توجہ دی جا سکے۔(۲۱۹)

یتیم کے احوال کی اصلاح

......۲۲۰......

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ ۖ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَإِن تُخَالِطُوهُمْ

دنیا و آخرت | کی باتوں میں | اور تجھ سے پوچھتے ہیں یتیموں کا حکم | کہدے سنوارنا اُن کے کام کا بہتر ہے | اور | اگر اُن کا خرچ ملالو

فَإِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٢٠﴾

تو وہ تمہارے بھائی ہیں | اور اللہ جانتا ہے خرابی کرنے والے | اور سنوارنے والے کو | اور اگر | اللہ چاہتا | تو تم پر مشقت ڈالتا | بیشک اللہ زبردست ہے تدبیر والا

ربط۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں ان کے سامنے ایک اہم مصرف وہ بچے بھی ہیں جو یتیمی کے داغ سے دوچار ہو چکے ہیں اور جن کے ساتھ زمانۂ جاہلیت میں بڑی بے رحمی، اور ناانصافی کا سلوک ہوتا رہا ہے۔

شانِ نزول۔ جب اسلام آیا اور اس نے یتیموں کے حقوق بیان کیے اور یتیموں پر ظلم کرنے والوں کو وعیدیں سُنائیں تو صحابہ اتنے محتاط ہو گئے کہ انہوں نے اپنے زیرِ کفالت یتیموں کا کھانا پینا اور رہن سہن ہی الگ کر دیا وہ ان کے لیے کھانا الگ پکواتے، اگر کبھی وہ بچہ پورا کھانا نہ کھا سکتا تو وہ پڑا پڑا اسڑ جاتا۔

تسہیل۔ (اللہ تعالیٰ اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے تا کہ تم غور و فکر کرو) دنیا اور آخرت کے معاملات

کے بارے میں اور لوگ آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے آپ فرما دیجئے کہ انکی مصلحت کی رعایت رکھنا زیادہ بہتر ہے اور اگر تم اپنا خرچ ان کے ساتھ مشترک کرلو تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون فسادی ہے اور کون مصلح ہے، اگر اللہ چاہتا تو تمہیں پریشانی میں ڈال دیتا یقیناً اللہ غالب ہے کہ جو چاہے تمہیں حکم دے سکتا ہے اور حکمت والا بھی ہے کہ کوئی ایسا حکم نہیں دیتا جس کا پورا کرنا کسی کے بس میں نہ ہو O

تفسیر

﴿۲۲۰﴾ لوگ یتیموں کے بارے میں آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے خرچ کو علیحدہ رکھنا ضروری ہے یا اشتراک بھی کیا جاسکتا ہے آپ فرما دیجئے کہ بنیادی شرط یہ ہے کہ تمہارے دل میں یتیموں کے لیے خیر خواہی کا جذبہ ہو اگر اشتراک میں یتیم کا فائدہ نظر آتا ہے تو پھر اشتراک ہی بہتر ہوگا یہی شرط یتیم کے دوسرے معاملات میں ہے، اللہ تعالیٰ نیتوں کا حال خوب جانتا ہے اسے علم ہے کہ اشتراک سے کس کا مقصد خیر خواہی ہے اور کس کا مقصد لوٹ کھسوٹ ہے۔

اگر اللہ چاہتا تو اس بارے میں کوئی سخت حکم نازل فرما کر تمہیں مشقت میں بھی ڈال سکتا تھا لیکن وہ مسلمانوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنا چاہتا ہے، مشکلات پیدا نہیں کرنا چاہتا۔

حکمت وہدایت

۱۔ خرچ میں یتیم کے ساتھ اشتراک، اس کے لیے بیع شراء، اجارہ اور استجارہ اور اس کا نکاح کرنا کرانا جائز ہے جبکہ یہ تمام معاملات خیر خواہی پر مبنی ہوں۔ (۲۲۰)

اہلِ شرک سے نکاح

﴿......۲۲۱......﴾

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا

اور نکاح مت کرو مشرک عورتوں سے · جب تک ایمان نہ لے آئیں اور البتہ لونڈی مسلمان بہتر ہے · مشرک بی بی سے · اگر چہ وہ تم کو بھلی لگے · اور نکاح نہ کردو

الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ

مشرکین سے · جب تک وہ ایمان نہ لے آویں اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے · مشرک سے · اگر چہ وہ تم کو بھلا لگے · وہ · بلاتے ہیں دوزخ کی طرف

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾

اور اللہ بلاتا ہے · جنت کی · اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے · اور بتلاتا ہے اپنے حکم · لوگوں کو · تاکہ وہ نصیحت · قبول کریں

تسہیل ۔اور مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں، مسلمان عورت اگر چہ لونڈی ہی کیوں نہ ہو وہ آزاد مشرک عورت سے بہتر ہے گو کہ وہ تمہیں پسند ہو اسی طرح مسلمان عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مؤمن اگر چہ غلام ہی کیوں نہ ہو وہ آزاد مشرک سے بہتر ہے گو کہ وہ تمہیں پسند ہو یہ کافر لوگ تمہیں دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت اور مغفرت کی طرف بلا رہا ہے اور اپنے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں O

﴿تفسیر﴾

(۲۲۱) اسلام کی نظر میں میاں بیوی کا تعلق کوئی عارضی اور ہنگامی تعلق نہیں بلکہ بہت گہرا اور سنجیدہ تعلق ہے جس میں بہت ساری حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں، ان مصلحتوں کا تقاضا ہے کہ اور کچھ نہیں تو کم از کم زوجین کے بنیادی عقائد تو ضرور مشترک ہوں اس لئے کہ انسان کی شخصیت اور اس کے تمام معاملات پر عقائد کا بہت گہرا اثر ہوتا ہے اور اس اثر سے اولاد بھی محفوظ نہیں رہ سکتی اس لیے اسلام مشرک مردوں اور عورتوں سے تو کسی صورت بھی نکاح کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ وہ ضلالت کی طرف اور اللہ کے غضب اور جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں{۲۷٤} جبکہ اللہ کی دعوت اور اللہ کو ماننے والوں کی دعوت جنت اور مغفرت کی طرف ہے البتہ اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے مسلمان مردوں کو نکاح کی اجازت ہے لیکن پسندیدہ یہ بھی نہیں......اجازت تو اس لئے ہے کہ تین بنیادی عقائد یعنی توحید رسالت اور آخرت میں یہود و نصاریٰ بھی مسلمانوں کے ساتھ متفق ہیں یہ الگ بات ہے کہ افراط و تفریط کی وجہ سے انہوں نے ان بنیادی عقائد میں بھی باطل کی آمیزش کر لی ہے اور ان کی اکثریت کا حال تو یہ ہے کہ وہ صرف نام کے یہودی اور عیسائی رہ گئے ہیں ورنہ انہیں اپنے مذہب کے بنیادی عقائد کا نہ تو علم ہے اور نہ ہی ان سے ان کا کوئی فکری تعلق ہے اگر اس قسم کی عورت سے نکاح ہو بھی جائے اور بعد میں تحقیق سے ثابت ہو کہ اس کے عقائد اہلِ کتاب جیسے نہیں ہیں تو یہ نکاح باطل ہو گا۔

جہاں تک کتابی عورت سے نکاح کے پسندیدہ نہ ہونے کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسی عورت دینی معاملات میں اور اولاد کی مذہبی تربیت میں شوہر کی مدد تو کیا کرے گی الٹا اندیشہ یہ ہے کہ وہ اپنے غلط عقائد و نظریات اولاد کی طرف بھی منتقل کر دے گی اور اگر شوہر تدیّن و تقویٰ میں راسخ نہ ہوا تو اسے بھی اپنے رنگ میں رنگ لے گی یہی وجہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب خبر پہنچی کہ عراق و شام کے مسلمانوں میں کتابی عورتوں سے نکاح کا رواج کچھ زیادہ ہو گیا ہے تو آپ نے ایک فرمان کے ذریعہ اس سے روک دیا اور اس پر توجہ دلائی کہ یہ ازدواجی تعلق دیانۃً بھی مسلم گھرانوں کے لیے خرابی کا سبب ہے اور سیاسۃً بھی۔{۲۷۵}

{۲۷٤}ای الی الاعمال الموجبة الی النار (معالم التنزیل)......{۲۷۵}معارف القرآن ۱/ ۲٤۱......بیان القرآن ۱/ ۱۲۷

پسندیدہ نہ ہونے کے باوجود مسلمان مرد کا کتابی عورت سے نکاح جائز ہے۔

لیکن مسلمان عورت کا نکاح کتابی مرد سے کسی صورت بھی جائز نہیں اس لئے کہ عورت فطرۃً جلد متأثر ہو جاتی ہے اور مرد کے مقابلے میں کمزور بھی ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کے مذہبی عقائد کے خراب ہونے کا اندیشہ زیادہ ہے۔

حکمت وہدایت

۱۔ مشرک عورتوں سے نکاح حرام ہے البتہ کتابی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔(۲۲۱)

۲۔ کتابی عورت سے نکاح جائز ہے مگر بہتر نہیں ہے اور اگر وہ صرف نام کی کتابی ہو جبکہ اس کے عقائد الحاد و انکار پر مبنی ہوں تو اس سے نکاح باطل ہے۔

۳۔ مؤمن عورت کا نکاح، کافر کے ساتھ کسی صورت بھی جائز نہیں اگر چہ وہ مشرک ہو یا کتابی ہو۔(۲۲۱)

۴۔ مسلمان غلام اور لونڈیاں مشرکوں سے ہزار درجہ بہتر ہیں اگر چہ وہ آزاد اور خوبصورت ہی کیوں نہ ہوں۔(۲۲۱)

۵۔ مشرکین سے میل جول رکھنے سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ اپنے قول و عمل سے کفر کی طرف بلاتے ہیں۔(۲۲۱)

۶۔ قلبی دوستی صرف اہلِ ایمان سے رکھنی چاہیے کیونکہ ان کی دوستی جنت میں لیجانے کا ذریعہ بنتی ہے۔(۲۲۱)

حیض اور اس کے احکام

﴿۲۲۲......۲۲۳﴾

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ

اور تجھ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا — کہدے وہ گندگی ہے — سو تم الگ رہو عورتوں سے حیض کے وقت — اور نزدیک نہ ہو اُن کے

حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّـوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ

جب تک پاک نہ ہو دیں — پھر جب خوب پاک ہو جاویں تو جاؤ انکے پاس — جہاں سے حکم دیا تم کو اللہ نے — بیشک اللہ کو پسند آتے ہیں توبہ کرنیوالے — اور پسند آتے ہیں گندگی

الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا

سے بچنے والے — تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں — سو جاؤ اپنی کھیتی میں — جہاں سے چاہو — اور آگے کی تدبیر کرو — اپنے واسطے — اور ڈرتے رہو

اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾

اللہ سے اور جان رکھو کہ تم کو اُس سے ملنا ہے اور خوشخبری سنا ایمان والوں کو

تسہیل ۔لوگ آپ سے حیض کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ حیض گندگی ہے لہٰذا حیض کی حالت

میں عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے بچا کرو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان سے قربت نہ کرو پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان سے صحبت کر سکتے ہو جہاں سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے بے شک اللہ محبت رکھتا ہے توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں سے O تمہاری بیویاں تمہارے لیے بمنزلہ کھیت کے ہیں لہٰذا تم اپنے کھیت میں جس طرح چاہو آ سکتے ہو مگر اپنی آئندہ کی زندگی کے لیے کچھ کرتے رہو اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ تمہیں ایک نہ ایک دن اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اور اے میرے نبی! آپ ایمان والوں کو خوشخبری سنا دیجئے O

تفسیر

نزولِ قرآن کے زمانے میں حیض کے بارے میں لوگوں میں بہت افراط و تفریط پائی جاتی تھی یہود کہتے تھے کہ جو شخص حیض والی عورت کو ہاتھ بھی لگا دے گا وہ ناپاک ہو جائے گا چنانچہ وہ حائضہ کا کھانا پینا بھی الگ کر دیتے تھے۔

تورات میں ہے "جو کوئی اسے چھوئے گا شام تک نجس رہے گا......اور جو کوئی اس کے بستر کو چھوئے، اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے غسل کرے، اور شام تک ناپاک رہے......اور جو کوئی اس چیز کو جس پر وہ بیٹھی ہے چھوئے، اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے نہائے، اور شام تک ناپاک رہے......اگر مرد اس کے ساتھ سوتا ہے جس پر یہ مرد سوئے گا ناپاک ہو جائے گا"۔ (احبار ۱۵: ۱۹۔۲۴) یہ احکام تو خود توریت کے ہوئے، باقی فقہاء یہود تو اپنے تشددات میں ان حدود سے بھی کہیں آگے بڑھ گئے ہیں، اور ایسی ایسی قیدیں بیچاری عورت پر عائد کر دی ہیں کہ گویا وہ عورت نہیں کوئی بلا ہے۔ {۲۷۶}

نصاریٰ اس معاملے میں بہت ہی نرمی کرتے تھے اور حیض اور غیر حیض میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ اہلِ عرب چونکہ یہود کو اہلِ علم سمجھتے تھے اس لئے اس معاملہ میں انہی کی اتباع کرتے تھے {۲۷۷} اسی پسِ منظر میں نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا گیا جس کے جواب میں فرمایا گیا۔

﴿۲۲۲﴾ حیض گندگی اور بیماری ہے۔ ایامِ حیض میں جماع میاں بیوی دونوں کے لیے مضر ہے۔

جدید طبی تحقیقات سے بھی یہ ثابت ہو چکا ہے کہ زمانہ حیض میں جماع کرنے سے مرد اور عورت کو کئی موذی بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں یہاں تک کہ وہ دونوں بانجھ بھی ہو سکتے ہیں۔

﴿فَاِذَا تَطَهَّرْنَ﴾ ...... جب عورتیں حیض سے پاک ہو جائیں تو پھر جماع کیا جا سکتا ہے لیکن اس میں بھی

{۲۷۶} ملاحظہ ہو جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۱ ص ۳۰۱ نیز ہسٹنگز کی ڈکشنری آف دی بائبل، ج ۴/ ص ۸۲۷۔ (تفسیر ماجدی ۱/ ۱۹۱)
{۲۷۷} التفسیر المنیر ۲/ ۲۶۸

مسلمان بالکل آزاد نہیں بلکہ ایک قاعدے اور ضابطے کا پابند ہے صرف رحم کی جانب سے جماع کرنا جائز ہوگا دوسری جانب سے جائز نہیں ہوگا۔ البتہ کیفیت کے اعتبار سے آزادی ہے کہ جیسے چاہے کرے۔{۲۷۸}

اللہ اللہ کیا پاکیزہ مذہب ہے اسلام، جس میں نماز روزہ تو رہے ایک طرف، شہوت رانی تک کے قواعد وضوابط مقرر ہیں اور انسان کو بے لگام کسی مقام پر بھی نہیں چھوڑا گیا۔

﴿۲۲۳﴾......﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾......"تمہاری بیویاں تمہارے لیے بمنزلہ کھیت کے ہیں"

جہاں مباشرت سے ایک مقصد شہوانی جذبات کی تسکین ہے وہیں دوسرا اور اہم مقصد اولاد کا حصول بھی ہے اور اس سلسلہ میں عورت مرد کے لیے کھیت کی حیثیت رکھتی ہے جہاں سے اسے انسانی پیداوار حاصل ہوتی ہے اس لیے فرمایا گیا کہ تم اپنے کھیت میں جیسے چاہو آسکتے ہو لیٹ کر بھی اور بیٹھ کر بھی، آگے سے بھی اور پیچھے سے بھی، لیکن ازدواجی عمل میں بھی اپنی آگے کی زندگی کو مت بھولو اگر مباشرت میں بھی اچھی نیت کرلو گے تو وہ تمہارے لیے ذخیرۂ آخرت بن جائے گی اور اللہ کی قائم کی ہوئی حدود کی پامالی کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

حکمت وہدایت

۱۔ حیض ونفاس کے زمانے میں عورت سے جماع کرنا حرام ہے۔(۲۲۲)

۲۔ ناف اور گھٹنے کے درمیانی حصّے کے علاوہ حائضہ کے باقی جسم سے انتفاع جائز ہے۔

۳۔ اگر پوری مدت پر حیض کا سلسلہ منقطع ہو تو پھر غسل کے بغیر بھی مباشرت جائز ہے اور اگر مدت سے پہلے حیض آنا بند ہو جائے تو مباشرت جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ یا عورت غسل کرلے اور یا پھر ایک نماز کا وقت گذر جائے۔

۴۔ توبہ کے ذریعہ گناہوں کی نجاست سے اور پانی کے ذریعہ ظاہری نجاستوں سے پاک ہونا واجب ہے۔(۲۲۲)

۵۔ اپنی بیوی کے ساتھ بھی لواطت جائز نہیں جن بگڑے ہوئے اہلِ قلم نے اس کے جواز کو ثابت کیا ہے، لگتا ہے کہ ان کے دلوں میں خوفِ خدا نام کو بھی نہیں{۲۷۹} (۲۲۳)......نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے اپنی بیوی کی دبر میں مباشرت کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف دیکھے گا بھی نہیں۔{۲۸۰}

{۲۷۸}معناه كيف شئتم وحيث شئتم بعد ان يكون فى ضمام واحد (معالم التنزيل)

{۲۷۹}سئل ابن عباس رضى الله عنهما عن الذى يأتى امرأته فى دبرها فقال هذا يسألنى عن الكفر (جصاص ۱/۳۵۲)

{۲۸۰}ابن كثير ۱/۳۴۳

۶۔ مباشرت کا مقصد محض شہوت رانی نہیں حصولِ اولاد بھی ہے۔(۲۲۳)

۷۔ جہاں تک ممکن ہو سفرِ آخرت کے لیے اعمالِ صالحہ کا توشہ تیار کرنا ضروری ہے۔(۲۲۳)

۸۔ مامورات کو بجالا کر اور منہیات سے بچ کر تقویٰ کا ثبوت دینا واجب ہے۔(۲۲۳)

۹۔ یہاں رسول اللہ ﷺ کی مبارک زبان سے اللہ تعالیٰ نے ہر ایمان والے مرد اور عورت کو بشارت دی ہے...... مغفرت کی، جنت کی اور اللہ کی ملاقات کی۔(۲۲۳)

قسمیں کھانے کا حکم

﴿۲۲۴......۲۲۵﴾

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ط

اور مت بناؤ اللہ کے نام کو نشانہ اپنی قسمیں کھانے کے لئے کہ سلوک کرنے سے اور پرہیزگاری سے اور لوگوں میں صلح کرانے سے بچ جاؤ

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ

اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے نہیں پکڑتا تم کو اللہ بیہودہ قسموں پر تمہاری لیکن پکڑتا ہے تم کو اُن قسموں پر کہ جن کا قصد کیا تمہارے

قُلُوْبُكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾

دلوں نے اور اللہ بخشنے والا تحمل کرنے والا ہے

تسہیل ۔اللہ کے نام کو ایسی قسمیں کھانے کے لیے استعمال نہ کرو جن کا مقصد اپنے آپ کو نیکی، تقویٰ اور لوگوں میں صلح کرانے سے روکنا ہو، اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے O اللہ تعالیٰ بیہودہ قسموں پر تمہارا مواخذہ نہیں فرمائے گا لیکن ایسی جھوٹی قسموں پر ضرور مواخذہ فرمائے گا جن کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا ہو اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بڑا تحمل والا ہے O

﴿تفسیر﴾

﴿۲۲۴﴾ اگر کسی شخص نے قسم اٹھالی کہ میں صلہ رحمی یا صدقہ خیرات نہیں کروں گا یا فلاں دور و ٹھے ہوئے مسلمان بھائیوں کے درمیان صلح نہیں کراؤں گا تو یہ قسم ان امورِ خیر سے رکاوٹ نہیں بن سکتی بلکہ اس پر لازم ہوگا کہ وہ یہ نیک کام سرانجام دے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دے۔{۲۸۱}

﴿۲۲۵﴾ یمین کی تین قسمیں ہیں:

{۲۸۱}الصحیح للبخاری ۲/۹۹۱

۱۔ یمینِ غموس......زمانہ ماضی کے کسی معاملے کے بارے میں عمدًا جھوٹی قسم کھانا......اس قسم پر گناہ تو بہت ہوتا ہے لیکن دنیا میں کفارہ لازم نہیں ہوتا۔

۲۔ یمینِ لغو......اپنے خیال اور گمان کے مطابق کسی کام کے ہونے نہ ہونے کے بارے میں سچی قسم کھانا حالانکہ وہ کام اس کے گمان کے خلاف تھا......اس قسم پر نہ گناہ ہوتا ہے اور نہ ہی کفارہ لازم آتا ہے......یہی حکم اس قسم کا بھی ہے جو غیر ارادی طور پر زبان پر جاری ہو جائے۔

۳۔ یمینِ منعقدہ......مستقبل میں کسی کام کے کرنے کی قسم کھانا......پھر اگر قسم کھانے والے نے وہ کام کرلیا تو وہ بَری ہو جائے گا اور اگر نہ کرسکا تو اس پر کفارہ لازم آئے گا وہ یہ کہ دس مساکین کو کھانا کھلائے، یا کپڑا پہنائے یا غلام آزاد کرے ورنہ پھر تین روزے رکھے۔{۲۸۲}

حکمت وہدایت۔

۱۔ اللہ کے نام کی تعظیم واجب ہے، کثرت سے قسمیں کھانا یا قسم کھا کر اسے پورا نہ کرنا اسماء الٰہیہ کی تعظیم کے خلاف ہے۔

۲۔ ایسی قسمیں ممنوع ہیں جو نیکی کے کاموں سے روکنے والی ہوں۔(۲۲۴)

۳۔ لغو اور غیر ارادی قسموں پر نہ دنیوی مواخذہ ہے نہ اخروی۔(۲۲۵)

۴۔ جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا سخت گناہ اور قابلِ مواخذہ ہے۔(۲۲۵)

۵۔ یمینِ منعقدہ کو پورا کرنے کی صورت میں کفارہ لازم آتا ہے۔(۲۲۵)

ایلاء کا حکم

﴿۲۲۶......۲۲۷﴾

لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ ۖ فَإِن فَآءُو فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۲۲۶﴾

جو لوگ قسم کھا لیتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے سے ان کیلئے مہلت ہے چار مہینے کی پھر اگر باہم مل گئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے

وَإِنْ عَزَمُوا۟ ٱلطَّلَـٰقَ فَإِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۲۷﴾

اور اگر ٹھہرالیا چھوڑ دینے کو تو بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے

تسہیل۔ جو لوگ قسم کھا بیٹھتے ہیں کہ وہ اپنی بیوی کے قریب نہیں جائیں گے اُن کے لیے چار مہینے کی مہلت

{۲۸۲}سورۃ المائدہ۔۵/۱۷۹

ہے اگر یہ لوگ چار مہینے کے اندر رجوع کرلیں تو نکاح باقی رہے گا بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے O اور اگرانہوں نے بیوی کو چھوڑ دینے کا پختہ ارادہ کرلیا تو اللہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے O

تفسیر

﴿۲۲۶﴾...... ''ایلاء'' کا دستور زمانہ جاہلیت میں بھی تھا یعنی شوہر غصہ میں آ کر قسم کھا لیتا تھا کہ میں اپنی بیوی کے قریب نہیں جاؤں گا، بعض اوقات وہ سال دوسال بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت کے لیے ''ایلاء'' کرلیتا تھا، شوہر نہ تو بیوی کو فارغ کرتا اور نہ ہی حقوقِ زوجیت ادا کرتا۔ اس عرصہ میں عورت فضا میں معلق رہتی نہ وہ مطلقہ شمار ہوتی تھی اور نہ بیوی شمار ہوتی تھی اسے نان نفقہ سے بھی محروم رکھا جاتا تھا۔ اسلام نے ایلاء کے لیے ایک مدت مقرر کردی جو کہ چار ماہ ہے اس عرصہ میں بیوی نان نفقہ کی بھی حقدار ہوگی اور شوہر کو اپنی قسم سے رجوع کرنے کا بھی اختیار ہوگا۔

﴿۲۲۷﴾ لیکن اگر شوہر نے چار ماہ کے اندر رجوع نہ کیا تو اب میاں بیوی کا تعلقِ زوجیت ختم ہوجائے گا۔

حکمت وہدایت

۱۔ اگر کسی نے بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کھالی تو اس کی چار صورتیں ہیں ایک یہ کہ کوئی مدت معین نہ کرے، دوم یہ کہ چار مہینے کی مدت کی قید لگادے، سوم یہ کہ چار ماہ سے زیادہ کی مدت کی قید لگادے، چہارم یہ کہ چار ماہ سے کم کی مدت کا نام لے...... اوّل، دوم اور سوم کو شریعت میں ایلاء کہتے ہیں اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر چار ماہ کے اندر اس نے اپنی قسم کو توڑ ڈالا اور بیوی کے پاس چلا گیا تو قسم کا کفارہ اس پر لازم ہوگا اور نکاح باقی رہے گا اور اگر چار ماہ گذر گئے تو نکاح ختم ہوجائے گا۔ چوتھی صورت کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم توڑ دی تو کفارہ لازم ہوجائے گا اور اگر قسم پوری کرلی تو گناہ بھی نہیں ہوگا اور کفارہ بھی واجب نہیں ہوگا۔ {۲۸۳}

۲۔ شوہر کے لیے افضل یہی ہے کہ وہ مدتِ ایلاء کے اندر رجوع کرلے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دے۔ (۲۲۶)

۳۔ رجوع قول سے بھی ہوسکتا ہے اور فعل سے بھی ہوسکتا ہے...... یعنی یا تو زبان سے کہہ دے کہ میں اپنی قسم سے رجوع کرتا ہوں یا پھر مباشرت کرلے۔

۴۔ اگر شوہر نے رجوع نہ کیا تو احناف کے نزدیک چار ماہ گذرنے پر خود بخود طلاقِ بائن واقع ہوجائے گی البتہ اگر دونوں باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرلیں تو درست ہے حلالہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ {۲۸۴}

{۲۸۳} روح المعانی ۲/۱۲۹

{۲۸۴} روح المعانی ۲/۱۳۰

عدّت ورجعت اور خواتین کے حقوق

......۲۲۸......

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ

اور طلاق والی عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو تین حیض تک اور اُن کو حلال نہیں کر چھپا رکھیں

مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ

جو پیدا کیا اللہ نے اُن کے پیٹ میں اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر اور اُن کے خاوند حق رکھتے ہیں

بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ

اُن کے لوٹا لینے کا اس مدت میں اگر چاہیں سلوک سے رہنا اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے دستور کے موافق اور مردوں کو

عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾

عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ زبردست ہے تدبیر والا

تسہیل ۔طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو دوسرے نکاح سے تین حیض ختم ہونے تک روکے رکھیں اور اگر وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کے رحموں میں پیدا فرمایا ہے اُسے وہ چھپائیں اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے اندر انہیں دوبارہ اپنی زوجیت میں لینے کا زیادہ حق ہے بشرطیکہ وہ اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں اور شرعی دستور کے موافق مردوں پر عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر ہیں البتہ مردوں کو عورتوں پر کچھ فضیلت حاصل ہے اور اللہ سب اختیارات کا مالک اور بڑا حکمت والا ہے O

تفسیر

اسلام کی نظر میں نکاح صرف دو انسانوں کا معاہدہ ہی نہیں ایک شرعی عبادت بھی ہے اور تاکید بھی کی گئی ہے کہ اس معاہدہ کو زندگی بھر نبھایا جائے کیونکہ اس کے ختم ہونے سے صرف میاں بیوی ہی متأثر نہیں ہوتے بلکہ دو خاندان دو قبیلے اور پورا معاشرہ متأثر ہوتا ہے لیکن اگر نباہ کی کوئی صورت بھی باقی نہ رہے تو یہ کہہ کر طلاق کی اجازت دی گئی ہے کہ:

ابغض الحلال الی اللہ عزوجل الطلاق.{۲۸۵} حلال چیزوں میں سے اللہ عزوجل کی نظر میں سب سے قابلِ نفرت چیز طلاق ہے۔

{۲۸۵}جامع ترمذی ۳۰۳/۱

پھر طلاق کے سلسلہ میں واضح ہدایات دی گئی ہیں جو اسلام کے نظامِ طلاق کی خصوصیات کی حیثیت رکھتی ہیں اور اسے یہودیت، نصرانیت اور دیگر تمام مذاہب سے ممتاز کرتی ہیں۔

پہلی ہدایت تو یہ ہے کہ طلاق کا اختیار صرف مرد کو حاصل ہے عورت کو حاصل نہیں۔

دوسری ہدایت یہ ہے کہ وقتی جوش اور غیظ وغضب کی حالت میں طلاق نہ دی جائے۔

تیسری ہدایت یہ ہے کہ حالتِ حیض میں طلاق نہ دی جائے بلکہ ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں بیوی سے مباشرت نہ کی ہو۔

چوتھی ہدایت یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ تین طلاقیں ہی دی جاسکتی ہیں...... جبکہ زمانہ جاہلیت میں طلاق کے لیے کوئی حد اور عدد متعین نہیں تھا۔

پانچویں ہدایت یہ ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں نہ دی جائیں بلکہ ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے۔

چھٹی ہدایت یہ ہے کہ ایک یا دو طلاق دینے سے نکاح فوراً نہیں ٹوٹے گا بلکہ عدت پوری ہونے تک باقی رہے گا...... عدت گذرنے سے پہلے شوہر کو رجوع کرنے کا حق حاصل رہے گا۔

ساتویں ہدایت یہ ہے کہ تین طلاقیں اگر اکٹھی دے دی گئیں تو رشتہ نکاح فوراً ختم ہو جائے گا مگر عدّت گذارے بغیر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

آٹھویں ہدایت یہ ہے کہ اگر شوہر طلاق بھی نہ دے اور حقوقِ زوجیت بھی ادا نہ کرے تو عورت کو عدالت میں اپنا معاملہ پیش کر کے خلع لینے کا حق حاصل ہے۔{۲۸۶}

ان ہدایات کے اجمالی مطالعہ کے بعد اب آیئے ہم اس آیت کو اور اگلی آیات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

﴿۲۲۸﴾...... ﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ﴾...... ''طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو روکے رکھیں''۔

جن عورتوں کو تین طلاقیں ہوگئی ہوں وہ عدت کے اختتام تک اپنے جذبات کو قابو میں رکھیں، صبر اور انتظار کریں اور دوسری جگہ نکاح کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیں۔ عدّت کا وقفہ رکھنے میں ایک حکمت یہ ہے کہ شوہر کو اپنے فیصلے کے حسن وقبح کے بارے میں سوچنے کے لیے معقول مہلت دی جائے، ممکن ہے عدّت ختم ہونے سے پہلے زوجین کو اپنے قطع تعلق کے فیصلے پر ندامت محسوس ہو، جذبات ٹھنڈے ہو جائیں اور عقل کام کرنے لگے، محبت کی پرانی یادیں جاگ اُٹھیں اور وہ دونوں ازدواجی زندگی کو برقرار اور بحال رکھنے پر راضی ہو جائیں۔

{۲۸۶}معارف القرآن ۱/ ۵۵۷

عدت میں دوسری حکمت یہ ہے کہ پتہ چل جائے کہ رحم واقعی سابق زوجیت کے اثر سے پاک ہے اور دوسری جگہ نکاح کرنے کی صورت میں نسب کے اشتباہ کا احتمال باقی نہ رہے اسی لیے عورتوں کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ اگر بالفرض وہ حاملہ ہوں تو حمل کو چھپانا ان کے لیے حلال نہیں اگر چہ حمل کی صورت میں انہیں عقد ثانی کے لیے طویل انتظار ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

﴿وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ﴾...... ''اور ان کے شوہروں کو انہیں دوبارہ اپنی زوجیت میں لینے کا زیادہ حق ہے'' طلاقِ رجعی کی صورت میں شوہر کو رجوع کرنے کا بے شک حق حاصل ہے لیکن اس حق کو وہ اسی وقت استعمال کرسکتا ہے جب اس کی نیت اصلاح کی ہو، رجوع سے اس کا مقصد عورت کو تنگ کرنا نہ ہو بلکہ وہ نیک نیتی کے ساتھ ازدواجی حقوق ادا کرنا چاہتا ہو۔

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي﴾...... ''مردوں پر عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں الخ''

قرآن کا یہ خاص انداز ہے کہ وہ جزئیات کے ضمن میں کلیات بیان کرتا جاتا ہے، مذکورہ بالا جملہ بھی قاعدہ کلیہ کی حیثیت رکھتا ہے اگر چہ زیرِ بحث مسئلہ سے بھی اس کا گہرا تعلق ہے کہ تمہارا یہ رجوع کرنا عورت کو تکلیف دینے کے لیے نہیں ہونا چاہیے کیونکہ عورت بے حقی نہیں ہے اس کے بھی کچھ حقوق ہیں لیکن اس مسئلہ سے قطع نظر ایک اصولی بات جو بیان کی گئی ہے وہ یہ کہ حقوق اور فرائض میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں ایسا نہیں کہ عورت کے ذمہ صرف فرائض ہوں اور مرد کے لیے صرف حقوق ہوں اس لئے کہ دونوں انسان ہیں، آزاد ہیں، عاقل اور بالغ ہیں، دونوں کے ساتھ بشری تقاضے اور طبعی میلانات لگے ہوئے ہیں پھر ان کا تعلق بھی کوئی لونڈی اور آقا، ملازم اور مالک کا سا نہیں بلکہ زوجیت کا تعلق ہے جو کہ ایک رشتہ رفاقت ہے، معاہدۂ محبت ہے۔

قرآن کریم کے اس اعلان کی اہمیت اور عظمت شاید آج اتنی محسوس نہ ہو کیونکہ آج تو ہر طرف ''حقوقِ نسواں'' بلکہ ''آزادیِ نسواں'' کے جھوٹے سچے نعرے لگ رہے ہیں، اس اعلان کی عظمت کو سمجھنے کے لیے تو ہمیں اس دور کو سامنے رکھنا ضروری ہے جب عورت کی نسوانیت تو کیا اس کی انسانیت بھی مختلف فیہ تھی۔

قدیم یونان میں عورت کو شیطان کی بیٹی اور نجاست کا مجسمہ سمجھا جاتا تھا وہ غلاموں کی طرح بازاروں میں بیچی جاتی تھی میراث میں اس کا کوئی حق نہ تھا۔

رومیوں نے عورت کو جانور کا مقام دیا تھا، نکاح کو عورت کے خریدنے کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا، اصولاً عورت کو ہمیشہ نابالغ سمجھا جاتا تھا، اسے معمولی قصور پر قتل کر دیا جاتا تھا۔

اہلِ عرب زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے، ان کی کفالت کو ایک بوجھ سمجھا جاتا تھا، ان کی خرید وفروخت ہوتی تھی، ان کو رھن اور ضمان کے طور پر رکھا جاتا تھا۔

یہودیوں کے ہاں کافی عرصہ اس بارے میں اختلاف رہا کہ عورت انسان بھی ہے یا نہیں، بہت سوں کا خیال یہی تھا کہ عورت انسان نہیں بلکہ مردوں کی خدمت کے لئے ایک انسان نما حیوان ہے لہٰذا اُسے ہنسنے بولنے سے بھی روک دینا چاہیے اس لئے کہ وہ شیطان کی ترجمان ہے۔

ہندو عورت کی جداگانہ حیثیت تسلیم نہیں کرتے تھے اگر شوہر مرجائے تو قابلِ فخر عورت وہ سمجھی جاتی تھی جو شوہر کی چتا پر زندہ جل کر مرجائے۔

عیسائیوں کے ہاں عورت کی جو قدر و قیمت تھی اسکا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۵۸۲ء میں کلیسا کی ایک مجلس نے فتویٰ دیا تھا کہ عورتیں روح نہیں رکھتیں۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس وقت کلیسا کی مجلس یہ فتویٰ صادر کر رہی تھی کہ عورتوں میں روح نہیں ہوتی اس سے چند سال پہلے جزیرۃ العرب میں اللہ کا وہ آخری نبی پیدا ہو چکا تھا جس نے اعلان کیا:

حبب الیّ من دنیاکم الطیب و النساء — مجھے تمہاری دنیا میں خوشبو اور عورتیں پسند ہیں

وجعلت قرة عینی فی الصلوة. — اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

عورت کی نمایاں حیثیتیں چار ہیں ماں ہونے کی حیثیت، بیٹی، بہن اور بیوی ہونے کی حیثیت۔ ان چاروں حیثیتوں میں جو عزّت، عظمت اور محبت اسلام نے عورت کو دی ہے وہ دنیا کے کسی جدید اور قدیم قانون اور مذہب نے نہیں دی ہے۔

﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾...... ''مردوں کو عورت پر کچھ فضیلت حاصل ہے''۔

فضائل و کمالات دو قسم کے ہیں اختیاری اور غیر اختیاری...... جہاں تک اختیاری اور کسبی فضائل کا تعلق ہے ان میں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں، علم و عمل، زہد و تقویٰ، اللہ کا تقرب اور محبوبیت یہ سب چیزیں جیسے مرد کو حاصل ہو سکتی ہیں عورت کو بھی حاصل ہو سکتی ہیں لیکن نبوت و امامت، جسمانی و دماغی قوت و صلاحیت اور عائلی اور معاشرتی نظام میں مرد کو عورت پر سبقت حاصل ہے۔

مرد و زن کی مساوات کا نظریہ مغرب سے درآمد شدہ ہے اور جو لوگ اس کوشش میں ہیں کہ عورت کو ہر اعتبار سے مرد کے مساوی کر دیں وہ حقیقت میں اللہ کی فطرت کو بدلنے کی کوششیں کر رہے ہیں اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ

فطرت کو بدلنے والے ناکامی شرمندگی اور نقصان سے دوچار ہوتے ہیں۔

﴿وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾...... ''اور اللہ سب اختیارات کا مالک اور بڑا حکمت والا ہے''۔

وہ جسے چاہے فضیلت دے اور جسے چاہے سبقت دے دے اُسے کون روک سکتا ہے البتہ اس کی عطا اور تقسیم حکمت کے مطابق ہی ہوتی ہے۔

حکمت و ہدایت

۱۔ طلاق یافتہ عورت کو اگر حیض آتا ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے۔(۲۲۸){۲۸۷}

۲۔ طلاق یافتہ عورت کا اپنے حمل یا حیض کو چھپانا حرام ہے۔(۲۲۸)

۳۔ طلاقِ رجعی کی صورت میں عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔(۲۲۸)

۴۔ عدت ختم ہونے سے پہلے عورت پر سب سے زیادہ حق اس کے شوہر ہی کا ہے لہٰذا اسے نئے نکاح کا پیغام دینا بھی صحیح نہیں ہے۔(۲۲۸)

۵۔ شوہر کا رجوع اصلاح کے ارادہ سے ہونا چاہیے ایذاء کے ارادہ سے نہیں۔(۲۲۸)

۶۔ مرد اور عورت دونوں کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق بھی ہیں اور کچھ فرائض بھی ہیں۔(۲۲۸)

۷۔ مرد و زن کی مساوات کا نظریہ غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر کچھ فضیلت عطا کی ہے۔(۲۲۸)

طلاق اور خلع کے احکام

﴿۲۲۹......۲۳۰﴾

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا

طلاق رجعی ہے دو بار تک اُس کے بعد رکھ لینا موافق دستور کے یا چھوڑ دینا بھلی طرح سے اور تم کو روا نہیں کہ لے لو

مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۗ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا

کچھ اپنا دیا ہوا عورتوں سے مگر جب کہ خاوند عورت دونوں ڈریں اس بات سے کہ قائم نہ رکھ سکیں گے حکم اللہ کا پھر اگر تم لوگ ڈرو اس بات سے کہ وہ دونوں

حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۗ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا

قائم نہ رکھ سکیں گے اللہ کا حکم تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر اس میں کہ عورت بدلہ دیکر چھوٹ جاوے یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں سو اُن سے آگے مت بڑھو

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ

اور جو کوئی بڑھ چلے اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے سو وہی لوگ ہیں ظالم پھر اگر اس عورت کو طلاق دی یعنی تیسری بار تو اب حلال نہیں،

{۲۸۷}القروء جمع قرء وهو الحيض بدليل قوله عليه السلام دعى الصلوة ايام اقراءك (كشاف ۱/۲۹۸)

بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يَّتَرَاجَعَاۤ اِنۡ ظَنَّاۤ اَنۡ

اُسکو وہ عورت اُسکے بعد جبتک نکاح نہ کرے کسی خاوند سے اس کے سوا، پھر اگر طلاق دے دے دوسرا خاوند تو کچھ گناہ نہیں ان دونوں پر کہ پھر باہم مل جاویں اگر خیال کریں کہ قائم

يُّقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۳۰﴾

رکھیں گے اللہ کا حکم اور یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی بیان فرماتا ہے اُن کو واسطے جاننے والوں کے

تسہیل ۔ دو مرتبہ کی طلاق کے بعد مرد کو اختیار ہے یا تو بیوی کو اچھے طریقے سے روک لے اور یا اسے بھلائی کے ساتھ رخصت کر دے اور تمہارے لیے یہ بات حلال نہیں کہ تم نے جو کچھ انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ واپس لے لو البتہ اگر زوجین کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ اپنی ازدواجی زندگی میں اللہ کی مقرر کردہ حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو پھر اس مال کے لین دین میں ان پر کوئی گناہ نہیں ہے جو عورت اپنی جان چھڑانے کے لیے دے یہ اللہ کی حدود ہیں اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہی لوگ ظالم ہیں O پھر اگر دو طلاقوں کے بعد مرد نے تیسری طلاق بھی دے دی تو وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہوگی جب تک کہ وہ کسی دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح نہ کرے ہاں اگر دوسرا شوہر بھی اسے طلاق دے دے تو پھر پہلے شوہر کے ساتھ رشتہ زوجیت قائم کرنے میں ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہوگا بشرطیکہ دونوں کو اپنے اوپر یہ اعتماد ہو کہ وہ آئندہ اللہ کی حدود پر قائم رہ سکتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں جنہیں وہ دانشمندوں کے لیے بیان کرتا ہے O

﴿تفسیر﴾

مذکورہ بالا دو آیتوں میں تین مسائل بیان کیے گئے ہیں...... طلاق رجعی، خلع اور حلالہ...... زمانہ جاہلیت میں طلاق کی کوئی حد مقرر نہیں تھی، وہ سو بار طلاق دے کر بھی رجوع کر لیتے تھے، لیکن اسلام نے طلاق کی ایک حد مقرر کر دی ہے، کل طلاقیں تین ہیں لیکن رجوع کا حق صرف دو طلاقوں کے بعد ہے، تیسری طلاق کے بعد رجوع کا حق باقی نہیں رہتا اسی مسئلہ کو درج بالا آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے، ارشاد ہوا۔

﴿۲۲۹﴾ رجعی طلاقیں یعنی جن کے بعد شوہر کو رجوع کا حق حاصل رہتا ہے وہ صرف دو ہیں ان کے بعد مرد کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ ڈھنگ سے زندگی گذارنے کی نیت سے رجوع کر لے اور یا پھر خوش اسلوبی سے بیوی کو رخصت کر دے۔

﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا﴾...... ''اور تمہارے لیے یہ بات حلال نہیں الخ''۔ {۲۸۸}

{۲۸۸} وھی مما اتیتموھن ظاھر فی عموم ماآتوا علی سبیل الصداق اوغیرہ من ھبۃ وقد فسرہ بعضھم بالصدقات واللفظ عام (بحرمحیط)

چند سال یا سالہا سال محبت اور پیار کی زندگی بسر کرنے کے بعد اب جبکہ سوءِ اتفاق سے طلاق کی نوبت آ گئی تو شوہر چاہتا ہے کہ جو تحائف اظہارِ محبت کے لیے یا جو سامان آرائش و آسائش کے لیے بیوی کو دیا تھا وہ اس سے واپس لے لے تو قرآن اسے جائز قرار نہیں دیتا کیونکہ یہ اخلاقی اقدار اور مردانگی کے خلاف ہے البتہ ایک صورت کو قرآن اس عام قاعدہ سے مستثنیٰ کرتا ہے وہ یہ کہ میاں بیوی محسوس کرتے ہیں کہ ہمارا نباہ نہیں ہو سکتا اور طبیعتوں کی ناموافقت کی وجہ سے بیوی خود ہی طلاق کا مطالبہ کرے اور اپنی جان چھڑانے کے لیے وہ فدیہ کے طور پر کچھ رقم بھی دینے کے لیے آمادہ ہو تو اس رقم کا لینا شوہر کے لیے جائز ہوگا، شریعت کی اصطلاح میں اس کو خلع کہتے ہیں لیکن یہ یکطرفہ معاملہ نہیں ہوگا بلکہ اس کے لیے طرفین کی رضامندی ضروری ہوتی ہے اور جمہور کے نزدیک خلع طلاقِ بائن کے حکم میں ہوتا ہے۔

﴿۲۳۰﴾......﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا﴾......"پھر اگر دو طلاقوں کے بعد مرد نے تیسری طلاق بھی دے دی"۔

تین طلاقوں کے بعد بیوی شوہر پر حرام ہو جائے گی تین طلاقیں اکٹھی دی گئی ہوں یا الگ الگ دی گئی ہوں، اگرچہ جمہور کے نزدیک تیسری طلاق دینا مطلقاً غیر مستحسن ہے لیکن جب طلاق دے دی جائے گی تو اس کا حکم اور نتیجہ بھی مرتب ہو کر رہے گا۔

اگر تیسری طلاق دے چکنے کے بعد سابقہ شوہر دوبارہ اسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب وہ عورت کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرے، مباشرت کا عمل بھی ہو جائے پھر ان دونوں کی آپس میں نہ بن سکے اور دوسرا شوہر بھی اسے طلاق دے دے تو اب وہ پہلے شوہر کے نکاح میں آ سکتی ہے اسے شریعت کی اصطلاح میں حلالہ کہتے ہیں لیکن عورت کا نکاح کسی سے اس شرط پر کر دینا کہ وہ صحبت کے بعد طلاق دے دے گا یہ شرط باطل ہے اور حدیث میں ایسا حلالہ کرنے اور کرانے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے۔{۲۸۹}

حکمت وہدایت

۱۔ جب طلاق دینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہے تو سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایسے طہر میں ایک طلاق دے کر عورت کو چھوڑ دیا جائے جس میں مباشرت نہ کی ہو اسے طلاق احسن اور طلاقِ سنت کہا جاتا ہے، اس میں عدت ختم ہونے کے ساتھ رشتہ نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور زوجین دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو حلالہ کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ہر ایسے طہر میں ایک طلاق دے دی جائے جس میں مباشرت نہ کی ہو یوں تین طہر میں تین طلاقیں ہو جائیں گی۔

{۲۸۹} سنن نسائی ۱۰۲/۲

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ تینوں طلاقیں بیک وقت دے دی جائیں......اسے طلاق بدعی کہتے ہیں ایسا کرنا اگر چہ حرام ہے لیکن تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔{۲۹۰}

۴۔ شوہر کے ظلم وتشدد اور حقوقِ زوجیت ادا نہ کرنے کی صورت میں عورت بذریعہ عدالت خلع لے سکتی ہے۔

۵۔ خلع یکطرفہ کارروائی نہیں ہے بلکہ اس میں بیوی کے ساتھ شوہر کی بھی رضامندی ضروری ہے البتہ عدالت کو اختیار ہے کہ وہ شوہر کی جانب سے زیادتی ثابت ہوجانے کی صورت میں نکاح کو فسخ کردے۔

۶۔ کسی معقول وجہ کے بغیر عورت کا خلع طلب کرنا حرام ہے، ایسی عورت کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسے جنت کی خوشبو بھی حاصل نہیں ہوسکے گی۔{۲۹۱}

۷۔ خلع سے طلاق بائن واقع ہوجاتی ہے۔

۸۔ طلاق اور علیحدگی کی صورت میں عورت کو دی ہوئی اشیاء واپس لینا جائز نہیں۔

۹۔ ترکِ تعلق میں بھی حسن اور احسان کا ثبوت دینا مؤمن کی شان ہے۔

۱۰۔ حدودِ شرعیہ سے تجاوز کرنا ظلم اور حرام ہے۔

۱۱۔ ظلم حرام ہے اور اس کی تین صورتیں ہیں:

۱......ظلمِ شرک......یہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوسکتا۔

۲......کسی انسان پر ظلم......اس سے پاک ہونے کے لیے معافی تلافی ضروری ہے۔

۳......حدودِ شرعیہ کی پامالی کی صورت میں اپنے آپ پر ظلم......اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے وہ چاہے تو معاف کردے اور چاہے تو عذاب دے۔

۱۲۔ تیسری بار طلاق دینے سے طلاقِ مغلظہ ہوجاتی ہے......اور طلاق مغلظہ کی صورت میں حلالہ کے بغیر رجوع ممکن نہیں۔

۱۳۔ صرف نکاح سے حلالہ نہیں ہوتا بلکہ زوجِ ثانی کا ہمبستری کرنا بھی ضروری ہے۔{۲۹۲}

۱۴۔ مخصوص مدت اور شرائط کے ساتھ نکاح اور حلالہ کرنے اور کرانے والا ملعون ہے لیکن ملعون ہونے کے باوجود

{۲۹۰} قال الجمهور منهم ائمة المذاهب الأربعة: يقع به ثلاث طلقات، مع الكراهة عندالحنفية والمالكية، وقال الشيعة الامامية: لايقع به شئی۔ وقال الزيدية وابن تيميه وابن القيم: يقع به واحدة، ولاتاثير للفظ فيه (التفسير المنير جزء ۲/۳٤۰)

{۲۹۱} الجامع للترمذی ۱/۱٤۲

{۲۹۲} العقد فهم من زوجا والجماع من تنكح (روح المعانی ج۲/۲۱۲)

اگر دوسرا شوہر صحبت کے بعد طلاق دے دے تو عدت کے بعد عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی۔{۲۹۳}

عورتوں کو معلق رکھنے کی ممانعت

{۲۳۱......۲۳۲}

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ

اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو | پھر پہنچیں اپنی عدت تک | تو رکھ لو اُن کو | موافق دستور کے | یا چھوڑ دو اُن کو

بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ

بھلی طرح سے | اور | نہ روکے رکھو اُن کو ستانے کے لئے | تا کہ اُن پر زیادتی کرو | اور جو ایسا کرے گا | وہ بیشک | اپنا ہی نقصان کرے گا

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۚ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ

اور مت ٹھہراؤ | اللہ کے احکام کو ہنسی | اور یاد کرو | اللہ | کا | احسان جو تم پر ہے | اور اس کو کہ جو اتاری تم پر | کتاب

وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ

اور علم کی باتیں کہ تم کو نصیحت کرتا ہے اسکے ساتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو | کہ اللہ | سب کچھ | جانتا ہے | اور جب طلاق دی تم نے

النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا

عورتوں کو | پھر پورا کر چکیں اپنی عدت کو | تو اب نہ روکو اُن کو | اس سے | کہ نکاح کرلیں | اپنے انہی خاوندوں سے | جبکہ راضی ہو جاویں

بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ

آپس میں | موافق دستور کے | یہ نصیحت اُس کو کی جاتی ہے | جو کہ تم میں سے | ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر | اس میں تمہارے

اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

واسطے بڑی ستھرائی ہے اور بہت پاکیزگی | اور اللہ جانتا ہے اور تم | نہیں جانتے

تسہیل ۔اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پھر وہ اپنی عدّت گذرنے کے قریب پہنچ جائیں تو تم یا تو قاعدہ کے موافق رجوع کر کے انہیں اپنے نکاح میں رہنے دو یا قاعدہ کے موافق انہیں رخصت دے دو لیکن انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت روکو تا کہ ان پر ظلم کیا جائے اور جو ایسا کرے گا وہ حقیقت میں اپنا ہی نقصان کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو کھیل نہ بناؤ اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں انہیں یاد رکھو خصوصاً اس کتاب وحکمت کو جو اس نے تمہاری نصیحت کے لیے اتاری ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ○ اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدّت پوری کر چکیں تو انہیں اپنے ہونے والے شوہروں سے نکاح کرنے

{۲۹۳} مظہری ۱/۵۱۵

سے مت روکو جبکہ وہ قاعدہ کے موافق آپس میں رضامند ہو جائیں یہ نصیحت تم میں سے اس شخص کو کی جاتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اس نصیحت کا قبول کرنا تمہارے لیے زیادہ صفائی اور زیادہ پاکیزگی کا طریقہ ہے، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتےO

﴿تفسیر﴾

﴿۲۳۱﴾ جب شوہر نے رجعی طلاق دی ہو اور عدّت گذرنے کے قریب ہو جائے تو اسے دو اختیار حاصل ہیں یا تو رجوع کرلے اور رشتہ نکاح کو ٹوٹنے سے بچالے یا پھر اسے حسن واحسان کے ساتھ چھوڑ دے لیکن رجوع ہو یا کہ چھوڑنا دونوں شرعی قاعدے اور دستور کے موافق ہونے چاہئیں۔

رجوع کرنے کی صورت میں ایک قاعدہ تو یہ ہے کہ اپنی رجعت پر دو معتبر مسلمانوں کو گواہ بنالیا جائے اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ یہ رجوع کرنا عورت کو اذیت پہنچانے کے لیے ہرگز نہ ہو۔

اور چھوڑنے کی صورت میں شرعی دستور اور ہدایت یہ ہے کہ ایام عدت میں عورت کو اپنے گھر ہی میں رہنے دو، اس دوران اس کا پورا خرچ برداشت کرو، اگر اب تک مہر نہیں دیا تو مہر بھی ادا کردو اور اسے رخصت کرنے کے وقت حسبِ استطاعت نقد رقم یا کپڑوں وغیرہ کی صورت میں کچھ ہدیہ دے دو۔

﴿وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا﴾......''اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو کھیل نہ بناؤ''

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ طلاق دے کر یا غلام کو آزاد کر کے مکر جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے تو ہنسی مذاق میں کہہ دیا تھا، ورنہ میری نیت طلاق یا عتاق کی نہیں تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ویسے طلاق کو ایک غیر سنجیدہ عمل بنا دینا یا طلاق دے کر محض عورت کو اذیت پہنچانے کے لیے رجوع کر لینا یا ہنسی مذاق میں طلاق دے دینا یہ سب اللہ کے احکام کو کھیل بنانے کی صورتیں ہیں جن سے ایک مسلمان کو بہر حال بچنا چاہیے اور اسے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ضرور یاد رکھنا چاہیے......ایمان، کتاب وحکمت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔

﴿۲۳۲﴾ صحیح بخاری، سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی بہن کی شادی ایک شخص کے ساتھ کر دی تھی اس نے طلاق دے دی اور عدّت بھی گذر گئی اب میری بہن اور اس کے شوہر دونوں کی مرضی ہوئی کہ ہم دوبارہ نکاح کرلیں چنانچہ اس شخص نے نکاح کا پیغام بھیج دیا مجھے اس پر بڑا

غصہ آیا میں نے اس سے کہا بد بخت! میں نے تیری عزت افزائی کرتے ہوئے اپنی بہن کو تیرے نکاح میں دے دیا اور تو نے اس کا یہ صلہ دیا کہ اسے طلاق دے دی اب اس کا نکاح تمہارے ساتھ کبھی نہیں ہوسکتا، اس پر یہ آیت نازل ہوگئی، حضرت معقلؓ نے یہ آیت سنی تو فوراً پکار اُٹھے:

سمعا لربی وطاعۃ. {۲۹۴} میں نے اپنے رب کا حکم سُن بھی لیا اور اطاعت بھی کروں گا۔

پھر ان صاحب کو بلایا اور بہن کا انکے ساتھ نکاح کر دیا۔

﴿اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾...... ''جبکہ وہ قاعدہ کے موافق آپس میں رضامند ہو جائیں'' {۲۹۵}

عدت پوری ہو چکنے کے بعد عورت آزاد ہے وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے اگر وہ اپنے سابقہ شوہر سے یا کسی دوسرے شخص سے شرعی قاعدہ اور دستور کے مطابق نکاح کرنا چاہتی ہے اور مرد بھی اس پر راضی ہے تو محض جھوٹی انا، خاندانی وقار یا ذاتی توہین سمجھ کر اس میں رکاوٹیں کھڑی کرنا جائز نہیں البتہ اگر مرد اور عورت کا تعلق شرعی قاعدہ کے موافق نہ ہو مثلاً وہ نکاح کے بغیر ہی میاں بیوی کی طرح رہنے پر رضامند ہو جائیں یا تین طلاقوں کے بعد ناجائز طور پر آپس میں نکاح کریں یا عدت ختم ہونے سے پہلے دوسرے شوہر سے نکاح کا ارادہ ہو تو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ انہیں اس غیر شرعی تعلق اور نکاح سے روکے۔

﴿ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ الخ﴾...... یہ نصیحت تم میں سے اس شخص کو کی جاتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس لئے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کو ایمان والے ہی قبول کرتے ہیں، انہی کے دلوں میں ڈر بھی ہوتا ہے اور اطاعت کا جذبہ بھی ہوتا ہے۔

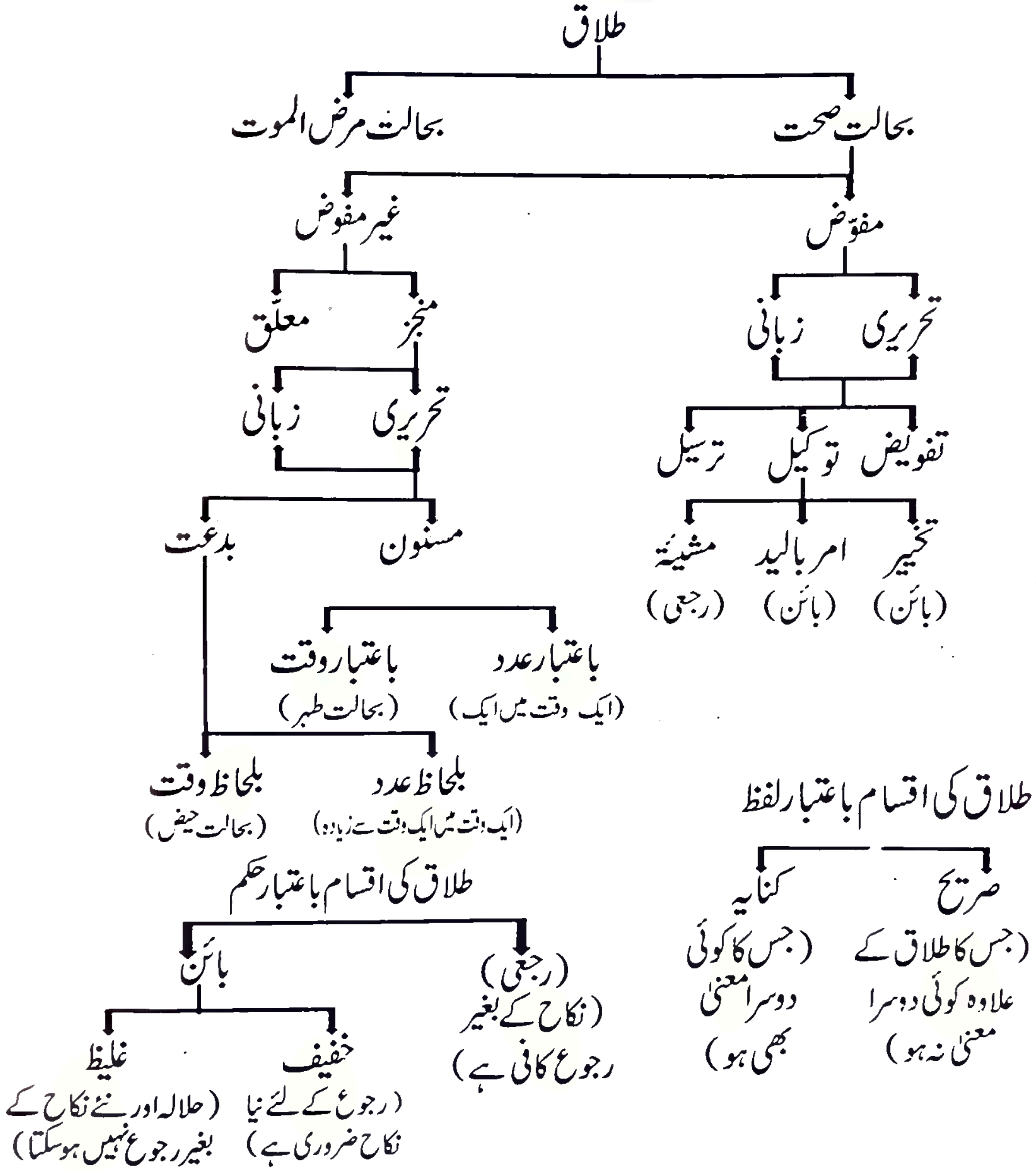
﴿ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ﴾...... ''اس نصیحت کو قبول کرنا تمہارے لیے زیادہ صفائی اور پاکیزگی کا طریقہ ہے''

نکاح عفت و عصمت کا ذریعہ بھی ہے اور اس سے عورت کو تحفظ بھی ملتا ہے اگر خواہش کے باوجود عورت کو نکاحِ ثانی سے روکا گیا تو خدانخواستہ اس کی عصمت بھی داغدار ہو سکتی ہے، وہ اپنے جذبات کی تسکین اور خواہشات کی تکمیل کے لیے کوئی غلط راستہ بھی اختیار کر سکتی ہے یونہی اگر اس کی پسند ناپسند کا لحاظ نہ کیا گیا اور اس کی مرضی کے خلاف اسے نکاح کرنے پر مجبور کیا گیا تو یہ جبر بھی معاشرتی بگاڑ اور خانگی فتنہ وفساد کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

{۲۹٤} صحیح بخاری ۲/٦٤٩...... ترمذی ۲/۱۲۲

{۲۹٥} بالمعروف۔ اسم لکل فعل یعرف بالعقل او الشرع حسنہ (مفردات/۳۳۱)

طلاق کی اقسام ایک نظر میں



﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾...... ''اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''

اے انسانو! تمہارا علم بہت محدود ہے، تمہارے تجربات ناقص ہیں، تمہاری عقل فیصلہ کرنے میں قدم قدم پر ٹھوکر کھاتی ہے، تم ہنگامی جذبات اور عارضی حالات سے بہت جلد متأثر ہو جاتے ہو، جھوٹی انا کو ایمانی غیرت اور ذاتی تعصب کو انسانی حمیت سمجھ لینا تمہارے لیے کچھ بھی مشکل نہیں، تمہارے لیے محفوظ راستہ یہی ہے کہ تم اپنے جذبات واحساسات اور علم وعقل کو اللہ کے علم اور حکم کے سامنے سرنگوں کر دو، وہ تمہاری مصلحتوں اور کمزوریوں سے بھی واقف ہے، تمہاری نفسیات اور عزت وغیرت سے بھی باخبر ہے وہ جو حکم دیتا ہے اس میں دنیا اور آخرت کی بھلائی پوشیدہ ہوتی ہے اور وہ پاکیزگی اور شائستگی کا بھی آئینہ دار ہوتا ہے۔

اللہ اکبر! عارضی مفادات اور جذبات کے اسیر انسان کو سمجھانے کے لیے اللہ پاک کیا کیا طریقے اختیار فرماتے ہیں اور کس طرح عائلی اور خانگی کے معاملات کا تعلق ایمان وتقویٰ سے جوڑ کر انہیں عبادت کے مقام تک پہنچا دیتے ہیں۔ فللّٰه الحمد وله الشكر

حکمت وہدایت

۱۔ شوہر کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ طلاق دینے کے بعد عورت کو صرف پریشان کرنے کے لیے رجوع کرے۔(۲۳۱)

۲۔ اگر عورت کو چھوڑنے ہی کا ارادہ کر لیا گیا ہو تو اسے نقد رقم یا کپڑوں کے جوڑے وغیرہ کی صورت میں ہدیہ دے کر رخصت کیا جائے۔(۲۳۱)

۳۔ احکامِ شرعیہ کے ساتھ استہزاء حرام ہے۔(۲۳۱)

۴۔ اگر کسی نے مذاق میں بھی طلاق دے دی تو واقع ہو جائے گی (۲۳۱) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثلاث جدهن جد وهزلهن جد النكاح والطلاق والرجعة. {۲۹۶}	تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر انہیں سنجیدگی سے کیا جائے تو بھی حقیقت ہوتی ہیں اور مذاق سے کیا جائے تو بھی حقیقت ہوتی ہیں یعنی نکاح، طلاق اور رجوع۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں خصوصاً ایمانی نعمتوں کو یاد کرتے رہنا چاہیے تاکہ شکر کی توفیق نصیب ہو...... بلکہ یاد کرنا بھی شکر ہی کی ایک صورت ہے۔(۲۳۱)

{۲۹۶} جامع ترمذی ۱/۱٤۲

۶۔ خفیہ اور علانیہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔(۲۳۱)

۷۔ عائلی اور ازدواجی معاملات میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا مراقبہ ضروری ہے۔(۲۳۱)

۸۔ جب مطلقہ شرعی دستور کے موافق نکاحِ جدید کرنا چاہتی ہو تو اس کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنا حرام ہے۔(۲۳۲)

۹۔ بالغہ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے اور اس کی رضامندی کے بغیر اولیاء جبراً اس کا نکاح نہیں کر سکتے۔(۲۳۲){۲۹۷}

۱۰۔ حقیقی مؤمن وہی ہیں جو آیات واحادیث سے نصیحت قبول کرتے ہیں اور جو ایسا نہیں کرتے وہ صرف ظاہری اور زبانی مؤمن ہیں حقیقی مؤمن نہیں ہیں۔(۲۳۲)

۱۱۔ شریعت کے ہر حکم میں پاکیزگی، شائستگی اور بہت ساری مصلحتیں ہوتی ہیں لیکن عقل ناقص ہونے کی وجہ سے انسان انہیں سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔(۲۳۲)

احکامِ رضاعت

......۲۳۳......

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى
اور بچے والی عورتیں دودھ پلاویں　اپنے بچوں کو　دو برس　پورے　جو کوئی چاہے　کہ پوری کرے دودھ کی مدت　اور لڑکے والے

الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ
یعنی باپ پر ہے　کھانا اور کپڑا ان عورتوں　کا　موافق دستور کے　تکلیف نہیں دی جاتی کسی کو مگر اس کی گنجائش کے موافق　نہ نقصان دیا جاوے

وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا
ماں کو　اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ اس کو جس کا وہ بچہ ہے یعنی باپ کو اسکے بچہ کی وجہ سے　اور وارثوں پر بھی یہی لازم ہے　پھر اگر ماں باپ چاہیں کہ دودھ چھڑا لیں

عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ
یعنی دو برس کے اندر ہی اپنی رضا اور مشورہ سے تو ان پر کچھ　گناہ　نہیں　اور اگر تم لوگ چاہو کہ دودھ پلواؤ کسی دایہ سے اپنی اولاد کو

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
تو بھی تم پر کچھ گناہ نہیں　جبکہ حوالہ کر دو جو تم نے دینا ٹھہرایا تھا　موافق دستور کے　اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو　کہ اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾
تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتا ہے

{۲۹۷} وقد دلت هذه الآية من وجوه على جواز النكاح اذا عقدت على نفسها بغير ولي ولا اذن وليها، احدها اضافة العقد اليها من غير شرط اذن الولي (جصاص ۱/۴۰۰)

تسہیل ۔مائیں اپنے بچوں کو پورے دوسال تک دودھ پلائیں یہ حکم ان کے لیے ہے جو اپنی اولاد کو پوری مدت رضاعت تک دودھ پلانا چاہتے ہوں اور دودھ پلانے والی ماں کا کھانا اور کپڑے دستور کے موافق بچے کے والد کے ذمہ ہوں گے کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے، بچے کی وجہ سے نہ تو اس کی ماں کو تکلیف میں ڈالا جائے اور نہ ہی اس کے باپ کو پریشان کیا جائے، باپ کے نہ ہونے کی صورت میں یہی حکم اس کے وارث کے لیے بھی ہوگا، اگر والدین باہمی رضامندی اور مشورے سے دو برس سے پہلے دودھ چھڑانا چاہیں تو ایسا کرنے میں ان پر کوئی گناہ نہیں اور اگر والدہ کے بجائے کسی دوسری عورت سے تم دودھ پلوانا چاہو تو بھی کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ تم نے ان کے ساتھ جو کچھ طے کیا ہو وہ دستور کے مطابق دے دو، اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے O

﴿تفسیر﴾

جب اللہ تعالیٰ نے نکاح وطلاق کے احکام ذکر فرمائے تو سوال پیدا ہوا کہ ان دودھ پیتے بچوں کا کیا بنے گا جو والدین کی جدائی سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں اور جن کا مستقبل ایک سوالیہ نشان بن کر رہ گیا ہے۔

ممکن ہے کشیدہ تعلقات کی وجہ سے ماں دودھ پلانے سے انکار کردے اور اس کا یہ غلط فیصلہ بچے کو ضائع کردے، اس لیے کریم ورحیم رب جو کمزوروں اور بے سہاروں کا سب سے بڑا سہارا ہے اس نے حکم دے دیا کہ اصولی طور پر بچے کو دودھ پلانا ماں کے فرائض میں شامل ہے اگرچہ مغربی تہذیب وتمدن سے متاثرہ مائیں آج اپنے اس مادری فریضہ سے غافل بلکہ باغی ہو چکی ہیں لیکن اسلام نے رضاعت کی ذمہ داری ماں ہی کے کندھوں پر ڈالی ہے جس سے وہ بلا کسی معقول عذر کے انکار نہیں کرسکتی۔

﴿۲۳۳﴾......﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ﴾ ......''مائیں اپنے بچوں کو پورے دوسال تک دودھ پلائیں''۔

کونسی مائیں؟ مطلقہ یا غیر مطلقہ؟......نہیں دونوں قسم کی مائیں اپنے بچوں کو کامل دوسال تک دودھ پلائیں گی یہ ان معصوم بچوں کا ماؤں پر حق ہی نہیں اللہ کا حکم بھی ہے۔

میڈیکل سائنس اور جدید اصولِ نفسیات کے ماہرین تو آج ماؤں کو سمجھا رہے ہیں کہ بچوں کی صحیح نشوونما کے لیے انہیں اپنا دودھ پلاؤ لیکن بشری ضرورتوں اور تقاضوں پر نظر رکھنے والے اللہ نے ماؤں کے ذمہ یہ کام اس وقت لگا دیا تھا جب انسان نے علمی اور سائنسی انداز میں ان حقائق کو نہیں سمجھا تھا۔

لیکن دوسال کی مدت حتمی اور لازمی نہیں بلکہ یہ والدین کی صوابدید پر منحصر ہے اگر بچے کی نشو ونما میں کوئی فرق نہ پڑے تو وہ دوسال سے پہلے بھی دودھ چھڑا سکتے ہیں{۲۹۸} اگر مطلقہ دودھ پلا رہی ہو تو بچے کے والد پر اس کے کپڑے اور کھانے کی ذمہ داری ہوگی لیکن یہ خرچ اس کی حیثیت کے مطابق وصول کیا جائے گا اگر بچے کا والد فوت ہو چکا ہو تو دودھ پلانے کے انتظام کی ساری ذمہ داری ان ورثہ کی ہوگی جو بچے کے انتقال کی صورت میں اس کی وراثت کے حقدار بن سکتے ہیں۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ بچے کو دودھ پلانا ماں کی دینی، اخلاقی اور انسانی ذمہ داری ہے۔(۲۳۲)

۲۔ بچے کی ماں جب تک نکاح کے اندر ہے وہ ازدواجی نان نفقہ کے علاوہ مزید اجرت کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔(۲۳۳)

۳۔ مطلقہ اپنی عدت ختم ہونے کے بعد بچے کو دودھ پلانے کا معاوضہ طلب کر سکتی ہے۔(۲۳۳)

۴۔ بچے کو دودھ پلانا ماں کی ذمہ داری بھی ہے اور اس کا حق بھی ہے لہٰذا بلا وجہ اس حق سے اسے محروم کرنا جائز نہیں۔(۲۳۳){۲۹۹}

۵۔ کسی بھی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دینا ممنوع ہے یہاں تک کہ بچے کی وجہ سے والدین کو بھی ان کی حیثیت سے زیادہ تکلیف دینا جائز نہیں۔(۲۳۳)

۶۔ اگر بچہ یتیم ہو تو اس کا نفقہ اس کے شرعی ورثہ پر لازم ہوگا۔(۲۳۳)

۷۔ جیسے چھوٹے اور کمزور بچے کا نفقہ رشتہ داروں پر لازم ہے اسی طرح محتاج عورتوں، اپاہج مردوں اور نابالغ بچوں کے مصارف بھی ان کے اقارب کے ذمہ لازم ہیں۔{۳۰۰}

۸۔ پوری مدت رضاعت دوسال ہے لیکن بعض مخصوص حالات میں باہمی رضامندی سے دوسال سے پہلے بھی دودھ چھڑایا جا سکتا ہے۔(۲۳۳)

۹۔ اگر چہ بچے کی تولید میں ماں اور باپ دونوں شریک ہیں لیکن بچہ باپ ہی کی طرف منسوب ہوگا۔(۲۳۳)

۱۰۔ اگر مجبوری کی بناء پر ماں کے بجائے دایہ وغیرہ سے دودھ پلوایا جائے تو اس سے تنخواہ یا اجرت کا معاملہ واضح طور پر طے کر لینا چاہیے۔(۲۳۳)

{۲۹۸}"لمن اراد" دلیل علی ان ارضاع الحولین لیس حتما فانه یجوز الفطام قبل الحولین (قرطبی ۳/۱۶۲)

{۲۹۹} یجعل الام احق برضاع الولد هذه المدة (جصاص)

{۳۰۰}وقد استدل بذلك من ذهب من الحنفیة والحنبلیة الی وجوب نفقة الاقارب بعضهم علی بعض وهو مروی عن عمر بن الخطابؓ وجمهور السلف (ابن کثیر ۱/۳۷۱)

بیوہ کی عدّت

۲۳۴......

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ
اور جو لوگ مرجاویں تم میں سے اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو چاہیئے کہ وہ عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو چار مہینے اور

عَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ
دس دن ف پھر جب پورا کر چکیں اپنی عدت کو تو تم پر کچھ گناہ نہیں اُس بات میں کہ کریں وہ اپنے حق میں قاعدہ کے موافق

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾
اور اللہ کو تمہارے تمام کاموں کی خبر ہے

تسہیل ـاور جو تم میں سے وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک روکے رکھیں پھر جب وہ اپنی عدت ختم کرلیں تو اگر وہ دستور کے موافق اپنے بارے میں کوئی فیصلہ کریں تو اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے O

تفسیر

حکمت وہدایت

۱ـ جس عورت کا شوہر فوت ہوجائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔(۲۳۴)

۲ـ اگر بیوہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضعِ حمل ہے۔{۳۰۱}

۳ـ اگر خاوند کی وفات چاندرات کو ہوئی تو مہینوں کا شمار چاند کے حساب سے ہوگا اور اگر چاندرات کے بعد وفات ہوئی تو چاروں مہینے تیس تیس دن کے شمار ہوں گے۔

۴ـ عدت کے زمانے میں کسی شرعی عذر کے بغیر گھر سے نکلنا اور زیبائش وآرائش کرنا عورت کے لیے جائز نہیں۔(۲۳۴){۳۰۲}

۵ـ اگر حدودِ شریعت میں رہتے ہوئے عورت اپنے بارے میں کوئی فیصلہ کرے تو اس میں رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہیے۔(۲۳۴)

{۳۰۱} سورة الطلاق ٤/٦٥

{۳۰۲} والاحاديث من النبى صلى الله عليه وسلم متظاهرة بان التربص فى الوفاة انما هو باحداد وهو الامتناع من الزينة ولبس المصبوغ الجميل ونحوه وهذا قول جمهور العلماء (قرطبى ۳/۱۷۶)

دورانِ عدّت نکاح کا پیغام

۲۳۵......

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِىٓ أَنفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ ٱللَّهُ

اور کچھ گناہ نہیں تم پر اس میں کہ اشارہ میں کہو پیغام نکاح ان عورتوں کا یا پوشیدہ رکھو اپنے دل میں اللہ کو معلوم ہے

أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّآ أَن تَقُولُوا۟ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا۟

کہ تم البتہ اُن عورتوں کا ذکر کروگے لیکن اُن سے نکاح کا وعدہ نہ کر رکھو چھپ کر مگر یہی کہ کہدو کوئی بات رواج شریعت کے موافق اور نہ ارادہ کرو

عُقْدَةَ ٱلنِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ ٱلْكِتَٰبُ أَجَلَهُۥ ۚ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ

نکاح کا یہاں تک کہ پہنچ جاوے عدت مقررہ اپنی انتہا کو اور جان رکھو کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ تمہارے دل میں ہے

فَٱحْذَرُوهُ ۚ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۲۳۵﴾

سو اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا اور تحمل کرنیوالا ہے

تسہیل ۔ جو عورتیں عدت وفات میں ہیں، انہیں نکاح کا پیغام دینے کے بارے میں اگر کوئی بات اشارۃً کہہ دو یا اپنے دل میں پوشیدہ رکھو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تمہارے دل میں ان کا خیال ضرور آ سکتا ہے لیکن یاد رکھو کہ خفیہ خفیہ ان سے نکاح کا قول وقرار نہ کر بیٹھو ہاں اگر قاعدہ کے موافق کوئی بات کہہ دو تو کوئی حرج نہیں مگر نکاح کا عزم اس وقت تک نہ کرو جب تک کہ عدت پوری نہ ہو جائے اور یقین رکھو کہ جو کچھ تمارے دلوں میں ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے لہٰذا اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ بھی یقین رکھو کہ اللہ بڑا بخشنے والا انتہائی بردبار ہے ○

تفسیر

﴿۲۳۵﴾ وہ عورت جس کا شوہر انتقال کر چکا ہے اور وہ زمانہ عدت میں ہے اگر وہ جوان ہے، قبول صورت ہے، علم وعمل والی ہے، بعض دوسری خصوصیات کی مالک ہے تو یقیناً بہت سے لوگ اسے اپنی زوجیت میں لینا پسند کریں گے لیکن دوسری طرف صورت یہ ہے کہ سابق شوہر کی جدائی کا زخم ابھی تازہ ہے، اس خاتون کے حاملہ ہونے کا بھی امکان ہے، ویسے بھی عجلت میں کیا گیا فیصلہ کل کلاں ندامت کا باعث ہوسکتا ہے اس لئے نکاح کے بارے میں عہد وپیان لینے سے تو منع کر دیا گیا البتہ دل میں خواہش رکھنے اور اشارہ کنایہ میں اپنی خواہش کے اظہار کی اجازت دی گئی ہے کیونکہ بذاتِ خود نکاح جائز ہے اور قلبی میلان پر کوئی بندش نہیں لگائی جاسکتی۔

﴿وَلَا تَعْزِمُوا﴾...... ”وعدہ نکاح یا عقدِ نکاح تو دور کی بات ہے عزمِ نکاح بھی جائز نہیں“ ﴿۳۰۳﴾

﴿۳۰۳﴾ والمقصود منه المبالغة فی النهی عن النكاح فی زمان العدة فاذا ورد النهی عن العزم فلان يكون النهی متاكدا عن الاقدام علی المعزوم عليه (كبير)

حکمت وہدایت

۱۔ زمانہ عدّت میں معتدہ کو صراحۃً نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں۔(۲۳۵)

۲۔ عدت ختم ہونے سے پہلے کسی بھی معتدہ کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔(۲۳۵)

۳۔ اگر بالفرض کسی نے معتدہ کے ساتھ نکاح کرلیا تو قاضی اس نکاح کو فسخ کرتے ہوئے ان کے درمیان تفریق کردے گا۔

مباشرت سے پہلے طلاق کا حکم

﴿۲۳۶......۲۳۷﴾

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ

کچھ گناہ نہیں تم پر اگر طلاق دو تم عورتوں کو اُس وقت کہ اُن کو ہاتھ بھی نہ لگایا ہو اور نہ مقرر کیا ہو اُن کے لئے کچھ مہر اور اُن کو کچھ خرچ دو

عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾

مقدور والے پر اس کے موافق ہے اور تنگی والے پر اس کے موافق جو خرچ کہ قاعدہ کے موافق ہے لازم ہے نیکی کرنے والوں پر

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً

اور اگر طلاق دو اُن کو ہاتھ لگانے سے پہلے اور ٹھہرا چکے تھے تم اُن کے لئے مہر

فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَاَنْ

تو لازم ہوا آدھا اس کا کہ تم مقرر کر چکے تھے مگر یہ کہ درگذر کریں عورتیں یا درگذر کرے وہ شخص کہ اُسکے اختیار میں ہے گرہ نکاح کی یعنی خاوند اور تم مرد

تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

درگذر کرو تو قریب ہے پرہیزگاری سے اور نہ بھلا دو احسان کرنا آپس میں بیشک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو خوب دیکھتا ہے

تسہیل۔اگر تم اپنی بیویوں کو ایسی حالت میں طلاق دے دو کہ نہ تم نے ان کو ہاتھ لگایا ہو اور نہ ان کے لیے کچھ مہر مقرر کیا ہو تو اس صورت میں تم پر مہر کے بارے میں کوئی گناہ نہیں البتہ انہیں قاعدہ کے مطابق کچھ نہ کچھ دے دو صاحبِ وسعت اپنی وسعت کے مطابق اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق...... یہ بھلے لوگوں پر واجب ہے ○ اور اگر تم نے ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی لیکن تم ان کے لیے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو مقررہ مہر کا نصف تم پر واجب ہے الا یہ کہ وہ عورت اپنا نصف بھی معاف کردے یا وہ مرد جس کے اختیار میں عقدِ نکاح ہے وہ رعایت کرتے ہوئے پورا مہر دے دے اور اے اہلِ ایمان! تمہارا رعایت کرنا تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور آپس میں فضل واحسان کرنے کو مت بھولو جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے ○

تفسیر

حکمت وہدایت

جس عورت کو دخول اور صحبت سے پہلے طلاق ہوجائے اس کی دو قسمیں ہیں اور دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔

۱۔ اگر نکاح کے وقت اس کا مہر معین نہیں ہوا تھا تو شوہر پر مہر واجب نہیں ہوگا البتہ اپنی مالی حیثیت کے مطابق ''متعہ''یعنی کوئی عطیہ دینا واجب ہوگا۔(۲۳۶){۳۰۴}

۲۔ اور اگر مہر معین ہوا تھا تو مقرر شدہ مہر کا نصف مرد کے ذمہ واجب ہوگا البتہ اگر عورت معاف کردے یا مرد پورا مہر دینے کے لیے آمادہ ہوجائے تو یہ تقویٰ اور اپنے اختیار کی بات ہے۔(۲۳۷)

۳۔ یونہی جس عورت کو صحبت کے بعد طلاق ہو اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

۱۔اگر اس کا مہر معین تھا تو طلاق کی صورت میں وہ پورے مہر کی حقدار ہوگی۔

۲۔اور اگر اس کا مہر معین نہیں ہوا تو اسے مہر مثل دیا جائے......مہرِ مثل سے مراد مہر کی وہ مقدار ہے جس کا رواج عورت کے خاندان میں ہو۔

۴۔ اور اگر وہ ایسی عورت ہے کہ اسے شوہر نے طلاق تو نہیں دی لیکن مہر کی تعیین اور دخول سے پہلے اس کا انتقال ہوگیا تو عورت مہر اور میراث دونوں کی حقدار ہوگی۔{۳۰۵}

۵۔ احناف کے نزدیک خلوتِ صحیحہ کا بھی وہی حکم ہے جو صحبت اور مباشرت کا ہے۔

۶۔ فریقین کو علیحدگی کے وقت بھی آپس میں فضل واحسان کا معاملہ کرنا چاہیے تاکہ یہ طلاق دو افراد اور دو خاندانوں میں مستقل عداوت کا ذریعہ نہ بن جائے۔(۲۳۷)

نمازوں کی حفاظت

۲۳۸......۲۳۹

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا

خبردار رہو سب نمازوں سے اور بیچ والی نماز سے اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے پھر اگر تم کو ڈر ہو کسی کا تو پیادہ پڑھ لو

اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

یا سوار پھر جب وقت تم امن پاؤ تو یاد کرو اللہ کو جس طرح کہ تم کو سکھایا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے

{۳۰۴}معناه اعطوهن شيأ يكون متاعالهن (قرطبی ۳/ ۲۰۰)
{۳۰۵} احکام القرآن ۱/ ۲۱۸

ربط ۔ نکاح، طلاق اور مہر جیسے عائلی مسائل کے درمیان نماز کا ذکر اس لئے ہے کیونکہ نماز انسان کی ایسی اخلاقی اور روحانی تربیت کرتی ہے جس کی وجہ سے نزاعی معاملات میں بھی نیکی، عدل اور تقویٰ کی راہ پر چلنا آسان ہوجاتا ہے...... نماز ایسے ''مذکر'' اور واعظ کا کردار ادا کرتی ہے جو انسان کے پاکیزہ جذبات کو بیدار رکھتا ہے۔

تسہیل ۔ تمام نمازوں کی عموماً اور درمیانی نماز کی خصوصاً حفاظت کیا کرو اور اللہ کے سامنے عاجز بن کر کھڑے ہوا کرو O اگر کسی دشمن وغیرہ کا خوف ہو تو پیدل یا سوار جیسے بھی ممکن ہو نماز پڑھ لیا کرو لیکن جب تم حالت امن میں ہو تو پھر اللہ کو اس طریقہ سے یاد کرو جو اس نے تمہیں سکھایا ہے اور جسے تم پہلے سے نہیں جانتے تھے O

﴿تفسیر﴾

﴿۲۳۸﴾ نماز کی محافظت کرو{۳۰۶}...... نماز پر مداومت، وقت پر ادائیگی، حضورِ قلب اور خشوع کا اہتمام، آداب وشرائط کا لحاظ...... یہ سب چیزیں نماز کی ''محافظت'' میں داخل ہیں اور ایسی نماز ہی فواحش اور منکرات سے بچاتی اور ظاہری اور باطنی آلائشوں سے پاک رکھتی ہے۔

اسلامی عبادات میں سے نماز ہی وہ عبادت ہے جس کا ترک کسی حال میں بھی جائز نہیں، سفر ہو یا حضر، جنگ ہو یا امن، صحت ہو یا بیماری، امارت ہو یا غربت...... ہر حال میں نماز کا پڑھنا فرض ہے۔

قیام ممکن نہ ہو تو بیٹھ کر اور بیٹھنا ممکن نہ ہو تو لیٹ کر نماز پڑھی جائے، رکوع سجدہ کی قدرت نہ ہو تو اشاروں پر اکتفاء کرلیا جائے، لباس حاصل نہ ہو تو عریانی بھی معاف ہے، پانی میسر نہ ہو تو مٹی سے تیمم کیا جاسکتا ہے لیکن نماز کسی صورت بھی معاف نہیں ہوگی۔

﴿وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾...... ''درمیانی نماز کی خصوصاً حفاظت کرو''۔

اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ درمیانی نماز سے مراد نماز عصر ہے{۳۰۷} اور اس کی اہمیت اور فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر وہ وقت بڑی مصروفیت اور کشاکش کا ہوتا ہے...... محدود سا وقت، گاہکوں کا ہجوم، سامان بکنے اور نہ بکنے کی فکر، گھر لوٹنے کا خیال اور اُدھر ''حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة'' کی آواز...... بڑا امتحان ہوتا ہے بندہ مؤمن کا...... کیا کروں؟ نماز پڑھ لوں یا آج کا سورج غروب ہونے سے پہلے کچھ اور کما لوں، مسجد کی آواز پر لبیک کہوں یا دفتر کے مالک کی آواز پر؟...... بس ایسی ہی کشمکش میں نمازِ عصر کی ادائیگی اسے زیادہ فضیلت والی نماز بنادیتی ہے۔

{۳۰۶} يأمر تعالى بالمحافظة على الصلوت فى اوقاتها و حفظ حدودها و ادائها فى اوقاتها (ابن كثير ۱/۷۷۹)

{۳۰۷} قيل انها صلوة العصر قال الترمذى والبغوى وهو قول اكثر علماء الصحابة وقال القاضى الماوردى هو قول جمهور التابعين (ابن كثير)

یاد رکھیئے بعض اوقات فضیلت، وقت اور مقام کی وجہ سے ہوتی ہے اور بعض اوقات مخصوص حالات اور جذبہ بندگی کی وجہ سے بھی ہوتی ہے...... یوں ہر شخص کے حق میں "صلوۃ وسطی" مختلف بھی ہوسکتی ہے۔

﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ﴾...... "اور اللہ کے سامنے عاجز بن کر کھڑے ہوا کرو" {۳۰۸}

دنیا کے مشاغل سے کنارہ کشی، سوائے ذکر و دعا کے ہر کلام سے خاموشی، خشوع اور عاجزی یہ سب "قنوت" میں شامل ہیں۔

﴿۲۳۹﴾ چونکہ کسی حالت میں بھی نماز چھوڑنے کی اجازت نہیں اس لئے حالت خوف میں جبکہ قیام وقعود اور رکوع سجود بھی ممکن نہ ہو اور قبلہ کی طرف متوجہ ہونا بھی مشکل ہو تو اس وقت بھی جیسے تیسے نماز کی ادائیگی ضروری ہے خواہ زمین پر کھڑے ہو کر یا سواری پر سوار ہو کر...... جہاں تک رکوع سجدہ کا تعلق ہے تو ان کی ادائیگی اشارے سے کی جائے گی اور اگر اشارہ بھی ممکن نہ ہو تو نماز کو قضا کر کے کسی دوسرے وقت پڑھا جائے گا۔

حکمت وہدایت

۱۔ شرائط وآداب کا لحاظ رکھتے ہوئے تمام نمازوں کو پابندی کے ساتھ اپنے اپنے وقت میں ادا کرنا واجب ہے۔ (۲۳۸)

۲۔ "صَلٰوۃِ وُسْطٰی" کا اہتمام خاص طور پر ضروری ہے۔ (۲۳۸)

۳۔ ہر نماز ادب اور خاموشی، ظاہری اور باطنی عاجزی کے ساتھ ادا کرنی چاہیے۔ (۲۳۸)

۴۔ نماز کسی بھی حالت میں کسی بھی انسان سے ساقط نہیں ہوتی۔ (۲۳۹)

۵۔ جنگ اور خوف کی حالت میں سواری پر بھی نماز جائز ہے قبلہ رخ ہونا بھی شرط نہیں، رکوع سجدہ کے بجائے صرف اشاروں پر بھی اکتفا کیا جاسکتا ہے۔ (۲۳۹)

۶۔ اللہ تعالیٰ کی ساری نعمتوں کا عموماً اور دینی علم کی نعمت پر خصوصاً اس کا شکر اور ذکر واجب ہے۔ (۲۳۹)

بیوہ کی سکونت اور مطلقہ کا خرچ

﴿۲۴۰......۲۴۲﴾

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖۚ وَّصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَیْرَ

اور جو لوگ تم میں سے مرجاویں اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو وہ وصیت کردیں اپنی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ایک برس تک بغیر نکالنے کے

{۳۰۸} القنوت لزوم الطاعة مع الخضوع وفسر بکل واحد منهما (مفردات ۴۱۳)

إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ وَاللَّهُ
گھر سے پھر اگر وہ عورتیں آپ نکل جاویں تو کچھ گناہ نہیں تم پر اس میں کہ کریں وہ عورتیں اپنے حق میں بھلی بات اور اللہ

عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٤٠﴾ وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿٢٤١﴾ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ
زبردست ہے حکمت والا اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ہے قاعدہ کے موافق لازم ہے پرہیزگاروں پر اسی طرح بیان فرماتا ہے

اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢٤٢﴾
اللہ تمہارے واسطے اپنے حکم تاکہ تم سمجھ لو

ربط ۔ یہ آیت انہی عائلی احکام کا تتمہ ہے جو اوپر بیان ہو رہے تھے، درمیان میں نماز کا ذکر آ گیا جو کہ احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا کرتی ہے جو شخص نماز کی نگہداشت کرتا ہو وہ یقیناً اللہ کی حدود اور شریعت کے ضابطوں کی بھی محافظت کرتا ہوگا۔

تسہیل ۔ اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویوں کو چھوڑ جائیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ ان کے لیے ایک سال تک نان نفقہ اور گھر سے نہ نکالنے کی وصیت کر جائیں ہاں اگر وہ عورتیں خود ہی چلی جائیں اور دستور کے مطابق اپنے بارے میں کوئی فیصلہ کر لیں تو اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں، اللہ سب پر غالب ہے اور حکمت والا ہے O اور مطلقہ عورتوں کو بھی قاعدہ کے موافق کچھ دے دلانا چاہیے، یہ اللہ سے ڈرنے والوں پر لازم ہے O اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو O

تفسیر

﴿۲۴۰﴾ زمانہ جاہلیت میں عدتِ وفات ایک سال تھی جسے ابتداء اسلام میں بھی برقرار رکھا گیا اور چونکہ میراث کے احکام ابھی نازل نہیں ہوئے تھے اس لئے شوہر کو حکم دیا گیا کہ وہ بہر صورت عورت کے لیے نفقہ و سکونت کی وصیت کر جائے جب میراث کے احکام نازل ہو گئے تو وصیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور یونہی عدتِ وفات چار ماہ دس دن مقرر ہونے سے ایک سال کا حکم بھی منسوخ ہو گیا۔

﴿۲۴۱﴾ وہ مطلقات جنہیں دخول سے پہلے ہی طلاق ہو جائے ان کے لیے ”متعہ“ (عطیہ) کا حکم پہلے ذکر ہو چکا، یہاں بتایا جا رہا ہے کہ ساری ہی مطلقات کو متعہ دینا چاہیے خواہ انہیں دخول سے پہلے طلاق ہوئی ہو یا دخول کے بعد ہوئی ہو فرق صرف یہ ہے کہ وہ مطلقہ جس کا مہر بھی معین نہ تھا اور اسے طلاق بھی دخول سے پہلے ہو گئی اسے متعہ دینا واجب ہے اور باقی سب کو متعہ دینا مستحب ہے۔{۳۰۹}

{۳۰۹}احکام القرآن ۱/۴۳۵۔۴۲۷

حکمت و ہدایت

۱۔ بیوہ کی عدت ابتداء اسلام میں ایک سال تھی لیکن چار ماہ دس دن کی مدت متعین ہونے کے بعد سابقہ حکم منسوخ ہوگیا۔

۲۔ مستحسن انداز میں علیحدگی کے لیے ہر مطلقہ کو رخصت کرتے وقت عطیہ دینا چاہیے۔(۲۴۱)

۳۔ اس امت پر اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے اپنے احکام کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں۔(۲۴۲)

بزدلی اور بخل قوموں کی موت اور شجاعت وسخاوت زندگی ہے

۲۴۳......۲۴۵

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ
کیا نہ دیکھا تو نے اُن لوگوں کو جو کہ نکلے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے پھر فرمایا ان کو اللہ نے کہ مرجاؤ پھر اُن کو

أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٢٤٣﴾ وَقَاتِلُوا
زندہ کر دیا بیشک اللہ فضل کرنے والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے اور لڑو

فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٤٤﴾ مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا
اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ بیشک خوب سنتا جانتا ہے کون شخص ہے ایسا جو کہ قرض دے اللہ کو

حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٤٥﴾
اچھا قرض پھر دوگنا کردے اللہ اُس کو کئی گنا اور اللہ ہی تنگی کر دیتا ہے اور وہی کشائش کرتا ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے

ربط۔ اوپر عائلی زندگی کے بارے میں جو ہدایات دی گئی ہیں ان پر عمل کرنے سے مسلمانوں کے تعلقات مضبوط بنیادوں پر استوار ہو سکتے ہیں اور داخلی امن کے بعد وہ خارجی سیاست اور حالات پر توجہ دے سکتے ہیں...... جہاد وقتال خارجی سیاست کا ایک اہم شعبہ ہے جس کے لیے مسلمانوں کو ذہنی طور پر تیار کرنے کے لیے دو قصے بیان کیے جارہے ہیں۔

تسہیل۔ کیا تجھے ان لوگوں کی خبر نہیں جو موت سے بچنے کے لیے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے حالانکہ وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے تو اللہ نے انہیں حکم دیا کہ مرجاؤ چنانچہ وہ سب مر گئے پھر اللہ نے انہیں زندہ کر دیا، یقیناً اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ○ اور اللہ کی راہ میں جنگ کرو اور جان لو کہ اللہ خوب سننے والا

اورخوب جاننے والا ہےO کون ایسا ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے پھر اللہ اس کے ثواب کو بڑھا کر کئی گنا کر دے اور تنگدستی اور خوشحالی سب اللہ ہی دیتا ہے اور بالآخر تم سب کو اسی کے پاس لوٹنا ہےO

﴿تفسیر﴾

﴿۲۴۳﴾ پہلا قصہ کسی ایسی قوم کا ہے جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے بھاگ کھڑی ہوئی تھی یہ کون لوگ تھے؟ کہاں کے رہنے والے تھے؟ تاریخ کے کس دور میں گذرے ہیں؟ انہیں موت کا خطرہ کیسے لاحق ہوگیا؟ کیا طاعون وغیرہ کی بیماری کی وجہ سے یا کسی طاقتور دشمن کے ساتھ مقابلہ کی وجہ سے؟ انہوں نے جہاد کا انکار کیا تھا یا کسی متعدی بیماری سے بچاؤ کے لیے اپنے گھروں کو چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے؟..... مختلف اقوال ہیں لیکن قرآن نے کسی ایک قول کی طرف اشارہ تک نہیں کیا کیونکہ قرآن کی نظر میں ان تفصیلات کی اتنی اہمیت نہیں ہے جتنی اہمیت اس سبق کی ہے جو اس قصہ میں پوشیدہ ہے۔

قرآن مسلمانوں کو یہ سبق دینا چاہتا ہے کہ بزدلی اور فرار کی وجہ سے موت ٹل نہیں سکتی اور رونے دھونے سے زندگی میں اضافہ نہیں ہوسکتا، اگر کسی کی زندگی کے دن باقی ہوں تو اسے میدانِ جنگ میں بھی کوئی نہیں مار سکتا، کسی جماعت کی کثرت اس کی حفاظت کی ضامن نہیں اور کسی جماعت کی قلت اس کی تباہی اور شکست کی دلیل نہیں۔

موت اور زندگی کا نظام اللہ کے ہاتھ میں ہے لہٰذا محض زندگی بچانے کے لیے مہلک بیماریوں اور جہاد سے پیٹھ پھیرنا یہ مسلمان کی شان نہیں ہے۔

یہ قوم جو ہزاروں کی تعداد میں تھی اور موت کے ڈر سے اپنے آباد گھر چھوڑ کر نکل کھڑی ہوئی تھی جب اس نے اپنے خیال میں اپنے آپ کو موت سے بچالیا اور محفوظ مقام پر پہنچا دیا تو اللہ نے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا ان کا فرار انہیں موت سے نہ بچاسکا اور جب اللہ کا ارادہ ہوا تو اس نے معجزانہ طور پر اپنے ایک حکم سے ان سب کو زندہ کر دیا۔{۳۱۰}

﴿۲۴۴﴾ اے مسلمانو! جب تم مانتے ہو کہ موت اور زندگی کے فیصلے زمینوں پر نہیں آسمانوں پر ہوتے ہیں تو پھر یہ بزدلی کیسی، یہ موت کا خوف کیسا؟ آگے بڑھو اور اسلام اور انسانیت کے دشمنوں سے جنگ کرو.....اور جہاد میں صرف تمہارے جسم اور جان کی ضرورت نہیں بلکہ مال کی بھی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے لیے خرچ کیے گئے

{۳۱۰} "فقال لهم الله موتوا "...... المراد انه تعالیٰ متی اراد ذلك وقع من غير منع وتاخير ومثل هذا عرف مشهور فی اللغة (كبير)

تمہارے ایک ایک پیسے کو ایسا قرض شمار کرتا ہے جو یقیناً واپس کیا جائے گا اور کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کیا جائے گا یہ اس کریم کا وعدہ ہے جو کبھی بھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

﴿۲۴۵﴾ تو پھر کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دینے کے لیے تیار ہے {۳۱۱}، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بخل سے مال بچ جائے گا اور سخاوت سے تم فقیر ہو جاؤ گے؟......نہیں ایسا ہرگز نہیں تنگدستی اور خوشحالی، غربت اور ثروت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے تو بخل کے باوجود تمہیں پائی پائی کا محتاج کر دے اور چاہے تو انفاق فی سبیل اللہ کے باوجود تمہیں خوشحالی عطا فرما دے۔

پھر یہ بھی تو سوچو کہ اجتماعی بخل کسی قوم کی موت اور اجتماعی سخاوت کسی قوم کی زندگی ہوتی ہے، تم موت کو زندگی پر کیوں ترجیح دیتے ہو، یہ مال تو یہیں رہ جائے گا بالآخر تمہیں اللہ کے حضور پیش ہونا ہے، اگر تمہیں اس پر یقین ہے تو پھر یہ بزدلی اور بخل کیسا؟

حکمت وہدایت

۱۔ جس قوم میں اجتماعی بزدلی آ جائے، قانونِ فطرت یہ ہے کہ اسے موت سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ (۲۴۳)

۲۔ جہاد اور موت سے گھبرانے والی قوم کی آخری پناہ گاہ اجتماعی غلامی اور موت ہے۔ (۲۴۳)

۳۔ تقدیرِ الٰہی کے مقابلے میں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ (۲۴۳)

۴۔ موت اور زندگی، صحت اور بیماری، فقر اور غنا سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ (۲۴۳)

۵۔ اگر کسی بستی یا شہر میں وبائی امراض پھیل جائیں تو وہاں سے بھاگ کر دوسری جگہ جانا جائز نہیں۔ (۲۴۳) یونہی باہر والوں کو اس بستی میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے بے پناہ فضل واحسان کے باوجود انسانوں کی اکثریت ناشکر گذار ہے۔ (۲۴۳)

۷۔ اللہ کی راہ میں جہاد وقتال فرض ہے۔ (۲۴۴)

۸۔ اللہ کے بندوں اور اللہ کے دین پر خرچ کرنا درحقیقت اللہ کو قرض دینا ہے۔ (۲۴۵)

۹۔ اللہ کسی کا ہاتھ تنگ کرتا ہے تا کہ وہ صبر کرے اور کسی کو خوشحالی عطا کرتا ہے تا کہ وہ شکر کرے۔ (۲۴۵)

۱۰۔ روحانی قبض وبسط بھی اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے اور مؤمن کے لیے دونوں ہی وصول الی اللہ کا ذریعہ بنتے ہیں۔ (۲۴۵)

{۳۱۱} والعرب تقول لکل من فعل الیه خیر اقدا حسنت قرضی وقد ا قرضتنی قرضا حسنا (تاج العروس شرح القاموس)

بنی اسرائیل کا ترکِ جہاد

۲۴۶......۲۴۷

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ
کیا نہ دیکھا تونے ایک جماعت بنی اسرائیل کو موسیٰ کے بعد جب انہوں نے کہا اپنے نبی سے مقرر کر دو ہمارے

لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ
لئے ایک بادشاہ تاکہ ہم لڑیں اللہ کی راہ میں پیغمبر نے کہا کیا تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر حکم ہو تم کو لڑائی کا تو تم اُس وقت نہ لڑو

قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ
وہ بولے ہم کو کیا ہوا کہ ہم نہ لڑیں اللہ کی راہ میں اور ہم تو نکال دیئے گئے اپنے گھروں سے اور بیٹوں سے پھر جب حکم ہوا

عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۴۶﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ
اُن کو لڑائی کا تو وہ سب پھر گئے مگر تھوڑے سے اُن میں کے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو اور فرمایا اُن سے اُن کے نبی نے بیشک

اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْٓا اَنّٰی یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ
اللہ نے مقرر فرما دیا تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ کہنے لگے کیونکر ہوسکتی ہے اس کو حکومت ہم پر اور ہم زیادہ مستحق

بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَیْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً
ہیں سلطنت کے اُس سے اور اُس کو نہیں ملی کشایش مال میں پیغمبر نے کہا بیشک اللہ نے پسند فرمایا اُس کو تم پر اور زیادہ فراخی دی

فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۷﴾
اس کو علم اور جسم میں اور اللہ دیتا ہے ملک اپنا جس کو چاہے اور اللہ ہے فضل کرنیوالا سب کچھ جاننے والا

تسھیل ۔کیا تجھے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے قصہ کی خبر نہیں ہوئی جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لیے ایک امیر مقرر کر دیجئے جس کی قیادت میں ہم اللہ کی راہ میں قتال کریں، اللہ کے نبی نے فرمایا ممکن ہے اگر تم پر جہاد فرض کر دیا جائے تو تم جہاد نہ کرو کہنے لگے ہم کیوں اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں گے جبکہ صورت یہ ہے کہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکال دیا گیا ہے اور بچوں سے جدا کر دیا گیا ہے لیکن جب انہیں جہاد کا حکم دے دیا گیا تو ان میں سے چند ایک کے سوا سب نے جہاد سے منہ موڑ لیا اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے O اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت کو امیر مقرر کیا ہے کہنے لگے کہ اسے ہمارے اوپر امارت کیسے حاصل ہوسکتی ہے حالانکہ اس کے مقابلے میں ہم امارت کے زیادہ حقدار ہیں جبکہ طالوت کو مالی وسعت بھی حاصل نہیں ہے اللہ کے نبی نے فرمایا تمہاری قیادت کے لیے طالوت کا انتخاب اللہ نے خود فرمایا ہے اور اللہ نے اسے علم اور جسم دونوں میں کشادگی دی ہے

اور اللہ اپنا ملک جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے، اللہ بڑا وسعت والا اور بڑا علم والا ہےO

﴿تفسیر﴾

یہ آخری قصہ ہے جو بنی اسرائیل کے تذکرہ کے ضمن میں بیان کیا جا رہا ہے اور اسے آخر میں لانے میں ایک نکتہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ قصہ بنی اسرائیل کی تاریخ کا ایسا گم گشتہ باب تھا جس سے یہود کے ماہر علماء بھی بہت کم واقف تھے تو ایک امی کی زبان سے اس کا بلا کم وکاست بیان ہونا اس کی نبوت ورسالت کی واضح دلیل ہے اسی لیے اس قصہ کے اختتام پر فرما دیا گیا۔

﴿وَاِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ بلاشبہ آپ ہمارے رسولوں میں سے ہیں۔

یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ بنی اسرائیل کے تذکرہ کا آغاز بھی ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ذکر سے ہوا تھا اور اختتام بھی اس کے بعض تاریخی احسانات کے ذکر پر ہو رہا ہے، قریب ترین آیات سے بھی زیرِ نظر آیات کی مناسبت بالکل واضح ہے کچھ لوگ ہزاروں کی تعداد میں ہونے کے باوجود موت سے بچنے کے لئے گھروں سے بھاگ کھڑے ہوئے لیکن ان کا فرار انہیں موت سے نہ بچا سکا اور کچھ لوگ تعداد میں تھوڑے ہونے کے باوجود ثابت قدم رہے تو ان کی ثابت قدمی ان کی فتح، عزت اور قومی زندگی کا ذریعہ بن گئی......تو یہ دو قصے اپنے دامن میں ان مسلمانوں کے لیے عبرت ونصیحت کا بڑا سامان رکھتے ہیں جو بزدلی اور موت کے خوف کی وجہ سے جہاد سے پہلو تہی کرتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد اب ہم ان آیات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

﴿۲۴۶﴾ جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے وہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے کوئی تین سال بعد پیش آیا یہ اس وقت کی بات ہے جب فلسطینی، اسرائیلیوں پر مسلسل حملے کر رہے تھے اور اسرائیلی ان کے مقابلے میں بالکل بے بس ہو چکے تھے، وقت کے نبی حضرت شمویل یا صمویل علیہ السلام تھے جو کہ شام کے قرب وجوار میں رہتے تھے اور اس وقت بوڑھے ہو چکے تھے نہ خود میدانِ جنگ میں جا سکتے تھے نہ ان کے بیٹوں میں سے کسی کے اندر امارت کی صلاحیت تھی چنانچہ اسرائیلیوں نے اللہ کے نبی سے درخواست کی کہ ہمارے لیے کوئی امیر مقرر کر دیجئے {۳۱۲} جس کی قیادت میں ہم اپنے دشمنوں سے جنگ کریں حضرت شمویل علیہ السلام اپنی قوم کے مزاج سے خوب واقف تھے اور اس موقع پر ان کے جذبات پر کھنا بھی چاہتے تھے اس لئے ان سے پوچھ لیا کہ واقعی تم جہاد وقتال میں سنجیدہ ہو یا وقتی جوش کے زیرِ اثر جہاد وقتال کی باتیں کر رہے ہو؟

{۳۱۲} "ملکا" الملك هو المتصرف بالامر والنهي عند الجمهور (مفردات/۴۷۲)

انہوں نے بڑے جوش وخروش سے جواب دیا کہ اگر اب بھی ہم جنگ نہ کریں گے تو کب کریں گے ہمارے سامنے جنگ کے سوا کوئی راستہ ہی باقی نہیں رہا ہماری مظلومیت انتہائی درجہ تک پہنچ چکی ہے ہمیں گھر سے بے گھر کر دیا گیا ہے اور ہمارے بچے ہم سے جدا کر دیئے گئے ہیں۔

لیکن پھر وہ اندیشہ حقیقت بن کر رہا جس کا اظہار اللہ کے نبی نے کیا تھا اور یہ بنی اسرائیل کی کئی مکروہ خصوصیات میں سے ایک خصوصیت تھی، وہ باتیں بڑی بڑی کرتے تھے لیکن عملی میدان میں نکمے ثابت ہوتے تھے وعدہ کر کے پھر جانا ان سے بالکل بعید نہیں تھا۔

جب ان پر جہاد فرض کر دیا گیا تو اب وہ اس سے پہلوتہی کرنے لگے، ایک چھوٹی سی جماعت کے سوا سب نے میدانِ جہاد میں اترنے سے انکار کر دیا۔

﴿۲۴۷﴾ اللہ کے نبی نے انہیں خوشخبری سنائی کہ تمہاری درخواست قبول ہوگئی ہے اور طالوت کو اللہ نے تمہاری قیادت کے لیے منتخب فرمالیا ہے۔

بحث وتکرار، نکتہ چینی اور فخر وغرور جو بنی اسرائیل کا مزاج بن چکا تھا وہ اس موقع پر بھی ظاہر ہو کر رہا۔ کہنے لگے کہ طالوت ہمارا امیر کیسے بن سکتا ہے {۳۱۳} یہ استحقاق تو ہمارا ہے، ہمارے پاس مال و دولت کی بھی بہتات ہے اور نسلی اعتبار سے بھی ہم اس سے فائق ہیں، اصل میں بنی اسرائیل اپنے بارہ قبائل میں سے نبوت کو قبیلہ بنی لاوہ کا اور حکومت وامارت کو بنی یہوداہ کا حق سمجھتے تھے علاوہ ازیں حضرت طالوت کی مالی حیثیت بھی کمزور تھی حضرت شمویل علیہ السلام نے ان کے اعتراض کے چار جواب دیئے۔

پہلا یہ کہ امارت کے لیے طالوت کا انتخاب اللہ نے خود کیا ہے اور یقیناً اللہ کا انتخاب غلط نہیں ہوسکتا، دوسرا یہ کہ وہ فنونِ حرب کا علم بھی تم سب سے زیادہ رکھتے ہیں اور قد و قامت اور جسمانی صحت میں بھی ممتاز ہیں {۳۱۴} اور یہی دو چیزیں تمہارے ہاں بھی فوج کی امارت کے لیے ضروری ہیں۔

تیسرا یہ کہ اللہ جسے چاہتا ہے اسے اپنا ملک دے دیتا ہے اس کی عطا پر کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں، چوتھا یہ کہ اللہ بڑا وسعت والا ہے، تنگدست کو خوشحال کر دینا اور پست کو بلند کر دینا اس کے لیے بالکل مشکل نہیں ہے پھر وہ علیم بھی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کس میں صلاحیت ہے اور کس میں نہیں ہے۔

{۳۱۳} "انی یکون له الملك"...... کیف ومن این، وهو انکار تملکه علیهم واستبعاده (کشاف)

{۳۱۴} وکان اعلم بنی اسرائیل بالحرب والدیانات فی وقته (مدارك)

حکمت وہدایت

۱۔ وقتی جوش وخروش کا مظاہرہ کرنے والے اکثر لوگ عملی اور جہادی میدان میں نکمے ثابت ہوتے ہیں۔(۲۴۶)

۲۔ جہاد کے لیے بڑی سنجیدہ فکری، نظریاتی، روحانی اور فوجی تربیت اور اخلاصِ نیت، عزیمت وشجاعت اور قربانی وایثار جیسے اعلیٰ اخلاق کی ضرورت ہے جو لوگ گہری تربیت کے بغیر محض چند جوشیلوں کی نعرہ بازی کی وجہ سے جہاد شروع کر دیتے ہیں وہ اپنے علاوہ پوری امت کے ساتھ بھی زیادتی کے مرتکب ہوتے ہیں۔(۲۴۶)

۳۔ جس جماعت کا ایمان کمزور ہو اور اس کے نفس کا تزکیہ نہ ہُوا ہو وہ جہاد وقتال سے جان چھڑاتی ہے۔(۲۴۶)

۴۔ بزدل اور کمزور قوموں میں بھی ایسے سرفروش ہوتے ہیں جو اکثریت کی مخالفت اور اعراض کے باوجود جہاد کا علم بلند رکھتے ہیں۔(۲۴۶)

۵۔ جو لوگ کفار کے ظلم وستم کے باوجود جہاد سے اعراض کرتے ہیں وہ ظالم ہیں۔(۲۴۶)

۶۔ شرعی جہاد کے لیے امام کا ہونا ضروری ہے جس کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی جائے۔(۲۴۷)

۷۔ امارت وقیادت نہ تو وراثت میں ملتی ہے اور نہ ہی ثروت وغنا کی وجہ سے کوئی شخص اس کا حقدار ہوتا ہے۔(۲۴۷)

۸۔ مجاہدین کا قائد اور مسلمانوں کا امیر ایسا شخص ہونا چاہیے جسے فنونِ حرب پر عبور حاصل ہو، گرد وپیش کے حالات پر اس کی نظر ہو، وہ دشمنوں کی سازشوں کو سمجھ سکتا ہو اور جسمانی طور پر بھی مضبوط اور صحتمند ہو۔(۲۴۷)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ امیر المؤمنین کے اندر تین صفات ضروری ہیں:

۱۔ تدیّن یعنی وہ دیندار ہو۔

۲۔ وہ سیاست سے واقف ہو۔

۳۔ اس کے اندر ہمت ہو۔

اہلِ ایمان کی آزمائش اور قلّت کے باوجود کامیابی

﴿۲۴۸......۲۵۲﴾

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اور کہا بنی اسرائیل سے اُن کے نبی نے کہ طالوت کی سلطنت کی نشانی یہ ہے کہ آوے تمہارے پاس ایک صندوق کہ جس میں تسلی خاطر ہے تمہارے رب کی طرف سے

وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ

اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں انہیں کی جو چھوڑ گئی تھی موسیٰ اور ہارون کی اولاد اُٹھا لاویں گے اس صندوق کو فرشتے بیشک اس میں پوری نشانی ہے تمہارے

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ

واسطے اگر تم یقین رکھتے ہو پھر جب باہر نکلا طالوت فوجیں لے کر کہا بیشک اللہ تمہاری آزمائش کرتا ہے ایک نہر سے سو جس نے

شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّىْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّىْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ

پانی پیا اُس نہر کا تو وہ میرا نہیں اور جس نے اُس کو نہ چکھا تو وہ بیشک میرا ہے مگر جو کوئی بھرے ایک چلو اپنے ہاتھ سے

فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۗ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا

پھر پی لیا سب نے اُس کا پانی مگر تھوڑوں نے اُن میں سے پھر جب پار ہوا طالوت اور ایمان والے ساتھ اُس کے تو کہنے لگے

لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۗ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ

طاقت نہیں ہم کو آج جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی کہنے لگے وہ لوگ جن کو خیال تھا کہ اُن کو اللہ سے ملنا ہے

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا

بارہا تھوڑی جماعت غالب ہوئی ہے بڑی جماعت پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور جب

بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا

سامنے ہوئے جالوت کے اور اس کی فوجوں کے تو بولے اے رب ہمارے ڈال دے ہمارے دلوں میں صبر اور جمائے رکھ ہمارے پاؤں اور مدد کر ہماری

عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ ۗ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ

اس کافر قوم پر پھر شکست دی مومنوں نے جالوت کے لشکر کو اللہ کے حکم سے اور مار ڈالا داؤد نے جالوت کو اور دی داؤد کو اللہ نے

الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ

سلطنت اور حکمت اور سکھایا اُن کو جو چاہا اور اگر نہ ہوتا دفع کرا دینا اللہ کا ایک کو دوسرے سے تو خراب ہو جاتا

الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ

ملک لیکن اللہ بہت مہربان ہے جہان کے لوگوں پر یہ آیتیں اللہ کی ہیں ہم تجھ کو سناتے ہیں

بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

ٹھیک ٹھیک اور تو بیشک ہمارے رسولوں میں ہے

تسہیل ۔ ان سے ان کے نبی نے فرمایا کہ اس کی امارت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آ جائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سامانِ تسکین اور آلِ موسیٰؑ اور آلِ ہارونؑ کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں، اس صندوق کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے، اگر تم واقعی مؤمن ہو تو اس واقعہ میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے O پھر جب طالوت فوجوں کو لے کر چلے تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ایک نہر کے ذریعہ تمہیں آزمائے گا تو جو شخص اس میں سے پانی پی لے گا وہ میرا ساتھی نہیں اور جو اسے چکھے بھی نہیں وہ میرا ساتھی ہے ہاں اگر کوئی شخص چلو بھر پانی پی لے تو کوئی حرج نہیں لیکن ان میں سے چند ایک کے سوا باقی سب نے خوب پانی پیا پھر جب طالوت اور ان کے ہمراہ ایمان

لانے والے ساتھی نہر سے پار اُتر گئے تو دشمن کے بڑے لشکر کو دیکھ کر کہنے لگے کہ آج تو ہم میں جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلے کی طاقت نہیں لیکن جن لوگوں کو اللہ کے سامنے پیش ہونے کا یقین تھا وہ ان کی بات سُن کر کہنے لگے کہ کتنی ہی بار ایسا ہو چکا ہے کہ چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آ گئیں اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے O جب وہ جالوت اور اس کے لشکر کے سامنے میدان میں آ گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی ''اے ہمارے پروردگار ہمیں خوب صبر کرنے کی توفیق عطا فرما دیجئے، ہمارے قدم جما دیجئے اور ہمیں کافروں پر غلبہ عطا فرما دیجئے'' O پھر انہوں نے اللہ کے حکم سے ان کو شکست دی اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے داؤد علیہ السلام کو سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور اللہ نے جو چاہا وہ انہیں سکھا دیا، اگر اللہ بعض لوگوں کو بعضوں کے ذریعے وقتاً فوقتاً ہٹاتا نہ رہتا تو زمین فساد سے بھر جاتی لیکن اللہ دنیا والوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے O یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم آپ کو ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں اور بلاشبہ آپ ہمارے رسولوں میں سے ہیں O

﴿تفسیر﴾

﴿۲۴۸﴾ بنی اسرائیل نے خود ہی اپنے لیے امیر منتخب کرنے کی درخواست کی اور جب ان کی درخواست کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ایک باصلاحیت انسان کو ان کا امیر منتخب فرما دیا تو اس پر اعتراضات کرنے لگے حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں ہے تو میں تمہارے سامنے ایک حِسّی دلیل پیش کرتا ہوں جس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ واقعی اللہ نے طالوت کو امارت کے لیے منتخب کر لیا ہے اور وہ دلیل یہ ہے کہ وہ متبرک تابوت جس میں تورات کی تختیاں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور کپڑے، حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کے خاندان اور متبعین کے دوسرے تبرکات محفوظ ہیں اور دشمن تم سے چھین کر لے گئے تھے وہ تابوت معجزانہ شان کے ساتھ تمہیں واپس مل جائے گا، اسے فرشتے اٹھا کر تمہارے پاس لے آئیں گے اور اس سے تمہارے دلوں کو اطمینان اور ایمان نصیب ہوگا۔

﴿۲۴۹﴾ یہ مادی معجزہ دیکھ کر بنی اسرائیل نے طالوت کی امارت کو تسلیم کر لیا اور ان میں سے ستر اسی ہزار نوجوان جہاد کے لیے تیار ہو گئے، طالوت نے چاہا کہ انہیں کسی طرح آزما لیا جائے اور صرف ایسے افراد کو جہاد میں شرکت کی اجازت دی جائے جو بھوک پیاس برداشت کر سکتے ہوں اور قوتِ ارادی، اطاعتِ امیر اور صبر و ثبات جیسی صفات سے مالا مال ہوں کیونکہ صبر کرنے والے تھوڑے سے افراد بے صبروں کے بہت بڑے ہجوم پر بھاری ثابت

ہوتے ہیں اور اللہ کی نصرت بھی ایسے ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔

یہ آزمائش اس لئے بھی ضروری تھی کیونکہ بنی اسرائیل کی تاریخ بزدلی، فرار، بے وفائی اور تلون مزاجی کی مثالوں سے بھری ہوئی تھی وہ شکست کے عادی ہو چکے تھے اور ہر شکست خوردہ، اخلاقی اقدار سے محروم اور پستی سے مفاہمت کر لینے والی قوم کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ شکست کو کوئی عار نہیں سمجھتی، خود مسلمانوں میں بھی آج اس تجربہ کی جھلکیاں جابجا دکھائی دیتی ہیں۔

طالوت جس راستے سے سفر کر رہے تھے اس کے بیچ میں ایک نہر پڑتی تھی اور یہ دن بھی سخت گرمی کے تھے اہلِ لشکر پیاس سے نڈھال ہو رہے تھے لیکن جناب طالوت نے اعلان کر دیا کہ جو فوجی چلو بھر سے زائد پانی پیے گا اسے میرے ساتھ چلنے کی اجازت نہیں ہوگی، لشکریوں کی اکثریت اس آزمائش میں ناکام ہوگئی اور تین سو تیرہ یا کم وبیش کے سوا سبھی نے خوب جی بھر کر پانی پی لیا، اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ جنہوں نے ایک چلّو سے زیادہ پانی نہ پیا ان کی پیاس بجھ گئی اور جنہوں نے پیٹ بھر کر پیا تھا ان کی پیاس اور بڑھ گئی اور وہ ساتھ چلنے کے قابل بھی نہ رہے۔

طالوت اسی چھوٹے سے لشکر کو لیکر آگے بڑھ گئے اور دشمن کے مقابل جا کھڑے ہوئے بعض اہلِ ایمان نے جب جالوت کے لشکر کی شان وشوکت اور کثرت کو دیکھا تو پریشان ہو گئے اور کہنے لگے کہ ایسے زبردست لشکر سے مقابلہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں مگر وہ لوگ جن کے دل کی گہرائیوں میں ایمان جڑ پکڑ چکا تھا اور جنہیں اللہ سے ملنے کا یقین ہی نہیں شوق بھی تھا{۳۱۵} انہوں نے جالوت کے لشکر جرار پر ایک نگاہِ غلط انداز ڈالی اور بڑی بے نیازی سے کہنے لگے کہ ہم اپنی قلت کو شکست اور دشمن کی کثرت کو فتح کی علامت نہیں سمجھتے کامیابی کا حقیقی سرچشمہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اگر اس کا فضل شاملِ حال ہو اور صبر وایمان جیسی صفات بھی ہوں تو چھوٹی سی جماعت اپنے سے کہیں بڑی جماعت کو شکست دے سکتی ہے...... چنانچہ ایسے ہی ہُوا۔

﴿۲۵۰﴾ جب اہلِ ایمان کی چھوٹی سی جماعت اپنے پُرعزم اور صاحبِ ایمان قائد کی قیادت میں دشمن کے مقابلے میں صف آرا ہوئی تو اس نے فضلِ الٰہی اور نصرت باری کے حصول کے لیے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے اور یہی مخلص اہلِ ایمان کا شعار ہوتا ہے وہ کبھی بھی ظاہری اسباب پر گھمنڈ نہیں کرتے ان کی نظر مسبب الاسباب پر ہوتی ہے۔

لشکرِ طالوت نے تین دعائیں مانگیں......ہم پر صبر انڈیل دے، (ہمارے سارے وجود کو صبر سے سرشار

{۳۱۵}"یظنون" والظن ھنا بمعنی الیقین (قرطبی ۲۵۵/۳)

کر دے)...... ہمارے قدم جما دیجئے، (دشمن کے مقابلے میں ہمارے قدموں میں لغزش پیدا نہ ہو)......اور ہماری مدد کیجئے تاکہ ہمیں دشمن پر غلبہ حاصل ہو، تینوں دعائیں موقع کی مناسبت سے تھیں اور قبول بھی ہوئیں...... مخلص مجاہدوں، صابروں اور اہلِ ایثار کی دعائیں ہمیشہ قبول ہوتی ہیں۔

﴿۲۵۱﴾ حضرت داؤد علیہ السلام کو ابھی تک نبوت نہیں ملی تھی وہ اپنے چھ بھائیوں اور والد کے ساتھ جہاد میں شریک تھے انہوں نے جالوت کو دیکھا کہ لوہے میں ڈوبا ہوا ہے اور صرف ماتھے کی جگہ خالی ہے انہوں نے پتھر گوپھن میں رکھ کر مارا جو کہ سیدھا اس کے ماتھے پر لگا اور جالوت زخمی ہو کر گر پڑا حضرت داؤد علیہ السلام آگے بڑھے اور اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر کے لے آئے، جالوت کے قتل ہوتے ہی اس کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

طالوت نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت داؤد علیہ السلام سے کر دیا اور ان کی وفات کے بعد آپ ہی بنی اسرائیل کے بادشاہ منتخب ہوئے، اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت عطا فرمادی{۳۱۶}، زرہ سازی کی مہارت بھی مل گئی، پرندوں کی زبان سمجھنے کا ملکہ بھی نصیب ہو گیا اور تنازعات میں فصل وقضا کی صلاحیت بھی انہیں خاص طور پر حاصل ہوئی......انہیں یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے پہلے فرد تھے جو بیک وقت نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے۔

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ﴾......"اگر اللہ بعض لوگوں کو بعضوں کے ذریعے وقتاً فوقتاً ہٹاتا نہ رہتا"

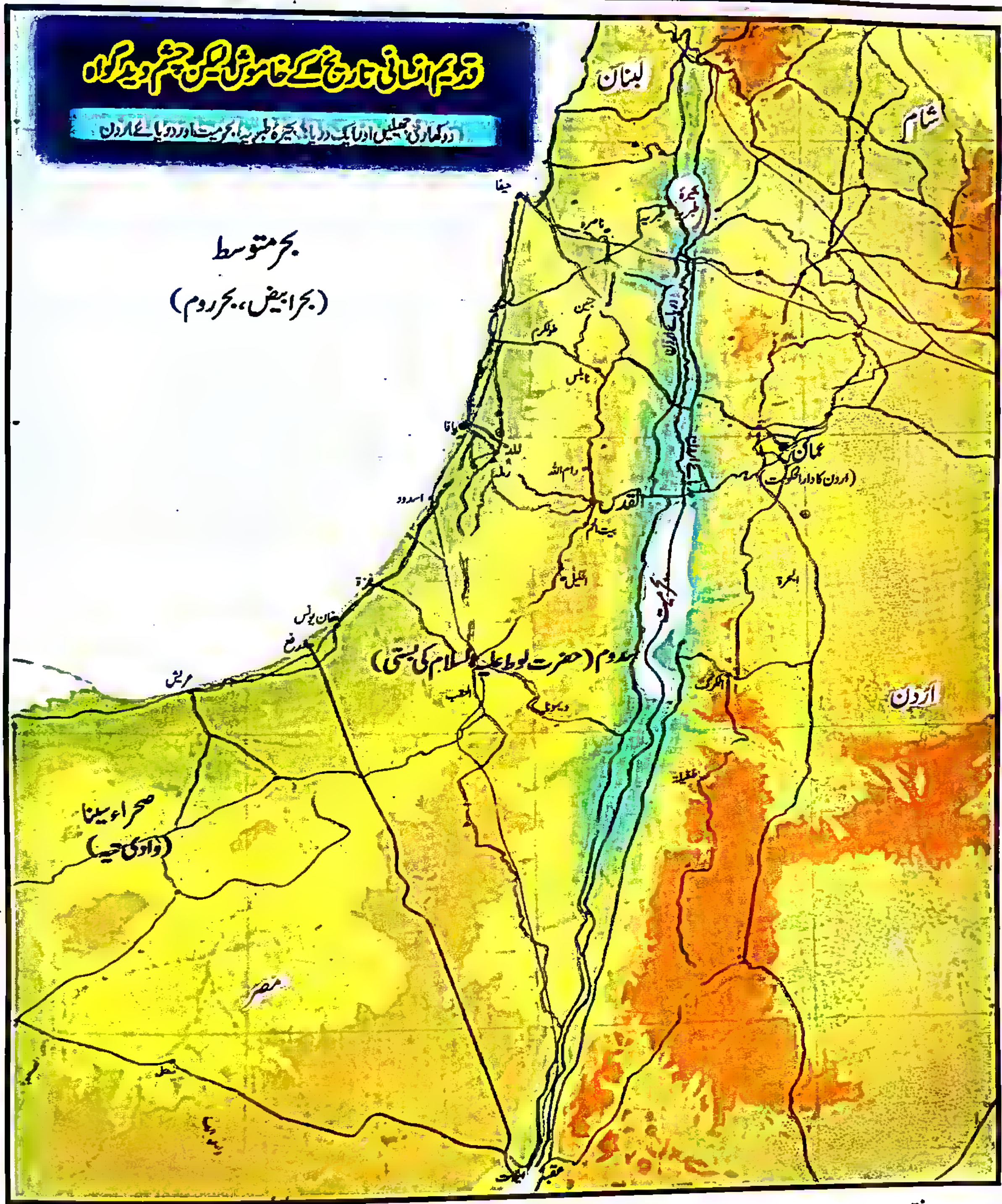
جہاد کے روح پرور اور سبق آموز واقعات کے بعد اب آخر میں جہاد کا فلسفہ اور حکمت بیان کی جارہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ذریعے ظالموں اور متکبروں کی سرکوبی نہ کرے تو یہ زمین فساد سے بھر جائے، ہر طرف ظلم کی اندھیری رات چھا جائے، مسجدیں ویران ہو جائیں، مدارس پر تالے پڑ جائیں، عزت وناموس ارزاں ترین چیز بن جائے اور خون پانی کی طرح بہنے لگے چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی مسلمانوں نے جہاد وقتال سے پہلوتہی کی ان کے ساتھ یہی کچھ ہوا۔

﴿۲۵۲﴾ اے محمد ﷺ ہم یہ آیتیں آپ کو ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں اور آپ یقیناً ہمارے رسولوں میں سے ہیں......آپ کا تاریخ کے یہ بھولے بسرے قصے بغیر کمی بیشی کے سنانا آپ کی رسالت کی ایک مستقل دلیل ہے۔

حکمت وہدایت

۱۔ صلحاء کے آثار سے برکت حاصل کرنا جائز ہے۔(۲۴۸)

{۳۱۶} "والحکمۃ"...... قیل الحکمۃ العلم والعمل بھا وفسرھا بعضھم بالنبوۃ (بحرمحیط)



اس نقشے میں جو پہلا بڑا نیلا دھبہ آپ دیکھ رہے ہیں یہ بحیرہ طبریہ ہے، دوسرے کو بحر میت کہتے ہیں اور ان دونوں کو جو دریا ملا رہا ہے وہ دریائے اردن ہے۔ دریائے اردن پر ہی حضرت طالوت نے بنی اسرائیل کے صبر اور تقویٰ کا امتحان لیا تھا۔ یہ دریا اس لحاظ سے بالکل انوکھا ہے کہ اس کا پانی شروع میں تو صاف، شفاف اور میٹھا ہے لیکن آگے چل کر گدلا، بدبودار اور مضر صحت ہے نیز یہ دنیا کا واحد دریا ہے جو سطح سمندر سے ۱۲۰۰ فٹ نیچے ہے۔ جغرافیۂ قرآنی کے ماہرین نے لکھا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ جہاں سے حضرت طالوت کے لشکر نے دریا عبور کیا ہو وہ اس دریا کا یہی گندا حصہ ہو۔

۲۔ جہاد وہی لوگ کر سکتے ہیں جو قوتِ ارادی، اطاعتِ امیر اور صبر و ثبات جیسی صفات سے مالا مال ہوں۔

۳۔ جہادی لشکر میں غیر آزمودہ افراد کی بھیڑ اکٹھی کرنے کے بجائے صرف ایسے افراد کو لینا چاہیے جن کے اندر اعلیٰ اخلاقی اور ایمانی صفات پائی جاتی ہوں۔(۲۴۹)

۴۔ اطاعتِ امیر سے انکار دل میں بزدلی اور خوف پیدا کر دیتا ہے۔(۲۴۹)

۵۔ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا یقین اور شوق انسان کو بہادر بنا دیتا ہے۔(۲۴۹)

۶۔ چھوٹی سی جماعت جو ایمان، صبر، استقامت اور اطاعتِ امیر کی صفات سے متصف ہو وہ بڑی جماعت پر غالب آ جاتی ہے۔(۲۴۹)

۷۔ صبر ان صفات میں سے ہے جن کی وجہ سے بندہ مؤمن کو اللہ کی معیت اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔(۲۴۹)

۸۔ میدانِ جنگ میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا اہلِ ایمان کا خاص شعار ہے۔(۲۵۰)

۹۔ مجاہدین کو اللہ تعالیٰ سے صبر، استقامت اور فتح و نصرت کی دُعا خاص طور پر کرنی چاہیے۔(۲۵۰)

۱۰۔ مخلص مجاہدوں، صابروں اور اہلِ ایثار کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔(۲۵۱)

۱۱۔ نبوت اور سلطنت میں کوئی تضاد نہیں، ایسا ممکن ہے کہ ایک فرد علمِ نبوت کا حامل بھی ہو اور بادشاہ بھی ہو۔(۲۵۱)

۱۲۔ جہاد کی مشروعیت میں ایک بڑی حکمت زمین اور اہلِ زمین کو ظلم اور فساد سے بچانا ہے۔(۲۵۱)

۱۳۔ جہاد کا عمل سارے جہانوں پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔(۲۵۱)

انبیاء کے درجات اور انسانوں کے احوال کا تفاوت

......۲۵۳......

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ
یہ سب رسول فضیلت دی ہم نے ان میں بعض کو بعض سے کوئی تو وہ ہے کہ کلام فرمایا اس سے اللہ نے اور بلند کئے بعضوں کے

دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ
درجے اور دیئے ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور قوت دی اس کو روح القدس یعنی جبریل سے اور اگر اللہ چاہتا تو نہ لڑتے وہ لوگ جو

مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ
ہوئے ان پیغمبروں کے پیچھے بعد اسکے کہ پہنچ چکے ان کے پاس صاف حکم لیکن ان میں اختلاف پڑگیا پھر کوئی تو ان میں ایمان لایا اور کوئی کافر ہوا

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾
اور اگر چاہتا اللہ تو وہ باہم نہ لڑتے لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہے

تسہیل ۔ان رسولوں میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے مثلاً ان میں ایسے بھی ہیں جن سے اللہ نے براہِ راست کلام کیا اور بعض کے درجات اس نے بلند کیے ہیں اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح دلائل اور معجزات عطا کیے اور ہم نے روح القدس کے ذریعہ ان کی تائید کی اور اگر اللہ چاہتا تو ان انبیاء کے پیچھے آنے والے لوگ واضح شواہد آجانے کے بعد آپس میں کبھی نہ لڑتے لیکن وہ اختلاف میں پڑ گئے پھر ان میں سے کوئی تو ایمان لے آیا اور کوئی کفر پر ہی اڑا رہا اگر اللہ چاہتا تو وہ باہم قتل وقتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے O

﴿تفسیر﴾

جن انبیاء ورسل کا سابقہ آیت کے آخر میں ذکر ہوا وہ سارے کے سارے نبوت ورسالت میں تو یکساں ہیں لیکن مدارج اور مراتب کے اعتبار سے ان میں فرق ہے ممکن ہے ان میں سے ایک کو جو خصوصیت حاصل ہو وہ دوسرے کو حاصل نہ ہو......یہی حال صحابہ کا بھی ہے۔{۳۱۷}

حضرت آدم علیہ السلام ماں باپ کے بغیر پیدا ہوئے، حضرت نوح علیہ السلام کو ساڑھے نوسو سال تک دعوتِ توحید کی سعادت حاصل ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تعمیرِ کعبہ اور ذبحِ اسمٰعیل علیہ السلام جیسے اعمال کی توفیق ملی، حضرت داؤد علیہ السلام کو پرندوں کی زبان سمجھا دی گئی اور ان کے لیے لوہا نرم کر دیا گیا، حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی واسطہ کے بغیر باری تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے، حضرت ایوب علیہ السلام شدید آزمائش اور بیماری میں بھی صبر وشکر پر قائم رہے، حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں اس وقت بیٹا پیدا ہوا جب وہ خود بوڑھے اور انکی بیوی بانجھ ہو چکی تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے تولّد ہوئے اور روح القدس یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے ان کی تائید اور حفاظت کا انتظام کیا گیا۔

تمام انبیاء کو جو کمالات دیئے گئے تھے وہ سب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرما کر آپ کو سب پر فضیلت دے دی گئی، آپ کی امت، امّتِ وسط اور آپ کا معجزہ یعنی قرآن، دائمی معجزہ ہے آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کی نبوت قیامت تک کے لیے ہے۔اسی لیے اکثر مفسرین نے ''بعضھم'' کا مصداق آپ ہی کو ٹھہرایا ہے۔{۳۱۸}

﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ﴾......''اگر اللہ چاہتا تو آپس میں کبھی نہ لڑتے''

{۳۱۷} وهكذا القول فى الصحابة انشاء الله تعالىٰ اشتركوا فى الصحبة ثم تباينوا فى الفضائل بما منحهم الله من المواهب والوسائل فهم متفاضلون بتلك مع ان الكل شملتهم الصحبة والعدالة والثناء عليهم (قرطبى ۳/۲۶٤)

{۳۱۸} "ورفع بعضهم" قال النحاس بعضهم هنا على قول ابن عباس والشعبى ومجاهد محمد صلى الله عليه وسلم (قرطبى ۳/۲٦٤)

تمام انبیاء کی دعوت ایک تھی جس کا منطقی تقاضا یہ ہونا چاہیے تھا کہ ان انبیاء کے متبعین میں جنگ وجدال تک نوبت نہ پہنچتی لیکن ایسا نہ ہوسکا اور ان انبیاء کے بعد آنے والوں نے آپس میں مقابلہ شروع کردیا ایک نبی کے پیروکار دوسرے نبی کے پیروکاروں سے الجھ پڑے بلکہ ایک ہی نبی کے ماننے والے کئی جماعتوں اور فرقوں میں تقسیم ہوگئے اور ایک دوسرے کی تکفیر اور تفسیق کرنے لگ گئے......یہی حال آج مسلمانوں کا بھی ہے۔

اگر اللہ چاہتا تو سارے انسانوں کو تکوینی طور پر انبیاء کی اتباع اور قبولِ حق پر مجبور کردیتا مگر یہ بات سنتِ الٰہیہ کے خلاف ہے، اس نے انسان کو جو حریتِ فکر اور ردوقبول کا اختیار دیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ انسان خود غوروفکر کرکے اپنے لیے راہِ ہدایت کا انتخاب کرے۔

حکمت وہدایت

۱۔ تمام انبیاء نفسِ رسالت میں یکساں ہونے کے باوجود مراتب اور فضائل میں باہم متفاوت ہیں۔(۲۵۳)
صحابہ کرام کا بھی یہی حال ہے، شرفِ صحابیت میں برابر ہونے کے باوجود ان میں فرقِ مراتب پایا جاتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کلام کی صفت بھی ثابت ہے چنانچہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو طور پر اور حضرت محمد ﷺ کو عالمِ ملکوت میں ہمکلامی کا شرف بخشا۔(۲۵۳)

۳۔ انسانوں میں اختلاف کا ہونا اللہ تعالیٰ کی تکوینی مشیت کے مطابق ہے مگر تشریعی مشیت کے خلاف ہے۔(۲۵۳)

۴۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کی راہ تو دکھاتا ہے مگر کسی کو قبولِ ہدایت پر مجبور نہیں کرتا۔(۲۵۳)

۵۔ اختلافات میں انبیاء کی بات ماننے والے مؤمن اور انکار کرنے والے کافر ہیں۔(۲۵۳)

انفاق میں تعجیل

﴿......۲۵۴......﴾

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِمَّا رَزَقۡنَٰكُم مِّن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَ يَوۡمٞ لَّا بَيۡعٞ فِيهِ وَلَا خُلَّةٞ
اے ایمان والو خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تم کو روزی دی پہلے اس دن کے آنے سے کہ جس میں نہ خرید وفروخت ہے اور نہ آشنائی
وَلَا شَفَٰعَةٞۗ وَٱلۡكَٰفِرُونَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٢٥٤﴾
اور نہ سفارش اور جو کافر ہیں وہی ہیں ظالم

ربط ۔ سابقہ آیات میں جہاد بالنفس کی ترغیب تھی اور یہاں اور اس کے بعد متعدد آیات میں جہاد بالمال کی ترغیب ہے۔

تسہیل ۔ اے ایمان والو جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ تو خرید وفروخت ہو سکے گی نہ دوستی کام آئے گی اور نہ ہی اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش کر سکے گا اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں O

تفسیر

﴿۲۵۴﴾ اے ایمان والو! اللہ کی راہ میں خرچ کرو{۳۱۹}...... جہاد میں، اشاعتِ اسلام میں، اقارب اور اعزاء پر، فقراء اور مساکین پر، یتیموں اور جنگی قیدیوں کو چھڑانے پر، اور اس دن سے پہلے خرچ کرلو جس دن دنیا میں ہونے والی کوتاہیوں کی تلافی نہیں ہو سکے گی۔ نہ نیکیوں کی خرید وفروخت سے، نہ کسی دوست کے ایثار سے اور نہ کسی کی سفارش سے۔

حکمت وہدایت

۱۔ اللہ نے انسان کو جو کچھ عطا کیا ہے اس میں سے کچھ اللہ کی راہ میں بھی خرچ کرنا چاہیئے۔ (۲۵۴)

۲۔ عملِ خیر میں عجلت کرنی چاہیے کہیں ایسے نہ ہو کہ یکا یک موت آجائے اور مہلتِ عمل ختم ہو جائے۔ (۲۵۴)

توحید ذات وصفات

﴿......۲۵۵......﴾

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی
اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہی سب کا تھامنے والا نہیں پکڑ سکتی اس کو اونگھ اور نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور

الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا
زمین میں ہے ایسا کون ہے جو سفارش کرے اسکے پاس مگر اجازت سے جانتا ہے جو کچھ خلقت کے روبرو ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ

یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَئُوْدُهٗ
سب احاطہ نہیں کر سکتے کسی چیز کا اسکی معلومات میں سے مگر جتنا کہ وہی چاہے گنجائش ہے اس کی کرسی میں تمام آسمانوں اور زمین کو اور گراں نہیں اس کو

حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾
تھامنا ان کا اور وہی ہے سب سے برتر عظمت والا

{۳۱۹} قالوا ان المراد بالانفاق هنا الانفاق الواجب لان الكلام يتضمن الوعيد على الترك وهو لايكون الاعلى ترك الواجب (المنار)

ربط۔ سابقہ آیات میں بتایا گیا کہ ایمان اور عملِ صالح ہی نجات کا مدار ہے لہٰذا قیامت کے دن مال و دولت اور دوستی اور سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دے گی نیز یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام اگرچہ مختلف ادوار میں آئے لیکن ان سب کی دعوت کی بنیاد عقیدہ توحید پر قائم تھی، اب آیۃ الکرسی میں ذات وصفات کی توحید کو بڑے جامع انداز میں بیان کیا جارہا ہے۔

تسہیل ۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور سب کا تھامنے والا ہے اسے نہ اونگھ آسکتی ہے نہ نیند، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کی ملکیت ہے، کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرسکے، وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان سے غائب ہے اور وہ اس کی معلومات میں سے صرف اسی چیز کا ادراک کرسکتے ہیں جس کا علم وہ خود انہیں دینا چاہے، اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو اپنی وسعت میں لے رکھا ہے، زمین وآسمان کی حفاظت سے اسے تھکاوٹ نہیں ہوتی اس کی شان عالی بھی ہے عظیم بھی ہے O

تفسیر

﴿۲۵۵﴾......﴿اللهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾......عبادت، بندگی اور غیر مشروط اطاعت صرف اللہ ہی کے لیے، خوف، اُمید، محبت، دعا اور مناجات صرف اللہ سے، رکوع، سجدہ نذر نیاز صرف اللہ کے لیے......وہ اکیلا ہے، بے نیاز ہے، بے مثال ہے اس کا کوئی شریک اور معاون نہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ چھوٹا نہ بڑا نہ ظلی نہ بروزی......لا الٰہ الا اللہ......یہ کلمہ کائنات کی جان اور ایمان کی اساس ہے کائنات کے پہلے مؤمن سے لیکر آخری مؤمن تک کا وردِ خاص! جب یہ کلمہ پڑھنے والا کوئی نہیں رہے گا تو قیامت آجائے گی......''اللہ'' اسمِ ذات ہے اور باقی تمام اسماء اس کی صفات ہیں۔

﴿اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾......اس کی حیات ابدی ہے، وہ عدم سے وجود میں نہیں آیا اور نہ ہی مستقبل میں کبھی اس پر عدم طاری ہوسکتا ہے، اس کی حیات کا نہ کوئی آغاز ہے اور نہ ہی اس کی کوئی انتہا ہے۔ وہ اپنی ذات سے قائم ہے نہ صرف یہ کہ اپنے قیام میں کسی کا محتاج نہیں بلکہ ساری کائنات کے قیام کا سبب بھی وہی ہے، عرش سے فرش تک، بر سے بحر تک، انسان سے ملائکہ تک، شمس وقمر سے کواکب وسیارات تک......سب کو تھامنے والا اور سب کو سنبھالنے والا وہی ہے، اگر وہ ایک لحظہ کے لیے اپنا دستِ قدرت موجودات سے ہٹالے تو سب کچھ مٹی کا ڈھیر بن جائے اور کچھ بھی باقی نہ رہے۔{۳۲۰}

{۳۲۰} "القیوم" القیم لغیره و کان ابن عمر رضی الله عنهما یقرأ القیّام، فجمیع الموجودات مفتقرة الیه وهو غنی عنها ولا قوام لها بدون امره (ابن کثیر ۱/۴۰۳)

﴿لَاتَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَانَوْمٌ﴾ ......نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند آتی ہے، اونگھ اور نیند اس کی شانِ قیومیت کے خلاف ہے وہ اَن گنت اور بے شمار جہانوں کا نگہبان ہے...... ایسے جہان جن میں سے کئی اب تک انسان کی نظروں سے اوجھل ہیں...... معاذ اللہ اس کی یک لمحاتی غفلت سارے جہانوں کو تباہی سے دوچار کرسکتی ہے اور وہ وقتِ معین سے پہلے اپنی بنائی ہوئی دنیا کو تباہ نہیں ہونے دے گا اور جب یہ تباہ ہوگی تو معاذ اللہ اس کی غفلت اور نیند کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے حکم سے تباہ ہوگی۔

﴿لَهٗ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ﴾ ......اس کی ملکیت ہمہ گیر اور غیر محدود ہے، کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس مالک کے حکم کے تابع ہے، مخلوقات میں سے کوئی چیز بھی اس کی ملک سے خارج نہیں، انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کا حقیقی مالک نہیں ہے بلکہ مالکِ حقیقی کا نائب ہے...... مؤمن کا نظریہ یہی ہے۔

﴿مَنْ ذَالَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّابِاِذْنِهٖ﴾ ......اس ذات والاصفات کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر نہ کوئی لب ہلاسکتا ہے نہ کسی کی سفارش کرسکتا ہے، اس کے سارے بندے اس کے سامنے شان بندگی کے ساتھ پیش ہوں گے اور مقامِ عبدیت سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھائیں گے، اس کے جلال اور کبریائی کے سامنے سب دم بخود ہوں گے اور جب تک اس کی اجازت نہیں ہوگی کوئی کسی کی سفارش نہیں کرسکے گا...... اللہ کسی کی سفارش قبول کرنے پر مجبور نہیں ہوگا بلکہ وہ اپنے محبوب بندوں کو سفارش کی اجازت محض ان کی عزت افزائی کے لیے دے گا۔ {۳۲۱}

﴿يَعْلَمُ مَابَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَاخَلْفَهُمْ﴾ {۳۲۲} ......اللہ کا علم محیط ہے، حاضر اور غائب، ظاہر اور باطن، موجود اور معدوم، محسوس اور معقول، کلیات اور جزئیات، جذبات اور خیالات سب کا اسے علم ہے اس کی نظر ماضی، حال اور مستقبل پر یکساں ہے۔

﴿وَلَايُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّابِمَاشَآءَ﴾ {۳۲۳} ......انسان کو صرف اسی چیز کا علم ہوسکتا ہے جس کا علم اللہ اسے دینا چاہے، انسان کے علم کی ایک حد ہے اس حد کو اگر وہ چاہے بھی تو بھی عبور نہیں کرسکتا، وہ سائنس یا کسی دوسرے شعبے میں کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرجائے اس کا علم بے قید اور بے ساحل نہیں ہوسکتا، انسان کو بسااوقات دھوکہ ہوتا ہے کہ میں نے سب کچھ جان لیا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اسے اپنی کم علمی بلکہ بے علمی کا احساس ہونے لگتا ہے...... ہمہ دانی کے دھوکہ کی تاریخ بہت پرانی ہے اور اس دھوکہ نے انسان کو ہمیشہ ہی نقصان پہنچایا ہے۔

{۳۲۱} وتقرر في هذه الآية ان الله ياذن لمن يشاء في الشفاعة وهم الانبياء والعلماء والمجاهدون والملائكة وغيرهم ممن اكرمهم وشرفهم الله ثم لايشفعون الالمن ارتضى (قرطبى ۲۷۳/۳)

{۳۲۲} هذا كناية عن احاطة علمه تعالىٰ بسائر المخلوقات من جميع الجهات (بحرمحيط)

{۳۲۳} ومعنى الآية لامعلوم لاحد الاماشاء الله ان يعلمه (قرطبى ۲۷۶/۳)

عام انسان سے لیکر انبیاء تک ہر کسی کے علم کی ایک حد ہے، غیر محدود علم صرف اللہ ہی کا ہے اس حقیقت کو تسلیم کرنا خود انسان کے لیے غیر محدود فوائد کا حامل ہے۔

شمس وقمر پر کمندیں ڈالنے والے اکیسویں صدی کے انسان کو یہ ہرگز علم نہیں کہ ابھی کتنے جہاں اور کتنی دنیائیں اس کی نظروں سے اوجھل ہیں۔

﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ {۳۲۴}......اس کا علم اور قدرت ساری کائنات کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہے۔......اللہ کی شان سے یہ بعید ہے کہ اس کے لیے کوئی کرسی ہو جس پر وہ بیٹھتا ہو لیکن ناقص العقل انسان کو سمجھانے کے لیے وہ بعض اوقات معانی کو بھی محسوسات کی شکل میں پیش فرماتا ہے......انسان کی نظر میں کرسی اقتدار کی علامت ہے، گویا اللہ کا اقتدار، اس کی حکومت اور اس کا علم سارے جہانوں کو گھیرے ہوئے ہے کوئی بھی اس سے باہر نہیں ہے {۳۲۵}......اللہ اکبر! یہ یقین انسان کو کیسی عجیب کیفیت سے دوچار کر دیتا ہے کہ میرے اوپر جس ذات کی حکومت ہے میں اس سے نہ بھاگ سکتا ہوں نہ چھپ سکتا ہوں نہ اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کی پناہ لے سکتا ہوں۔

﴿وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا﴾ ......اللہ کو اپنے اوپر قیاس مت کرو، تمہیں ایک چھوٹے گھر یا کارخانے کی حفاظت تھکا دیتی ہے لیکن وہ جو کارخانہ عالم کو چلانے والا، سنبھالنے والا، دیکھنے والا اور اس میں ہر لحظہ تصرف کرنے والا ہے اسے کوئی تھکاوٹ اور اکتاہٹ لاحق نہیں ہوتی۔

﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ ......مختصر یہ کہ ساری بلندیاں بھی اس پر ختم ہیں اور ساری عظمتوں کی بھی وہاں انتہاء ہو جاتی ہے۔

جو انسان گہرے شعور اور یقین کے ساتھ مذکورہ بالا صفات کو زبان سے دہراتا ہے وہ بلا ساختہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے "وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ" {۳۲۶}

حکمت وہدایت

۱۔ یہ قرآن کریم کی افضل ترین آیت ہے {۳۲۷} جو پچاس کلمات اور دس جملوں پر مشتمل ہے اس میں سترہ بار اللہ تعالیٰ کا ذکر آیا ہے کہیں صراحۃً اور کہیں اشارۃً۔ (۲۵۵)

{۳۲۴} ای وسع علمه وسمی العلم کرسیا تسمیة بمکان الذی به کرسی العالم (کشاف)
{۳۲۵} المراد من الکرسی السلطان والقدرة والملک (کبیر)
{۳۲۶} العلی الرفیع فوق خلقه، المتعالی عن الاشباه والانداد......العظیم...... ای ذوالعظمة وکل شی بالاضافة الیه حقیر (روح المعانی)
{۳۲۷} هذه آیة الکرسی سیدة آی القرآن واعظم آیة (قرطبی ۳/۲۶۸)

۲۔ ہر فرض نماز کے بعد اور سونے سے پہلے اور گھر کو شیطانی اثرات سے پاک کرنے کے لیے اس آیت کا پڑھنا مستحب ہے۔

۳۔ اس آیت کریمہ سے ان تمام لوگوں کی تردید ہوگئی جو تحتانی معبودوں کے علاوہ ایسے خداؤں کے قائل ہیں جنہیں موت، نیند، غفلت، تھکاوٹ، جہالت اور مجبوری جیسے عوارض لاحق ہو سکتے ہیں۔

۴۔ انبیاء، اولیاء، شھداء اور صلحاء میں سے جو کوئی بھی شفاعت کرے گا وہ اللہ کے حکم اور اجازت ہی سے کرے گا۔ (۲۵۵)

۵۔ اللہ کا علم غیر محدود، ذاتی اور کلی ہے جبکہ مخلوق کا علم محدود، عطائی اور جزئی ہے۔ (۲۵۵)

نفیِ اکراہ

﴿۲۵۶......۲۵۷﴾

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ
زبردستی نہیں دین کے معاملے میں بیشک جدا ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے اب جو کوئی نہ مانے گمراہ کرنے والوں کو اور یقین لائے

بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اللہ پر تو اس نے پکڑ لیا حلقہ مضبوط جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا

يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ
نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف اور جو لوگ کافر ہوئے ان کے رفیق ہیں شیطان نکالتے ہیں ان کو روشنی سے

اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾
اندھیروں کی طرف یہی لوگ ہیں دوزخ میں رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے

ربط۔ آیۃ الکرسی میں انتہائی سیدھے سادے اور واضح انداز میں اللہ کی ذات وصفات کو بیان کر دیا گیا ہے جن کے مطالعہ اور غور وفکر کے بعد ایک ایسا شخص جو عقلِ سلیم کا مالک ہو وہ خود بخود عقیدۂ توحید اور ایمان قبول کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اس لئے فرمایا گیا:

تسہیل۔ دین قبول کرنے کے معاملے میں کوئی جبر نہیں، ہدایت اور گمراہی کا فرق واضح ہو چکا اب جو کوئی شیطان کا انکار کر دے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو اس نے ایسا مضبوط حلقہ تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے O اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے وہ انہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاتا ہے اور کافروں کے مددگار شیاطین ہیں وہ انہیں روشنی سے تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں ایسے ہی لوگ جہنمی ہیں اور وہ

جہنم میں ہمیشہ رہیں گے O

﴿تفسیر﴾

﴿۲۵۶﴾ تم کسی کو ایمان قبول کرنے پر ہرگز مجبور نہ کرو {۳۲۸} کیونکہ ایمان ایک نظریہ ہے اور نظریہ کبھی بھی کسی پر مسلط نہیں کیا جاسکتا وہ تو دلائل سے اور دلائل میں غور وفکر سے اور افہام وتفہیم سے خود بخود دل میں اترتا ہے، جب ایمان اور کفر، ہدایت اور ضلالت کا فرق واضح ہو چکا تو اب جبر واکراہ کی ضرورت ہی کیا ہے، جس کی عقل تعصب سے پاک ہوگی اور جسے فطرتِ سلیم سے نوازا گیا ہوگا وہ خود بخود دین میں داخل ہو جائے گا۔

یہ دعویٰ باطل ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے، ایمان قبول کرنے والوں کو تو یقیناً جبر وتشدد کا سامنا کرنا پڑا لیکن محض ایمان قبول نہ کرنے کی وجہ سے کسی ایک فرد پر بھی تشدد نہیں کیا گیا۔

جہاں تک جہاد کا تعلق ہے تو اس کا مقصد لوگوں کو قبولِ ایمان پر مجبور کرنا ہرگز نہیں تھا بلکہ جہاد کا مقصد فتنہ وفساد اور ظلم وعدوان کا خاتمہ تھا، کون نہیں جانتا کہ غیر مسلموں کو اسلامی مملکت میں رہنے کی اجازت ہوتی ہے اور ان کے مال جان اور آبرو کو اسی طرح تحفظ دیا جاتا ہے جس طرح کہ مسلمان کے مال جان اور آبرو کو تحفظ حاصل ہوتا ہے اور ان کے مذہبی معاملات میں کسی مسلمان کو مداخلت کی اجازت نہیں ہوتی یہاں تک کہ ان کے عبادت خانوں کی بے حرمتی کو بھی برداشت نہیں کیا جاتا۔

﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ﴾...... ''جو کوئی شیطان کا انکار کردے'' {۳۲۹}

جو کوئی شیطان کا، شیطانی طریقوں کا، شیطانی رسم ورواج کا اور شیطانی تہذیب وثقافت کا انکار کردے اور صدقِ دل سے اللہ کے ساتھ تعلق کو جوڑ دے اور اپنے وجود کو، اپنے جذبات اور خواہشات کو پوری طرح اللہ کے حوالے کردے تو اس نے ایک مضبوط حلقے کو تھام لیا ہے اور اسے ایسا ٹھوس سہارا مل گیا ہے جو منزل تک بحفاظت رسائی کا ضامن ہے جسے مضبوطی سے پکڑنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوسکتا۔

﴿۲۵۷﴾ اللہ، ایمان والوں کا دوست اور مددگار ہے {۳۳۰} وہ انہیں کفر اور جہالت کی تاریکی سے ایمان اور علم کی طرف لاتا ہے اور کافروں کے دوست جنی اور انسی شیاطین ہیں جن کی سرتوڑ کوشش ہے کہ وہ کسی بھی طرح کفر کی تاریکیوں سے نکلنے نہ پائیں وہ ان کے سامنے کفر وفسق، ظلم وعدوان اور فواحش ومنکرات کو ایسا خوبصورت بنا کر پیش

{۳۲۸} ای لاتکرھوا احدا علی الدخول فی دین الاسلام فانه بین واضح جلی دلائله وبراھینه لایحتاج الی ان یکرہ احد علی الدخول فیه (ابن کثیر)

{۳۲۹} الطاغوت عبارة عن کل متعبدومعبود من دون اللّٰہ (مفردات)

{۳۳۰} "اللہ ولی الذین آمنوا" محبھم ومتولی امورھم (بیضاوی ۱/۵۵۸)

کرتے ہیں کہ وہ بد بخت ظلمت کو نور پر اور دوزخ کو جنت پر ترجیح دیتے ہیں۔

حکمت وہدایت

۱۔ ایمان قبول کرانے کے لیے کسی پر جبر وتشدد جائز نہیں......البتہ ایمان قبول کرنے کے بعد اگر کوئی ایمانی حدود کو پامال کرے تو اسے سزا دی جاسکتی ہے۔(۲۵۶)

۲۔ جہاد کا مقصد جبر واکراہ نہیں بلکہ فتنہ وفساد اور ظلم وعدوان کا خاتمہ ہے۔

۳۔ کفار کے ساتھ جہاد کی صورت میں اولاً انہیں ایمان کی دعوت دی جائے گی اگر وہ قبول کرلیں تو فبہا ورنہ انہیں اسلامی حکومت کا ذمی بننے کے لیے کہا جائے گا اگر وہ اس پیشکش کو بھی رد کردیں تب جنگ شروع کی جائے گی۔

۴۔ زندگی کے سفر میں ایک مسلمان کے لیے سب سے بڑا سہارا ایمان ہے۔(۲۵۶)

۵۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا کارساز اور مددگار ہے۔(۲۵۷)

۶۔ اسلام نور اور ہدایت ہے اس کے سوا جو کچھ ہے وہ ظلمت اور ضلالت ہے۔(۲۵۷)

۷۔ ہدایت کا راستہ صرف ایک ہے لیکن گمراہی کے راستے بہت سارے ہیں۔(۲۵۷)

۸۔ جس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی تعلق ہو اسے لادینیت کی تاریکی میں بھی ایمانی روشنی حاصل ہوتی ہے۔(۲۵۷)

نمرود کا قصہ

......۲۵۸......

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ

کیا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے اسکے رب کی بابت اسی وجہ سے کہ دی تھی اللہ نے اسکو سلطنت جب کہا ابراہیم نے میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے

وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ۭ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ

اور مارتا ہے وہ بولا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں کہا ابراہیم نے کہ بیشک اللہ تو لاتا ہے سورج کو مشرق سے اب تو لے

بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾ۚ

آ اس کو مغرب کی طرف سے تب حیران رہ گیا وہ کافر اور اللہ سیدھی راہ نہیں دکھاتا بے انصافوں کو

ربط۔ ایمان والوں کا دوست اللہ تعالیٰ اور کافروں کا دوست طاغوت ہوتا ہے، ایمان والوں کو نورِ ایمان نصیب ہوتا ہے اور متکبروں اور کافروں کے مقدر میں تاریکی ہوتی ہے اس کی ایک مثال قصہ نمرود بھی ہے جو کہ کلدانیہ کا بادشاہ تھا بلکہ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اسے مشرق سے مغرب تک پوری دنیا پر اقتدار حاصل تھا۔

تسھیل ۔کیا تجھے اس شخص کے قصہ کی خبر نہیں ہوئی جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اپنے پروردگار کے بارے میں متکبرانہ انداز میں بحث کی تھی اور یہ تکبر اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے سلطنت دی تھی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہ بولا کہ میں بھی زندہ کرسکتا ہوں اور مار سکتا ہوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا اللہ روزانہ سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے تم آج اسے مغرب سے طلوع کر کے دکھادو، اس مطالبہ پر وہ کافر متحیر اور لاجواب ہو کر رہ گیا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت کی راہ پر چلنے کی توفیق نہیں دیتا O

﴿تفسیر﴾

﴿۲۵۸﴾ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مباحثہ کیا اور یہ مباحثہ کسی اور کے بارے میں نہیں بلکہ اس مالک الملک کے بارے میں تھا جس نے اسے عارضی طور پر حکومت وسلطنت عطا کی تھی اور یہی حکومت وسلطنت اس کے دماغ میں فتور اور تکبر پیدا کرنے کا سبب بن گئی یہاں تک کہ وہ خدائی دعوے کرنے لگا۔{۳۳۱}

یہ اس زمانے کی بات ہے جب حضرت خلیل علیہ السلام نے بُت خانے میں تباہی مچائی تھی اور ''بُت شکنی'' کے اس ''جرم'' کی وجہ سے انہیں نمرود کے دربار میں حاضر ہونا پڑا تھا۔

نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سوال کیا کہ ان دیوتاؤں کے علاوہ اور کون سا دیوتا ہے جس کی تم پوجا کرتے ہو اور اس کے افعال وصفات کیا ہیں؟ آپؑ نے فرمایا کہ میرا رب اللہ ہے، موت وحیات کا سارا نظام اس کے قبضہ قدرت میں ہے، اس کے حکم کے بغیر نہ کسی کو زندگی مل سکتی ہے اور نہ ہی موت آسکتی ہے۔نمرود نے کہا یہ کام تو میں بھی کرسکتا ہوں چنانچہ اس نے چار آدمی گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیئے پھر ان میں سے دو کو مسلسل بھوکا رکھا جس سے وہ مرگئے اور دو کو کھانے کے لیے دیا وہ بچ گئے کہنے لگا دیکھو میں بھی زندہ کرسکتا ہوں اور مار بھی سکتا ہوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دعویٰ پر اس سے بھی زیادہ آسان دلیل پیش کی، آپ نے فرمایا سورج روزانہ مشرق سے طلوع ہوتا ہے تم اسے آج مغرب سے طلوع کر کے دکھادو۔

نمرود سورج کے خدائے اعظم ہونے کا قائل تھا اور اپنے آپ کو اس کا اوتار اور نائب قرار دیتا تھا، سورج کی مثال دینے میں نمرود پر چوٹ بھی تھی کہ جیسے تم عاجز ہو تمہارا ''خدائے اعظم'' بھی عاجز اور لاچار ہے وہ تمہیں تو کیا دے سکتا ہے خود اپنا رخ اور سمت بدلنے پر بھی قادر نہیں۔

{۳۳۱} ای ابطرہ ایتاء الملک وحملہ علی المحاجۃ (بیضاوی ۱/۵۵۹)

حکمت وہدایت

۱۔ جو شخص تعلق مع اللہ سے محروم ہوا گر اسے دولت وحکومت مل جائے تو وہ غرور اور تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔(۲۵۸)

۲۔ عقائدِ صحیحہ کے اثبات اور ابطالِ باطل کے لیے مباحثہ اور مناظرہ جائز ہے۔(۲۵۸)

۳۔ عام طور پر انبیاء کرام علیہم السلام توحیدِ باری میں افعالِ حق سے استدلال کرتے تھے اور ایسی صفات پیش نہیں کرتے تھے جن سے مذہبِ تشبّہ کی کوئی گنجائش نکل سکے۔(۲۵۸)

۴۔ اگر کافر کو بھی سلطنت اور اقتدار حاصل ہو تو اسے ''ملکِ'' (بادشاہ) کہنا جائز ہے۔(۲۵۸)

۵۔ کفّار کے ساتھ مقابلہ دلیل کے میدان میں ہو یا تلوار کے میدان میں......اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کی مدد فرماتا ہے۔(۲۵۸)

۶۔ اگر مخالف موٹے دماغ کا ہو تو اس کے ساتھ فنی بحث میں الجھنے کے بجائے عام فہم دلیل پیش کرنی چاہیے (حضرتِ خلیلؑ نے اللہ تعالیٰ کے لیے احیاء اور اماتہ کو حقیقۃً ثابت کیا تھا جبکہ نمرود نے یہ دو صفتیں مجازاً اپنے لیے ثابت کرلیں مگر آپ نے حقیقت اور مجاز کی بحث میں الجھنے کے بجائے ایک ایسی دلیل پیش کردی جسے نمرود جیسا احمق بھی بآسانی سمجھ گیا)۔

۷۔ جو لوگ دلائل سامنے آجانے کے باوجود ضد اور نفسانیت پر اڑے رہتے ہیں وہ ظالم ہیں اور ظالموں سے ہدایت کی توفیق سلب ہوجاتی ہے۔(۲۵۸)

حضرت عزیر علیہ السلام کا قصّہ

......۲۵۹......

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا

یا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو کہ گذرا وہ ایک شہر پر اور وہ گرا پڑا تھا اپنی چھتوں پر۔ بولا کیونکر زندہ کرے گا اس کو اللہ مرگئے پیچھے

فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ

پھر مردہ رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس پھر اٹھایا اسکو کہا تو کتنی دیر یہاں رہا بولا میں رہا ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم کہا نہیں

بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ

بلکہ تو رہا سو برس اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا سڑ نہیں گیا اور دیکھ اپنے گدھے کو اور ہم نے تجھ کو نمونہ

اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ

بنانا چاہا لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کہ ہم انکو کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں پھر ان پر پہناتے ہیں گوشت پھر جب اس پر ظاہر ہوا یہ حال تو کہہ اٹھا کہ مجھ کو معلوم ہے

اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾

کہ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

ربط ۔ سابقہ قصہ اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے تھا اور یہ قصہ حیات بعد الموت پر اللہ کی قدرت کو ثابت کرنے کے لیے ہے۔

تسہیل ۔ یا مثلاً اس شخص کا قصہ یاد کرو جس کا گذر ایک ایسی بستی پر ہوا جس کے مکانات اپنی چھتوں پر گرے پڑے تھے تو اس نے تعجب سے کہا کہ اس بستی کو ہلاک ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کس طرح زندہ کرے گا ؟ اللہ تعالیٰ نے اسے سو سال کے لیے موت کی نیند سلا دیا پھر اُسے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کر اٹھایا اور اس سے سوال کیا کہ تم کتنی مدت اس حالت میں رہے اس نے جواب دیا کہ میں پورا دن یا دن کا کچھ حصہ اس حالت میں رہا ہوں گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں بلکہ تمہیں سو سال اس حالت میں گذر چکے ہیں ذرا اپنے کھانے پینے کے سامان کی طرف دیکھو اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا اور اپنی سواری کے گدھے کو دیکھو کہ گل سڑ کر اس کا کیا حال ہو گیا ہے اور یہ ہم نے اس لئے کیا ہے تا کہ ہم تمہیں لوگوں کے لیے ایک نظیر بنا دیں اور گدھے کی بوسیدہ ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کیسے ان کا ڈھانچہ کھڑا کر کے ان پر گوشت چڑھاتے ہیں جب یہ ساری حقیقت اس پر واضح ہوگئی تو وہ پکار اٹھا کہ میں دل سے یقین رکھتا ہوں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ○

تفسیر

سورہ بقرہ کے خلاصہ میں عرض کیا جا چکا ہے کہ اس سورہ میں موت کے بعد زندگی کو ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پانچ قصے ذکر فرمائے ہیں یہ ان میں سے چوتھا قصہ ہے جو حضرت عزیر بن شرخیا علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا۔ {۳۳۲}

﴿۲۵۹﴾ حضرت عزیر علیہ السلام کا گذر بیت المقدس یا کسی دوسری بستی کے پاس سے ہوا، جس کے مکانات بوسیدہ اور خستہ حالی کی وجہ سے زمین بوس ہو چکے تھے {۳۳۳} چونکہ وہ اللہ کے نبی تھے اس لئے انہیں اللہ کی قدرت پر اور موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر پورا یقین تھا لیکن انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر حیرت اور تعجب ہوا کہ وہ جب اس بستی کو زندہ کرے گا تو نمعلوم اس کی کیفیت اور نوعیت کیا ہوگی، دل میں یہ خیال بھی ہوگا کہ اے کاش یہ منظر میں بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں تا کہ مجھے عین الیقین حاصل ہو جائے۔

{۳۳۲} روح المعانی

{۳۳۳} بان سقط السقف اولا ثم تهدمت الجدران عليه (حواله مذكوره)

اللہ تعالیٰ نے انہیں سوسال تک موت کی نیند سُلا دیا اور جب دوبارہ زندگی عطا فرما کر سوال کیا (کَمۡ لَبِثۡتَ) ’’تم کتنی مدت اس حالت میں رہے‘‘……تو انہوں نے جواب دیا کہ پورا دن یا چند گھنٹے اس حالت میں رہا ہوں گا، کیونکہ دن کے ابتدائی حصّے میں ان کی روح قبض ہوئی تھی اور اب دن کے آخری حصّے میں ان کی روح لوٹا دی گئی۔

اصحٰبِ کھف جب تین سونو سال بعد بیدار ہوئے تھے تو انہوں نے بھی یہی کہا تھا کہ ہم پورا دن یا دن کا کچھ حصّہ سوتے رہے ہیں۔

حضرت عزیر علیہ السلام سے کہا گیا کہ اپنے سامانِ خوردونوش کی طرف دیکھیں جس میں سوسال کا عرصہ گذرنے کے باوجود کوئی تغیر واقع نہیں ہوا، دوسری جانب اپنے گدھے کا انجام دیکھیے کہ وہ مرکھپ چکا، ہڈیاں باقی ہیں مگر گوشت اُتر چکا، مدت ایک جیسی، موسم اور زمینی اثرات ایک جیسے لیکن دونوں کا انجام مختلف، یہ موسمی اثرات ایک چیز کے لیے بوسیدگی اور شکست وریخت کا ذریعہ بن گئے اور دوسری چیز کے لیے بقا اور حفاظت کا ذریعہ بن گئے اور ایسا اس لئے ہوا کیونکہ مشیتِ الٰہیہ کو یہی منظور تھا اور ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے وہ اس بات پر قادر ہے کہ ایک جیسے اسباب سے مختلف قسم کے نتائج ظاہر کردے……دو انسان ایک جیسی دوا یا غذا کھاتے ہیں لیکن وہ ایک کے لیے شفاء اور دوسرے کے لیے وباء ثابت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے گدھے کی بکھری ہوئی ہڈیوں کے پنجر کو حکم دیا وہ اِدھر اُدھر سے سمٹتی ہوئی قریب آ گئیں اور آپس میں جڑ گئیں پھر ان پر گوشت چڑھ گیا، رگوں اور شریانوں کا جال سا پھیل گیا، اوپر چمڑے کا لباس پہنا دیا گیا، فرشتے نے آ کر ہڈیوں اور گوشت پوست کے ڈھانچے میں روح پھونکی تو وہ اپنی مخصوص آواز نکالتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔

یہ ساری کاروائی حضرت عزیر علیہ السلام کے سامنے وقوع پذیر ہوئی……خود سوسال تک سوتے رہنا اور وقت گذرنے کا احساس نہ ہونا، وہ سامانِ خوردونوش جو چند گھنٹوں میں سڑ جاتا ہے اس کا اتنے طویل زمانے تک متغیر نہ ہونا اور پھر گدھے کے پنجر کا دوبارہ زندہ ہو جانا……یہ سارے مناظر دیکھ کر وہ پکار اُٹھے کہ میں دل سے یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس کی قدرت قانونِ فطرت سے بھی آزاد ہے، اس پر کوئی قید نہیں وہ جو چاہے اور جیسے چاہے کرسکتا ہے۔

﴿قَالَ اَعۡلَمُ﴾……اس علم سے مراد علم مشاہدہ ہے ورنہ دلائل کی بناء پر تو علم پہلے سے حاصل تھا۔ {۳۳۴}

حکمت وہدایت

۱۔ کسی چیز پر ایمان کے باوجود اس کی نوعیت اور کیفیت کے بارے میں تعجب ہونا یہ ایمان کے منافی نہیں

{۳۳٤}تاویلہ انی قدعلمت مشاهدة ماکنت اعلمه قبل ذلك بالاستدلال (کبیر)

ہے۔(۲۵۹)

۲۔ اگر کوئی شخص اپنے خیال کے مطابق خبر دے یا قسم اٹھالے تو وہ جھوٹا شمار نہیں ہوگا اور نہ ہی اس پر کفارۂ یمین لازم ہوگا...... جیسے حضرت عزیر علیہ السلام نے سو سال کی مدت کو اپنے خیال کے مطابق ایک دن یا دن کا کچھ حصہ خیال کیا۔(۲۵۹){۳۳۵}

۳۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت بے قید ہے ، وہ اس بات پر قادر ہے کہ ایک چیز کے حق میں وقت کی رفتار اپنا کام کرتی رہے اور دوسرے کے حق میں ایک ہی جگہ پر رُک جائے...... واقعہ معراج بھی اس کی ایک مثال ہے۔(۲۵۹)

۴۔ جو اللہ آغازِ حیات پر قادر ہے وہ اعادۂ حیات پر بھی قادر ہے۔(۲۵۹)

۵۔ اہلِ ایمان وتقویٰ کے دل پر اگر ظلمت کی پرچھائیں بھی پڑ جائے تو وہ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ازالہ کا سامان پیدا فرما دیتے ہیں۔(۲۵۹)

مشاہدہ کی آرزو

......۲۶۰......

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ

اور یاد کر جب کہا ابراہیم نے اے پروردگار میرے دکھلادے مجھ کو کہ کیونکر زندہ کریگا تو مردے فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا کہا کیوں نہیں لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ تسکین

قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ

ہو جاوے میرے دل کو فرمایا تو پکڑ لے چار جانور اڑنے والے پھر اُن کو ہلالے اپنے ساتھ پھر رکھ دے ہر پہاڑ پر ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا پھر

ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾

اُن کو بلا چلے آوینگے تیرے پاس دوڑتے اور جان لے کہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا

تسہیل ۔اس واقعہ کو بھی یاد کرو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کس کیفیت سے زندہ کرتا ہے، فرمایا کیا تمہیں اس کا یقین نہیں ہے، عرض کیا کیوں نہیں، میں یقین رکھتا ہوں لیکن میں مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں تا کہ میرا دل پوری طرح مطمئن ہو جائے فرمایا تو پھر یوں کیجئے کہ چار پرندے لے لیجئے اور انہیں اپنے سے مانوس کر لیجئے پھر ان کے ٹکڑے کر کے ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک حصہ رکھ دیجئے پھر انہیں

{۳۳۵} انما قال هذا علی ماعنده وفی ظنه وعلی هذا لایکون کاذبا فی مااخبربه (قرطبی۔۳/۲۹۲)

بلایئے وہ زندہ ہو کر تمہارے پاس دوڑے دوڑے چلے آئیں گے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے، حکمت والا ہے O

﴿تفسیر﴾

﴿۲۶۰﴾......﴿اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی﴾ ''مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کس کیفیت سے زندہ کرتا ہے''

معاذ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ سوال اللہ کی قدرت میں شک کی بناء پر نہیں تھا وہ اللہ کی قدرت پر اور مرنے کے بعد کی زندگی پر پورا پورا یقین رکھتے تھے لیکن وہ اطمینانِ قلب اور شرحِ صدر کے لیے اپنی آنکھوں سے اس منظر کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے {۳۳۶} اور مشاہدہ کی آرزو کا ہونا انبیاء کی شان کے منافی نہیں، انہیں علم الیقین تو حاصل ہوتا ہی ہے وہ عین الیقین اور حق الیقین کے مقام تک رسائی چاہتے ہیں {۳۳۷} یہ مقام عام انسانوں کو تو صرف قیامت کے دن حاصل ہوگا وہاں وہ اپنی آنکھوں سے حشرِ اجساد اور احیاءِ اموات کا منظر دیکھ لیں گے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو بعض اوقات دنیا ہی میں ایسے مناظر دکھا دیتا ہے جو ان کے باطنی مدارج اور مقامات میں ترقی کا باعث ہوتے ہیں...... یاد رہے کہ اس قسم کے مشاہدات حضرات انبیاء کے ذاتی مقامات ہی میں ترقی کا باعث ہوتے ہیں، اپنی قوم پر حجت قائم کرنے کے لیے نہیں ہوتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی درخواست کے جواب میں انہیں حکم دیا گیا کہ چار پرندے لے لو اور ان کو پہلے اچھی طرح اپنے سے مانوس کر لو {۳۳۸}، پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کے گوشت کا ایک ایک حصہ مختلف پہاڑوں پر رکھ دو {۳۳۹}، پھر انہیں آواز دو وہ سب زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے تمہارے پاس چلے آئیں گے چنانچہ ایسے ہی ہوا اور حضرت خلیلؑ کا ایمان بالغیب، ایمان بالمشاہدہ کے مقام تک پہنچ گیا۔

حکمت و ہدایت

۱۔ مجہول کے علم اور غیب کے مشاہدہ کا ذوق انسان کی فطرت میں داخل ہے۔(۲۶۰)

۲۔ اللہ تعالیٰ سے کشفِ مقامات کا سوال موجبِ قبول ہے۔(۲۶۰)

۳۔ مقبولین کو جو مشاہدات ہوتے ہیں ان سے اُن کے مراتبِ عرفان اور کمالاتِ ایقان میں اور ترقی ہوتی ہے۔(۲۶۰)

{۳۳۶} "کیف تحی" أی ارنی بعینی کیفیة احیائك للموتی (المنار)

{۳۳۷} ای سألتك لیطمئن قلبی بحصول الفرق بین المعلوم برهانا والمعلوم عیانا (قرطبی۔۳/۳۰۰)

{۳۳۸} "فصرهن" فاملهن واضممهن الیك (کشاف)

{۳۳۹} جزء هن وفرق اجزاء هن علی الجبال (حواله مذکوره)

۴۔ اضطراب اور عدمِ سکون کی کیفیت ایمان وعرفان کے منافی نہیں۔(۲۶۰){۳۴۰}

۵۔ اطمینانِ قلب، ایمانی ترقی سے حاصل ہوتا ہے اور ایمانی ترقی کبھی مشاہدہ سے ہوتی ہے اور کبھی محض وجدان سے بھی ہو جاتی ہے۔(۲۶۰){۳۴۱}

۶۔ حضرتِ خلیل علیہ السلام کو خلت اور ولایت کا خصوصی مقام حاصل تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا میں ان کے سامنے اصل حقیقت کو بے نقاب کر دیا۔(۲۶۰)

۷۔ حیاتِ ثانیہ برحق ہے جب جزا وسزا کے لیے ساری مخلوق کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔(۲۶۰)

۸۔ کائناتی آیات اور قرآنی آیات میں غور وتدبر سے ایمانی کیفیات میں اضافہ ہوتا ہے۔(۲۶۰)

۹۔ عام مؤمنین کو ایمان بالغیب پر ہی اکتفا کرنا چاہیے اور مشاہدہ کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے...... "اولم تؤمن" سے یہی حقیقت ثابت ہوتی ہے۔(۲۶۰)

انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور آداب

۲۶۱......۲۶۴

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ

مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ اس سے اگیں سات بالیں ہر بال میں

سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ

سو سو دانے اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ بے نہایت بخشش کرنے والا ہے سب کچھ جانتا ہے جو لوگ خرچ کرتے ہیں

اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ

اپنے مال اللہ کی راہ میں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں انہی کے لئے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے یہاں

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ

اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ غمگین ہونگے جواب دینا نرم اور درگذر کرنا بہتر ہے اس خیرات سے جس کے پیچھے ہو

اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ

ستانا اور اللہ بے پرواہ ہے نہایت تحمل والا اے ایمان والو مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس شخص کی طرح

يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ

جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو اور یقین نہیں رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر سو اسکی مثال ایسی ہے جیسے صاف پتھر کہ اس پر پڑی ہے کچھ مٹی

{۳۴۰} بیان القرآن

{۳۴۱} حوالہ مذکورہ

فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾

پھر برسا اس پر زور کا مینہ تو کر چھوڑا اس کو بالکل صاف کچھ ہاتھ نہیں لگتا ایسے لوگوں کے ثواب اس چیز کا جو انہوں نے کمایا اور اللہ نہیں دکھاتا سیدھی راہ کافروں کو

ربط۔ گذشتہ آیات میں مرنے کے بعد اس دوسری زندگی کو ثابت کیا گیا ہے جہاں نیکیوں کی جزا اور گناہوں کی سزا ملے گی یہاں انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور آداب بیان کیے جا رہے ہیں، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کی نیت یہی ہوتی ہے کہ موت کے بعد والی زندگی میں مجھے اس کا اجر و ثواب حاصل ہو اور یہی جذبہ خون پسینے کی کمائی کو دونوں ہاتھوں سے لٹانا آسان کر دیتا ہے۔

تسہیل۔ جو لوگ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے مال کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ جسے زمین میں بویا جائے تو اس سے سات بالیاں پیدا ہوں اور ہر بالی کے اندر سو دانے ہوں، اسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے کئی گنا تک بڑھا دیتا ہے اور اللہ بڑا وسعت والا بڑا علم والا ہے O جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ تو احسان جتلاتے ہیں اور نہ ہی دلآزاری کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے O مناسب بات کہہ دینا اور درگذر کرنا ایسے صدقہ خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد دلآزاری کی جائے اور اللہ بڑا بے نیاز بڑا بردبار ہے O اے ایمان والو! تم احسان جتلا کر اور دلآزاری کر کے اپنے صدقہ خیرات کو اس شخص کی طرح برباد نہ کرو جو اپنا مال دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا، اس کی خیرات کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک چکنا پتھر ہے جس پر کچھ مٹی آ گئی ہو اور اس میں کچھ گھاس پھونس بھی اُگ آئی ہو پھر جب اس پر زور کی بارش ہوئی تو وہ مٹی بہہ گئی اور محض چکنا پتھر باقی رہ گیا، ایسے لوگوں کو اپنی کمائی سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا اور اللہ کافروں کو راہِ ہدایت پر چلنے کی توفیق نہیں دیتا O

تفسیر

﴿۲۶۱﴾ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب کئی گُنا بڑھ جاتا ہے اور یہ کوئی حیرت اور تعجب کی بات نہیں بلکہ انسان دن رات یہ منظر دیکھتا ہے کہ کاشت کار زمین میں صرف ایک دانہ بوتا ہے اور اس سے سات بالیاں اُگ آتی ہیں اور اگر زمین زرخیز ہو تو دس بیس اور پچاس بالیاں بھی نکل آتی ہیں اور ہر ہر بالی میں سو سو دانے ہوتے ہیں یوں کاشت کار زمین کو ایک دانہ دے کر اس سے سینکڑوں اور ہزاروں دانے واپس لے لیتا ہے یہی حال اس شخص کا ہے جو

علم دین کی اشاعت پر، مسلمانوں کی حفاظت پر، انکے علاج معالجہ اور طعام ولباس پر اور دشمنانِ دین کے خلاف جہاد پر خرچ کرتا ہے وہ بظاہر دیتا ہے مگر حقیقت میں وہ لیتا ہے، ایک دے کر سینکڑوں واپس لیتا ہے، اس دنیا میں دیتا ہے اُس دنیا میں لیتا ہے۔ اخلاص جتنا زیادہ ہوگا، اجر وثواب کی شرح اتنی ہی اونچی ہوگی۔

﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ﴾...... اللہ بڑا وسعت والا ہے انسانوں کی تنگ دامانی اور فقر وفاقہ کے اندیشہ کا اس سے کیا تعلق، ''علیم'' نفقہ کی مقدار، مصرف اور نیت کا حال وہ اچھی طرح جانتا ہے۔

﴿۲۶۲﴾ انفاق فی سبیل اللہ کی شرائط اور آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جس پر خرچ کیا جائے نہ تو اس پر کبھی احسان جتلایا جائے اور نہ ہی اس کی دلآزاری کی جائے۔ {۳۴۲}

یہ خواہش رکھنا کہ جن لوگوں پر میں نے خرچ کیا ہے وہ میرے سامنے دب کر رہیں، انہیں یاد رہے کہ میں نے ان پر احسان کیا تھا، میں انہیں جو حکم بھی دوں وہ بندۂ بے دام بن کر اس کی تعمیل کریں یہ ایک گھٹیا اور کمینی خواہش ہے ایسی خواہش رکھنے والے کی سخاوت سے نہ اس کا نفس پاک ہوتا ہے اور نہ اسے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی اسلامی معاشرہ میں وحدت اور محبت پیدا ہوتی ہے البتہ جن لوگوں کے دل ایسی گھٹیا خواہشات سے پاک ہوتے ہیں انہی کی کھیتی بارآور ہوتی ہے وہ دنیا میں تھوڑا سا بو کر آخرت میں بے حساب کاٹیں گے وہاں نہ انہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ کبھی غمگین ہوں گے۔

﴿۲۶۳﴾ فقراء اور مساکین پر دو پیسے خرچ کر کے احسان جتلانے والے، انہیں ذہنی اذیت دینے والے اور انہیں حقارت سے جھڑک دینے والے یاد رکھیں کہ اگر وہ شکستہ دل انسانوں کے سامنے ایک میٹھا بول، بول دیں جس سے ان کی دلجوئی ہو جائے یا اگر سائل بدتہذیبی سے مطالبہ کرے اور یہ اُسے معاف کر دیں تو یہ میٹھا بول اور عفو و درگزر اس صدقہ خیرات سے کہیں بہتر ہے جس کے پیچھے دلآزاری لگی ہوئی ہو۔

﴿وَاللّٰهُ غَنِيٌّ﴾...... اللہ تعالیٰ بندوں کی عطا اور صدقہ سے بے نیاز ہے وہ خود اپنے بندوں کو دے سکتا ہے یہ تو اس کا کرم ہے کہ اس نے اس نیک عمل کا ذریعہ ایک بندے کو بنا دیا اور غنی ہونے کے ساتھ وہ حلیم بھی ہے اسی لیے بندوں کی کوتاہیوں پر فوراً گرفت نہیں فرماتا۔

﴿۲۶۴﴾ چونکہ اللہ کو ایمان والوں سے محبت ہے اس لئے وہ نہیں چاہتا کہ ان کی کوئی مالی اور بدنی عبادت ضائع ہو جائے، مال اور وقت خرچ بھی ہو لیکن حاصل کچھ بھی نہ ہو، وہ انداز بدل بدل کر بات سمجھاتا ہے کہ دیکھو تمہارا کسی

{۳۴۲} المن ذكر النعمة على معنى التعديد لها والتقريع لها...... والاذى السب والتشكى وهو اعم من المن (قرطبى۔ ۳/۳۰۸)

مستحق پر خرچ کرنا اس پر کوئی احسان نہیں یہ تو ایک فرض تھا جسے تم نے ادا کیا ہے لہٰذا اس فرض کو احسان جتلا کر اور اذیت دے کر ضائع مت کرو، جیسے وہ شخص اپنے صدقہ کو ضائع کرتا ہے جو صرف دکھاوے کے لیے صدقہ کرتا ہے اس کے پیش نظر اللہ کی رضا کا حصول اور آخرت کی کامیابی نہیں ہوتی بلکہ صرف دنیا کی جھوٹی عزت اور شہرت اس کا مطمح نظر ہوتی ہے، اس کی مثال اس کسان جیسی ہے جس نے اپنی فصل ایسی چٹان پر بوئی جس پر مٹی کی ہلکی سی تہہ جمی ہوئی تھی، تیز بارش برسی تو ساری مٹی بہہ گئی اور نیچے سے سپاٹ سی چٹان نکل آئی، بیج بھی گیا، محنت بھی ضائع ہوئی اور حاصل بھی کچھ نہ ہوا، یونہی اس ریاکار کی سخاوت بھی ضائع ہو جاتی ہے جس نے اپنی ریاکاری پر اخلاص کا پردہ ڈال رکھا ہے۔

حکمت وہدایت

۱۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا سب سے بڑا مصداق جہاد میں خرچ کرنا ہے اور سب سے زیادہ فضیلت بھی اسی کی ہے۔(۲۶۱)

۲۔ مصارفِ خیر کی حفاظت اسی طرح کرنی چاہیئے جس طرح کسان اپنی زراعت کی حفاظت کرتے ہیں۔(۲۶۱)

۳۔ جیسے زمین کی صلاحیت اور تخم کے فرق کی وجہ سے پیداوار میں کمی بیشی ہوتی ہے یونہی اخلاص کی کمی بیشی سے اجروثواب میں بھی کمی بیشی ہو سکتی ہے۔(۲۶۱)

۴۔ جیسے مٹی میں تخم ڈالنے والا کسان بظاہر اپنا مال ضائع کرتا ہے جبکہ حقیقت میں وہ ضائع نہیں ہوتا یونہی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا انسان بظاہر مال اڑاتا ہے جبکہ حقیقت میں وہ اپنا مال بچاتا اور بڑھاتا ہے......لیکن بچانے اور بڑھانے کے اس راز کو سمجھنے کے لیے ایمانی عقل کی ضرورت ہے۔(۲۶۱)

۵۔ زراعت کی مثالیں دینا اس کی فضیلت کو ثابت کرتا ہے...... احادیث سے بھی زراعت کی فضیلت ثابت ہے۔(۲۶۱){۳۴۳}

۶۔ جسے صدقہ خیرات دیا جائے اس پر احسان جتلانا اور اسے تکلیف دینا حرام ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے ان میں سے ایک احسان جتلانے والا بھی ہے۔(۲۶۲)

۷۔ سائل کو مہذب انداز میں جواب دینا اور اس کے اصرار وتکرار کو معاف کر دینا ایسے صدقہ سے بہتر ہے جس کے عقب میں اذیت دہی لگی ہو۔(۲۶۳)

۸۔ استاد کا شاگرد پر اور شیخ کا مرید پر بلا مصلحت احسان جتلانا بھی مذموم ہے۔(۲۶۳){۳۴۴}

{۳٤۳}صحیح مسلم.........{۳٤٤} بیان القرآن

۹۔ امتنان اور ایذاء کی طرح ریا بھی حرام ہے نبی کریم ﷺ نے ریا کو شرکِ اصغر قرار دیا ہے۔(۲۶۴)

۱۰۔ احسان جتلانے سے اخلاص کے ساتھ کیا ہوا عمل بھی ریا کاری بن جاتا ہے۔(۲۶۴)

انفاق کی دو قسمیں

۲۶۵......۲۶۶

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ
اور مثال ان کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی خوشی حاصل کرنے کو اور اپنے دلوں کو ثابت کر کر ایسی ہے جیسے ایک باغ ہے

بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
بلند زمین پر اس پر پڑا زور کا مینہ تو لایا وہ باغ اپنا پھل دوچند اور اگر نہ پڑا اس پر مینہ تو پھوار ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب

بَصِيرٌ ﴿٢٦٥﴾ أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَن تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
دیکھتا ہے کیا پسند آتا ہے تم میں سے کسی کو یہ کہ ہووے اس کا ایک باغ کھجور اور انگور کا بہتی ہوں نیچے اسکے نہریں

لَهُ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ
اس کو اس باغ میں اور بھی سب طرح کا میوہ حاصل ہو اور آگیا اس پر بڑھاپا اور اس کی اولاد ہیں ضعیف تب آپڑا اس باغ پر ایک بگولا جس میں

نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٦٦﴾
آگ تھی جس سے وہ باغ جل گیا یوں سمجھاتا ہے تم کو اللہ آیتیں تاکہ تم غور کرو

تسہیل ۔ جو لوگ اللہ کی رضا جوئی اور اپنے نفسوں میں پختگی پیدا کرنے کے لیے اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسے باغ کی سی ہے جو کسی ٹیلے پر ہو اگر وہاں زور کی بارش پڑے تو وہ دوگنا پھل لائے اور اگر زور کی بارش نہ پڑے تو ہلکی پھوار ہی اسے کافی ہو جائے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھ رہا ہے O کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور ان کے علاوہ بھی ہر قسم کے پھل اس میں ہوں، درختوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں، باغ کا مالک خود بوڑھا ہو چکا ہو جبکہ اس کی اولاد ابھی ناتواں ہو ایسے وقت میں آگ کے بگولے کی زد میں آ کر وہ باغ جل جائے......یقیناً تم میں سے کسی کو بھی یہ بات پسند نہیں ہوگی تو پھر کیوں ریا کاری سے اپنی نیکیوں کا باغ جلاتے ہو......اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو O

تفسیر

ان دونوں آیتوں میں دو قسم کے خرچ کرنے والوں کا ذکر ہے۔

﴿۲۶۵﴾ پہلی قسم کے لوگ وہ ہیں جن کے دل میں ایمان اور اخلاص ہے، اللہ کی رضا کا جذبہ ہے، وہ جو اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اللہ راضی ہو جائے اور بتدریج نفس میں پختگی پیدا ہو جائے اور ہمیں صدقہ خیرات کی عادت پڑ جائے اور حبِّ مال کی بیماری جاتی رہے، ان مخلصین کی مثال ایسی ہے جیسے کسی اونچے ٹیلے پر سرسبز باغ ہے اس کی مٹی زرخیز بھی ہے اور گہری بھی ہے موسلا دھار بارش برستی ہے تو وہ دو چند پھل دیتا ہے اور اگر زروں کی بارش نہ ہو تو ہلکی پھوار بھی اس میں روئیدگی پیدا کرنے کے لیے کافی ہو جاتی ہے۔

یہ مثال اس مؤمن پر صادق آتی ہے جس کا دل ایمان اور اخلاص سے بھرا ہوا ہے، اللہ اسے زیادہ دیتا ہے تو وہ زیادہ خرچ کرتا ہے اور اگر زیادہ کی گنجائش نہیں ہوتی تو اپنی طاقت کے مطابق جتنا بھی ممکن ہوتا ہے خرچ کر دیتا ہے، لیکن وہ دونوں حالتوں میں محسن ہی شمار ہوتا ہے اور وہ آخرت میں اپنے ایثار کے ثمرات یقینی طور پر حاصل کر کے رہے گا، یونہی اگر اخلاص اعلی درجہ کا ہو پھر تو یقیناً صدقہ کا ثواب کئی گنا ملے گا لیکن اگر اعلیٰ درجہ کا اخلاص نہ بھی ہو تو بھی مؤمن بالکل محروم نہیں رہے گا اور کچھ نہ کچھ ثواب اسے مل کر رہے گا۔

﴿۲۶۶﴾ دوسری مثال اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لیے بیان فرمائی ہے جو ریا کاری، اذیت اور احسان جتلانے جیسے کسی بھی ایسے عمل کا ارتکاب کرتا ہے جو اس کے صدقہ کو باطل کر دیتا ہے۔

مثال کا حاصل یہ ہے کہ ایک خوشحال انسان ہے جس کے پاس کھجوروں، انگوروں اور ہر قسم کے پھلوں کا ایک باغ ہے، اسے سیراب کرنے کے لیے پانی کی بھی کوئی کمی نہیں، اس کے ساتھ ہی نہریں بہہ رہی ہیں، خوب پیداوار حاصل ہوتی ہے، سارے خاندان کا ذریعہ معاش یہی باغ ہے، باغ کا مالک بوڑھا ہو چکا ہے، بچے ابھی کمسن اور ناتواں ہیں، اچانک ایک بگولہ آیا جس میں آگ بھی تھی اس نے باغ کو جلا کر راکھ دیا۔

اگر مالک جوان ہوتا تو باغ دوبارہ لگالیتا، یا اولاد نہ ہوتی تو بھی زیادہ پریشانی نہ ہوتی، یا اولاد جوان ہوتی تو اپنے قدموں پر کھڑے ہونے کی وجہ سے فکرِ معاش نہ ہوتی لیکن اس کم نصیب بوڑھے کے سامنے غم اور پریشانی کا ایک پہاڑ کھڑا ہے......سالہا سال کی محنت ضائع جانے کا غم، چھوٹے چھوٹے بچوں کے فقر و فاقہ کا غم، بڑھاپے کا غم، کوئی دوسرا ذریعہ معاش نہ ہونے کا غم۔

یہ مثال اس ریا کار پر صادق آتی ہے جس نے صدقہ خیرات کر کے نیکیوں کا باغ لگایا، جسے ریا کاری کے بگولے نے جلا کر راکھ کر دیا، اور اس کے جلنے کی خبر اسے قیامت کے دن ملے گی جب کہ نیکیوں کا باغ دوبارہ لگانے کی اسے قدرت بھی نہیں رہے گی اور وہ ایک ایک نیکی کا محتاج بھی ہو گا۔

حکمت وہدایت

۱۔ معانی کو ذہن کے قریب تر کرنے کے لیے مثالیں بیان کرنا مستحسن ہے۔(۲۶۵)

۲۔ تجارتی اور کاروباری مثالوں کی طرح زرعی اور کاشت کارانہ مثالیں بھی قرآن میں کثرت سے ہیں...... یہ مثالیں انسانی ادراک اور زمین کے قدرتی ماحول کے درمیان فاصلے کو بہت کم کر دیتی ہیں۔(۲۶۵)

۳۔ عمل صالح سے جس طرح حصول اجر مقصود ہوتا ہے اسی طرح اصلاح نفس بھی مقصود ہوتا ہے۔(۲۶۵)

۴۔ نیکی ہو یا بدی کسی عمل کے بار بار کرنے سے وہ عمل نفس میں راسخ ہو جاتا ہے اور اس سے مزاحمت کی قوت ضعیف ہو جاتی ہے۔(۲۶۵)

۵۔ معصیت کی طرح ہر اطاعت کا بھی یہ خاصہ ہے کہ وہ متجانس اعمال کو کھینچتی ہے چنانچہ ہر عملِ صالح کے بعد دوسرے عمل صالح کے لئے آمادگی پیدا ہو جاتی ہے۔(۲۶۵)

۶۔ مخلصین کے چھوٹے سے عمل پر جو ثمرات مرتب ہوتے ہیں وہ غیر مخلصین کے بڑے بڑے اعمال پر مرتب نہیں ہوتے۔(۲۶۵)

۷۔ وہ صدقہ جو شرعی شرائط اور آداب کے مطابق دیا جائے اس کا اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔(۲۶۵)

۸۔ اگر اعلیٰ درجہ کا اخلاص نہ ہو تو بھی محض ایمان اور عدم موانع کی وجہ سے صدقہ قبول ہو جاتا ہے۔(۲۶۵)

۹۔ سب سے زیادہ بدنصیب شخص وہ ہوگا جسے قیامت کے دن اطلاع ملے گی کہ اس کا صدقہ خیرات اور دوسرے نیک اعمال دنیا ہی میں ضائع ہو گئے اور اب اس کے دفترِ عمل میں کوئی بھی ایسی نیکی نہیں جو اس کے کام آسکے۔(۲۶۶)

۱۰۔ اللہ کی تمام آیات میں عموماً اور اُن آیات میں خصوصاً غور وفکر کرنا واجب ہے جو عقائد، احکام، آداب اور اخلاق کے ذکر پر مشتمل ہیں۔(۲۶۶)

انفاقِ طیب

......۲۶۷......

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَنفِقُوا۟ مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا۟

اے ایمان والو خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے اور اس چیز میں سے کہ جو ہم نے پیدا کیا تمہارے واسطے زمین سے اور قصد نہ کرو

ٱلْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِـَٔاخِذِيهِ إِلَّآ أَن تُغْمِضُوا۟ فِيهِ ۚ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ غَنِىٌّ حَمِيدٌ ﴿۲۶۷﴾

گندی چیز کا اس میں سے کہ اسکو خرچ کرو حالانکہ تم اس کو کبھی نہ لوگے مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ ہے خوبیوں والا

تسہیل ۔اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے اور جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کیا ہے اس میں سے بھی عمدہ چیزیں خرچ کرو اور ایسی ردی چیزیں اللہ کی راہ میں دینے کا ارادہ بھی نہ کرنا جو اگر تمہیں دی جائیں تو تم کبھی نہ لو سوائے اس کے کہ تم چشم پوشی کر جاؤ اور تم یہ ضرور جان لو کہ اللہ بے نیاز ہے اور تعریف کے لائق ہے O

تفسیر

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے ہم کھجوروں کے مالک تھے ہم میں سے ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق اصحابِ صفہ کے لیے تھوڑی بہت کھجوریں لایا کرتا تھا، کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ابھی نیکی میں پختہ نہیں ہوئے تھے وہ ردی قسم کی اور ایسی کھجوریں لے آتے جو ٹوٹ جاتیں یہ کھجوریں مسجد کے ستونوں سے لٹکا دی جاتی تھیں اور فقراء مہاجرین ان خوشوں سے توڑ توڑ کر کھاتے رہتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔{۳۴۵}

﴿۲۶۷﴾ جس میں حکم دیا گیا کہ اللہ کی راہ میں پاکیزہ اور عمدہ مال خرچ کرو{۳۴۶} خواہ وہ تمہارے دست و بازو کی کمائی ہو یا زمین کی پیداوار اور باغات کا پھل، معدنیات ہوں یا فیکٹریوں اور کارخانوں کی مصنوعات...... نکمی، بوسیدہ، سڑی ہوئی اور ردّی چیزیں اللہ کی راہ میں دے کر خانہ پُری مت کرو، ایسا کر کے تم اللہ کو ہرگز دھوکہ نہیں دے سکتے، اللہ طیب اور پاک ہے وہ صرف پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے۔

حالت یہ ہے کہ یہی بوسیدہ اور ردّی چیزیں اگر خود تمہیں دی جائیں تو تم کبھی بھی لینے کے لیے آمادہ نہیں ہو گے بلکہ عین ممکن ہے کہ تمہیں یہ حرکت بڑی ناگوار گذرے البتہ اگر تم چشم پوشی کر جاؤ تو الگ بات ہے، جو چیز تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لیے کیونکر پسند کرتے ہو۔

تمہیں یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اللہ تمہارے مال و دولت سے بے نیاز ہے وہ تمہارے ھدایا اور عطایا کا ہرگز محتاج نہیں وہ تو محض تمہارے ہی فائدہ کے لیے تمہیں انفاق کا حکم دیتا ہے اور وہ اپنے سارے کمالات، احسانات اور اقوال و افعال پر تعریف کا مستحق ہے۔

حکمت وہدایت

۱۔ ہر مال میں زکوٰۃ واجب ہے خواہ وہ سونا چاندی اور نقدی ہو یا اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری...... یہ سب (ما کسبتم)

{۳۴۵} ابن کثیر

{۳۴۶}"طیبات" وجمهور المتأولين قالوا معنى من طيبات من جيد ومختارما كسبتم وقال ابن زيد من حلال ما كسبتم (قرطبی)

میں داخل ہیں۔(۲۶۷)

۲۔ عشری زمین سے جو بھی قلیل اور کثیر پیداوار حاصل ہو اس پر عشر واجب ہے۔(۲۶۷)

۳۔ اپنے مال میں سے چھانٹ چھانٹ کر ردی اشیاء کا اللہ کی راہ میں دینا قبیح ہے۔(۲۶۷)

(کئی اصحابِ ثروت اپنی مصنوعات میں سے خراب اور بازار میں نہ چل سکنے والی چیزوں سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں فیاللعجب)

۴۔ (غَنِیٌّ) لانے سے ان مشرک قوموں کی تردید ہوگئی جو اپنے معبودوں کو نذر اور چڑھاوے کا محتاج مانتی ہیں۔(۲۶۷)

خوفِ فقر اور فہمِ قرآن

﴿۲۶۸......۲۶۹﴾

اَلشَّيۡطٰنُ يَعِدُكُمُ الۡفَقۡرَ وَيَاۡمُرُكُمۡ بِالۡفَحۡشَآءِ‌ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمۡ مَّغۡفِرَةً مِّنۡهُ وَفَضۡلًا ‌ؕ وَاللّٰهُ
شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو تنگ دستی کا اور حکم کرتا ہے بے حیائی کا اور اللہ وعدہ دیتا ہے تم کو اپنی بخشش اور فضل کا اور اللہ بہت کشائش

وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ۞ يُّؤۡتِى الۡحِكۡمَةَ مَنۡ يَّشَآءُ ‌ۚ وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا ‌ؕ وَ
والا ہے سب کچھ جانتا ہے عنایت کرتا ہے سمجھ جس کسی کو چاہے اور جس کو سمجھ ملی اس کو بڑی خوبی ملی اور

مَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۞
نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں

تسہیل۔ شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے اور بری بات کا مشورہ دیتا ہے اور اللہ تم سے وعدہ کرتا ہے گناہوں کے معاف کر دینے کا اور زیادہ دینے کا اور اللہ بڑا وسعت والا اور بڑا علم والا ہے O وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کر دیتا ہے اور جسے حکمت کی نعمت مل گئی اسے بہت بڑی دولت مل گئی اور قرآن سے نصیحت تو وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں O

﴿تفسیر﴾

﴿۲۶۸﴾ اے انسانو! تم جب بھی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا ارادہ کرو گے تو شیطان ضرور وسوسہ اندازی کرے گا وہ تمہیں مستقبل کے فقر و فاقہ سے ڈرائے گا، اور تمہیں بخل کرنے اور ہاتھ روک کر رکھنے کا مشورہ دے

گا{۳۴۷} لیکن دوسری جانب، اللہ تم سے وعدہ کرتا ہے کہ صدقہ خیرات سے تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور تمہیں پہلے سے بھی زیادہ عطا کرے گا......تم مؤمن ہو تمہاری نظر شیطانی وساوس پر نہیں بلکہ اللہ کے وعدوں پر ہونی چاہیے وہ اللہ جو ساری وسعتوں اور خزانوں کا مالک بھی ہے اور انسان کی نیتوں اور رجحانات سے واقف بھی ہے۔

﴿۲۶۹﴾ اس کی کشادہ دستی اور عطا کا کوئی اندازہ بھی کرسکتا ہے؟ وہ اپنے بندوں کو ظاہری اور مادی نعمتیں ہی نہیں باطنی اور روحانی نعمتیں بھی عطا کرتا ہے جن میں سے سب سے بڑی نعمت حکمت ہے۔

یہ حکمت کیا چیز ہے؟......علمِ نافع، عملِ صالح، قولِ صادق، اعتدال، بصیرت، عقلِ سلیم، فقہ فی الدین، اصابت رائے اور خشیت الٰہیہ ......یہ تمام اقوال حکمت کے بارے میں منقول ہیں لیکن ناچیز کی نظر جس قول پر ٹکتی ہے وہ ہے فہم قرآن{۳۴۸}۔ جسے فہم قرآن کی نعمت مل گئی، واللہ! اسے بہت بڑی دولت مل گئی اور جو فہم قرآن کی دولت ملنے کے باوجود اپنے آپ کو دنیاداروں سے کمتر سمجھتا ہے اس سے بڑا احمق اور ناشکرا کوئی نہیں......البتہ قرآن سے نصیحت اور حکمت حاصل کرنے کے لیے عقلِ سلیم کی ضرورت ہے بے وقوف لوگ قرآن سے نصیحت حاصل نہیں کرسکتے۔

حکمت وہدایت

۱۔ شیطان کے وساوس سے بچنے کے لیے مجاہدہ کی ضرورت ہے۔(۲۶۸)

۲۔ مؤمن کو شیطانی وساوس کے بجائے اللہ کے وعدوں پر یقین رکھنا چاہیے۔(۲۶۸)

۳۔ شیطانی وساوس کا بہترین اور مؤثر علاج حکمت ہے۔(۲۶۹)

۴۔ حکمت خاص عطیہ الٰہی ہے یہ ہر کسی کو نہیں بلکہ اللہ کے مخصوص بندوں ہی کو ملتی ہے۔(۲۶۹)

۵۔ دنیا کا سارا مال ودولت ''متاعِ قلیل'' اور حکمت ''خیرِ کثیر'' ہے وہ شخص کم ظرف اور بے عقل ہے جو ''متاعِ قلیل'' کو ''خیرِ کثیر'' پر ترجیح دیتا ہے یا خیر کثیر حاصل ہوجانے کے بعد بھی اپنے آپ کو دوسروں سے کمتر سمجھتا ہے۔{۳۴۹}

۶۔ جو لوگ قرآن جیسی بے مثال کتاب سے بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے وہ بے وقوف ہیں۔(۲۶۹)

۷۔ وہ عقل جو حکمت کی آمیزش اور رہنمائی سے محروم ہو وہ ہدایت سے محروم رہتی ہے۔(۲۶۹)

{۳۴۷}"الفحشاء" والعرب تسمی البخیل فاحشا والبخل فحشا وفحشاء......المراد بهافی هذا الموضع البخل (جصاص)

{۳۴۸}قال ابراهیم النخعی الحکمة، الفهم فی القرآن وقاله زید بن مسلم (قرطبی)

{۳۴۹} التفسیر المنیر

خفیہ اور علانیہ صدقہ

﴿۲۷۰......۲۷۱﴾

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾

اور جو خرچ کروگے تم خیرات یا قبول کروگے کوئی منت تو بیشک اللہ کو سب معلوم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ

اگر ظاہر کرکے دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے اور اگر اس کو چھپاؤ اور فقیروں کو پہنچاؤ تو وہ بہتر ہے تمہارے حق میں اور دور کرے گا

عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾

کچھ گناہ تمہارے اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے

تسھیل ۔اورتم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو یا جو بھی نذر مانتے ہو تو اللہ اُسے جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی بھی حمایتی نہیں O اگر تم صدقات علانیہ دو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر تم چھپا کر ضرورت مندوں کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے صدقہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہارے کچھ گناہ تم سے دُور کردے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ پوری طرح باخبر ہے O

تفسیر

انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دینے کے بعد فرمایا جارہا ہے کہ اے ایمان والو!

﴿۲۷۰﴾ تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو، اللہ کی رضا کے لیے ہو یا دکھاوے کے لیے ہو، آداب وشرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہو یا ان کے بغیر ہو اسی طرح تم جو بھی نذر مانتے ہو خواہ وہ اطاعت کی نذر ہو یا معصیت کی نذر ہو، مالی عبادت کی نذر ہو یا بدنی عبادت کی نذر ہو {۳۵۰}......اللہ تعالیٰ اُسے جانتا ہے اور اس پر جزا بھی ضرور دے گا۔

اور جو لوگ بخل کرتے ہیں وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں دنیا میں بھی ان کا کوئی حمایتی اور دوست نہیں ہوتا اور آخرت میں بھی ایسے لوگوں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

﴿۲۷۱﴾ صدقہ فرض ہو یا نفل، علانیہ دینا جائز ہے لیکن خفیہ دینا زیادہ بہتر ہے اگر کوئی مصلحت پیشِ نظر ہو تو علانیہ صدقہ دینے میں کوئی حرج نہیں مثلاً دوسروں کو ترغیب دینے کے لیے یا اپنے متعلق لوگوں کی بدگمانی کو دُور کرنے

{۳۵۰} النذر عقد القلب علی شئی والتزامه علی وجه مخصوص (روح المعانی)

کے لیے سب کے سامنے صدقہ دیا جائے اور نیت خالص ہو تو یہ اظہار موجب گناہ تو کیا ہوگا اُلٹا باعثِ اجر وثواب ہوگا البتہ اخفاء میں اظہار سے زیادہ ثواب ہے اس لئے کہ خفیہ طور پر دینے سے فقیر کی عزتِ نفس بھی مجروح نہیں ہوتی اور ریا سے بھی بچاؤ ہو جاتا ہے۔

ایک صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ان سات خوش قسمت انسانوں کا ذکر فرمایا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ ایسے دن میں اپنے عرش کے نیچے سایہ عطا فرمائے گا جس دن عرشِ الٰہی کے سوا کہیں بھی سایہ میسر نہیں ہوگا ان ساتوں میں ایک شخص وہ ہوگا۔

ورجل تصدق بصدقة فاخفاها حتى لاتعلم شماله ماتنفق يمينه.{۳۵۱}	صدقہ کرتا ہے مگر اتنے اخفاء کے ساتھ کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں چلتا کہ دائیں نے کیا خرچ کیا۔

حکمت وہدایت

۱۔ صدقہ میں اصل اہمیت قلّت اور کثرت کو حاصل نہیں بلکہ اصل اہمیت اخلاص کو حاصل ہے۔(۲۷۰)

۲۔ دنیا اور آخرت میں بخیل کا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہوتا، جس نے بھی کہا ہے سچ کہا ہے ”البخیل لیس له خلیل“ (بخیل کا کوئی دوست نہیں ہوتا)۔(۲۷۰)

۳۔ نفلی صدقہ مسلم، غیر مسلم، فقیر اور غنی سب کو دینا جائز ہے۔(۲۷۰)

۴۔ نذر کی دو قسمیں ہیں نذرِ طاعت اور نذرِ معصیت ......نیکی کرنے کی نذر اور گناہ کرنے کی نذر......نذرِ طاعت کا ایفاء واجب ہے اور نذرِ معصیت کا ترک واجب ہے۔

۵۔ نذرِ طاعت کی بھی دو قسمیں ہیں مالی عبادت کی نذر جیسے صدقہ خیرات اور بدنی عبادت کی نذر جیسے روزہ نماز وغیرہ......ان سب کا ایفاء لازم ہے۔

۶۔ صدقہ کے اخفاء اور اظہار دونوں میں اجر ہے لیکن اخفاء میں زیادہ ثواب ہے۔(۲۷۱)

۷۔ صدقات اور حسنات، سیئات کے لیے کفارہ بن جاتی ہیں۔(۲۷۱)

{۳۵۱} صحیح مسلم ۳۳۱/۱

صدقات کے مستحقین

﴿۲۷۲......۲۷۴﴾

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۗ
تیرا ذمہ نہیں ان کو راہ پر لانا اور لیکن اللہ راہ پر لاوے جس کو چاہے اور جو کچھ خرچ کرو گے تم مال سو اپنے ہی واسطے

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾
جب تک کہ خرچ کرو گے اللہ ہی کی رضا جوئی میں اور جو کچھ خرچ کرو گے خیرات سو پوری ملے گی تم کو اور تمہارا حق نہ رہے گا

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ
خیرات ان فقیروں کے لئے ہے جو رکے ہوئے ہیں اللہ کی راہ میں چل پھر نہیں سکتے ملک میں سمجھے ان کو ناواقف

اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ
مالدار ان کے سوال نہ کرنے سے تو پہچانتا ہے ان کو ان کے چہرہ سے نہیں سوال کرتے لوگوں سے لپٹ کر اور جو کچھ خرچ کرو گے کام کی چیز

فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ
وہ بیشک اللہ کو معلوم ہے جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں رات کو اور دن کو چھپا کر اور ظاہر میں تو ان کے لئے ہے ثواب ان کا

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾
اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہونگے

ربط۔ سابقہ آیت سے اشارۃً یہ بات سمجھ آ گئی تھی کہ نفلی صدقہ مسلم اور غیر مسلم سب کو دینا جائز ہے اس آیت میں صراحۃً یہ بتا دیا گیا ہے کہ کفار کو قبولِ ہدایت پر مجبور کرنے کے لیے نفلی صدقات سے محروم نہ رکھا جائے اس لئے کہ ہدایت دینا تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمان اپنے مشرک رشتہ داروں کو صدقہ دینا ناپسند کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں انہیں مشرکوں اور اہلِ کتاب کو بھی صدقہ دینے کی اجازت دے دی گئی۔ {۳۵۲}

تسہیل۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں کو ہدایت دینا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے یہ کام اللہ کا ہے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے، اور اے مسلمانو! تم صدقہ خیرات میں جو کچھ خرچ کرتے ہو اس میں تمہارا اپنا ہی فائدہ ہے اور وہ یہ کہ تم اس سے اللہ کی رضا چاہتے ہو یاد رکھو! تم خیرات میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے آخرت میں اس کا پورا پورا اجر تمہیں دیا جائے گا اور اس میں ذرا بھی کمی نہیں کی جائے گی ○ صدقات کے اصل مستحق وہ حاجت مند ہیں جو اللہ کے دین کی

{۳۵۲} ابن کثیر۔ ۱/۲۲۱

خدمت میں ایسے مشغول ہوگئے ہیں کہ وہ طلبِ معاش کے لیے دوڑ دھوپ نہیں کرسکتے، سوال سے بچنے کی وجہ سے ناواقف شخص انہیں مالدار خیال کرتا ہے البتہ تم ان کے چہروں سے انہیں پہچان سکتے ہو، وہ لوگوں سے لپٹ لپٹ کر سوال نہیں کرتے، ایسے خوددار لوگوں کی خدمت اور اعانت کے لیے تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے O جو لوگ اپنے مال، دن میں اور رات میں، خفیہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے نہ ان کے لیے خوف ہے اور نہ ہی غم ہے O

﴿تفسیر﴾

﴿۲۷۲﴾ اے محمد ﷺ لوگوں کو ہدایت دینا اور قبولِ ہدایت پر مجبور کرنا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں بلکہ آپ کی ذمہ داری تو صرف ہدایت کا راستہ دکھانا ہے سو آپ اپنا کام کرتے رہیے اللہ جسے ہدایت کے قابل سمجھے گا اُسے ہدایت دے دیگا۔{۳۵۳}

﴿وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ الخ﴾ ......تم اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو اس میں تمہارا اپنا ہی فائدہ ہے...... یہ خرچ کرنا گناہوں کا کفارہ بنتا ہے، مال پاک ہوجاتا ہے، دل کا تزکیہ ہوتا ہے، حبِّ مال کی بیماری ختم ہوجاتی ہے، اسلامی معاشرہ میں اخوت ومحبت کے جذبات پرورش پاتے ہیں، فقراء کی جب ضروریات پوری ہوتی ہیں تو وہ چوری چکاری اور ڈاکہ زنی سے دور رہتے ہیں سب سے بڑا فائدہ یہ کہ اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ایک سچے مسلمان کے پیشِ نظر سب سے بڑا مقصد یہی ہوتا ہے کہ مجھ سے اللہ راضی ہوجائے لہٰذا اسے صدقہ کرتے ہوئے یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ اس فقیر اور غریب شخص کا مذہب اور قومیت کیا ہے جسے میں صدقہ دے رہا ہوں، انسان تو کیا اللہ کی رضا کے لیے اگر بھوکے کتے کو بھی کھلا دے گا تو بھی اجر وثواب سے محروم نہیں رہے گا۔

صدقہ کرنے والوں کے سامنے صدقہ کا مقصد اور قبولیت کی شرائط بیان کرنے کے بعد ان کے سامنے صدقہ کے مصارف میں سے ایک اہم مصرف بیان کیا جاتا ہے۔

﴿۲۷۳﴾ یہ وہ تنگ دست لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو دین کی تعلیم اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے وقف کردیا ہے اور اس میں ان کی مشغولیت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ انہیں کسبِ معاش کے لیے محنت، تجارت، کاروبار اور زراعت وغیرہ کا موقع ہی نہیں ملتا بسا اوقات ان کے پیٹ خالی ہوتے ہیں، گھر میں فقر وفاقہ ہوتا ہے اور جیب میں

{۳۵۳} لم يقل فقراء كم فدل ذلك على ان الصدقة تستحب على كل فقير وان كان كافرا (المنار) المرادا باحة الصدقة عليهم وان لم يكونوا على دين الاسلام وقدروى ذلك عن جماعة من السلف (جصاص)

پھوٹی کوڑی نہیں ہوتی لیکن ان کی خودداری اور شرافتِ نفس انہیں کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی اجازت نہیں دیتی، ان کا ظاہری رکھ رکھاؤ ایسا ہوتا ہے کہ ناواقف انسان انہیں مالدار سمجھتا ہے وہ اپنی ضروریات کو یوں چھپاتے ہیں جیسے اپنے عیوب کو چھپایا جاتا ہے صرف ایسا انسان ہی ان کی اندرونی حالت کو سمجھ سکتا ہے جو چہرے کو دیکھ کر اندرونی احساسات کا اندازہ لگانے کی صلاحیت رکھتا ہو......یقیناً چہرہ پوشیدہ جذبات اور اندرونی کرب کا آئینہ ہوتا ہے لیکن اس آئینہ میں جھانکنا اور باطن کی حقیقی تصویر کو من وعن دیکھ لینا یہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں پھر جب کہ صاحبِ آئینہ بھی اپنی غربت کی تصویر کسی کو نہ دکھانا چاہتا ہو تو واقعی اس کا دیکھنا اور سمجھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ بھی یہی چاہتا ہے کہ ان خوددار انسانوں کے ساتھ ایسا کوئی معاملہ نہ کیا جائے جس سے ان کے جذبات کو ٹھیس لگے اور ان کی عزتِ نفس مجروح ہو اسی لیے آیت کے آخر میں اشارۃً یہ سمجھا دیا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کی اعانت خفیہ طریقے سے کرنی چاہیے فرمایا:

﴿وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ﴾{۳۵۴}......تم جو کچھ بھی دو گے وہ اللہ سے پوشیدہ نہیں رہے گا اس لئے ایسے حساس اور غیرت مند لوگوں پر علانیہ صدقہ خیرات کر کے انہیں شرمندہ ہرگز نہ کرو۔

﴿۲۷۴﴾ ویسے اللہ تعالیٰ کا عام ضابطہ یہ ہے کہ جو لوگ شب و روز، پوشیدہ اور علانیہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں لگے رہتے ہیں ان کا اجر کبھی ضائع نہیں ہوتا اور وہ دنیا اور آخرت میں خوف اور غم سے محفوظ رہتے ہیں۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ کافر ذمی یعنی غیر حربی کو زکوٰۃ اور عشر دینا جائز نہیں، دوسرے صدقات سب جائز ہیں۔

۲۔ لوگوں کا ہدایت قبول کرنا نہ اللہ کے نبی کی ذمہ داری تھی اور نہ ہی نبی کے ورثاء یعنی علماء کی ذمہ داری ہے۔(۲۷۲)

۳۔ اسلام مذہبی رواداری کا قائل ہے اسی لیے غیر مسلموں پر خرچ کرنے والوں کے لیے بھی اجر وثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔(۲۷۲)

۴۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے متعدد فائدے خود خرچ کرنے والوں کو حاصل ہوتے ہیں۔(۲۷۲)

۵۔ راہِ حق میں خرچ کرنے والوں کے سامنے سب سے بڑا مقصد حصولِ رضاءِ الٰہی ہونا چاہیے۔(۲۷۲)

۶۔ صدقات کا سب سے بہترین مصرف وہ ضرورت مند لوگ ہیں جن کے اندر پانچ صفات پائی جاتی ہوں۔(۲۷۳)

{۳۵۴}الخير مايرغب فيه الكل كالعقل مثلا والعدل والفضل والشئى النافع وقال بعض العلماء لايقال للمال خير حتى يكون كثيرا ومن مكان طيب (مفردات)

☆ وہ اپنے آپ کو دینی مصروفیات یعنی تعلیم وتعلم اور جہاد وغیرہ کے لیے وقف کر چکے ہوں۔

☆ اپنی کل وقتی دینی مصروفیات کی وجہ سے وہ معاشی دوڑ دھوپ نہ کر سکتے ہوں۔

☆ انکی استغناء، خودداری اور شرافتِ نفس کی وجہ سے ناواقف لوگ انہیں ''اغنیاء'' سمجھتے ہوں۔

☆ اربابِ بصیرت ان کے چہرے سے ان کی اندرونی کیفیت کو سمجھ لیں۔

☆ وہ انسانوں کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرتے ہوں۔ (۲۷۳)

یہ پانچوں صفات دینی مدارس کے ان طلباء اور مجاہدین میں پائی جاتی ہیں جو واقعی طالبِ علم اور مجاہد ہوں۔

۷۔ تین شرطوں کے ساتھ سوال کرنا جائز ہے ☆ اپنے آپ کو ذلیل نہ کیا جائے ☆ سوال میں اصرار نہ کیا جائے ☆ مسئول کو تکلیف نہ دی جائے...... چندہ مانگنے والوں کو اپنی اداؤں پر خوب غور کرنا چاہیے۔

۸۔ سالکین کو ایسی وضع نہیں بنانی چاہیے جس سے عام اہلِ دنیا سے امتیاز ظاہر ہو۔ {۳۵۵}

۹۔ اگر نیت خالص ہو تو رات اور دن میں، خفیہ اور علانیہ ہر طرح اور ہر وقت صدقہ جائز ہے۔ (۲۷۴)

۱۰۔ مخلص اہلِ سخاوت کے لیے اجر وثواب اور امن وسلامتی کی بشارت ہے۔ (۲۷۴)

سُود کے اجتماعی اور انفرادی نقصانات

﴿۲۷۵......۲۸۱﴾

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ

جو لوگ کھاتے ہیں سود نہیں اٹھیں گے قیامت کو مگر جس طرح اٹھتا ہے وہ شخص کہ جس کے حواس کھو دیئے ہوں جن نے لپٹ کر

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ

یہ حالت ان کی اس واسطے ہوگی کہ انہوں نے کہا کہ سوداگری بھی تو ایسی ہی ہے جیسے سود لینا حالانکہ اللہ نے حلال کیا ہے سوداگری کو اور حرام کیا ہے سود کو پھر جس کو پہنچی نصیحت

مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

اپنے رب کی طرف سے اور وہ باز آگیا تو اس کے واسطے ہے جو پہلے ہو چکا اور معاملہ اس کا اللہ کے حوالہ ہے اور جو کوئی پھر سود لیوے تو وہی لوگ ہیں دوزخ والے

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے مٹاتا ہے اللہ سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ خوش نہیں کسی ناشکر گنہگار سے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ

جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے اور قائم رکھا نماز کو اور دیتے رہے زکوٰۃ ان کیلئے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے پاس

{۳۵۵} بیان القرآن

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۲۷۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ

اور نہ ان کو خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود

الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ

اگر تم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کا پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اگر توبہ

تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى

کرتے ہو تو تمہارے واسطے ہے اصل مال تمہارا نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر اور اگر ہے تنگ دست تو مہلت دینی چاہیے

مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۣ

کشائش ہونے تک اور بخش دو تو بہت بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو سمجھ ہو اور ڈرتے رہو اس دن سے کہ جس دن لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾

پھر پورا دیا جائیگا ہر شخص کو جو کچھ اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا

رابط۔ متضاد امور کو جمع کرنا یہ قرآن کا خاص اسلوب ہے ایمان کے ساتھ کفر، جنت کے ساتھ جہنم، بشارت کے ساتھ انذار......اور وعدوں کے ساتھ وعیدوں کا ذکر پورے قرآن میں ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ صدقہ کے بعد سود کا بیان قرآن کے اسی اسلوب کا آئینہ دار ہے۔

تسہیل۔ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن قبروں سے اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو، انہیں یہ سزا اس لئے دی جائے گی کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے جب تجارت کی اجازت ہے تو سود کی بھی اجازت ہونی چاہیے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام فرمایا ہے پھر جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ آئندہ سودی لین دین سے باز آ گیا تو جو کچھ وہ لے چکا ہے وہ اس کے لیے ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو لوگ آج کے بعد سود خوری کے مرتکب ہوں گے وہ دوزخ میں جائیں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے O اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اللہ تعالیٰ ناشکروں اور نافرمانوں کو پسند نہیں کرتا O جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے نماز کا اہتمام کیا اور زکوٰۃ دی ان کا اجر یقیناً ان کے رب کے پاس ہے، انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم لاحق ہوگا O اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور لوگوں پر تمہارا جو سود باقی رہ گیا ہے، اگر تم واقعی مؤمن ہو تو اسے چھوڑ دو O لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر تمہارے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے اور اگر تم توبہ کر لو تو پھر تمہاری اصل رقم مل جائے گی نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے O اور اگر مقروض تنگدست ہو تو اسے خوشحالی تک مہلت دی جانی چاہیے اور اگر تم اسے قرض معاف کر دو تو

یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے......اگر تم اس کے اجر وثواب کی خبر رکھتے ہو O اور اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہوگا O

تفسیر

گزشتہ آیات میں صدقہ کے فضائل، قبولیت کی شرائط و آداب، مصارف اور مثالیں بیان کی گئیں یہاں پر سُود کے نقصانات اور تباہ کاریاں بیان کی جارہی ہیں صدقہ اور ربوٰ یہ دو متضاد نظام ہیں۔

صدقہ میں احسان، پاکیزگی اور تعاون کا جذبہ ہوتا ہے جبکہ سُود خوری میں بخل، گندگی اور خود غرضی پوشیدہ ہوتی ہے۔

صدقہ میں دیا ہوا واپس لینے کی نیت نہیں ہوتی جبکہ سُود میں اصل زر سے بھی زیادہ لینے کی شرط ہوتی ہے۔

صدقہ سے آپس کی محبت بڑھتی ہے جبکہ سُود سے باہمی نفرت میں اضافہ ہوتا ہے۔

صدقہ کرنے والے کے لیے اللہ کی محبت کا اعلان ہے۔ صدقہ پر مغفرت کا وعدہ ہے جبکہ سُود پر لعنت کی وعید ہے۔

جبکہ سُود خور کے لیے اعلانِ جنگ ہے، بظاہر شراب کی طرح ابتداء اسلام میں سُود بھی حلال تھا اور اس کی قطعی حرمت کا اعلان چار مرحلوں میں ہوا، اس سلسلہ میں جو پہلی آیت نازل ہوئی وہ یہ تھی:

وَمَا اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ.{۳۵۶}

اور جو چیز تم اس غرض سے دو گے کہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر زیادہ ہو جائے تو وہ اللہ کے ہاں زیادہ نہیں ہوتی۔

۲۔ دوسرے مرحلہ پر اللہ تعالیٰ نے یہود کے بارے میں بتایا کہ ان پر سود حرام کیا گیا تھا لیکن وہ اس سے باز نہیں آتے تھے۔

وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ.{۳۵۷}

(ہم نے ان پر بہت سی حلال چیزیں حرام کردیں اس سبب سے کہ) وہ سود دیتے تھے حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا۔

۳۔ تیسرے مرحلہ پر انہیں دوگنا چوگنا سود لینے سے منع کیا گیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً.{۳۵۸}

اے ایمان والو کئی گنا بڑھا کر سُود نہ کھاؤ

{۳۵۶}الروم۔۳۹/۳۰......{۳۵۷} النسآء۔۱۶۱/٤......{۳۵۸}آل عمران۔۱۳۰/۳

۴۔ چوتھے مرحلہ پر قطعی طور پر سُودی لین دین کو حرام قرار دے دیا گیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَابَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. {۳۵۹}

تمہارا جو باقی رہ گیا ہے اگر تم واقعی مؤمن ہو تو اسے چھوڑ دو۔

نزول قرآن کے وقت عرب میں میعادی ربا کا رواج زیادہ تھا جسے مھاجنی ربا اور ادھار کا ربا بھی کہہ سکتے ہیں یعنی کسی کو معین میعاد کے لیے قرض دے کر اصل رأس المال سے زائد طے شدہ زیادتی لیتے تھے اور اگر وہ معین میعاد پر قرض ادا نہ کرسکتا تو سُود میں اضافہ کی شرط کے ساتھ اسے ادائیگی میں مزید مہلت دے دیتے تھے۔

ربا کی ایک دوسری قسم بھی تھی جو کہ بیع شراء میں ہوتی تھی اور اسے ربا الفضل کہا جاتا ہے اس کی صورت یہ تھی کہ اجناس کے باہمی تبادلہ کی صورت میں عدل اور برابری کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا تھا مثلاً جب گندم کا گندم سے، کھجوروں کا کھجوروں سے، سونے کا سونے سے اور چاندی کا چاندی سے تبادلہ ہوتا تو ایک طرف جنس زیادہ ہوتی اور دوسری طرف کم ہوتی، چونکہ اس میں بھی لوٹ کھسوٹ والی ذہنیت کارفرما ہوتی تھی جو مہاجنی قرض میں ہوتی ہے اس لئے اسلام نے اسے بھی اور بیع باطل کی بعض دوسری صورتوں کو بھی ربا میں شامل کرتے ہوئے ان کی حرمت کا اعلان کردیا اور یوں ربا کے چور دروازے بھی بند کردیے۔

ربا کا لفظ {۳۶۰} اور اس کی حقیقت عربوں کو ایسے ہی معلوم تھی جیسے خمر، زنا، قمار اور بیع شراء کی حقیقت معلوم تھی اس لئے جب ربا کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو انہیں اس کی حقیقت سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی اور وہ فوراً سُودی کاروبار سے کنارہ کش ہوگئے۔

زیرِ نظر آیات میں قطعی انداز میں اور قدرے تفصیل کے ساتھ ربا کی حرمت اور مفاسد کا بیان ہے۔

﴿۲۷۵﴾......﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا﴾ جو لوگ مال کی محبت میں اس قدر اندھے ہوچکے ہیں کہ حلال حرام کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور حرمت کا اعلان سن لینے کے باوجود سُود خوری میں مبتلا ہیں وہ قیامت کے دن جب اپنی قبروں سے نکل کر کھڑے ہونگے تو اپنی ہیئت کذائی سے دور ہی سے پہچانے جائیں گے اور ان سے مجنونانہ حرکتیں سرزد ہوں گی جیسے اس شخص سے سرزد ہوتی ہیں جسے شیطان نے اپنی چھوت چھات سے پاگل بنادیا ہو۔ {۳۶۱}

{۳۵۹} البقرہ۔۲/۲۷۸

{۳۶۰} "الربوٰ" ربا ای زادو علا...... الربا الزیادة فی رأس المال...... خص فی الشرع بالزیادہ علی وجه دون وجه (مفردات) وفی الشرع عبارة عن فضل مال لایقابله عوض فی معاوضة مال بمال (روح المعانی)

{۳۶۱} کنی بالمس عن الجنون (مفردات)

سُودخور کے ساتھ آخرت میں تو یہ معاملہ جب ہوگا سو ہوگا خود دنیا میں بھی اس کا حال خبطیوں جیسا ہوتا ہے، ذہنی بے چینی، قلبی اضطراب اور کاروباری پریشانیاں اس پر رات کی نیند اور دن کا سکون حرام کر دیتی ہیں، نہ حقوق اللہ کی ادائیگی کی فکر نہ حقوق العباد کا خیال، بسا اوقات وہ خود اپنی ذات کو بھی بھول جاتا ہے۔

دیوانگی اور خبطیت کا یہ منظر ہمیں ہر اس معاشرہ میں دکھائی دیتا ہے جس معاشرہ میں سود کی لعنت رچ بس جاتی ہے ایسے معاشرہ میں رہنے والے انسانوں کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں ایمان تباہ ہو جاتا ہے اور سکون غارت ہو کر رہ جاتا ہے ایسے لوگ مالی خوشحالی کے باوجود بے چین رہتے ہیں وہ اپنی بے چینی کو جنسی آوارگی لھو ولعب اور گانے بجانے میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان کی یہ کوشش کامیاب نہیں ہوتی۔

﴿ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْآ﴾ ......انہیں یہ سزا اس لئے دی جاتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنی مادیت پرستی کی وجہ سے حرام کو حلال بنا دیا اور کہنے لگے کہ بیع بھی تو ربوٰ کی طرح ہے جیسے ربوٰ کے ذریعہ نفع حاصل کیا جاتا ہے یونہی بیع کا مقصد بھی نفع کا حصول ہوتا ہے، اگر ربوٰ حرام ہے تو پھر بیع بھی حرام ہونی چاہیے۔

﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ﴾ ......اللہ تعالیٰ نے ان کے قیاسِ فاسد کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ تم کیسے ان دونوں کو ایک ہی سمجھتے ہو دونوں کے مقاصد اور طریقہ کار میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ جس چیز کو حلال کہتا ہے وہ یقیناً انسانیت کی ضرورت ہوگی اس میں معاشرتی فوائد پوشیدہ ہوں گے اس میں بندوں کی مصلحتیں ہوں گی اور جس چیز کو وہ حرام کہتا ہے اس میں یقیناً کوئی خباثت، غلاظت اور مضرت مخفی ہوگی یہ الگ بات ہے کہ کم عقلی کی وجہ سے وہ مضرت اور خباثت کسی انسان کی سمجھ میں نہ آئے۔

پھر یہ کہ بیع باہمی ضروریات کی تکمیل کے لیے ہوتی ہے اور سُود محض ایک مجبور انسان کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر لیا جاتا ہے۔

تجارت سے سرمایہ گردش میں رہتا ہے اور سودی نظام سے سرمایہ چند ہاتھوں میں مرتکز ہو کر رہ جاتا ہے۔

صاحبِ تجارت ایک صاحبِ حوصلہ اور خوددار انسان ہوتا ہے جو مارکیٹ کے اتار چڑھاؤ اور ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کرنے کی جرات رکھتا ہے جبکہ سود خور بزدل اور سنگدل انسان ہوتا ہے جو شریک مسرّت تو ہوتا ہے مگر شریک غم نہیں ہوتا۔

تجارت، مسابقت، مقابلہ اور محنت کا ماحول پیدا کرتی ہے جبکہ سود مفت خوری، نکما پن نفع اندوزی اور خود غرضی کا سبق سکھاتا ہے۔

تجارتی ماحول سے مارکیٹ اپنی طبعی رفتار پر چلتی رہتی ہے جبکہ سودی نظام کے غلبہ سے مارکیٹ اپنی طبعی رفتار سے ہٹ جاتی ہے اور چند سرمایہ داروں کی زرخرید لونڈی بن کر رہ جاتی ہے۔

تجارت میں جو نفع ہوتا ہے وہ کسی چیز کے بدلے میں ہوتا ہے جبکہ سود میں جو نفع ہوتا ہے وہ عوض سے خالی ہوتا ہے۔

﴿فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ﴾ ......جس شخص کو ربوٰ کی حرمت معلوم ہوگئی اور وہ اس سے باز آ گیا تو حرمت سے قبل زمانہ جاہلیت میں جو ربوٰ لے چکا وہ اسی کا ہوگا باقی اس کا باطنی اور اخروی معاملہ اللہ کے حوالے ہوگا، یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے واقعی اخلاص سے توبہ کی ہے یا محض دنیا کو دکھانے کے لیے ظاہری توبہ کی ہے۔

لیکن جو شخص حرمت کا حکم نازل ہونے کے بعد بھی اس لعنت میں مبتلا ہوتا ہے اس کی سزا جہنم ہے جہاں اسے طویل زمانے تک ٹھہرنا ہوگا۔

﴿۲۷۶﴾......﴿یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ﴾ ......سودخور کی سوچ یہ ہے کہ سُود سے سرمایہ بڑھتا ہے اور صدقہ سے گھٹتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہاری سوچ غلط ہے حقیقت تو یہ ہے کہ میں سُود کو مٹاتا اور گھٹاتا ہوں اور صدقات کو باقی رکھتا اور بڑھاتا ہوں مگر حرام کھانے کی وجہ سے یہ ایمانی حقیقت سودخور کی سمجھ میں نہیں آ سکتی......یہ گھٹنا اور بڑھنا کئی اعتبار سے ہوتا ہے۔

۱۔ سودخور کی تجوری اور اکاؤنٹ میں بے شمار سرمایہ جمع ہوگا لیکن ظاہری آنکھیں بند ہوتے ہی وہ دیکھ لے گا کہ اس کا آخرت کا اکاؤنٹ بالکل خالی ہے وہاں نیکی تو کوئی نہیں البتہ گناہوں کا انبار لگا ہوا ہے، نفع بالکل نہیں ہے نقصان ہی نقصان ہے، دوسری طرف صدقہ خیرات کرنے والے کے چند روپے اخلاص کی برکت سے لاکھوں کروڑوں نیکیوں میں تبدیل ہو چکے ہونگے...... گھٹنے اور بڑھنے کا منظر صاف دکھائی دے رہا ہوگا۔

۲۔ سُودخور کے پاس پیسہ تو بہت ہوتا ہے لیکن اس میں برکت نہیں ہوتی، نہ حقیقی خوشی، نہ سکون، نہ راحت، نہ سُکھ کی نیند، گھر میں فساد، بیوی نافرمان، اولاد سرکش، وہ خود بہت ساری اخلاقی، نفسیاتی اور اعصابی بیماریوں میں گرفتار ہو جاتا ہے وہ اللہ کا بھی مبغوض ہوتا ہے اور انسان بھی اس سے نفرت کرتے ہیں، جبکہ صدقہ کرنے والے کے مال میں برکت ہوتی ہے، یہ دعویٰ پورے وثوق سے کیا جا سکتا ہے کہ اعتدال کے ساتھ صدقہ کرنے والا کوئی شخص آج تک فقیر نہیں ہوا، خیرات کی وجہ سے لوگوں کے مالوں کو بڑھتا ہوا تو ہر کوئی دیکھتا ہے گھٹتا ہوا کسی نے نہیں دیکھا ہوگا، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اسے سکون کی لازوال دولت میسّر آ جاتی ہے، صدقہ کے نورانی

اثرات اس کے قلب ودماغ پر، اس کے اہل وعیال پر اور اس کے کاروبار پر واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں وہ اللہ کا بھی محبوب ہوتا ہے اور انسان بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔

۳۔ یوں تو ہر کاروبار میں نفع کے ساتھ نقصان کا ہر وقت اندیشہ رہتا ہے لیکن ایسا نقصان بہت کم دیکھنے میں آتا ہے کہ کل آسمان پر تھا اور آج زمین پر آ گرا، کل کروڑوں میں کھیل رہا تھا اور آج پائی پائی کا محتاج ہو گیا لیکن سٹہ جیسی سودی اسکیموں میں ایسے مناظر اکثر دیکھنے میں آتے ہیں کہ چند لمحوں میں کل کے امیر آج کے فقیر ہو جاتے ہیں۔ سود کا مال بظاہر بڑھتا ضرور ہے لیکن اس کی بڑھوتری پائیدار نہیں ہوتی کبھی نہ کبھی اس پر آفت آ کر رہتی ہے، حضرت معمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بزرگوں سے سُنا ہے کہ سُودخور پر چالیس سال گذرنے نہیں پاتے کہ اس کے مال پر امحاق (گھاٹا) آ جاتا ہے۔

پاکستان میں رہنے والا کون شخص نہیں جانتا کہ ایک ایسی کمپنی جو قرآن کریم چھاپتی تھی اور اس کے مطبوعہ قرآن پوری دنیا میں خریدے اور پڑھے جاتے تھے اور اس کمپنی پر اعتماد کرتے ہوئے ہزاروں مسلمانوں نے اپنا سرمایہ اس میں لگا رکھا تھا وہ کمپنی جب سُود کے چکر میں پڑی تو دیوالیہ ہو کر رہ گئی اور نہ معلوم کتنے غرباء اور بیواؤں کا سرمایہ ڈوب گیا۔

﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ﴾{۳۶۲}......سُود کی حرمت کا حکم آ چکنے کے بعد بھی اگر کچھ لوگ اسے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور ایک قطعی حرام کو من گھڑت تاویلوں سے حلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ یقیناً ناشکرے بھی ہیں اور کفر کا ارتکاب بھی کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے ہرگز محبت نہیں کرتا۔

﴿۲۷۷﴾ وہ تو ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو صاحبِ ایمان ہیں نیک عمل کرتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں{۳۶۳}......وہ جو کچھ دیتے ہیں اس کا کوئی معاوضہ وہ انسانوں سے نہیں مانگتے بلکہ صرف اللہ سے اجر وثواب کے امیدوار ہوتے ہیں اور اللہ یقیناً ان کا اجر ضائع نہیں کریگا، انہیں آخرت میں نہ مواخذہ کا خوف ہوگا اور نہ ہی اپنی دنیا کی داد دہش پر غم ہوگا......اور دیکھا جائے تو ان مبارک صفات کے حامل لوگوں کو دنیا میں بھی خوف اور غم کہاں لاحق ہوتا ہے؟

﴿۲۷۸﴾......﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ اللہ تعالیٰ انداز بدل بدل کر ایمان والوں کو سود سے بچنے کی تلقین کر رہے ہیں اس لئے کہ جس چیز کے وہ صدیوں سے عادی تھے اسے یکا یک چھوڑنا نفس پر کافی گراں گذر رہا تھا بالخصوص جن لوگوں کا کوئی سودی مطالبہ دوسروں کے ذمہ پہلے سے چلا آ رہا تھا ان میں سے بعض حرمت کا حکم نازل

{۳۶۲}"کفار" المبالغ فی کفران النعمة والکفار ابلغ من الکفور (مفردات)

{۳۶۳} وخص الصلوة والزکوة بالذکر وقدتضمنهما عمل الصالحات تشریفالهما وتنبیها علی قدرهما اذهما رأس الاعمال الصلوٰة فی اعمال البدن والزکوة فی اعمال المال (قرطبی)

ہونے کے بعد بھی اسے چھوڑنے کے لیے آمادہ نہ تھے۔

زمانہ جاہلیت میں بنوثقیف اور بنومخزوم کے درمیان سودی کاروبار چلتا رہتا تھا، بنومخزوم مسلمان ہو گئے تو اب انہوں نے سُود کی رقم ادا کرنا جائز نہ سمجھا جبکہ بنوثقیف کی طرف سے مسلسل مطالبہ کیا جا رہا تھا۔

نبی کریم ﷺ کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی{۳۶۴} جس میں یہ واضح کر دیا گیا کہ ایمان قبول کر چکنے کے بعد نہ سود کا لینا جائز ہے اور نہ ہی سود کا دینا جائز ہے۔

چونکہ سود پوری انسانیت کا دشمن ہے اس لئے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ان غیر مسلموں کو بھی سود کے لین دین سے منع کر دیا گیا جو مسلم حکومت میں بطور ذمی رہتے تھے چنانچہ فتح مکّہ کے دن نبی کریم ﷺ نے اپنے خطبے میں جاہلیت کے دور کے تمام سودی قرضوں کو ختم کر دیا اور اپنی عادت کے موافق اس کا آغاز اپنے ہی خاندان سے کیا آپ ﷺ نے فرمایا:

الا ان کل ربا کان فی الجاھلیة موضوع عنکم کله لکم رؤس اموالکم لاتظلمون ولاتظلمون واول ربا موضوع ربا العباس ابن عبدالمطلب کله.{۳۶۵}	توجہ سے سُن لو! زمانہ جاہلیت کے تمام سود ختم کر دیئے گئے ہیں ہر شخص کو اصل رقم تو ملے گی لیکن سود نہ ملے گا نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر کسی کو ظلم کی اجازت دی جائے گی سب سے پہلا سود جسے میں موقوف کرتا ہوں وہ میرے چچا عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔

زیرِ نظر آیت میں جس انداز سے سود سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے، ہر وہ شخص جس کے سینے میں ایمان کی شمع روشن ہے ناممکن ہے کہ وہ اس آیت کو غور و تدبر سے پڑھے اور پھر بھی سود سے باز نہ آئے، فرمایا گیا:

اے لوگو! جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہو اس اللہ سے ڈرو جس اللہ کی قدرت طاقت، گرفت اور عذاب کا تمہیں یقین ہے اور اگر تم واقعی اپنے دعوئ ایمان میں سچے ہو تو لوگوں پر تمہارا جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔

﴿۲۷۹﴾ لیکن اگر تم اسے چھوڑنے کے لیے آمادہ نہیں ہو تو پھر تمہارے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے، یہ جنگ تیر و تفنگ اور گولہ بارود کی جنگ نہیں ہے بلکہ اس جنگ کا دائرہ اعصاب سے دلوں تک اور اخلاق سے نسلوں تک وسیع ہے۔

آج جبکہ سودی نظام نے پوری دنیا کو اپنے خونخوار شکنجوں میں جکڑ لیا ہے اس جنگ کے شعلے دن بدن بلند ہوتے جا رہے ہیں، اب سود کسی ایک قبیلے اور شہر کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ ایک بین الاقوامی مسئلہ بن چکا ہے پوری دنیا کا اقتدار چند

{۳٦٤} ابن کثیر
{۳٦٥} التفسیر المنیر

سودی قرض دینے والے اداروں کے ہاتھ میں ہے، معیشت سے معاشرت تک، ٹیکسوں کے نظام سے لیکر حکومتوں کی تبدیلی تک ہر جگہ ان کا عمل دخل شروع ہو چکا ہے، ان اداروں کے اشاروں پر مقروض حکومتیں ناچتی ہیں اور اپنے عوام پر نئے نئے ٹیکس نافذ کرتی ہیں، اشیاء صرف بے حد مہنگی ہو چکی ہیں اور محدود آمدنی والے افراد کا جینا دوبھر ہو چکا ہے عوام کو بہلانے کے لیے یہ ادارے لھوولعب، رقص وسرود، بدکاری اور منشیات کی وبا عام کر رہے ہیں، اضطراب اور بے چینی عام ہے سکون اور راحت جیسے الفاظ صرف ڈکشنریوں میں رہ گئے ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے اثرات معیشت، اخلاق، اعصاب، دلوں، گھروں، بازاروں، شہروں اور ملکوں...... ہر جگہ محسوس ہو رہے ہیں، اب بھی اس جنگ کی آگ کو بجھایا جاسکتا ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ سودی نظام کو چھوڑ کر اسلام کے باہمی تعاون، تکافل اور رحم دلی کے نظام کو شروع کیا جائے۔

﴿۲۸۰﴾......﴿وان كان ذو عسرة﴾ جس کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اگر مدیون کو بعض ایسے ناموافق حالات کا سامنا ہو کہ وہ وقت پر قرض ادا نہیں کرسکتا......اسے کاروبار میں نقصان ہو گیا ہے، اس کے ہاں ڈاکہ پڑ گیا ہے، وہ اپنے مالی حالات سے پریشان ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرض پر سود لگا کر اور ادائیگی کا مطالبہ کر کے اسے مزید پریشان کیا جائے بلکہ اسے اس وقت تک مہلت دی جائے جب تک وہ ادائیگی پر قادر نہ ہو جائے، اور اگر اسے قرض معاف ہی کر دیا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

احادیث میں تنگدست کو مہلت دینے والے کے لیے بڑی بشارتیں آئی ہیں۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من نفس عن مومن كربة نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيمة ومن يسر على معسر يسر الله عليه في الدنيا والآخرة.{۳۶۶}	جس نے کسی مسلمان کی پریشانی کو دور کیا اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے کسی پریشانی کو دور کرے گا اور جس نے کسی تنگدست کے ساتھ آسانی کا معاملہ کیا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے ساتھ آسانی کا معاملہ فرمائے گا۔

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن پہلی امتوں میں سے ایک شخص کا حساب ہوگا لیکن اس کا نامہ اعمال حسنات سے خالی ہوگا البتہ اس کا یہ نیک عمل سامنے آئے گا کہ وہ ایک مالدار شخص تھا اور لوگوں کے ساتھ اس کا لین دین کا معاملہ چلتا رہتا تھا اس نے اپنے خدام کو حکم دے رکھا تھا کہ تنگ دست پر سختی نہ کیا کرو بلکہ درگذر کیا کرو واللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اگر تم درگذر کر سکتے ہو تو میں تو تم سے کہیں زیادہ درگذر کرنے

{۳۶۶} صحیح مسلم

والا ہوں پھر فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ اسے چھوڑ دو (اور جنت میں جانے دو)۔{۳۶۷}

مہلت دینے، معاف کرنے اور درگذر کرنے کی یہ قرآنی تعلیمات ان بدبختوں کی سمجھ میں کہاں آئیں گی جن کا مقصدِ حیات ہی یہ ہے کہ انسانوں کی مالی کمزوری اور مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اپنی تجوریوں کو بھرا جائے۔

اگر کسی فرد، قوم یا ملک کے معاشی حالات قحط یا جنگ وغیرہ کی وجہ سے ابتر ہو جائیں تو خوشی کے مارے ان سنگدلوں کی باچھیں کھل اٹھتی ہیں اور وہ مالی امداد کے نام پر انہیں سودی قرضوں کی سنہری زنجیروں میں جکڑنے کے لیے فوراً حرکت میں آجاتے ہیں یہ لوگ درندوں سے زیادہ وحشی اور پتھروں سے زیادہ سخت ہوتے ہیں ایسے سنگدلوں کو ڈرانے کے لیے اور ایمان والوں کو بشارت سنانے کے لیے فرمایا گیا۔

﴿۲۸۱﴾......﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا﴾{۳۶۸}......اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے اور تمہارے نیک اور بد، تمام اعمال کا محاسبہ ہوگا اور ہر شخص کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا نہ کسی کے ثواب میں کمی کی جائے گی اور نہ کسی کی سزا میں اضافہ کیا جائے گا۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ متعدد روایات سے ثابت ہے کہ یہ آیت نزول کے اعتبار سے قرآن کریم کی آخری آیت ہے اور حسبِ معمول خود نبی اکرم ﷺ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ اسے آیتِ ربا اور آیتِ دین کے درمیان رکھ دو۔{۳۶۹}

حرمتِ ربا کا اعلان کرنے کے فوراً بعد اس آیت کو رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اہلِ ایمان کے لیے اس نجاست سے بچنا آسان ہو جائے کیونکہ جب دل میں اللہ کا خوف اور قیامت کی جزا سزا کا یقین بیٹھ جاتا ہے تو سود جیسی نجاستوں سے بچنا اور صرف حلال پر اکتفا کرنا آسان ہو جاتا ہے اور قرآن کا نفاذِ قانون کا انداز یہی ہے کہ وہ صرف قانون سازی کر کے نہیں چھوڑ دیتا بلکہ اس کے ساتھ خوفِ آخرت اور تقویٰ جیسے ایمانی جذبات کو بھی تحریک دیتا ہے۔

حکمت و ہدایت

۱۔ ہر قسم کا سود حرام ہے خواہ وہ صرفی قرض پر لیا جائے یا تجارتی قرض پر، پھر وہ اصل زر پر زیادتی کی صورت میں ہو یا اجناس کے باہمی تبادلہ میں کمی بیشی کی صورت میں ہو۔(۲۷۵)

۲۔ سود خور قیامت کے دن اٹھیں گے تو ان سے آسیب زدہ شخص جیسی حرکات صادر ہوں گی۔(۲۷۵) دنیا میں بھی ان کا حال خبطیوں جیسا ہوتا ہے۔

۳۔ حرام کھانے کی وجہ سے عقل ماؤف ہو جاتی ہے یہاں تک کہ حرام خور قطعی حرام کو بھی تاویلوں سے حلال بنانے کی کوشش کرتا ہے۔(۲۷۵)

{۳۶۷} صحیح مسلم۔۲/۱۸ .... {۳۶۸}وجمهور العلماء على ان هذا اليوم المحذر منه هو يوم القيمة والحساب والتوفية (قرطبی)............{۳۶۹} التفسير المنير

۴۔ بیع اور سُود کی حقیقت، مقاصد اور نتائج میں زمین آسمان کا فرق ہے۔(۲۷۵)

۵۔ سودی لین دین ترک کردینے سے گذشتہ گناہ معاف ہوجائیں گے۔(۲۷۵)

۶۔ جو شخص حرمت کا حکم نازل ہونے کے بعد بھی سودی کاروبار جاری رکھنے پر اصرار کرے گا وہ جہنمی ہوگا۔(۲۷۵)

۷۔ سُود کے پیسے میں برکت نہیں ہوتی اور اس سے بہت ساری اخلاقی، نفسیاتی، اعصابی اور موروثی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔(۲۷۶)

۸۔ سُود خور کا دنیا کا اکاؤنٹ اگرچہ روپے پیسے سے بھرا ہوتا ہے لیکن اس کا آخرت کا اکاؤنٹ نیکیوں سے خالی ہوتا ہے۔(۲۷۶)

۹۔ صدقات کے نظام سے فرد اور معاشرے پر رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔(۲۷۶)

۱۰۔ جن لوگوں کے اندر چار صفات پائی جائیں انہیں دنیا اور آخرت میں حقیقی امن اور سکون حاصل ہوتا ہے ایمان، عمل صالح، اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ۔(۲۷۷)

۱۱۔ سُودی لین دین ترک کیے بغیر ایمان، تقویٰ اور توبہ بھی قابل قبول نہیں۔(۲۷۸)

۱۲۔ سُود سے باز نہ آنے والوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔(۲۷۹)

۱۳۔ جتنی سخت وعید سُود خوروں کے لیے ہے ایسی وعید کسی بھی دوسرے گناہ پر قرآن کریم میں مذکور نہیں۔(۲۷۹)

۱۴۔ جو لوگ سُودی معاملات پر مصر رہیں، وقت کے حاکم پر لازم ہے کہ ان کے ساتھ جنگ کرے۔(۲۷۹)

۱۵۔ شریعت کے کسی ایک جز کا انکار حقیقت میں پوری شریعت کا انکار ہے خواہ وہ انکار زکوٰۃ کی فرضیت کا ہو یا سُود کی حرمت کا۔(۲۷۹)

۱۶۔ سُود کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ شروع کی جانے والی جنگ کا ایک ہی حل ہے اور وہ ہے سودی نظام سے ہمیشہ کے لیے توبہ۔(۲۷۹)

۱۷۔ سود سے توبہ کرنے والے کو اپنا راس المال واپس لینے کا حق حاصل ہوگا۔(۲۷۹)

۱۸۔ مفلس قرضدار کو اگر قرض معاف کردیا جائے تو بہت بہتر ہے وگرنہ اسے خوشحالی تک مہلت ضرور دی جائے۔(۲۸۰)

۱۹۔ اگر مدیون کا افلاس یقینی طور پر ثابت نہ ہو تو اسے افلاس کے ثابت ہونے تک جیل میں رکھا جاسکتا ہے۔(۲۸۰)

۲۰۔ اسلامی نظام معاشیات کی بنیاد، مادیت سے زیادہ انسانیت، روحانیت اور تقویٰ پر ہے۔(۲۸۱)

۲۱۔ اگر آج سُودی نظام سے توبہ نہ کی گئی تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے سخت ذلت برداشت کرنی پڑے گی۔(۲۸۱)

دین اور رہن کے احکام

۲۸۲......۲۸۳

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ

اے ایمان والو جب تم آپس میں معاملہ کرو ادھار کا کسی وقت مقرر تک تو اس کو لکھ لیا کرو اور چاہئے کہ لکھ دے تمہارے درمیان کوئی لکھنے

بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ

والا انصاف سے اور انکار نہ کرے لکھنے والا اس سے کہ لکھ دیوے جیسا سکھایا اسکو اللہ نے سو اسکو چاہئے کہ لکھ دے اور بتلاتا جائے وہ شخص کہ جس پر قرض ہے

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا

اور ڈرے اللہ سے جو اس کا رب ہے اور کم نہ کرے اس میں سے کچھ پھر اگر وہ شخص کہ جس پر قرض ہے بے عقل ہے یا ضعیف ہے

اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ

یا آپ نہیں بتلا سکتا تو بتلا دے کارگذار اس کا انصاف سے اور گواہ کرو دو شاہد اپنے مردوں میں سے

فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا

پھر اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے کہ جن کو تم پسند کرتے ہو گواہوں میں تاکہ اگر بھول جائے ایک ان میں سے

فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا

تو یاد دلا دے اس کو وہ دوسری اور انکار نہ کریں گواہ جس وقت بلائے جاویں اور کاہلی نہ کرو اس کے لکھنے سے چھوٹا ہو معاملہ

اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ

یا بڑا اس کی میعاد تک اس میں پورا انصاف ہے اللہ کے نزدیک اور بہت درست رکھنے والا ہے گواہی کو اور نزدیک ہے کہ شبہ میں نہ پڑو مگر یہ کہ

تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا

سودا ہو ہاتھوں ہاتھ لیتے دیتے ہو اس کو آپس میں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اگر اس کو نہ لکھو اور گواہ کر لیا کرو جب

تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

تم سودا کرو اور نقصان نہ کرے لکھنے والا اور نہ گواہ اور اگر ایسا کرو تو یہ گناہ کی بات ہے تمہارے اندر اور ڈرتے رہو اللہ سے

وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ

اور اللہ تم کو سکھلاتا ہے اور اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے اور اگر تم سفر میں ہو اور نہ پاؤ کوئی لکھنے والا تو گرو

مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ

ہاتھ میں رکھنی چاہئے پھر اگر اعتبار کرے ایک دوسرے کا تو چاہئے کہ پورا ادا کرے وہ شخص کہ جس پر اعتبار کیا اپنی امانت کو اور ڈرتا رہے اللہ سے جو رب ہے

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾

اس کا اور مت چھپاؤ گواہی کو اور جو شخص اس کو چھپاوے تو بیشک گنہگار ہے دل اس کا اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے

ربط۔ پہلے صدقہ خیرات اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا پھر ربا کی حرمت اور اس کے نقصانات سے آگاہ کیا گیا جب صدقہ خیرات کی ترغیب بھی ہے اور سودی کاروبار کے ذریعہ پیسہ بڑھانے سے ممانعت بھی ہے تو اب ضروری ہے کہ مسلمان کو تجارت کے ذریعہ پیسہ کمانے کی اجازت دی جائے اور تجارت میں ان اسباب سے بچنے کی تلقین بھی کی جائے جن کی وجہ سے باہمی تنازعات پیدا ہو سکتے ہیں چنانچہ زیرِ نظر آیت میں یہی مضمون بیان ہوا ہے۔

تسہیل ۔اے ایمان والو! جب کسی مدتِ معین کے لیے ادھار کا معاملہ کرنے لگو تو اسے لکھ لیا کرو اور لکھنے والے پر لازم ہے کہ وہ انصاف کے ساتھ لکھے اور جسے لکھنا آتا ہو وہ لکھنے سے انکار نہ کرے بلکہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے لکھنے کی صلاحیت بخشی ہے اسی طرح اسے دوسروں کے کام آنا چاہیے اور یہ دستاویز وہ شخص لکھوائے جس کے ذمہ حق واجب ہے اور لکھاتے وقت اللہ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے اور اس میں ذرہ برابر کمی نہ کرے اور اگر وہ شخص جس کے ذمہ حق واجب تھا نادان یا کمزور ہو یا لکھانے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کا کوئی نمائندہ انصاف کے ساتھ لکھوا دے اور اس پر اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بنالو اور اگر دو مرد گواہ میسّر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنالی جائیں یہ گواہ ایسے ہوں جنہیں تم معتبر ہونے کی وجہ سے پسند کرتے ہو، ایک مرد کی جگہ دو عورتوں کا ہونا اس لئے ضروری ہے تاکہ ان میں سے کوئی ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے اور گواہوں کو جب بلایا جائے تو وہ آنے سے انکار نہ کریں، ادھار کا معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو تم اسے میعاد کی تعیین کے ساتھ لکھنے سے اکتایا مت کرو معاملات کا لکھ لینا اللہ کے نزدیک قرینِ عدل بھی ہے، اس سے شہادت بھی زیادہ درستگی کے ساتھ ادا ہو سکتی ہے اور شکوک وشبہات میں پڑنے سے بھی بچاؤ ہو جاتا ہے لیکن اگر نقد کا سودا ہو جو تم آپس میں کرتے ہی رہتے ہو تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی الزام نہیں مگر بہتر یہی ہے کہ خرید و فروخت کا کوئی بھی معاملہ ہو اس میں گواہ بنالیا کرو، نہ کسی کاتب کو پریشان کیا جائے اور نہ ہی گواہ کو، اور اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہاری طرف سے ایک بڑا گناہ ہو گا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وہ تمہیں بڑے مفید احکام کی تعلیم دے رہا ہے اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھتا ہے ○ اور اگر تم کہیں سفر میں ہو اور وہاں کوئی لکھنے والا نہ مل سکے تو کوئی چیز رہن کے طور پر قبضے میں دے دی جائے اور اگر تم میں سے کسی نے رہن کے بغیر محض اعتماد کی بناء پر کوئی معاملہ کر لیا تو جس شخص پر اعتماد کیا گیا ہو اسے چاہیے کہ وہ دوسرے کا حق پورا پورا ادا کر دے اور اللہ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے اور گواہی کو مت چھپاؤ اور جو کوئی اسے چھپاتا ہے اس کا دل گنہگار ہے اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے ○

﴿تفسیر﴾

یہاں یہ نکتہ بھی یادرکھنا ضروری ہے کہ یہ آیت قرآن کریم کی سب سے طویل آیت ہے اور اس میں مالی معاملات کے بارے میں بنیادی ہدایات دی گئی ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ مال و دولت فی ذاتہ اللہ کی نظر میں کوئی قابلِ نفرت چیز نہیں ہے اور یہ کہ اسلام دین اور دنیا، عبادت اور تجارت، جسم اور روح، فرد اور جماعت سب کو ساتھ لیکر چلتا ہے اور وہ رہبانیت اور ترکِ دنیا کی تعلیم ہرگز نہیں دیتا۔

سارا مدار نیّت پر ہے، اگر معاشی جدوجہد اور تجارت وملازمت میں بھی نیّت اچھی ہو تو ان میں لگنا باعثِ اجروثواب ہے، دنیا صرف اس وقت مذموم ہے جب اس میں لگ کر انسان اپنی ذمہ داریوں کو بھی بھول جائے۔

دنیا کے بارے میں ایک مسلمان اور کافر کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ کافر دنیا کا غلام بن کر رہ جاتا ہے اور مسلمان دنیا کو اپنا غلام بنالیتا ہے اور دنیا کماتے وقت کتاب وسنت کی تعلیمات کو ملحوظ رکھتا ہے۔

زیربحث دونوں آیات سے جو ہدایات اور مسائل، صراحۃً اور اشارۃً مستنبط ہوتے ہیں ہم انہیں ذیل میں تحریر کررہے ہیں۔

حکمت وہدایت

۱۔ اُدھار{۳۷۰} کے تمام معاملات میں تحریری دستاویز تیار کرلینی چاہیئے{۳۷۱}۔(۲۸۲)

۲۔ جب اُدھار کا معاملہ کیا جائے تو اس کی میعاد ضرور مقرر کرلی جائے اور میعاد بھی ایسی مقرر کی جائے جس میں کوئی ابہام نہ ہو۔(۲۸۲)

۳۔ یہ دستاویز فریقین کی موجودگی میں لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھے۔(۲۸۲)

۴۔ ہر نعمت کا شکر ادا کرنا ضروری ہے جس کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان بوقت ضرورت دوسروں کے کام آئے۔(۲۸۲)

۵۔ دستاویز لکھوانے کی ذمہ داری قرض لینے والے پر ہوگی جس میں وہ قرض لینے کا اقرار کرے گا۔(۲۸۲)

۶۔ دستاویز کے مضمون میں لکھنے والا اور لکھوانے والا دونوں خداخوفی کو ملحوظ رکھیں۔(۲۸۲)

۷۔ اگر مقروض کم سنی، کم عقلی، بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے خود لکھانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو وہ اپنے نمائندہ یا وکیل کا تقرر کرسکتا ہے۔(۲۸۲)

{۳۷۰}"بدین" کان العین عندالعرب ماکان حاضرا والدین ماکان غائبا (قرطبی)

{۳۷۱}والجمهور علی استحبابه (روح المعانی)

۸۔ عدل وانصاف یوں تو ہر چیز میں واجب ہے لیکن دیون کی کتابت میں خاص طور پر عدل کا لحاظ ضروری ہے۔(۲۸۲)

۹۔ دستاویز پر ایسے دو مردوں کو گواہ بنالیا جائے جو مسلمان ہونے کے ساتھ عادل اور ایماندار بھی ہوں{۳۷۲}(۲۸۲)

۱۰۔ اور اگر اس قسم کے دو مرد نہ مل سکیں تو قابلِ اعتماد لوگوں میں سے ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالیا جائے......دو عورتوں کو ایک مرد کے قائم مقام بنانے کا مقصد عورت کی تحقیر نہیں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے،نسیان،عورت کی فطرت اور مزاج میں داخل ہے۔(۲۸۲)

۱۱۔ گواہوں کو طلب کیے جانے پر گواہی سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔{۳۷۳}(۲۸۲)

۱۲۔ اُدھار کا معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کے لکھنے سے گرانی نہیں محسوس کرنی چاہیے۔(۲۸۲)

۱۳۔ تحریری دستاویز قرین انصاف ہے اس سے گواہی دینے میں بھی آسانی ہوتی ہے اور دلوں میں شکوک وشبھات پیدا ہونے کا امکان بھی باقی نہیں رہتا۔(۲۸۲)

۱۴۔ دست بدست تجارت کی صورت میں تحریر ضروری نہیں۔(۲۸۲)

۱۵۔ زمینوں، مکانوں، پلاٹوں اور کارخانوں جیسی بڑی بڑی اشیاء کے سودے اگرچہ نقد ہی ہوں تو بھی گواہوں کا تقرر کر لینا چاہیے تاکہ نزاع کی صورت میں تصفیہ کیا جاسکے۔(۲۸۲)

۱۶۔ کاتب اور گواہ کو ستانا یا نقصان پہنچانا حرام ہے۔(۲۸۲)

۱۷۔ جس شخص میں تقویٰ کی صفت ہو اس کے لیے علم کا حصول آسان ہوجاتا ہے اور معرفت کا دروازہ اس کے لیے کھل جاتا ہے۔(۲۸۲)

۱۸۔ دورانِ سفر اگر دستاویز کی تیاری ممکن نہ ہو تو رہن رکھ کر بھی قرض لیا جاسکتا ہے۔(۲۸۳)

۱۹۔ اگر باہمی اعتماد کی صورت پیدا ہوجائے تو رہن کے بغیر ہی قرض کا لین دین کیا جاسکتا ہے البتہ اس صورت میں مقروض کو چاہیے کہ وہ قرض کی ادائیگی میں گڑبڑ نہ کرے۔(۲۸۳)

۲۰۔ گواہی کو چھپا جانا یا اس کی ادائیگی سے انکار کردینا جائز نہیں۔(۲۸۲)

۲۱۔ معاملات میں گڑبڑ کے باطنی اثرات دل پر مرتب ہوتے ہیں۔(۲۸۳)

۲۲۔ جسمانی اعضاء کی طرح بعض گناہ دل سے بھی سرزد ہوتے ہیں۔(۲۸۳) بڑے بڑے نیک اعمال اور گناہوں

{۳۷۲}"شهيدين من رجالكم"۔ اى من رجال المومنين، والحرية والبلوغ مشروط مع الاسلام (مدارك)

{۳۷۳}ومن ههنا استنبط ان عمل الشهادة فرض كفاية قيل وهو مذهب الجمهور (ابن كثير)

کا مرکز اور منبع حقیقت میں دل ہی ہے......ایمان وتقویٰ، خوف وخشیت، محبت ورجا، عجز وانکسار......اسی طرح کفر وشرک، نفاق وریا، کبر وغرور اور بغض وحسد...... یہ سب دل ہی سے تعلق رکھتے ہیں{۳۷۴}......مگر افسوس یہ کہ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو دل کے گناہوں اور بیماریوں کا احساس بھی رکھتے ہیں اور ان کے علاج کی فکر بھی کرتے ہیں۔

اللہ کی ملکیت اور احاطہ علمی

۲۸۴......

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ

اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اگر ظاہر کرو گے اپنے جی کی بات یا چھپاؤ گے اسکو حساب لے گا اس کا تم سے اللہ

فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

پھر بخشے گا جس کو چاہے اور عذاب کرے گا جس کو چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

ربط۔ سابقہ دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے احاطہ علمی کا ذکر تھا اور حکم دیا گیا کہ شھادت کو چھپاؤ نہیں بلکہ اس کا اظہار کرو، یہ آیت بھی اسی مضمون کا تکملہ ہے جس میں انسان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اگر تم نے شھادت کو چھپانے کی کوشش کی تو علیم وخبیر رب تم سے اس کا حساب لے گا۔

تسھیل۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کی ملک میں ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اسے ظاہر کرو یا چھپائے رکھو اللہ تعالیٰ اس کا حساب تم سے لے گا پھر جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے O

تفسیر

﴿۲۸۴﴾ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب اللہ کی ملکیت ہے، اسی کا تصرف ہر چیز میں جاری ہے وہ سب کے حالات سے باخبر ہے، دلوں میں پرورش پانے والے خیالات اور وساوس بھی اس سے مخفی نہیں{۳۷۵} یہ الگ بات ہے کہ غیر اختیاری خیالات اور وساوس پر مواخذہ نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم چونکہ گناہ وثواب کے معاملے میں بڑے حساس تھے اس لیے اس آیت کے نزول سے وہ

{۳۷۴}الا ترى ان اصل الحسنات والسيأت الايمان والكفر وهما من افعال القلوب واذا جعل كتمان الشهادة من آثام القلوب فقد شهدله بانه من معاظم الذنوب (مدارك)

{۳۷۵} والمعنى ان الحالتين من الاخفاء والابداء بالنسبة اليه تعالىٰ سواء (بحرمحيط)

بڑے پریشان ہوگئے تھے کہ اگر قلبی وساوس اور دلی خیالات پر بھی ہمارا مواخذہ ہوا تو پھر ہم میں سے کوئی بھی آخرت کے عذاب سے نہیں بچ سکے گا لیکن اس پریشانی کے باوجود انکی زبان پر یہی مبارک کلمات تھے۔

﴿سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾......"ہم نے حکم سن لیا اور ہم بہرحال اطاعت کریں گے" پھر جب یہ جملہ نازل ہوا ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾......"اللہ تعالیٰ کسی انسان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا" تو صحابہ کرامؓ کی ساری پریشانی دور ہوگئی۔{۳۷۶}

البتہ اگر کوئی شخص گناہ کا پختہ ارادہ کرلے مگر پھر کسی مجبوری کی وجہ سے وہ نہ کرسکے یا وہ ایسے گناہوں میں مبتلا ہو جو سرزد ہی دل سے ہوتے ہیں تو ان پر مواخذہ ضرور ہوگا جیسے تکبر، حسد، بغض، حب دنیا اور حرص وغیرہ۔

حکمت وہدایت۔

۱۔ قیامت کے دن قلبی گناہوں مثلاً شک، شرک، نفاق، بغض اور تکبر وغیرہ پر مواخذہ ہوگا۔(۲۸۴)

۲۔ اگر کوئی شخص گناہ کا عزم کرلے مگر کسی مجبوری کی بناء پر اسے عملی جامہ نہ پہنا سکے تو اس کا محاسبہ بھی ہوگا۔(۲۸۴)

۳۔ غیر اختیاری وساوس اور خیالات معاف ہیں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

ان اللہ تجاوز عن امتی عما حدثت انفسها مالم یتکلموا او یعملوا به.{۳۷۷}

میری امت کے دل میں جو خیالات آتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے معاف کردیئے ہیں جب تک کہ ان کو زبان سے نہ کہا جائے یا ان پر عمل نہ کیا جائے۔

ایمان اور حسبِ طاقت تکلیف

﴿۲۸۵......۲۸۶﴾

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ

مان لیا رسول نے جو کچھ اترا اس پر اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اسکی کتابوں کو

وَرُسُلِہٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ٭ غُفْرَانَکَ رَبَّنَا

اور اسکے رسولوں کو کہتے ہیں کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اسکے پیغمبروں میں سے اور کہہ اٹھے کہ ہم نے سنا اور قبول کیا تیری بخشش چاہتے ہیں

{۳۷۶} ابن کثیر۔ ۱/۴۴۲

{۳۷۷} قرطبی۔ ۳/۴۲۲

وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

اے ہمارے رب اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جس قدر اسکی گنجائش ہے اسی کو ملتا ہے جو اس نے کمایا اور اسی پر پڑتا ہے جو اس نے کیا

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ

اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے اور نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا رکھا تھا

عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا

ہم سے اگلے لوگوں پر اے رب ہمارے اور نہ اٹھوا ہم سے وہ بوجھ کہ جس کی ہم کو طاقت نہیں اور درگزر کر ہم سے اور بخش ہم کو

وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿۲۸۶﴾

اور رحم کر ہم پر تو ہی ہمارا رب ہے مدد کر ہماری کافروں پر

تسہیل ۔رسول اللہ ﷺ اس چیز کے حق ہونے کی تصدیق کرتے ہیں جو ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور آپ کی اتباع کرتے ہوئے دوسرے اہلِ ایمان بھی تصدیق کرتے ہیں، یہ سب کے سب اللہ پر اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے سارے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور واضح طور پر اقرار کرتے ہیں کہ ہم ایمان رکھنے میں اللہ کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے نیز وہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کا ارشاد سن بھی لیا اور مان بھی لیا اے ہمارے پروردگار! ہم تیری مغفرت کے طلبگار ہیں اور ہم سب کو بالآخر آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے O اللہ تعالیٰ کسی بھی انسان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، نیکی کرنے کا ثواب بھی اس کو ہوتا ہے اور گناہ کرنے کا عذاب بھی اسی کو ہوگا، اے ہمارے رب! اگر ہم سے کوئی بھول چوک ہو جائے تو ہم سے مواخذہ نہ فرمانا، اے ہمارے ربّ! ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالنا جس کے اٹھانے کی ہمارے اندر طاقت نہ ہو، ہماری غلطیوں سے درگذر فرما، ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہم کمزوروں پر رحم فرما، تو ہی ہمارا کارساز ہے اور کافروں کی قوم پر ہمیں غلبہ عطا فرما O

تفسیر

سورہ بقرہ کی ابتداء میں اہل ایمان وتقوی کی ایک صفت یہ بتائی گئی تھی کہ وہ قرآن پر اور ساری آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اب اختتام پر بھی یہی بتایا جارہا ہے علاوہ ازیں اس سورہ میں متعدد شرعی احکام کے علاوہ قومِ یہود کا ذکر بڑی تفصیل سے ہے جو شریعتِ الٰہیہ کو پسِ پشت ڈالنے کی وجہ سے عذاب سے دوچار ہوئے اس لیے مسلمانوں کو ایک جامع دعا سکھائی گئی کہ اے اللہ! اگر احکام کی تعمیل میں ہم سے کوئی غلطی ہو جائے تو معاف کر دینا۔

﴿۲۸۵﴾ اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ اور آپ کے ماننے والے سارے اہلِ ایمان قرآن پر، فرشتوں پر، تمام آسمانی کتابوں اور رسولوں پر بلاتفریق ایمان رکھتے ہیں انہیں نہ کسی مذہب سے ضد ہے اور نہ کسی نبی سے معاذ اللہ

عداوت ہے وہ تمام انبیاء کو سونے کی زنجیر کی ایسی کڑیاں مانتے ہیں جن میں سے ایک کڑی کو بھی اگر نکال دیا جائے تو پھر اللہ تک رسائی ناممکن ہو جاتی ہے، مسلمان یہود و نصاریٰ کی طرح آزاد نہیں ہیں کہ وہ جس نبی کو چاہیں مانیں اور جس کا چاہیں انکار کر دیں بلکہ دائرہ اسلام میں رہنے کے لیے وہ ایک ایک نبی کو ماننے کے پابند ہیں...... یہ ان کے ایمان اور عقیدے کا حال ہے اور ان کی عملی زندگی کا حال یہ ہے کہ وہ ہر وقت اطاعت کے لیے آمادہ رہتے ہیں وہ اللہ کا کلام محض برکت کے لیے نہیں سنتے بلکہ اس کے مطابق عمل کرنے کے لیے سنتے ہیں لیکن چونکہ سمع و طاعت میں غلطی اور کوتاہی کا اندیشہ بھی ہوتا ہے اس لئے وہ اللہ سے دُعا بھی کرتے رہتے ہیں۔﴿غُفْرَانَكَ رَبَّنَا﴾ {۳۷۸} اے ہمارے رب! اگر ہم سے کوئی غلطی ہو جائے تو معاف کر دینا۔

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾......احکام شرعیہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو کسی ایسے حکم کا مکلّف نہیں کیا جو اس کے بس میں نہ ہو۔ {۳۷۹}

﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾......انسان کو ثواب بھی انہی اعمال پر ملتا ہے جو اپنے ارادے سے کرتا ہے اور گناہ بھی انہی کاموں پر ہوتا ہے جو وہ ارادے سے کرتا ہے۔ {۳۸۰}

آخر میں ایک خاص دعا اللہ نے اپنے بندوں کو سکھائی ہے۔

اے ہمارے رب! احکام کی تعمیل میں، فرائض کی ادائیگی میں اور گناہوں سے بچنے میں ہم سے اگر کوئی بھول چوک ہو جائے تو ہم سے مواخذہ نہ فرمانا...... اے ہمارے رب! بنی اسرائیل اور دوسری اقوام کی طرح ہم پر مشکل احکام نافذ نہ فرمانا......(اسرائیلیوں کی توبہ قبول ہونے کی شرط یہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو قتل کریں، کپڑا ناپاک ہو جائے تو ناپاکی کی جگہ کو کاٹ دیں اور زکوٰۃ میں مال کا چوتھائی حصہ ادا کریں)۔

اے ہمارے رب! ہمیں ایسی آزمائشوں، مصیبتوں اور پریشانیوں سے دوچار نہ کرنا جنہیں برداشت کرنے کی ہمارے اندر طاقت نہ ہو۔

ہم نے تیرے جتنے حقوق ضائع کیے ہیں ان سے درگذر فرما۔

ہم نے تیرے بندوں کی جو بھی حق تلفی کی ہے وہ معاف فرما (اور ان بندوں سے بھی ہمیں معاف کروانے کی توفیق عطا فرما)۔

اور آئندہ کی زندگی میں ہم پر رحم فرما تا کہ ہم کسی دوسرے گناہ میں مبتلا نہ ہو جائیں ہم کمزوروں کے بگڑے کام

{۳۷۸}تقدیرہ اغفر غفرانك قاله الزجاج وغیرہ نطلب اواسأل غفرانك (قرطبی)
{۳۷۹}قال لایکلف اللّٰہ نفسا الاوسعها تنبیها انه یکلف عبده دو ن ماینوء به قدرته (مفردات)
{۳۸۰}قیل خص الکسب ههنا بالصالح والاکتساب بالسیئ (مفردات)

بنانے والا اور ہمارا مددگار تو ہی ہے۔{۳۸۱}

پس کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما اور ان پر ہمیں غلبہ عطا فرما۔{۳۸۲}

حکمت و ہدایت

۱۔ نفسِ ایمان میں نبی اور امّتی برابر ہیں لیکن ایمانی کیفیات میں نبی اور امّتی کے ایمان کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔(۲۸۵)

۲۔ درج ذیل چاروں امور ایمان کے ارکان ہیں ان پر ایمان رکھنا فرض ہے اللہ پر، فرشتوں پر، تمام کتابوں اور رسولوں پر۔(۲۸۵)

۳۔ ایمان میں تجزّی اور تقسیم نہیں ہوسکتی یعنی یہ جائز نہیں کہ ارکانِ ایمان میں سے بعض پر ایمان لایا جائے اور بعض کا انکار کردیا جائے بلکہ اللہ پر، اس کے نازل کردہ پورے کلام پر، سارے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔(۲۸۵)

۴۔ ایمان، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طاعت کو مستلزم ہے، اگر واقعی ایمان ہے تو طاعت بھی کرنی ہوگی۔(۲۸۵)

۵۔ اسلام یسر اور سہولت والا دین ہے اس میں کوئی ایسا حکم نہیں ہے جو انسان کی طاقت سے بڑھ کر ہو۔(۲۸۶)

۶۔ مرشد اور مربی پر لازم ہے کہ وہ طالب سے ایسا مجاہدہ ہی کروائے جسے وہ برداشت کرسکتا ہو۔(۲۸۶)

۷۔ اللہ کی طرف سے ہر شخص پر تجلیات کا نزول بھی اس کی طاقت اور استعداد کے مطابق ہی ہوتا ہے۔(۲۸۶)

۸۔ ہر شخص اپنے ہی اعمال کا ذمہ دار ہے خواہ وہ اچھے ہوں یا بُرے ہوں البتہ اگر وہ کسی کام میں واسطہ بنا ہو تو وہ ثواب اور عذاب میں شریک ہوگا۔(۲۸۶)

۹۔ بھول چوک معاف ہے چنانچہ اگر روزہ دار نے بھول کر کھا پی لیا تو روزہ بھی نہیں ٹوٹے گا اور گناہ بھی نہیں ہوگا۔

۱۰۔ مذکورہ دُعا مانگنا اور سونے سے قبل ان دو آیتوں کا پڑھنا مستحب ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

من قرأهاتين الآيتين من آخر سورة البقرة في ليلة كفتاه.{۳۸۳}	جو شخص رات کو سورہ بقرہ کی یہ آخری دو آیتیں پڑھ لے تو اس کے لیے تہجد کے قائم مقام ہوجائیں گے۔

ایک دوسری آیت میں ہے کہ وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

{۳۸۱}"وانت مولنا" هذه الكلمة تدل على نهاية الخضوع والتذلل والاعتراف بانه سبحانه تعالى هوالمتولى لكل نعمة يصلون اليها (كبير)

{۳۸۲}انصرنا على الجاحدين والمرتابين منهم بالحجة والبرهان وعلى المعتدين بالسيف والسنان (المنار)

{۳۸۳}صحيح مسلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۂ آلِ عمران ایک نظر میں

سورۂ آل عمران بالاتفاق مدنی ہے اس میں بیس رکوع، دوسو آیات، تین ہزار چار سواسی کلمات اور چودہ ہزار پانچ سو پچیس حروف ہیں۔ {۱}

وجہ تسمیہ

چونکہ اس سورہ میں حضرت عمران علیہ السلام کے خاندان کا قصہ بیان کیا گیا ہے اس لیے اس کا نام ''آلِ عمران'' رکھ دیا گیا۔

فضیلت

صحیح مسلم میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اقرؤا الزهراوين البقرة وآل عمران {۲}

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو روشن سورتیں یعنی بقرہ اور آلِ عمران پڑھا کرو۔

اور حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول يؤتىٰ بالقرآن يوم القيمٰة واهله الذين كانوا يعملون به تقدمه۔ سورة البقرة وآل عمران {۳}

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن قرآن اور اس پر عمل کرنے والوں لایا جائے گا جس کے آگے آگے سورہ بقرہ اور آل عمران ہوں گی۔

مناسبت

سورہ بقرۃ اور آلِ عمران میں کئی اعتبار سے مناسبت پائی جاتی ہے، خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں

{۱} البصائر
{۲} الصحیح للمسلم ۱/۲۷۰
{۳} حوالہ مذکورہ

سورتوں کو زھراوین (دو روشن چیزیں یا شمس وقمر) قرار دینا بھی ان کے درمیان مناسبت کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۔ ان دونوں سورتوں میں اہلِ کتاب سے خطاب ہے مگر سورۃ البقرۃ میں زیادہ تر روئے سخن یہود کی طرف ہے اور آلِ عمران میں اصل خطاب نصاریٰ سے ہے۔

۲۔ دونوں سورتوں کا آغاز حروفِ مقطعات میں سے "الم" کے ساتھ ہوا ہے۔

۳۔ دونوں سورتوں کی ابتدا میں قرآن کریم کی حقانیت کو بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ بقرہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا بیان تھا اور آلِ عمران میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا تذکرہ ہے، دونوں کی ولادت خلافِ عادت طریقہ سے ہوئی۔

۵۔ بقرہ میں بت پرستی کے مقابلہ میں توحید کا ذکر ہے اور آلِ عمران میں مسیح پرستی کے مقابلہ میں توحید کا ذکر ہے۔

۶۔ بقرہ کے شروع میں فلاح کے اصول بتائے تھے اور آلِ عمران کے آخر میں فرمایا گیا "**لعلکم تفلحون**"۔

۷۔ بقرہ میں جہاد بالمال پر زیادہ زور تھا اور آلِ عمران میں جہاد بالسیف پر زیادہ زور ہے۔

۸۔ دونوں سورتوں کے اختتام پر جامع قسم کی دعائیں منقول ہیں جن میں گناہوں سے مغفرت اور دین پر استقامت کی درخواست کی گئی ہے۔

۹۔ بقرہ میں خانہ کعبہ کو قبلہ بنانے کا ذکر تھا یہاں اس کے "اول بیت" (پہلا گھر) ہونے کا ذکر ہے۔

۱۰۔ دونوں سورتوں کا صوتی آہنگ، آیات کے فواصل اور طول وقصر بھی ایک جیسے ہیں۔

زمانۂ نزول

یہ سورت مدینہ منورہ میں سورۃ البقرہ کے بعد نازل ہوئی جبکہ غزوہ بدر ہو چکا تھا، متکبروں کی گردن ٹوٹ گئی تھی، مسلمان ایک منظم طاقت کے طور پر سامنے آ گئے تھے اور جزیرۃ العرب میں بسنے والے تمام مذاہب اور قوموں نے مستقبل کے فاتحین کی آمد کے اثرات محسوس کرنا شروع کر دیئے تھے، نومسلموں کی تعلیم وتربیت کا سلسلہ بھی جاری تھا اور اسلامی ریاست کی تشکیل وتنظیم اور تعمیر وترقی کا عمل بھی جاری تھا۔

اجمالی نظر

اس سورت میں جو مضامین بیان کیئے گئے ہیں ان میں سے چند اہم مضامین درج ذیل ہیں۔

نصاریٰ کی تردید، حضرت مریم، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی ولادت کا قصہ، حضرت مسیح علیہ السلام

کا رفعِ آسمانی، یہود کی دینی اور مالی خیانت، مسلمانوں کو اعتصام واتفاق کی تاکید، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم، بدر کی فتح، احد کی شکست اور اس کے اسباب، شھداء کا فضل ومقام، غزوہ حمراء الاسد۔

اہم مضامین

اس سورہ کی تقریباً اسّی آیات نصاریٰ نجران کے وفد کے ساتھ مناظرہ پر مشتمل ہیں اس کے علاوہ اس میں جو اہم مضامین ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

محکم اور متشابہ کا بیان، کفار کی برائی، دنیا کی مذمت، عقبیٰ کا شرف، صحابہ کی تعریف، توحید کی شہادت، اہلِ کتاب کی تردید، حضرت مریمؑ کی ولادت کا واقعہ، حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت اور دعا کا قصّہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، ان کے معجزات اور حواریوں کا قصّہ، مباہلہ کی خبر، نصاریٰ پر حجّت، مرتدین کی مذمّت، علماء یہود کی خیانت کا ذکر، کعبہ کا تذکرہ، حج کی فرضیّت، امتِ اسلامیہ کی فضیلت اور انتخاب، کفار اور اہلِ کتاب سے دوستی کی ممانعت، اس کے بعد پچپن آیات میں غزوہ احد کا بیان ہے جن میں شکست کے اسباب اور حکمتوں کا بیان ہے، تنبیہ بھی ہے، فہمائش بھی ہے، تنقید بھی ہے تعریف بھی ہے، علاوہ ازیں غزوہ حمراء الاسد اور اس کے بعد پچیس آیات میں منافقین کا تذکرہ ہے، پھر علماءِ یہود پر طعن، صحابہ کی دعائیں، غزوات میں حاضری کے لیے ان کی کوششیں، درجہ شہادت کا حصول اور سورت کے اختتام پر فلاح کے چار اصول بیان ہوئے ہیں۔ ۱۔صبر ۲۔مصابرہ ۳۔مرابطہ ۴۔تقویٰ۔

سورة آل عمران مدنية

فيهامائتاآية وعشرون ركوعا

سورہ آلِ عمران مدنی ہے اور اس میں دوسو آیتیں اور بیس رکوع ہیں۔

اثباتِ توحید اور صداقتِ کتاب

﴿۱......۶﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۝۱ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ۝۲ نَزَّلَ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا

اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا اتاری تجھ پر کتاب سچی تصدیق کرتی ہے اگلی

بَیۡنَ یَدَیۡهِ وَاَنۡزَلَ التَّوۡرٰىةَ وَالۡاِنۡجِیۡلَ ۝۳ مِنۡ قَبۡلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ ؕ

کتابوں کی اور اتارا توریت اور انجیل کو اس کتاب سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے اور اتارے فیصلے

اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ۝۴ اِنَّ اللّٰهَ لَا

بیشک جو منکر ہوئے اللہ کی آیتوں سے ان کے واسطے سخت عذاب ہے اور اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا اللہ

یَخۡفٰی عَلَیۡهِ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۝۵ هُوَ الَّذِیۡ یُصَوِّرُكُمۡ فِی الۡاَرۡحَامِ كَیۡفَ یَشَآءُ ؕ

پر چھپی نہیں کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں وہی تمہارا نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہے کسی

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ۝۶

کی بندگی نہیں اس کے سوا زبردست ہے حکمت والا

تسہیل۔ الٓمّٓ ○ صرف اللہ تعالیٰ ہی برحق معبود ہے اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں وہ زندہ جاوید ہے اور وہی سب کو سنبھالنے والا ہے ○ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! قرآن جیسی سچی کتاب اسی نے آپ پر نازل کی ہے جو کہ پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس سے پہلے تورات اور انجیل بھی اسی نے نازل کی تھی ○ لوگوں کی ہدایت کے لیے اور حق اور باطل میں فرق کرنے والا معجزہ بھی اسی نے نازل فرمایا، جو لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غلبے اور قدرت والا ہے اور ظالموں سے بدلہ لینے والا بھی ہے ○ اللہ تعالیٰ ایسا علیم وخبیر ہے کہ زمین وآسمان میں کوئی چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے ○ وہی تو ہے جو ماں کے پیٹ میں جیسی

چاہتا ہے تمہاری صورت بنا تا ہے اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں وہ غالب بھی ہے حکمت والا بھی ہے O

﴿تفسیر﴾

سورہ کے خلاصہ میں یہ بات اشارۃً عرض کی جا چکی ہے کہ اس سورہ کی تقریباً اسّی آیات اس وقت نازل ہوئیں جب نجران کے ساٹھ معتمد افراد کی صورت میں ایک وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بحث مباحثہ کیا اس لئے۔

(۱) سورت کا آغاز حروفِ تہجی "الٓـمّٓ" سے فرما کر ان لوگوں کو چیلنج دیا گیا ہے جو قرآن کریم کی صداقت وحقانیت کا انکار کرتے تھے کہ یہ کتاب بھی انہی حروف سے بنی ہے جو مخالفین شب وروز استعمال کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اس کی مثال لانے سے قاصر ہیں۔

(۲) یہ کتاب اس اللہ کی جانب سے نازل ہوئی ہے جس کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ کوئی محبوب ہے نہ امیدوں کا مرجع ہے نہ کمزوروں کا ملجأ ہے۔ اس کی حیات دائمی ہے جس کی نہ کوئی ابتداء ہے نہ کوئی انتہا ہے، ساری کائنات کا نظام بس وہ اکیلا ہی سنبھالے ہوئے ہے۔ زندگی اسی کی وجہ سے قائم ہے، یہ کائنات اور اس کائنات کی کوئی ہستی اس کی مرضی کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی...... اے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ماننے والو! کیا ان کی ذات میں بھی یہ صفات پائی جاتی ہیں؟ یقیناً نہیں پائی جاتیں تو پھر انہیں خدا کیوں مانتے ہو؟

(۳) اللہ وہ ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم جیسی سچّی کتاب نازل فرمائی جو کہ دین کی ان تمام بنیادی باتوں کی تصدیق کرتی ہے جو پہلی کتابوں میں مذکور ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل بھی اللہ ہی نے نازل فرمائی تھی...... گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی ایسی بااختیار ہستی نہ تھے جو کسی بندے پر وحی نازل فرماتے بلکہ وہ تو اللہ کے ان تابع فرمان بندوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ وحی کا علم عطا فرما کر عام انسانوں کی ہدایت کے لیے منتخب فرمالیتا ہے۔

(۴) قرآن کریم کی طرح تورات اور انجیل کے نزول کا مقصد بھی انسانوں کی ہدایت تھا اور واقعی یہ کتابیں اپنے زمانے کے لوگوں کے لیے ہدایت تھیں لیکن چونکہ خود ان کے ماننے والوں ہی نے اپنی نفسانی اغراض کی وجہ سے ان میں تحریفات کر دی تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے آخر میں "فرقان" کی صورت میں حق اور باطل میں فرق کرنے والا عظیم معجزہ نازل فرمایا، یقیناً قرآن کریم پہلی کتابوں کے لیے مصدّق اور مؤید بھی ہے اور ہدایت اور ضلالت، صحیح اور غلط، وحی اور غیروحی میں فرق کرنے والا عظیم معجزہ بھی ہے، اب ہم تورات اور انجیل کی صرف انہی حقیقتوں کو تسلیم کریں

گے جو قرآن کے معیار پر پوری اترتی ہوں، اور جو باتیں قرآن سے ٹکراتی ہوں ہم انہیں یا تو وحی تسلیم نہیں کریں گے یا منسوخ سمجھیں گے۔

جو لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں وہ قیامت کے دن سخت عذاب کے مستحق ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے ان کے کفر وانکار کا ضرور بالضرور بدلہ لے گا۔

(۵) کوئی بھی مجرم اللہ کی گرفت سے کیسے بچ سکتا ہے جبکہ اس کے علم کا حال یہ ہے کہ زمین وآسمان کی کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں ہے۔

(۶) اس کے علم کی وسعت اور باریکی کا حال یہ ہے کہ رحمِ مادر میں تخلیق کے جن مراحل سے بچہ گذر رہا ہوتا ہے ان مراحل کا بھی اسے علم ہوتا ہے اور اس کے مستقبل کا علم بھی صرف اسی کو ہوتا ہے، نر ہوگا یا مادہ، خوبصورت ہوگا یا بدصورت، خوش قسمت ہوگا یا بدقسمت، لمبی عمر لے کر آئے گا یا یہ غنچہ پھول بننے سے پہلے ہی مرجھا جائے گا ان سب باتوں کا بلاواسطہ علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہوتا ہے۔

اے اہلِ کتاب! کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بھی یہ صفات پائی جاتی تھیں؟ اللہ کے بندو! وہ تو مصوَّر تھے (جن کی تصویر رحمِ مادر میں بنائی گئی تھی) مصوِّر نہیں تھے۔ جو اپنی صورت گری میں کسی کا محتاج ہو وہ خدا کیسے ہوسکتا ہے۔

حکمت وہدایت:

۱......اللہ تعالیٰ کی الوھیت قطعی دلائل سے ثابت ہے (۲)

۲......حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نازل ہونا آپ کی رسالت ونبوت کا سب سے بڑا ثبوت ہے (۳)

۳......آسمانی کتابوں کے نزول کا ایک مقصد اتمام حجت بھی ہے تاکہ کوئی فرد اور قوم جہالت اور بے خبری کا عذر پیش نہ کرے۔ (۴)

۴......تمام آسمانی کتابوں کے نزول کا بنیادی مقصد ہدایت ہے۔ (۴)

۵......قرآن کریم پہلی کتابوں کے لیے مصدّق بھی ہے اور فرقان بھی ہے...... یہ ان کی صداقت کی تائید بھی کرتا ہے اور ان میں کی جانے والی تحریفات کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ (۴)

۶......حضرت مسیح علیہ السلام کی الوھیت اور ابن اللہ ہونے کا عقیدہ باطل ہے اس لئے کہ دوسرے انسانوں کی طرح ان کی تصویر بھی رحمِ مادر میں اللہ ہی نے بنائی تھی۔ (۶)

قرآن میں محکم اور متشابہ

﴿۷......۹﴾

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ

وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں ہیں محکم یعنی انکے معنٰی واضح ہیں وہ اصل ہیں کتاب کی اور دوسری ہیں متشابہ یعنی جن کے معنٰی

فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ

معلوم یا معین نہیں سو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں متشابہات کی گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب معلوم کرنے

تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؔ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ

کی وجہ سے اور ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہم اس پر یقین لائے سب

مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۷ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا

ہمارے رب کی طرف سے اتری ہیں اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے اے رب نہ پھیر ہمارے دلوں کو جب تو ہم کو ہدایت کر چکا

وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝۸ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ

اور عنایت کر ہم کو اپنے پاس سے رحمت تو ہی ہے سب کچھ دینے والا اے رب تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو ایک دن

لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝۹ ع

جس میں کچھ شبہ نہیں بیشک اللہ خلاف نہیں کرتا اپنا وعدہ

تسہیل ۔ وہی تو ہے جس نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس کی بعض آیات محکم ہیں اور یہی آیتیں قرآن کا اصلی مدار ہیں اور اس کی بعض آیتیں ایسی ہیں جن کی مراد مشتبہ ہے، جن لوگوں کے دل میں کجی ہوتی ہے وہ ایسی آیات کی تلاش میں رہتے ہیں جن کے مفہوم میں اشتباہ کا کوئی پہلو ہوتا ہے اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فتنہ برپا کریں اور ان سے کوئی غلط مطلب اخذ کریں حالانکہ ان کا صحیح مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں پختگی اور کمال رکھتے ہیں وہ ایسی آیات کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں لیکن نصیحت صرف وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہیں ○ قبولِ نصیحت کے بعد وہ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار جب آپ نے ہمیں ہدایت عطا فرما دی تو اب ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کیجئے گا ہمیں اپنی خصوصی رحمت عطا فرما دیجئے بیشک آپ ہی بے حد و حساب عطا فرمانے والے ہیں ○ اے پروردگار! بلاشبہ تو تمام انسانوں کو ایک ایسے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کچھ بھی شک نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ کبھی بھی اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ○

تفسیر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن کریم میں کلمۃ اللہ اور روح اللہ جیسے جو الفاظ آئے ہیں یا خود تورات اور انجیل کی پیشگوئیوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کو جو خدا کی آمد قرار دیا گیا ہے تو ان الفاظ سے نجران کے عیسائیوں نے اپنے غلط عقائد پر استدلال کرنا چاہا جس پر فرمایا گیا کہ

(۷) اللہ تعالیٰ نے جو کتاب نازل کی ہے اس کی آیات دو قسم کی ہیں بعض آیات وہ ہیں جو اپنی مراد پر دلالت کرنے میں بالکل واضح ہیں، ان کے مفہوم کو سمجھنے میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں ہوتا، ایسی آیات کو محکمات کہا جاتا ہے {۴} قرآن کریم کا غالب حصہ محکمات پر ہی مشتمل ہے، عملی زندگی سے تعلق رکھنے والے احکام و مسائل اور اوامر و نواہی ان آیات میں بیان کیے گئے ہیں۔

''هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ'' ان آیات کو اصل اور بنیاد کی حیثیت حاصل ہے اگر کسی آیت کے مطلب اور مفہوم کی تعیین میں اختلاف یا اشتباہ واقع ہو جائے تو اس کے ازالہ کے لیے محکمات ہی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ {۵}

دوسری قسم کی آیات وہ ہیں جن کی حقیقی اور قطعی مراد اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہ ہو {۶} اور ان کے مفہوم میں کچھ اشتباہ ہو...... یہ اشتباہ کبھی تو اس لیے ہوتا ہے کہ ایک لفظ میں متعدد معانی کا احتمال ہوتا ہے...... جیسے ید اور عین وغیرہ......اور کبھی اس لیے ہوتا ہے کہ ان میں ایسے غیبی امور کا بیان ہوتا ہے جن کا صحیح تصور انسان اپنی محدود عقل سے نہیں کر سکتا جیسے امورِ قیامت وغیرہ۔

وہ لوگ جو خواہشات کے بندے اور نفس کے غلام ہوتے ہیں وہ اپنے باطل مقاصد کی خاطر ہمیشہ متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، ان کا مقصد حق کی تلاش اور آیات کی تفسیر نہیں ہوتا بلکہ بھولے بھالے لوگوں کو راہِ راست سے ہٹانا اور ان کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنا ان کا مقصد ہوتا ہے جبکہ وہ ان کے سامنے دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم قرآنی حقائق بیان کر رہے ہیں۔

{۴} ''محکمات'' صفة آيات أى واضحة المعنى ظاهرة الدلالة محكمة العبارة محفوظة من الاحتمال والاشتباه (روح المعانی۔۲/۱۳۰)

{۵} ''هن ام الكتب'' اى اصله والعمدة فيه يرداليها غير ها والعرب تسمى كل جامع يكون مرجعا ''اما'' (حوالہ مذکورہ)

{۶} بیان القرآن (۲/۳) وقال السيد محمود آلوسى رحمه الله المتشابه الخفى الذى لايدرك معناه عقلا ولا نقلا وهو ما استاثر الله تعالىٰ بعلمه كقيام الساعة والحروف المقطعة فى اوائل السور (روح المعانی۔۲/۱۳۲)

چاہیے تو یہ تھا کہ یہ متشابہات کو محکمات کے سامنے پیش کرتے تا کہ ان کی مراد واضح ہو جاتی اور مطلب نکھر کر سامنے آ جاتا لیکن چونکہ ان کے ذہنوں میں ایک باطل نظریہ قرار پاچکا ہوتا ہے اور وہ کسی نہ کسی طریقے سے قرآن سے اس کی سند پیش کرنا چاہتے ہیں اس لیے وہ محکمات کے بجائے متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں اور توڑ مروڑ کر ان سے اپنی دلیل اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس کے برعکس وہ لوگ جو علم میں پختگی کے ساتھ خوفِ خدا اور طلبِ ہدایت جیسی صفات سے مالا مال ہوتے ہیں وہ پورے یقین اور شرح صدر کے ساتھ کہہ دیتے ہیں کہ ہم متشابہات پر بھی اسی طرح ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ محکمات پر ایمان رکھتے ہیں یہ سب آیات اللہ کی جانب سے ہیں اگر چہ ہم اپنی کوتاہ عقلی کی وجہ سے ان کے صحیح مفہوم اور قطعی مراد کا ادراک نہیں کر سکتے لیکن معاذ اللہ ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ جو ایمانی حقائق اور قرآنی ارشادات ہماری ناقص عقل کی گرفت میں نہ آئیں ہم ان کی صداقت ہی کا انکار کر دیں یا ان میں من مانی تاویلات شروع کر دیں، اس انداز سے سوچنے والے ہی حقیقی عقلمند ہیں اور اللہ کے کلام سے انہی لوگوں کو نصیحت حاصل ہوتی ہے۔

فکرِ صحیح، کمالِ علم اور قبولِ ہدایت کے باوجود یہ لوگ اپنے بارے میں کسی قسم کے فریب کا شکار نہیں ہوتے بلکہ انہیں مسلسل خطرہ لگا رہتا ہے کہ کہیں ہم راہِ ہدایت سے بھٹک نہ جائیں اس لئے وہ اللہ تعالیٰ سے مسلسل دعا کرتے رہتے ہیں۔

(۸) اے ہمارے پروردگار! اے ہدایت کا راستہ دکھانے والے اور اس راستے پر چلانے والے اللہ! ہمارے دل اور ہمارے جذبات تیرے قبضۂ قدرت میں ہیں تو محض اپنے فضل وکرم سے انہیں کجی اور ضلالت سے بچائے رکھنا اور ہمیں کبھی بھی اپنی رحمت سے محروم نہ فرمانا ہم دنیا میں بھی تیری رحمت کے محتاج ہیں۔

(۹) اور قیامت کے دن جب تو تمام اگلے اور پچھلے انسانوں کو جمع کرے گا ہم اس دن بھی تیری رحمت کے محتاج ہوں گے اور یقیناً تو نے اہلِ علم وعمل کے ساتھ فضل ورحمت کے جو وعدے کیے ہیں، انہیں ضرور پورا کرے گا اس لئے کہ تیرا دستور یہ ہے کہ تو کبھی بھی اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا۔

حکمت وہدایت۔

۱......قرآن کریم میں اکثر آیات محکم ہیں یعنی ان کا مفہوم بالکل واضح ہے ان پر ایمان لانا اور ان کے مقتضیٰ پر عمل کرنا واجب ہے البتہ بعض آیات متشابہ ہیں یعنی ان کی قطعی مراد کسی کو معلوم نہیں ہوتی ایسی آیات پر ایمان لانا تو

واجب ہے لیکن ان کے معنی کی کھوج میں پڑنا جائز نہیں۔(۷)

۲......متشابہات کے نزول میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ ایمان کے اعتبار سے قوی اور ضعیف، سچے اور جھوٹے کے درمیان فرق اور امتیاز کیا جا سکے......قوی اور مخلص وہ ہوگا جو اللہ اور رسولؐ کے ہر حکم کے سامنے اپنا سر خم رکھے گا اور ضعیف اور جھوٹا وہ ہوگا جو وحیِ الٰہی کو عقل، نفس اور اہلِ زمانہ کی خواہشات کے تابع کرنے کی کوشش کرے گا۔(۷)

۳......جن کے دلوں میں کجی اور بیماری ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سچے کلام کو بھی فتنہ وفساد پھیلانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔(۷)

۴......وہ صوفیاء اور اہلِ اسرار جن کی للّٰہیت اور صداقت واضح قرائن سے ثابت ہو چکی ہو ان کے کلام میں اگر اشتباہ پایا جاتا ہو تو نہ تو اس کے ظاہری معنیٰ کا اعتقاد رکھا جائے گا اور نہ ہی اس کی وجہ سے ان پر کوئی فتویٰ لگایا جائے گا۔{۷}

۵......جو لوگ حقیقۃً عقلمند ہوتے ہیں وہ ہر وقت اپنے ایمان کے بارے میں فکر مند رہتے ہیں بالخصوص فتنوں کے دور میں وہ ہدایت پر استقامت کی دعا خاص طور پر کرتے رہتے ہیں۔

۶......وہ دن ضرور آکر رہے گا جب اگلوں اور پچھلوں چھوٹوں اور بڑوں سب کو جمع کیا جائے گا۔(۹)

۷......ایفاءِ عہد ایک ربانی صفت ہے۔(۹) جن لوگوں میں یہ صفت پائی جاتی ہے وہ گویا ایک ربانی صفت سے متصف ہوتے ہیں۔

مال ودولت پر اترانے والوں کا انجام

﴿۱۰......۱۳﴾

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ

بیشک جو لوگ کافر ہیں ہرگز کام نہ آویں گے ان کو ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ کے سامنے کچھ اور وہی ہیں

هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿١٠﴾ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ

ایندھن دوزخ کے جیسے دستور فرعون والوں کا اور جو ان سے پہلے تھے جھٹلایا انہوں نے ہماری آیتوں کو پھر پکڑا ان کو

اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١١﴾ قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ

اللہ نے ان کے گناہوں پر اور اللہ کا عذاب سخت ہے کہہ دے کافروں کو کہ اب تم مغلوب ہوگے اور ہانکے جاؤ گے

{۷} التحریر (ص ۳/ ۱۷۷)

إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٢﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي
دوزخ کی طرف اور کیا برا ٹھکانا ہے ابھی گذر چکا ہے تمہارے سامنے ایک نمونہ دو فوجوں میں جن میں مقابلہ ہوا ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے
سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ ۚ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ
اللہ کی راہ میں اور دوسری فوج کافروں کی ہے دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے سے دوچند صریح آنکھوں سے اور اللہ زور دیتا ہے اپنی مدد کا
مَن يَشَاءُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿١٣﴾
جس کو چاہے اسی میں عبرت ہے دیکھنے والوں کو

ربط: سابقہ آیت میں بتایا گیا تھا کہ اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ سے ہدایت پر استقامت کی دعا کے ساتھ ساتھ اس دن کا انتظار بھی کر رہے ہیں جس دن سارے انسانوں کو جمع کیا جائے گا پھر اہلِ ایمان کو نوازا جائے گا۔

تسہیل: جو لوگ کفر کرتے ہیں ان کے مال اور ان کی اولادیں، اللہ کے مقابلے میں ان کے کسی کام نہیں آسکتے اور یہی لوگ جہنم کی آگ کا ایندھن ہوں گے O ان لوگوں کا انجام بھی فرعونیوں اور ان سے پہلے جو کافر گذرے ہیں ان جیسا ہوگا کیونکہ وہ بھی یہی کچھ کرتے تھے جو یہ کرتے ہیں یعنی انہوں نے آیاتِ الٰہیہ کو جھوٹا بتلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے اپنے عذاب کی گرفت میں لے لیا اور اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ سخت سزا دینے والا ہے O آپ ان سے فرما دیجئے کہ تم دنیا میں بھی عنقریب مسلمانوں کے ہاتھوں مغلوب ہو جاؤ گے اور آخرت میں جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور جہنم بہت بُرا ٹھکانا ہے O تمہارے لیے ان دو گروہوں میں بڑی عبرت ونصیحت ہے جو بدر کے دن آپس میں ٹکرائے ان میں سے ایک گروہ اہلِ ایمان کا تھا جو کہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا جو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ مسلمانوں کی تعداد ان سے دوگنا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی مدد سے قوت دے دیتا ہے، اس واقعہ میں اہلِ بصیرت کے لیے بڑی عبرت پوشیدہ ہے O

تفسیر

(۱۰) اہلِ کفر جہنم کا ایندھن بنیں گے اور ان کا مال ودولت اور اولاد انہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکیں گے۔

(۱۱) چونکہ کفر واستکبار اور تکذیب وانکار میں ان کا حال فرعونیوں جیسا ہے اس لئے ان کا انجام بھی انہی جیسا ہوگا۔

فرعونیوں کے پاس مال ودولت کی فراوانی بھی تھی اور افرادی قوت بھی تھی انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں بڑے بڑے معجزات اور نشانیاں دیکھیں انہیں ایمان لانے کی توفیق تو کیا نصیب ہوتی، دن بدن ان کے کفر اور تکبر میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا پھر وہ عذابِ الٰہی کی گرفت میں آ گئے، دنیا میں بھی وہ عبرت کا نشانہ بنے اور

آخرت میں بھی یقیناً انہیں بہت برے انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔

نبی کریم ﷺ کے زمانے کے مشرکین اور یہود کی حالت بھی ہر طرح سے فرعونیوں جیسی ہے، وہی دولت کا غرور، طاقت کا گھمنڈ اور آیاتِ الٰہیہ کا انکار...... جب حالت ایک جیسی ہے تو انجام بھی ایک جیسا ہوگا۔

(۱۲) دنیا میں انہیں یوں سزا دی جائے گی کہ یہ مسلمانوں کے ہاتھوں مغلوب اور مردار ہوں گے اور آخرت کی سزا یہ ہوگی کہ انہیں ہنکا کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔

(۱۳) چنانچہ مشرکین کو مغلوبیت کی جو وعید سنائی گئی تھی اس کا پہلا باقاعدہ ظہور میدانِ بدر میں ہوا جہاں دو جماعتوں کی مڈبھیڑ ہوئی ان میں سے ایک جماعت وہ تھی جو ایمان و یقین کی صفت کے ساتھ متصف تھی یہ تین سو تیرہ افراد تھے ان کے پاس صرف دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں اور ان میں سے اکثر پاپیادہ تھے جبکہ کافر ان سے تین گنا یعنی ایک ہزار تھے ان میں سے ایک سو زرہ پوش تھے ان کے پاس سات سو اونٹ تھے {۸} وہ ہر قسم کے جنگی اسلحہ سے لیس تھے، کھانے کا وافر سامان تھا، لیکن ان کے دلوں میں اسلامی لشکر کا رعب ڈالنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنگ شروع ہونے کے بعد ایسی صورت پیدا کردی کہ وہ کھلی آنکھوں سے مسلمانوں کو اپنے سے دوگنا سمجھ رہے تھے، جنگ کے اختتام پر جب انہیں پتہ چلا کہ ہماری تعداد مسلمانوں سے تین گنا تھی تو انہیں شدید ترین حسرت اور ندامت ہوئی۔ {۹}

ان دونوں لشکروں میں جو بنیادی فرق تھا وہ یہ تھا کہ ان میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت حاصل تھی اور دوسرا اس سے محروم تھا اور یہ بات ایک قاعدہ کلیہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ جس لشکر کو اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہوگی وہ قلت کے باوجود بھی شکست نہیں کھا سکتا۔

حکمت وہدایت:

۱......کفر کی وجہ سے عذاب کا دیا جانا یقینی ہے۔ (۱۰)

۲......جب اللہ تعالیٰ کسی کو سزا دینا چاہے تو اموال اور اولاد، جماعت اور افراد سے کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتے۔ (۱۰)

۳......گناہوں کی وجہ سے انسان، دنیا اور آخرت میں عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ (۱۱)

{۸} ابن کثیر وغیرہ
{۹} التحریر/۳/۱۷۷

۴......فخر اور تکبر کا انجام کبھی بھی اچھا نہیں ہوسکتا۔(۱۱)

۵......مستقبل کے بارے میں قرآنی پیشگوئیوں کا سچا ثابت ہونا قرآن اور صاحبِ قرآن کے سچا ہونے کی واضح دلیل ہے۔(۱۲)

۶......اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید کے بغیر مسلمانوں کو میدانِ جنگ میں فتح حاصل نہیں ہوسکتی۔(۱۳)

۷......عقلمند وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے اور جو عقل اور بصیرت سے محروم ہو اسے کبھی بھی عبرت حاصل نہیں ہوتی۔(۱۳)

لذاتِ دنیویہ کی بے قدری

......۱۴......

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ

فریفتہ کیا ہے لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے جیسے عورتیں اور بیٹے اور خزانے جمع کئے ہوئے سونے

وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ

اور چاندی کے اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے اور مویشی اور کھیتی یہ فائدہ اٹھانا ہے دنیا کی زندگی میں اور اللہ ہی کے پاس ہے

حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

اچھا ٹھکانا

ربط: گذشتہ آیات میں مال اور اولاد پر غرور کا انجام بتایا گیا تھا یہاں اس کا سبب بیان کیا جا رہا ہے۔

تسہیل: اکثر لوگ ظاہری مرغوبات پر فریفتہ ہوتے ہیں مثلاً عورتوں اور بیٹوں پر سونے اور چاندی کے انبار پر، عمدہ اور منتخب گھوڑوں پر، مویشیوں اور زرعی زمینوں پر لیکن یہ سب دنیا کی فانی زندگی کی چیزیں ہیں اور صرف اللہ ہی کے پاس بہتر ٹھکانا ہے ○

تفسیر

(۱۴) نفس کے مرغوبات کی محبت انسان کی فطرت میں داخل ہے اور انسانی زندگی کی بقا اور کارخانہ عالم کی نشو ونما کے لیے اس کی ضرورت بھی ہے عورتیں تو الدو تناسل کا ذریعہ ہیں، اولاد کی بقا سے نوعِ انسانی کو بقا ملتی ہے، سونے چاندی سے ذاتی اور اجتماعی ضروریات حاصل کی جاتی ہیں گھوڑا نقل وحمل کا بہترین ذریعہ ہے، مویشیوں سے دودھ اور گوشت حاصل ہوتا ہے، زرعی زمینیں غذائی ضروریات کی تکمیل کرتی ہیں اسی لیے ان چیزوں کی طرف میلان، انسان

کی طبیعت میں خود انسان کو پیدا کرنے والے نے رکھ دیا ہے اور یہ میلان چونکہ طبعی اور فطری ہے اس لئے دنیا بھر کے انسانوں میں پایا جاتا ہے خواہ وہ زمانہ قدیم کے ہوں یا زمانۂ جدید کے، مشرق کے ہوں یا مغرب کے، فرق صرف یہ ہوگا کہ کسی کو سونے چاندی سے محبت زیادہ ہوگی اور کسی کو زرعی زمینوں اور مویشیوں سے تعلقِ خاطر زیادہ ہوگا تعلق کی اس زیادتی میں بھی کئی حکمتیں کارفرما ہیں اور فطری تقاضا ہونے کی بناء پر یہ مذموم بھی نہیں ہے مذموم صرف اسی وقت ہوگا جب حدِ اعتدال سے تجاوز کر جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر دنیا سے بے رغبتی کرنے والا کون ہوگا لیکن اس کے باوجود آپ اپنی ازواج اور بچوں سے بہت محبت کرتے تھے۔

﴿ذٰلِکَ مَتَاعُ﴾ ...... یہ مرغوب چیزیں بہرحال فنا پذیر ہیں، یہ دنیا کی مختصر سی زندگی کا ساز و سامان ہیں، ان کے حصول کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھ لینے والا یقیناً خسارے میں رہے گا، مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ دنیا کی رنگینیوں میں نہ کھو جائے بلکہ ان نعمتوں اور اس اجر و ثواب پر نظر رکھے جو اللہ تعالیٰ نے اہلِ تقویٰ کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

حکمت و ہدایت:

۱......تزیین اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ہوتی ہے اور شیطان کی طرف سے بھی ہوتی ہے لیکن دونوں میں فرق ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تزیین ابتلاء اور آزمائش کے لیے ہوتی ہے اور شیطان کی طرف سے تزیین گمراہ کرنے کے لیے ہوتی ہے۔

۲......اسلام دینِ فطرت ہے اسی لیے وہ فطری خواہشات اور طبعی میلانات کی نفی نہیں کرتا صرف انہیں حد اعتدال میں رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔(۱۴)

۳......مرغوباتِ نفس کو اگر جائز طریقے سے حاصل کیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔(۱۴)

۴......دنیا میں جو کچھ ہے یہ استعمال کا سامان ہے اور سامان بہرحال قلیل اور عارضی ہی ہوتا ہے، عقلمند وہی ہے جو دنیا کے قلیل اور عارضی سامان میں کھو کر آخرت کے کثیر اور دائمی سامان کو نہ بھول جائے۔(۱۴)

اخروی نعمتیں اور ان کے اصلی مستحق

﴿۱۵......۱۷﴾

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

کہہ دے کیا بتاؤں میں تم کو اس سے بہتر پرہیزگاروں کے لئے اپنے رب کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے جاری ہیں نہریں

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾

ہمیشہ رہیں گے اُن میں اور عورتیں ہیں ستھری اور رضامندی اللہ کی اور اللہ کی نگاہ میں ہیں بندے

اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِیْنَ

وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے ہیں سو بخش دے ہم کو گناہ ہمارے اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے وہ صبر کرنیوالے ہیں

وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

اور سچے اور حکم بجالانیوالے اور خرچ کرنیوالے اور گناہ بخشوانے والے پچھلی رات میں

تسہیل: آپ ان سے فرمادیجئے کیا میں تم کو ایسی چیز بتاؤں جو ان چیزوں سے بدر جہا بہتر ہے؟ وہ لوگ جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں ان کے لیے ان کے مالکِ حقیقی کے پاس ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں انہیں وہاں ہمیشہ کی زندگی، صاف ستھری بیویوں کی رفاقت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوگی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خوب نظر رکھتا ہے O اللہ سے ڈرنے والے وہ ہیں جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے ہمارے گناہ معاف فرمادیجئے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالیجئے O یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں، راست باز ہیں، اللہ کے فرمانبردار ہیں نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں اور آخرِ شب میں اٹھ اٹھ کر اللہ سے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں O

تفسیر

(۱۵) اے دنیا کے ساز وسامان اور عیش وراحت پر مرنے والو! کیا میں تمہیں دنیا کی مرغوبات اور شہوات سے بہتر چیزوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ سرسبز باغات جو طرح طرح کے میوہ جات سے لدے ہوں گے اور ان کے ساتھ ساتھ نہریں بہہ رہی ہونگی وہ صاف ستھری بیویاں جو بیماری، گندگی اور فحش گوئی سے پاک ہونگی اور سب سے بڑی نعمت جو حاصل ہوگی وہ مادی نہیں بلکہ روحانی نعمت ہوگی یعنی بندوں کا مالک اور کائنات کا بادشاہ اعلان کردے گا کہ اے اصحابِ ایمان وتقویٰ! میں تم سے راضی ہوگیا ہوں یہ ایسی عظیم اور بے مثال نعمت ہوگی کہ خود جنت کی نعمتوں کو اس پر قربان کیا جاسکے گا۔

لیکن یہ نعمتیں صرف ان لوگوں کو حاصل ہوں گی جو صاحبِ تقویٰ ہوں گے وہ جب دنیا میں تھے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے تھے، نفسانی خواہشات میں لگ کر وہ آخرت کو نہیں بھول جاتے تھے وہ جانتے تھے کہ دنیا کی عورتیں، سونا چاندی، گھوڑے، مویشی اور زمینیں، جنت کی حوروں، زیورات، سواریوں اور باغات کے مقابلے میں کچھ بھی حیثیت

نہیں رکھتے اسی لیے ان چیزوں سے ان کا تعلق ایک ضرورت مند کا تو تھا، کسی فریب خوردہ عاشق کی سی وارفتگی اور دیوانگی نہ تھی......ان اہلِ تقویٰ کی کچھ نمایاں صفات ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں، ان کی پہلی صفت یہ ہے کہ

(۱۶) وہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور مناجات کا سلسلہ رکھتے ہیں جن میں سے ایک اہم دعا یہ ہوتی ہے کہ اے اللہ! ہماری غلطیاں اور کوتاہیاں معاف فرمادے اور ہمیں جہنم کی آگ سے بچالینا۔

(۱۷) ﴿اَلصّٰبِرِيْنَ﴾ اس کے علاوہ وہ گناہوں کو چھوڑنے، عبادات کی ادائیگی اور دعوت و جہاد کی مشکلات میں صبر کرتے ہیں۔

﴿وَالصّٰدِقِيْنَ﴾ وہ اپنے ایمان، اقوال، افعال اور معاملات میں سچے ہوتے ہیں کسی مادی مفاد کے حصول اور عارضی ضرر سے بچاؤ کے لیے وہ سچائی کا دامن نہیں چھوڑتے۔

﴿وَالْقٰنِتِيْنَ﴾ حق تعالیٰ کے فرائض و واجبات کی ادائیگی میں وہ فرمانبرداری کرتے ہیں اور ان کے چہروں پر خشوع اور تضرع کے نمایاں اثرات ہوتے ہیں۔

﴿وَالْمُنْفِقِيْنَ﴾ وہ اپنے ہاتھوں سے کمائے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

﴿وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ﴾ آخرِ شب میں جب کہ ہر طرف خاموشی ہوتی ہے، فضا پرسکون ہوتی ہے، لوگ سورہے ہوتے ہیں اس وقت اہلِ تقویٰ اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھائے مغفرت طلب کررہے ہوتے ہیں۔

حکمت وہدایت:

۱......آخرت کی ہر نعمت دنیا کی نعمتوں سے بہتر ہے۔(۱۵)

۲......آخرت کی نعمتیں صرف اہلِ تقویٰ کے لیے مخصوص ہیں جبکہ دنیا کی نعمتوں سے ہر نیک وبد مستفید ہوسکتا ہے۔(۱۵)

۳......استحقاقِ جنت میں سب سے مؤثر کردار تقویٰ کا ہے یعنی معاصی کا ترک اور عبادت واطاعت پر استقامت۔(۱۵)

۴......دعا اور مناجات، توبہ اور انابت اہلِ تقویٰ کی خاص صفت ہے۔(۱۶)

۵......صبر، سچائی، فرمانبرداری، انفاق فی سبیل اللہ اور راتوں کو استغفار......یہ اہلِ تقویٰ کے امتیازی اوصاف ہیں جن سے متصف ہونا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ یہ اولیاء اللہ کی صفات ہیں۔{۱۰}

{۱۰} بیان القرآن ۲/۶

۶......تہجد کا وقت قبولیت دعا کے مخصوص اوقات میں سے ہے۔ (۱۷)

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

پسندیدہ دین

۱۸......۲۰

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا اور فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی وہی حاکم انصاف کا ہے کسی کی بندگی نہیں سوا

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اس کے زبردست ہے حکمت والا بیشک دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی مسلمانی حکمبرداری اور مخالف نہیں ہوئے کتاب والے

اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ

مگر جب اُن کو معلوم ہو چکا آپس کی ضد اور حسد سے اور جو کوئی انکار کرے اللہ کے حکموں کا تو اللہ جلدی حساب

الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا

لینے والا ہے پھر بھی اگر تجھ سے جھگڑیں تو کہہ دے میں نے تابع کیا اپنا منہ اللہ کے حکم پر اور انہوں نے بھی کہ جو میرے ساتھ ہیں اور کہہ دے

الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ

کتاب والوں کو اور اَن پڑھوں کو کہ تم بھی تابع ہوتے ہو پھر اگر وہ تابع ہوئے تو انہوں نے راہ پائی سیدھی اور اگر منہ پھیریں تو تیرے ذمہ صرف

الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾

پہنچا دینا ہے اور اللہ کی نگاہ میں ہیں بندے

تسہیل: خود اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور سارے فرشتے اور اہلِ علم بھی اسی بات کی گواہی دیتے ہیں، وہ عدل وانصاف پر قائم ہے......اس ناقابل تردید حقیقت کو سب ہی تسلیم کرتے ہیں کہ اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ○ اللہ کے نزدیک دینِ حق صرف اسلام ہے اور اہلِ کتاب نے حقیقت کا علم حاصل ہونے کے باوجود اس دین سے جو اختلاف کیا تو محض آپس کی ضد اور حسد کی وجہ سے کیا اور جو لوگ اللہ کی آیات اور ہدایات کا انکار کرتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب چکا دینے والا ہے ○ اسلام کی حقانیت ثابت ہونے کے باوجود اگر یہ لوگ آپ سے اس بارے میں جھگڑتے رہیں تو آپ فرما دیجئے کہ تم تسلیم کرو یا نہ کرو میں نے اور میرے پیروکاروں نے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیا ہے، پھر آپ اہلِ

کتاب سے اور عرب کے امیوں سے سوال کیجئے کہ کیا تم بھی اسی طرح اسلام قبول کرنے کے لیے تیار ہو؟ اگر یہ لوگ اسلام لے آئیں تو بلاشبہ وہ بھی ہدایت پا گئے اور اگر وہ اسلام سے اعراض ہی کرتے رہیں تو آپ پریشان نہ ہوجیئے اسلئے کہ آپ کی ذمہ داری تو صرف یہ ہے کہ اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دیا جائے اور اللہ اپنے بندوں کے حالات کو خوب دیکھ رہا ہے O

تفسیر

شانِ نزول

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے تو اہلِ شام میں سے دو علماء مدینہ منورہ آئے انہوں نے جب مدینہ کو دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ وہی شہر ہے جہاں نبی آخرالزمان کے آنے کی بشارت سنائی گئی ہے پھر جب انہوں نے آپ کی زیارت کی تو آپؐ کو بھی پہچان لیا اور آپؐ سے سوال کیا کہ کیا محمد اور احمد آپ ہی ہیں؟ آپؐ نے جواب دیا ہاں میں ہی محمد اور میں ہی احمد ہوں، دوسرا سوال انہوں نے یہ کیا کہ کتاب اللہ میں جو سب سے بڑی شھادت ہے آپ ہمیں اس کے بارے میں بتایئے، اگر آپؐ نے ہمارے اس سوال کا جواب دے دیا تو ہم ایمان لے آئیں گے اور آپؐ کی تصدیق کریں گے......اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو) چنانچہ ان دونوں نے اسلام قبول کرلیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ {۱۱}

(۱۸) یہ ساری کائنات، اس کائنات کا پیدا کرنے والا اللہ، اس میں مختلف ذمہ داریاں ادا کرنے والے فرشتے اور حقائق پر نظر رکھنے والے علماء سب اس بات کی شھادت دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں اور وہ عدل وانصاف پر قائم ہے۔

اللہ کی شھادت تمام آسمانی کتابوں میں مذکور ہے۔

فرشتے اس کی وحدانیت کا ورد اور وظیفہ کرتے ہیں اور حضراتِ انبیاء علیہم السلام کو بھی انہوں نے ہی اطلاع دی اہلِ علم جب ارض وسماء کی وسعتوں، لیل ونہار کی آمدورفت، شمس وقمر کے طلوع وغروب، مادیت اور روحانیت کے توازن، حقوق وفرائض کی جامعیت اور عقائد واحکام کے اعتدال پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ بلاساختہ یہ گواہی دینے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ہر معاملے میں عدل وانصاف پر قائم ہے۔

اس مادی کائنات کی کسی بھی چیز کو اگر اپنی جگہ سے ہٹا دیا جائے......مثلاً شمس وقمر کی منزلیں اور سیاروں کے

{۱۱} اسباب النزول للنیسابوری (ص ۵۴) بحوالہ التفسیر المنیر (ص ۱۸۷)

راستے بدل دیئے جائیں......تو اس میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔

یونہی روحانی اور ایمانی کائنات میں اس نے جو احکام دیئے ہیں اور جن حقوق وفرائض کا تعین کیا ہے اگر ان میں ترمیم اور تحریف کا راستہ اختیار کیا گیا تو بھی بگاڑ پیدا ہوگا، یہ بگاڑ دل کی دنیا میں بھی پیدا ہوسکتا ہے اور جسمانی دنیا میں بھی، معاشی بھی ہوسکتا ہے اور معاشرتی بھی، اخلاقی بھی ہوسکتا ہے اور سیاسی بھی، انفرادی بھی ہوسکتا ہے اور اجتماعی بھی...... یہ بگاڑ اس لئے پیدا ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ عدل کو ملحوظ رکھا ہے اور جب اس کے خلاف کیا جائے گا تو یہ ظلم ہوگا۔

(۱۹) چونکہ اللہ عدل وانصاف پر قائم ہے اس لیے اس نے اپنے بندوں کے لیے ایسا دین اور قانون منتخب کیا ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں عدل کا علمبردار ہے اور وہ دینِ اسلام ہے، پہلے انسان سے لیکر آخری انسان تک سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے دین کے طور پر صرف اسلام ہی کو پسند کیا ہے۔

تمام انبیاء کا دین ایک ہی تھا، چند فروعی احکام مختلف ہوسکتے ہیں لیکن اصولی اور اساسی احکام میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا، عقیدہ توحید، اللہ کی عبادت، شریعت کی اطاعت اور عدل کی اہمیت وعظمت سبھی کے ہاں مسلّم تھی۔

اہلِ کتاب خواہ یہود ہوں یا کہ نصاریٰ ہوں انہوں نے اس متفقہ دین میں طرح طرح کے اختلافات پیدا کر دیئے اور یہ اختلافات کسی جہالت کی وجہ سے نہیں تھے بلکہ حقیقت کا علم ہونے کے باوجود محض بغض وعناد کی بناء پر ایک دوسرے پر ظلم اور زیادتی کا جواز پیدا کرنے کے لیے انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور اختلاف بھی کوئی معمولی نہیں تھا بلکہ عقیدہ توحید تک میں انہوں نے اختلاف کیا حالانکہ ایسا کرنا کفر ہے اور کفر کرنے والوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب چکا دیتا ہے۔

(۲۰) اہلِ کتاب کے سامنے حقیقت واضح ہوچکی ہے، دلائل بیان کیے جاچکے ہیں اگر اس کے باوجود وہ آپ سے بحث مباحثہ کرتے ہیں تو آپ فرما دیجیے کہ میں نے اور میرے پیروکاروں نے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیا ہے ہم ہر عقیدے اور عمل میں اللہ کے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔

اے یہود ونصاریٰ اور اے مشرکین! آؤ تم بھی اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دو اور اپنی پوری زندگی پر اس کے فیصلوں کو نافذ کر دو، اگر تم ایسا کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے کیونکہ ہدایت کا راستہ صرف یہی ہے اس کے سوا ہدایت کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

اور اگر تم اس سے منہ موڑتے ہو تو یاد رکھو ہماری ذمہ داری صرف یہ تھی کہ اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا جائے، سو اس

میں ہم نے کوئی کوتاہی نہیں کی، اب تمہارا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور وہ تمہارے اور اپنے سارے بندوں کے رویے اور معاملات پر خوب نظر رکھے ہوئے ہے۔

حکمت وہدایت:

۱......توحیدِ باری تعالیٰ تکوینی اور تشریعی دلائل سے ثابت ہے۔(۱۸)

۲......باری تعالیٰ اور ملائکہ کے ساتھ اہلِ علم کے ذکر سے علم اور علماء کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، اگر طبقۂ انسانیت میں کوئی اہلِ علم سے بھی زیادہ افضل ہوتا تو یہاں اس کا نام ضرور لیا جاتا۔(۱۸)

۳......صرف اسی شہادت کا اعتبار ہوگا جس کی بنیاد علم پر ہو اور گواہ اس کی اہلیت بھی رکھتا ہو یعنی وہ عاقل، بالغ، مسلم اور عادل ہو۔(۱۸)

۴......سب سے بڑی شہادت اللہ تعالیٰ کی ہے اس لئے کہ اس کا علم سب سے زیادہ وسیع ہے جس میں شک اور غلطی کا کوئی امکان نہیں، اس کے بعد بالترتیب فرشتوں اور اہلِ علم کی شہادت کا درجہ ہے۔(۱۸)

۵......اسلام کے سوا ہر دین اور ملّت باطل ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ.

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

۶......اہلِ علم اور دینداروں میں عام طور پر اس وقت اختلاف ہوتا ہے جب وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، عہدوں اور مناصب کی محبت، شہرت اور مال ودولت کی ہوس اختلافات کو بڑھانے میں خصوصی کردار ادا کرتی ہے۔(۱۹)

۷......باہمی بغض وحسد اور ضدا ضدی انسان کو ایمان تک سے محروم کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔(۱۹)

۸......نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ساری انسانیت کے لیے ہے اور اب آپؐ کے سوا کسی دوسرے نبی کی اتباع میں کامیابی نہیں۔

۹......جس نے اپنے ظاہر وباطن کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دیا وہ ہدایت اور نجات کا راستہ پا گیا۔(۲۰)

۱۰......جس شخص نے اپنا دل دنیا کی زندگی کے ساتھ معلق کرلیا اور عبادت واطاعت سے روگردانی کی اسے روزِ قیامت کے سخت حساب کے لیے تیار رہنا چاہیے۔(۲۰)

قتلِ انبیاء کی سزا

﴿۲۱......۲۲﴾

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ
جولوگ انکار کرتے ہیں اللہ کے حکموں کا اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں کو ناحق اور قتل کرتے ہیں اُن کو

یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۱﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ
جو حکم کرتے ہیں انصاف کرنے کا لوگوں میں سے سو خوشخبری سُنادے اُن کو عذاب دردناک کی یہی ہیں جن کی محنت

اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۫ وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۲﴾
ضائع ہوئی دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں اُن کا مددگار

تسہیل: جولوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی قتل کرتے ہیں جو عقائد اور اعمال میں اعتدال کی تعلیم دیتے ہیں تو آپ ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے O یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور سزا کے وقت ان کا کوئی بھی حامی اور مددگار نہیں ہوگا O

تفسیر

(۲۱) اہلِ کتاب اور بے عمل اہلِ علم کے جرائم کی فہرست بڑی طویل ہے۔

انہوں نے یقینی علم حاصل ہو جانے کے بعد محض ضد اضدی اور حسد کی وجہ سے دینِ اسلام میں اختلاف کیا۔

اللہ کی آیات اور احکامات وہدایات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ انبیاء کرام علیھم السلام کے خون ناحق سے اپنے ہاتھ رنگتے رہے اگر انبیاء کے علاوہ اللہ کے کسی دوسرے بندے نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی تو اسے بھی تہہ تیغ کرنے سے باز نہ آئے۔

(۲۲) ان تیرہ بختوں کے اعمال دنیا میں ضائع ہو گئے کہ ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں بھی ان کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا۔

حکمت وہدایت:

۱......یہود کی شروع سے یہ عادت رہی ہے کہ وہ اپنی سفلی خواہشات کے راستے میں رکاوٹ بننے والوں کا خون بہانے سے باز نہیں آتے، چاہے وہ انبیاء ہی کیوں نہ ہوں۔ (۲۱)

۲......امر بالمعروف اور نہی عن المنکر گذشتہ امتوں میں بھی واجب تھا......سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو مومن اور منافق کے درمیان بنیادی فرق کے طور پر بیان فرمایا ہے (۹/ ۶۷) اس کے تارکین پر عذاب نازل ہوا۔

۳......آیاتِ الٰہیہ کے منکرین کے لیے تین وعیدیں ہیں۔

(۱) دردناک عذاب کا وقوع (۲) دنیا اور آخرت میں اعمال کا بے فائدہ ہونا (۳) کوئی حامی نہ ہونے کی وجہ سے عذاب کا دائمی ہونا۔

اہلِ کتاب کا اللہ کے حکم سے اعراض

۲۳......۲۵

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ

کیا نہ دیکھا تو نے اُن لوگوں کو جن کو ملا کچھ ایک حصہ کتاب کا اُن کو بلاتے ہیں اللہ کی کتاب کی طرف تاکہ وہ کتاب اُنہیں حکم کرے

ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ

پھر منہ پھیرتے ہیں بعضے اُن میں سے تغافل کرکے اس واسطے کہ کہتے ہیں وہ ہم کو ہرگز نہ لگے گی آگ دوزخ کی مگر

إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۖ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ

چند دن گنتی کے اور بہکے ہیں اپنے دین میں اپنی بنائی باتوں پر پھر کیا ہوگا حال جب ہم اُن کو جمع کرینگے

لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٥﴾

ایک دن کہ اُسکے آنے میں کچھ شبہ نہیں اور پورا پاویگا ہر کوئی اپنا کیا اور اُنکی حق تلفی نہ ہوگی

تسہیل: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتابِ الٰہی کا ایک حصہ عطا کیا گیا تھا اب انہیں اختلافی مسائل میں فیصلہ کے لیے کتاب اللہ ہی کی طرف بلایا جاتا ہے لیکن ان میں سے ایک گروہ بے رخی کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے O ان کا یہ اعراض اور بے رخی اس لئے ہے کہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ ہمیں گنتی کے چند دن کے سوا آگ چھو ہی نہیں سکتی اور ان کی اسی قسم کی افتراء پردازیوں نے انہیں اپنے دین کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے O اس دن ان کا کیا برا حال ہوگا جب ہم انہیں اس دن کے لیے جمع کریں گے جس کے آنے میں کچھ بھی شبہ نہیں اور اس دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا O

﴿تفسیر﴾

ربط: سابقہ آیات کی طرح ان آیات میں بھی اہلِ کتاب کی قباحتوں کا بیان ہے۔{۱۲}

(۲۳) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان اہلِ کتاب کو دیکھیں جنھیں کتابِ الٰہی کا ''ایک حصہ'' دیا گیا ہے......اس کتاب سے مراد توریت ہے جسے یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے پانچ سو سال بعد مرتب کیا۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ یہاں یہود و نصاریٰ دونوں کی طرف اشارہ ہے توریت کی طرح انجیل بھی اپنے نزول کے عرصہ دراز کے بعد مرتب ہوئی۔

اوّل تو طویل عرصہ تک غیر مرتب صورت میں پڑے رہنے کی وجہ سے ان کتابوں پر جو گذری ہوگی اس کا سمجھنا مشکل نہیں پھر مختلف ادوار میں ان کتابوں کے حاملین نے جو تحریفات اور تبدیلیاں ان کتابوں میں کیں ان سے انکار کوئی بھی غیر متعصب عیسائی اور یہودی نہیں کرسکتا۔ گویا یہ بات یقینی ہے کہ آنحضو ﷺ کے زمانے میں یہ کتابیں اپنی اصلی اور مکمل شکل میں موجود نہ تھیں بلکہ ناقص اور ادھوری شکل میں تھیں۔

لیکن ان ادھوری کتابوں میں بھی حسنِ اتفاق سے ایسی آیات موجود تھیں جن سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق ہوتی تھی۔ چنانچہ جب انہیں اپنی کتابوں کی ان آیات کے حوالے سے ایمان کی دعوت دی جاتی تھی یا ان کے تنازعات اور مسائل میں توریت اور انجیل کی روشنی میں فیصلے کیے جاتے تھے تو وہ ان فیصلوں کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے تھے اور اگر ''کتاب اللہ'' سے قرآن مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ انہیں اختلافی مسائل میں فیصلہ کرنے کے لیے قرآن کو حکم ماننے کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ منہ پھیر لیتے ہیں حالانکہ قرآن کے نزول کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ جن مذہبی مسائل میں اختلاف کیا جارہا تھا وہ ان مسائل میں حکم کا کردار ادا کرے۔

(۲۴) یہود و نصاریٰ کے اس انکار کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو آخرت کے عذاب سے محفوظ سمجھتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ اگر بالفرض ہمیں عذاب ہوا بھی تو صرف چند دن کے لیے ہوگا۔

﴿وَ غَرَّهُمْ﴾ دونوں گروہوں نے اپنی طرف سے کئی عقائد گھڑ رکھے ہیں جن میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ ہم اللہ کے محبوب اور پیارے ہیں اور اللہ کے پیاروں کی اولاد ہیں لہٰذا ہمارے اعمال خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں ہم جنت ہی کے حقدار ہیں......انہی خود تراشیدہ عقائد نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

(۲۵) روزِ جزا کے بارے میں ان کے یہ عقائد فاسد اور دعاوی قطعاً باطل ہیں، قیامت کا دن مکمل انصاف کا

{۱۲}ابن کثیر (۱/۳۵۵)

دن ہے اس دن ہر شخص کو اس کے نیک یا بد عمل کا بدلہ مل کر رہے گا نہ کسی کی نیکیوں کو گھٹایا جائے گا نہ کسی کی برائیوں کو بڑھایا جائے گا۔

حکمت و ہدایت:

۱......پوری دنیا میں اس وقت مکمل الہامی کتاب صرف قرآن ہے۔(۲۳)

☆اس کی ہر آیت اور حرف محفوظ ہے، اس کی زبان زندہ ہے، اسے اس کے نزول کی زبان میں پڑھا جاتا ہے، یہ لاکھوں انسانوں کو یاد ہے، اس پوری کتاب میں ایک جملہ بھی انسانی کلام کا نہیں ہے، اس میں نہ تحریف ہوئی ہے نہ قیامت تک ہو سکتی ہے......ان خصوصیات میں سے کوئی ایک خصوصیت بھی دوسری الہامی کتابوں کو حاصل نہیں ہے۔

۲......اختلافی مسائل میں کتاب اللہ کو حکم تسلیم نہ کرنا کافرانہ ذہنیت کا غماز ہے۔(۲۳)

۳......ہر قسم کے مذہبی اختلافات میں قرآن حکیم کو فیصلہ کن اتھارٹی کی حیثیت حاصل ہے۔(۲۳)

۴......دین میں سب سے زیادہ خرابی بدعات اور خود تراشیدہ عقائد سے پیدا ہوتی ہے۔(۲۴)

۵......ترغیب و ترھیب کے نام پر بھی جھوٹی حکایات گھڑنا جائز نہیں اس لئے کہ یہ بھی دھوکے اور ضلالت کا سبب بنتی ہیں (۲۴)

۶......قیامت کی ہولناکیوں کا تذکرہ کرنا اور انہیں یاد رکھنا اہلِ ایمان کا شعار ہے۔

۷......انسان کا کوئی عمل بھی بے نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے عمل اور جزاء میں کمالِ اتصال پایا جاتا ہے۔

غلبۂ مؤمنین کی بشارت

﴿۲۶......۲۷﴾

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ

تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے جس کو چاہے اور سلطنت چھین لیوے جس سے چاہے اور عزت دیوے

تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ

جس کو چاہے اور ذلیل کرے جس کو چاہے تیرے ہاتھ ہے سب خوبی بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں

وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ

اور داخل کرے دن کو رات میں اور تو نکالے زندہ مردہ سے اور نکالے مردہ زندہ سے اور تو رزق دے

تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

جس کو چاہے بے شمار

تسہیل: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرما دیجیے اے اللہ سارے ملکوں کے مالک! تو جسے چاہتا ہے بادشاہت دے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، ساری بھلائیاں تیرے قبضہ قدرت میں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے O تیری قدرت کا یہ حال ہے کہ تو کبھی رات کو دن میں داخل کر کے دن کو بڑا کر دیتا ہے اور کبھی دن کو رات میں داخل کر کے رات کو بڑھا دیتا ہے تو بے جان سے جاندار کو اور جاندار سے بے جان کو نکال لیتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دے دیتا ہے O

تفسیر

ربط: مشرکین اور اہلِ کتاب کے کفر وعناد کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مناجات سکھائی ہے اور اس مناجات کے ضمن میں اہل ایمان کے غلبہ کی بشارت سنائی گئی ہے۔

شانِ نزول: حضرت ابن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنھم سے روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو روم وفارس کے مغلوب ہونے کی بشارت سنائی جس کا منافقین اور یہود نے بڑا مذاق اڑایا کہ فارس اور روم کو فتح کرنا بچوں کا کھیل نہیں وہ سپر طاقتیں ہیں ان سے ٹکراؤ مسلمانوں کو مہنگا پڑے گا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

(۲۶) ان آیات کا انداز اگرچہ دعا اور مناجات کا سا ہے اور ان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت کے دلائل بیان کیے گئے ہیں لیکن حقیقت میں ان آیات میں مسلمانوں کے غلبہ کی خوشخبری مذکور ہے۔ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام امور میں کلّی اختیار حاصل ہے، بادشاہت خواہ مادی ہو یا روحانی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، بنی اسرائیل میں روحانی مملکت کے بادشاہ یعنی انبیاء کثرت سے گذرے ہیں اور ایسے بھی تھے جنہیں بیک وقت نبوت اور سلطنت دونوں عطا کی گئیں۔ انہیں چاہیے تھا کہ وہ ان ظاہری اور باطنی نعمتوں کا شکر ادا کرتے لیکن بنی اسرائیل فخر وغرور میں مبتلا ہو گئے اور ان نعمتوں کو اپنا خاندانی استحقاق سمجھنے لگے اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار بھی انہوں نے اسی لیے کیا کہ آپ بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسمٰعیل میں سے کیوں مبعوث ہوئے۔

ان آیات میں انہیں جتلا دیا گیا کہ اب صرف روحانی بادشاہت ہی تم سے نکل کر بنی اسمٰعیل کی طرف منتقل نہیں ہو رہی بلکہ تمہیں ظاہری عزّت اور اقتدار سے بھی محروم کیا جا رہا ہے اور اب یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے مسلمانوں کو عطا کرے گا ان کے سامنے تم بھی مغلوب ہو گے اور رومی اور فارسی بھی ان سے شکست کھائیں گے جس

وقت یہ پیشنگوئی کی گئی تھی اس وقت مسلمان بظاہر مغلوب تھے اور کفار، مشرکین، یہود و نصاریٰ اور منافقین نے انہیں چہار جانب سے گھیر رکھا تھا لیکن دنیا جانتی ہے کہ قدرت والے اللہ کی یہ پیشنگوئی پوری ہو کر رہی۔

(۲۷) اللہ تعالیٰ کی قدرت کے حسّی مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ وہ گرمی اور سردی، بہار اور خزاں کے بدلتے موسموں کے اعتبار سے کبھی دن کو چھوٹا اور رات کو لمبا کر دیتا ہے اور کبھی رات کو چھوٹا اور دن کو لمبا کر دیتا ہے، بعض ممالک میں سورج غروب ہونے کے صرف ایک گھنٹہ بعد دوبارہ طلوع ہو جاتا ہے اور بعض جگہ چھ مہینہ کا دن اور چھ مہینے کی رات ہوتی ہے۔

مردے سے زندہ اور زندہ سے مردہ کو نکالنا اس کی قدرتِ کاملہ کی دلیل ہے۔ بیج سے پودا، نطفہ سے انسان، انڈے سے بچہ نکالنا، اور جاہل سے عالم اور کافر سے مومن کو پیدا کرنا مردے سے زندہ کو نکالنے کی مثال ہے۔

دوسری جانب درخت سے بیج، پرندے سے انڈا، عالم سے جاہل اور مومن سے کافر کو پیدا کرنا زندہ سے مردہ کو نکالنے کی مثال ہے۔

بعض اطباء نے یہ بھی کہا ہے کہ ان دونوں کی مثال یہ ہے کہ بے جان غذا سے جسم کی نشو و نما ہوتی ہے اور جاندار مخلوق سے دودھ، گوشت اور دوسرا غذائی مواد حاصل ہوتا ہے۔

حکمت و ہدایت:

۱......اس آیت (۲۶) کی حدیث میں بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ کا وہ اسم اعظم جسے پڑھنے سے دعا قبول ہوتی ہے وہ آل عمران کی اسی آیت میں ہے''۔ (طبرانی)

اور ابو نعیم نے حلیہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ قرض کے سلسلہ میں بڑے پریشان تھے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مذکورہ دو آیتوں کے ساتھ درجِ ذیل دعا پڑھنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ اگر تمہارے ذمہ زمین کے برابر سونا بھی قرض ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کی صورت بھی پیدا فرما دے گا۔ دعا یہ ہے:

رحمن الدنیا والآخرہ ورحیمھما تعطی منھما من تشاء وتمنع من تشاء اقض عنی دینی

۲......چونکہ پہلے عزت اور ذلت دونوں کا ذکر تھا اس لئے مقام کا تقاضا یہ تھا کہ یہاں ''بیدک الخیر والشر'' کہہ کر بھلائی اور برائی دونوں کو ذکر کیا جاتا لیکن ادب کی رعایت کرتے ہوئے صرف خیر کے ذکر کرنے پر اکتفاء کیا گیا۔ (بیان القرآن ص۹/ ج۲)

اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ کائنات میں ایجابی وجود صرف خیر ہی کا ہے، شر محض ایک سلبی حقیقت کا نام ہے، شر میں بھی بسا اوقات خیر کا کوئی پہلو پوشیدہ ہوتا ہے اسی لیے تو عربی شاعر کہتا ہے:

مصائب قوم عند قوم فوائد......جو چیز ایک کے حق میں شر ہے ممکن ہے وہ دوسرے کے حق میں خیر ہو۔

اردو کے شاعر نے بھی خوب کہا ہے:

نہیں ہے چیز کوئی نکمی زمانے میں
کوئی برا نہیں ہے قدرت کے کارخانے میں

۳......چونکہ خیر صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے لہٰذا جس چیز میں بندہ کے ارادہ واختیار کو دخل نہ ہو وہ محض خیر ہی ہے اسے اپنے حق میں عذاب اور مصیبت نہیں سمجھنا چاہیے مثلاً باطنی کیفیات وغیرہ۔ (۲۶)

۴......حکومت وبادشاہت اور مال ودولت کا حاصل ہوجانا تکوینی مصالح کے اعتبار سے ہوتا ہے، یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے قرب اور رضا کی دلیل نہیں ہیں۔ (۲۶)

۵......لیل ونہار دیوی دیوتا نہیں ہیں (جیسا کہ بعض جاہل قوموں نے سمجھا) بلکہ اللہ تعالیٰ کی عاجز مخلوق ہیں۔ (۲۷)

موالاتِ کفار

﴿۲۸......۳۰﴾

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ
نہ بناویں مسلمان کافروں کو دوست مسلمانوں کو چھوڑ کر اور جو کوئی یہ کام کرے تو نہیں اُس کو

مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ إِلَّآ أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ ۗ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيرُ ﴿٢٨﴾
اللہ سے کوئی تعلق مگر اس حالت میں کہ کرنا چاہو تم اُن سے بچاؤ اور اللہ تم کو ڈراتا ہے اپنے سے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

قُلْ إِن تُخْفُوا مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
تو کہہ اگر تم چھپاؤ گے اپنے جی کی بات یا اسے ظاہر کرو گے جانتا ہے اسکو اللہ اور اس کو معلوم ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں اور

فِي الْأَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٩﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ
جو کچھ ہے زمین میں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جس دن موجود پاویگا ہر شخص جو کچھ کہ کی ہے اُس نے نیکی

مُّحْضَرًا ۛ وَمَا عَمِلَتْ مِن سُوٓءٍ ۛ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُۥٓ أَمَدًا بَعِيدًا ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ
اپنے سامنے اور جو کچھ کہ کی ہے اُس نے برائی آرزو کریگا کہ مجھ میں اور اُس میں فرق پڑ جاوے دور کا اور اللہ ڈراتا ہے تم کو

نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾

اپنے سے اور اللہ بہت مہربان ہے بندوں پر

ربط: جب حکومت وسلطنت اور عزت وذلّت کا مالک تنہا اللہ ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ صرف اللہ کے ساتھ اور اللہ والوں کے ساتھ ہی دوستی لگائیں، ایمان کے دشمنوں کے ساتھ نہ دوستی لگائیں اور نہ ہی ان سے کسی نفع رسانی اور مدد کی توقع رکھیں۔

تسہیل: مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کو نظرانداز کر کے کافروں کے ساتھ دوستی نہ لگائیں، جو شخص ایسا کرے گا اس کا اللہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا ہاں اگر تمہیں ان سے ضرر کا اندیشہ ہو تو بچاؤ کی کوئی صورت اختیار کر سکتے ہو اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے یاد رکھو! تم نے بالآخر اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے O آپ ان سے فرما دیجئے کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے خواہ اسے پوشیدہ رکھو یا ظاہر کر دو، اللہ اسے جانتا ہے اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اسے بھی جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے O جس دن ہر شخص اپنے نیک اعمال کو سامنے موجود پائے گا اور برے اعمال کو بھی، تو وہ آرزو کرے گا کہ اے کاش میرے درمیان اور برے اعمال کے درمیان دور کی مسافت حائل ہو جاتی اور اللہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے O

تفسیر

(۲۸) اس آیت کریمہ کی طرح دوسری متعدد آیات میں بھی مسلمانوں کو کفار کے ساتھ دوستی لگانے سے منع کیا گیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کفار کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھنا جائز نہیں بلکہ اس میں کچھ تفصیل ہے، صاحبِ تحقیق علماء فرماتے ہیں کہ کفار کے ساتھ حسنِ سلوک کی تین صورتیں ممکن ہیں مدارات، مواساۃ اور موالات {۱۳}

مدارات یعنی احسان اور نفع رسانی صرف تین حالتوں میں درست ہے ایک تو اپنے آپ کو اور جماعتِ مسلمین کو کفار کے شر اور ضرر سے بچانے کے لیے۔

دوسرے خود کافر کی دینی مصلحت کی بناء پر یعنی جب کہ اس کی ہدایت کی امید ہو۔

تیسرے اکرامِ ضیف کے طور پر یعنی اگر کافر مسلمان کا مہمان ہو تو اس کی آؤ بھگت کی جا سکتی ہے۔

مدارات یعنی ظاہری خوش اخلاقی کا معاملہ سوائے حربی کے ہر کافر کے ساتھ کیا جا سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دل میں ان کے عقائد واعمال سے محبت نہ ہو۔

{۱۳} بیان القرآن ۲/۱۰

جہاں تک موالات یعنی حقیقی اور قلبی دوستی کا تعلق ہے وہ کفار کے ساتھ کسی صورت بھی جائز نہیں......عربی زبان میں موالات کا لفظ ایسے قرب ومحبت کو ظاہر کرتا ہے جو ایک انسان کو دوسرے کی ہر قسم کی امداد پر آمادہ کرتا ہے، ایسا تعلق صرف مسلمانوں کے ساتھ رکھا جا سکتا ہے، کفار کے ساتھ اس قسم کا قلبی اور قریبی تعلق رکھنا جائز نہیں۔

﴿اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا الخ﴾ (مگر یہ کہ تم بچاؤ کی کوئی صورت اختیار کرلو) اگر کافر با اختیار ہو اور اس کی جانب سے تمہیں شدید ضرر مثلاً قتل وغیرہ کا اندیشہ ہو تو اس کے ضرر سے بچاؤ کے لیے مدارات جیسی کوئی صورت اختیار کی جاسکتی ہے {۱۴} بلکہ جبر واکراہ کی صورت میں جان بچانے کے لیے زبان سے کلمہ کفر بھی ادا کیا جاسکتا ہے {۱۵} بعض روافض نے اس آیت سے نہ صرف تقیہ کے جواز پر استدلال کیا ہے بلکہ تقیہ کو ایک فضیلت والا عمل قرار دے دیا ہے، چنانچہ ان کے بعض ائمہ کہتے ہیں:

من صلی وراء سنی تقیة فکانما صلی وراء نبی {۱۶}

''جس شیعہ نے تقیہ کرتے ہوئے کسی سنی امام کے پیچھے نماز پڑھی اسے اس قدر اجر ملے گا کہ گویا اس نے کسی نبی کے پیچھے نماز پڑھی''

حقیقت میں اہلِ تشیع کا تقیہ، منافقت کا ہم معنی ہے جس میں جھوٹ بولنے کو ثواب کا کام سمجھا جاتا ہے۔

(۲) (اے مسلمانو! تم خفیہ یا اعلانیہ کسی طور بھی کفّار کے ساتھ دوستی نہ لگانا اس لئے کہ) اللہ تمہارے دلوں میں پوشیدہ خیالات کو بھی جانتا ہے اور تمہارے ظاہری معاملات کو بھی جانتا ہے اور قدرتِ کاملہ ہونے کی وجہ سے تمہیں جب چاہے سزا بھی دے سکتا ہے۔

(۳۰) (اگر وہ دنیا میں پردہ پوشی سے کام لیتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آخرت میں بھی تم سے باز پرس نہیں ہوگی) تمہیں اس دن سے ڈرنا چاہئیے جس دن تمہارے اچھے یا برے اعمال جو بھی ہوں گے وہ تمہارے سامنے آموجود ہوں گے پھر تم پچھتاؤ گے اور تمنا کرو گے کہ اے کاش ہم نے یہ اعمال نہ کیے ہوتے اور ہم ان سے بہت دور کی مسافت پر ہوتے {۱۷} لیکن اس دن کا پچھتاوا کسی کام نہیں آئے گا۔

﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَه‘﴾ (اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے) اور اس کا یہ ڈرانا تم سے نفرت کی بناء پر نہیں بلکہ محبت اور شفقت کی بناء پر ہے۔

{۱۴} الا ان تخافوا من جهتهم امرا يجب اتقاؤه (كشاف۔۱/۳۸۰)

{۱۵} التقة لاتحل الا مع خوف القتل او القطع او الايذاء العظيم (الحامع لاحكام القرآن۔٤/٥٧)

{۱۶} روح المعانی (۲/۱۹۸)

{۱۷} وادة تباعدما بينها وبين اليوم اوعمل السوء (كشاف۔۱/۳۸۱)

حکمت وہدایت:

۱......کافروں کے طور طریقوں کو پسند کرنا اوران سے قلبی دوستی لگانا حرام ہے۔(۲۸)

۲......کفار کے لیے جاسوسی یا ایسا تعلق جس سے مسلمانوں کے اجتماعی مفادات کو نقصان پہنچے، کفر وارتداد تک پہنچا سکتا ہے۔(۲۸)

۳......مسلمان کی قلبی دوستی مسلمان کے ساتھ ہی ہونی چاہیے بلکہ اللہ کے نزدیک یہ ایسا عمل ہے جو قیامت کے دن مغفرت کا سبب بنے گا۔(۲۱)

۴......اسلامی مملکت میں رہنے والے غیر مسلموں کے ساتھ مالی تعاون کرنا اور خوش اخلاقی کا معاملہ کرنا جائز ہے۔(۲۸)

۵......کافروں سے جان بچانے کے لیے مجبوری کی بناء پر ظاہری طور پر ان کی موافقت جائز ہے۔لیکن عزیمت یہی ہے کہ جان دے دی جائے مگر زبان سے کلمہ کفرادانہ کیا جائے۔(۲۸)

۶......اللہ تعالیٰ کا علم، جزئیات وکلیات اور حاضر وغائب سب پر حاوی ہے۔(۲۹)

۷......قیامت کے دن انسان کو اس کے اعمال کی جزا تو ملے گی ہی، یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی شرمساری کے لیے خود اس کے اعمال ہی اس کے سامنے حاضر کر دیے جائیں۔(۳۰)

۸......ہر خطا کار کبھی نہ کبھی اپنی خطاؤں پر ضرور پچھتاتا ہے...... یہ پچھتاوا دنیا میں بھی ہوسکتا ہے اور آخرت میں بھی ہوسکتا ہے......فرق یہ ہے کہ دنیا کے پچھتاوے سے فائدہ ہوسکتا ہے مگر آخرت میں پچھتانے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔(۳۰)

۹......قیامت کے دن کی حاضری سے ڈرنا چاہیے۔(۳۰)

۱۰......اللہ اپنے بندوں کو اپنی گرفت اور عذاب سے اس لیے ڈراتا ہے کہ وہ اپنے بندوں سے بڑی محبت کرتا ہے{۱۸}(۳۰)

اتباع رسول کی اہمیت

﴿۳۱......۳۲﴾

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ

تو کہہ | اگر تم | محبت رکھتے ہو | اللہ کی | تو میری راہ چلو | تاکہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ | تمہارے | اور اللہ | بخشنے والا

{۱۸}من رأفته بهم ان حذرهم نفسه(تفسير الحسن البصري ـ ص ۱/۲۱۹)

رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٣٢﴾

مہربان ہے تو کہہ حکم مانو اللہ کا اور رسول کا پھر اگر اعراض کریں تو اللہ کو محبت نہیں ہے کافروں سے

ربط: سورہ آلِ عمران کا ابتدائی حصہ عیسائیوں کے غلط عقائد کی تردید پر مشتمل ہے جو کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی محبت اور محبوبیت کے دعویدار تھے تو دوسری طرف گناہوں سے مغفرت کے لیے کفارہ کا عقیدہ رکھتے تھے ان آیات میں ان کے خودساختہ عقائد کی تردید کی گئی ہے O

تسہیل: آپ خدائی محبت کے ان دعویداروں سے فرما دیجیے کہ اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، جب تم ایسا کرو گے تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے سارے گناہ معاف کر دے گا، اور اللہ بہت معاف کرنے والا بے حد رحم کرنے والا ہے O آپ ان سے یہ بھی فرما دیجیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر وہ آپ کی اطاعت سے انکار پر قائم رہیں تو وہ سن لیں کہ اللہ تعالیٰ انکار کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا O

حکمت و ہدایت:

۱......اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرنا ہر انسان پر واجب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ”تم اللہ سے محبت کرو اس لیے کہ تم پر اس کی (بے شمار) نعمتیں ہیں اور اللہ کی محبت کی وجہ سے تم مجھ سے محبت کرو“۔ (ایسر التفاسیر ج ۱/ص ۳۰۸)

۲......اللہ تعالیٰ کی محبت وہ عظیم ہدف ہے جس کے حصول کے لیے اہلِ علم و عقل زندگی بھر کوشاں رہتے ہیں۔ (۳۱) اس ہدف تک پہنچنے کی تمنا رکھنے والوں کے لیے راتوں کی نیند، دنوں کا سکون، اہل وعیال کی محبت، مال و دولت کی چکا چوند، دنیا کی عیش وراحت اور زندگی کی پونجی کا قربان کرنا آسان ہو جاتا ہے...... تاریخ ایسے اہلِ محبت کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

۳......اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا سب سے محفوظ اور مستند راستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت ہے...... آپؐ کی اتباع کرنے والا انسان اللہ کا محبّ ہی نہیں، محبوب بن جاتا ہے (۳۱) اور جو اللہ کا محبوب بن جائے وہ سارے ملائکہ کا محبوب بن جاتا ہے {۱۹} اور پھر غیر محسوس طریقے سے اس کی محبت سارے نیک انسانوں کے دل میں بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

۴......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر خالی محبت کے دعوے ناقابلِ اعتبار ہیں جیسا کہ ورّاق کے بڑے پیارے اشعار ہیں:

تعصی الاله وأنت تظهر حبه هذا العمری فی القیاس بدیع

{۱۹} صحیح مسلم ۲/۳۳۱

لو کان حبک صادقا لأطعته ان المحب لمن یحبّ مطیع

ترجمہ: تم ایک جانب اللہ کی محبت کے دعوے کرتے ہو اور دوسری طرف اس کی نافرمانی بھی کرتے ہو ایسے دعاوی عجیب اور نا قابلِ یقین ہیں اگر تم اللہ کی محبت کے دعویٰ میں سچے ہوتے تو اس کی اطاعت ضرور کرتے اس لیے کہ انسان جس سے محبت کرتا ہے اس کی اطاعت ضرور کرتا ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ کا ایک زرّیں قول ہے فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت قرآن کی محبت ہے اور قرآن کی محبت کی علامت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامت سنت کی محبت ہے اور اللہ تعالیٰ، قرآن، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت چاروں کی محبت کی علامت آخرت کی محبت ہے''

۵......اتباعِ رسول کی برکت سے گناہ خود بخود معاف ہو جاتے ہیں۔ (۳۱)

۶......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انکار کرنا کفر ہے۔ (۳۲)

انتخاب انبیاء اور زوجہ عمران کی نذر کا قصہ

۳۳......۳۷

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا

بیشک اللہ نے پسند کیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے گھر کو اور عمران کے گھر کو سارے جہان سے جو اولاد تھے

مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِىْ بَطْنِىْ

ایک دوسرے کی اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے جب کہا عمران کی عورت نے کہ اے رب میں نے نذر کیا تیرے جو کچھ میرے پیٹ میں

مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ

ہے سب سے آزاد رکھ کر، سو تو مجھ سے قبول کر بیشک تو ہی ہے اصل سننے والا جاننے والا پھر جب اس کو جنا بولی اے رب میں نے تو

وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۗ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّىْ سَمَّيْتُهَا

اس کو لڑکی جنی اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا اور بیٹا نہ ہو جیسی وہ بیٹی ف اور میں نے اس کا نام رکھا

مَرْيَمَ وَاِنِّىْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۳۶﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا

مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے پھر قبول کیا اس کو اسکے رب

بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا

نے اچھی طرح کا قبول اور بڑھایا اس کو اچھی طرح بڑھانا اور سپرد کی زکریا کو جس وقت آتے اس کے پاس زکریا

الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ
حجرے میں پاتے اُس کے پاس کچھ کھانا کہا اے مریم کہاں سے آیا تیرے پاس یہ کہنے لگی یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾
اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے قیاس

ربط: پہلے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی زبانی محبت کے دعوے کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اتباع بھی ضروری ہے تو اب اسی مناسبت سے چند ایسے منتخب بندوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو خود بھی اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کرتے تھے اور انہوں نے ساری دنیا کے انسانوں کو بھی محبت کا صحیح اور سچا راستہ دکھایا۔

تسہیل: اللہ نے محبت ورسالت کے لیے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور عمران کے خاندان کو تمام جہان کے لوگوں میں منتخب فرمالیا تھا O یہ ایک دوسرے کی نسل سے تھے اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے O وہ وقت بھی یاد رکھنے کے لائق ہے جب عمران کی بیوی نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میرے پیٹ میں جو بچہ ہے میں اسے تیرے دین کے لیے وقف کرتی ہوں میں اسے دنیا کے کام دھندوں سے آزاد رکھوں گی تو میری اس نذر کو قبول فرمالے۔ تو دعاؤں کو سننے والا اور جذبات وخیالات کو جاننے والا ہے O جب بچہ پیدا ہوگیا تو بڑی حسرت سے کہنے لگیں میرے رب! میرے ہاں بچی پیدا ہوگئی (حالانکہ میں تو لڑکے کی تمنا رکھتی تھی) اللہ خوب جانتا تھا کہ اس کے ہاں کیا پیدا ہوا، جس لڑکے کی وہ تمنا رکھتی تھیں وہ کمالات میں اس لڑکی کے برابر نہیں ہوسکتا تھا اے اللہ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں O رب تعالیٰ نے اسے اچھی طرح قبول فرمالیا اور اسے عمدگی کے ساتھ نشو ونما دی، اور اسے حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت میں دے دیا حضرت زکریا علیہ السلام جب اس کے پاس حجرہ میں تشریف لاتے تو اس کے پاس عجیب وغریب سا رزق پاتے {۲۰}، ایک دن مریم سے پوچھا کہ اے مریم! یہ رزق تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کے ہاں سے آتا ہے بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے O

تفسیر

(۳۳) اللہ تعالیٰ نے جن خوش قسمت انسانوں کو اپنی محبت اور رسالت ونبوت کے لیے منتخب فرمایا ان میں سے

{۲۰} التنكير فى قوله رزقا يدل على تعظيم حال ذلك الرزق كانه قيل رزقا اى رزق غريب عجيب (تفسير كبير)

چند ایک یہ ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام:

پہلے انسان اور پہلے نبی، ابوالبشر، مسجودِ ملائک، جنت میں کچھ وقت گذار کر دنیا میں تشریف لائے۔

حضرت نوح علیہ السلام:

آدم ثانی ہونے کا شرف انہیں حاصل ہے، مشرکوں کی غرقابی کے بعد نسلِ انسانی انہیں سے پھلی اور پھولی، ساڑھے نوسو سال تبلیغ کی مگر صرف چالیس افراد نے ایمان قبول کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام:

آپ عراق کے علاقے میں ایک مشرک کے گھر پیدا ہوئے وہیں آپ کو نبوت ملی، قوم کو پیغام توحید پہنچایا مگر اس نے ٹھکرا دیا آپ ہجرت فرما کر فرات کے مغربی کنارے کے قریب ایک بستی میں چلے گئے جو ''اور کلدانیین'' کے نام سے مشہور ہے وہاں سے فلسطین اور فلسطین سے مصر تشریف لے گئے، دوسری بیوی حضرت ھاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو عرب کی ایک بے آباد وادی میں جہاں آج کعبہ ہے لا کر بسا دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت یوسف اور دوسرے بہت سارے انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

آلِ عمران:

حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد سے حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ان کی والدہ پیدا ہوئیں جن کا سلسلہ نسب حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

(۳۴) یہ سب ایک دوسرے کی نسل سے تھے یہ لوگ دینی فضیلت وعظمت اور اخلاق واعمال کے ساتھ ساتھ نسلی اور نسبی طور پر بھی آپس میں بہت قریب تھے۔

(۳۵) زوجۂ عمران جن کا اسم گرامی حنہ بنت فاقوذ تھا، ان کے ہاں عرصۂ دراز تک کوئی بچہ پیدا نہ ہوا، فطری طور پر اولاد کا اشتیاق دل میں رکھتی تھیں، اللہ تعالیٰ سے دعا کی، دعا قبول ہوئی اور آپ حاملہ ہوگئیں، {۲۱} جب حمل محسوس ہوا تو اللہ کے حضور نذر مان لی کہ اے اللہ میرا یہ بچہ تیرے دین اور تیرے مقدس گھر کی خدمت کے لیے وقف ہوگا تو میری اس نذر کو قبول فرمالے اس لیے کہ تو ہر قول اور دعا کو سنتا بھی ہے اور دلوں کی نیت اور اخلاص کو جانتا بھی ہے۔

{۲۱} تفسیر القرآن العظیم لابن کثیرؒ (ص۔۱/۳۱۵)

(۳۶) زوجۂ عمران دل میں بیٹے کی آس لگائے بیٹھی تھیں لیکن جب ان کی توقع کے برخلاف بیٹی پیدا ہوئی تو وہ افسردہ ہوگئیں اس لیے کہ بیٹیوں کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے قبول نہیں کیا جاتا تھا۔{۲۲}

بڑی افسردگی{۲۳} سے عرض کیا اے اللہ میری نذر کا کیا بنے گا میرے ہاں تو بیٹی کی ولادت ہوگئی ہے۔

"وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ" {۲۴} میں اس بچی کا نام مریم رکھتی ہوں اور اسے تیری پناہ میں دیتی ہوں اور تجھ سے دعا کرتی ہوں کہ تو اس کی اور اس کی اولاد کی شیطان کے شر سے حفاظت فرمانا۔

(۳۷) زوجۂ عمران تو پریشان تھیں کہ میری نذر کا کیا بنے گا لیکن اللہ تعالیٰ جو کہ بتانا چاہتا تھا کہ میں اپنے دین کی خدمت لڑکیوں سے بھی لے سکتا ہوں، اس نے والدۂ مریم کی نذر کو قبول فرمالیا اور ان کو جسمانی، روحانی، اخلاقی، علمی اور عملی اعتبار سے ایسی نشوونما عطا فرمائی کہ بیت المقدس کے چھوٹے بڑے خادم دیکھتے تھے تو مارے خوشی کے حیرت زدہ رہ جاتے تھے۔

"کَفَّلَهَا زَکَرِیَّا" چونکہ حضرت عمران انتقال فرما چکے تھے اس لیے حضرت زکریا علیہ السلام جو کہ حضرت مریمؑ کی خالہ کے شوہر، معبد کے خادموں کے سردار اور اللہ کے نبی تھے، انہیں حضرت مریمؑ کا سرپرست مقرر کیا گیا تاکہ وہ ان کی تربیت اور کفالت کریں۔

بیت المقدس کے خادموں کے لیے بنائے گئے مختلف حجروں میں سے ایک حجرہ حضرت مریمؑ کی سکونت اور عبادت کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔

جب کبھی حضرت زکریاؑ ان کے حجرہ میں تشریف لاتے تو ان کے پاس بے موسم کا پھل پاتے ایک دفعہ انہوں نے متعجب ہو کر سوال کیا اے مریم قحط سالی کے باوجود تمہارے پاس یہ پھل کہاں سے آتا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ یہ اس اللہ کی جانب سے ہے جو سارے انسانوں کو رزق دیتا ہے۔

حکمت وہدایت:

۱......اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے فضل واحسان کرتا ہے (۳۳)

۲......نبوت کسبی اور اختیاری چیز نہیں ہے بلکہ سراسر اللہ کا عطیہ اور انتخاب ہوتا ہے (۳۳)

{۲۲} وکانت العادة عندهم ان الذی یحرر ویفرغ لخدمة المسجد وطاعة اللّٰه هو الذکر دون الانثی (تهذیب التفسیر الکبیر۔ص۔۲/۷۴)

{۲۳} قالته تحسرا علی مارأت من خیبة رجائها وعکس تقدیرها (الکشاف۔ص۔۱/۳۸۴)

{۲۴} یعنی خادم الرب فی لغتهم (قرطبی۔ص۴/۶۸)

۳......سارے کے سارے انبیاء اخلاق واعمال میں ایک جیسے ہوتے ہیں{۲۵}(۳۴)

۴......حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ اللہ تھے نہ ابن اللہ تھے نہ ثالث ثلثۃ (تین میں سے تیسرے) تھے۔ بلکہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے جن کی والدہ کا نام مریم اور نانی کا نام حنّۃ تھا (۳۵)

۵......اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے وہ بانجھ کو بھی اولاد دے سکتا ہے (۳۵)

۶......سعادت مند والدین اپنی اولاد کو خدمتِ دین کے لیے وقف کر دیتے ہیں (۳۵)

۷......اللہ کی رضا کے لیے نذر سے اپنے اوپر ایسی عبادت کو لازم کیا جاسکتا ہے جو کہ بندے پر لازم نہیں ہوتی (۳۵)

۸......دین ودنیا کے خارجی اعمال اور واجبات کا ادا کرنا اصل میں مرد ہی کے ذمہ ہے (۳۶)

۹......انسان کو اگر کسی خیر کی توقع ہو تو اس کے فوت ہونے پر حزن والم کا اظہار جائز ہے (۳۶)

۱۰......اللہ تعالیٰ اگر توفیق دے تو عورتیں وہ کام کر سکتی ہیں جو مرد نہیں کر سکتے (۳۶)

۱۱......یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں کہ ہر مرد ہر عورت سے افضل ہوگا بلکہ بہت سی عورتیں دین وتقویٰ اور علم وعمل میں مردوں سے افضل ہوتی ہیں (۳۶) اسی لیے تو کہا گیا ہے۔

خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد
نہ ہر زن زن نہ ہر مرد مرد

(خدا نے پانچوں انگلیاں برابر نہیں رکھیں نہ ہر عورت، عورت اور نہ ہر مرد، مرد ہوتا ہے)

۱۲......ولادت کے دن سے اولاد کا نام رکھنا جائز ہے (۳۶)

۱۳......کراماتِ اولیاء برحق ہیں (۳۷)

قصہ زکریا ویحییٰ علیہما السلام

۳۸......۴۱

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ
وہیں دعا کی زکریا نے اپنے رب سے کہا اے رب میرے عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے اولاد پاکیزہ بیشک تو

سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ ۙ أَنَّ اللَّهَ
سننے والا ہے دعا کا پھر اس کو آواز دی فرشتوں نے جب وہ کھڑے تھے نماز میں حجرے کے اندر کہ اللہ تجھ کو

{۲۵} "ذرية بعضها" کی تفسیر میں امام قرطبیؒ فرماتے ہیں "ومعنى بعضها من بعض يعنى التنا صر فى الدين كماقال "المنفقون والمنافقات بعضهم من بعض" يعنى فى الضلالة قاله الحسن وقتادة وقيل فى الاجتباء والا صطفاء والنبوة وقيل المراد منه، التناسل وهذا اضعفها" (٦٤/٤)

يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی جو گواہی دیگا اللہ کے ایک حکم کی اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس نہ جائیگا اور نبی ہوگا صالحین سے

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ

کہا اے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور پہنچ چکا مجھ بڑھاپا اور عورت میری بانجھ ہے فرمایا اسی طرح

اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ

اللہ کرتا ہے جو چاہے کہا اے رب مقرر کر نشانی میرے لئے کچھ فرمایا نشانی تیرے لئے یہ ہے کہ نہ بات کریگا تو لوگوں سے تین

اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ ع

دن مگر اشارہ سے اور یاد کر اپنے رب کو بہت اور تسبیح کر شام اور صبح

ربط: حضرت مریمؑ کا ذوقِ عبادت، سعادت مندی اور اعلیٰ اخلاق دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں بھی آرزو پیدا ہوئی کہ کاش اللہ مجھے بھی ایسی ہی اولاد عطا فرمادے۔

تسہیل: اس موقع پر حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے میرے رب مجھے اپنی خصوصی عنایت سے نیک اولاد عطا فرما بے شک تو ہی دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے O فرشتوں نے ان کو اس وقت پکار کر کہا جس وقت وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ نام کے بیٹے کی خوش خبری دیتا ہے جو اللہ کے ایک کلمہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق کرے گا اور دین کا پیشوا، گناہوں سے روکنے والا، اللہ کا نبی اور اس کے نیک بندوں میں سے ہوگا O حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کیا میرے رب، میرے ہاں بیٹا کیسے پیدا ہوگا حالانکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میرے بیوی بانجھ ہے، اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا اسی طرح ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو ارادہ کر لیتا ہے وہ پورا کر کے رہتا ہے O انہوں نے عرض کیا میرے رب میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر دے جس سے مجھے حمل ٹھہرنے کا علم ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے لیے نشانی یہ ہے کہ تم تین روز تک لوگوں سے سوائے اشارہ کے بات نہیں کر سکو گے، ان دنوں میں اپنے رب کو کثرت سے یاد کرنا اور شام اور صبح اللہ تعالیٰ کی خوب تسبیح بیان کرنا O

تفسیر

(۳۸) حضرت مریم علیہا السلام جیسی صالحہ عابدہ {۲۶} بچی کو دیکھ کر یا ان کے پاس بے موسم کے پھل دیکھ کر {۲۷}

{۲۶} حينما رأى زكريا حال مريم وتفرغها للعبادة وتفضل الله عليها بالا رزاق الوفية دعاربه ان يرزقه ولد اصالحا مثلها (التفسير المنير ـ ۳ـ ۴/۲۱۷)

{۲۷} لما وجد زكريا عند مريم ثمر الشتاء في الصيف وثمر الصيف في الشتاء (روح المعانی ـ ۲/۲۳۱)

حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں بھی اولاد کی آرزو پیدا ہوئی اور انہوں نے بڑے سوز اور درد سے اسی جگہ اور اسی وقت دعا کی کہ اے میرے رب مجھے بھی اولاد سے نواز دے۔

(۳۹) یہ پُرسوز دعا جو پاک انسان کے پاک دل سے نکلی تھی قبول ہوئی اور ولادت سے قبل ہی اس کا نام اور اخلاق وصفات بھی بتادیئے گئے۔

☆''بِیَحْییٰ''(اس کا نام یحییٰ ہوگا)انجیل متّی میں ''یوحنا معمدانی'' آیا ہے عربی لغت کے اعتبار سے یحییٰ میں زندگی کا معنٰی پایا جاتا ہے، حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان اور نبوت کے ساتھ زندگی عطا فرمائی تھی اس لیے ان کا نام یحییٰ رکھا گیا۔ دوسرے حضرات کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے ضلالت میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو ہدایت سے زندگی عطا کی اس لیے انہیں یحییٰ کہا گیا۔{۲۸}

☆کلمۃ اللہ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ چونکہ ان کی ولادت عادی طریقہ کے بجائے براہ راست اللہ کے حکم سے ہوئی اس لئے انہیں ''کلمۃ اللہ'' کہا جاتا ہے۔{۲۹}

سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنے والے اور ان پر ایمان لانے والے حضرت یحییٰ علیہ السلام ہی تھے۔{۳۰}

☆''سَیِّدًا'' وہ دینی معاملات میں لوگوں کے پیشوا اور سردار ہوں گے۔

☆''وَّحَصُوْرًا'' ان پر خوفِ آخرت اس قدر غالب ہوگا کہ وہ شہوت ہوتے ہوئے بھی عورتوں سے دور رہیں گے اور انہیں اپنے نفسانی جذبات اور خواہشات پر کمال درجہ کا قابو حاصل ہوگا۔{۳۱}

☆''نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ'' وہ جماعتِ انبیاء اور کاروانِ صلحاء کے ایک فرد ہوں گے جو لوگ انبیاء کے بارے میں عیسائیوں اور بالخصوص یہود کی ہرزہ سرائیوں سے ناواقف ہیں انہیں ''نبیا'' کے بعد ''من الصلحین'' کی صفت ذکر کرنے پر تعجب ہوگا اور تعجب کی وجہ یہ ہے کہ قرآن نے ہمارے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بٹھادی ہے کہ اللہ کا ہر نبی سیرت وکردار اور عقیدہ وعمل کے اعتبار سے اپنے وقت کے انسانوں میں سے سب سے افضل اور اعلیٰ ہوتا ہے ورنہ یہود ونصاریٰ کے ہاں معاذ اللہ، اللہ کا نبی زانی اور شرابی بھی ہوسکتا ہے اور اس سے شرک کا ارتکاب بھی ہوسکتا ہے۔{۳۲}

{۲۸}الجامع لاحکام القرآن للقرطبی (٤/٧٦)
{۲۹}وانما سمی عیسی علیه السلام بذلك لانه وجد بكلمة كن، من دون توسط سبب عادی(روح المعانی۔۲/۲۳۵)
{۳۰}روح المعانی۔ص۲/٢٤٥
{۳۱}ومعناه الذی لایأتی النساء مع القدرة علی ذلك(روح المعانی ۔ص۔۲/۲۳۷)
{۳۲}دیکھیے عہد عتیق کا باب سلاطین۔۱۱۔۴۔۹۔۱۰...... یاد رہے کہ عہد عتیق میں وہ صحائف شامل ہیں جن پر یہود ونصاریٰ دونوں کا ایمان ہے۔

(۴۰)اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عجب آفرینیاں دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام دعا تو کر بیٹھے بچے کی ولادت کی بشارت بھی سن لی مگر اب جب اسبابِ عادیہ پر نظر ڈالی تو جناب باری تعالیٰ میں تعجب سے سوال کیا کہ اے اللہ! میں اور میری بیوی دونوں بڑھاپے کی آخری سرحد پر پہنچے ہوئے ہیں{۴۳}اب اس بشارت کے ظہور کی کیا صورت ہوگی، کیا ہمیں دوبارہ جوانی دی جائے گی یا بڑھاپا ہوتے ہوئے ہی اولاد سے نوازا جائے گا۔

''قَالَ كَذٰلِكَ'' جواب دیا گیا کہ نہ جوانی کو واپس لانے کی ضرورت ہے نہ کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرنے کی حاجت ہے۔ جیسے جوانی میں بچے پیدا ہوتے ہیں ایسے ہی بڑھاپے میں بھی بچہ پیدا ہوگا، ولادت کا زمانہ ہونا اور نہ ہونا تو انسانوں کے مشاہدہ کے اعتبار سے ہے، اللہ جب چاہے روزمرہ کے مشاہدہ کے خلاف بھی کرسکتا ہے اس کی قدرت انسانی مشاہدات اور عادی قوانین کی پابند نہیں۔

(۴۱)شدّتِ اشتیاق کی بناء پر عرض کیا کہ اے میرے رب! اس عجوبے کے ظہور کی کوئی نشانی مقرر فرما دیجیے جس سے مجھے حمل کے ٹھہرنے اور زمانہ ولادت کے قریب ہونے کا علم ہو جائے۔

نشانی یہ بتائی گئی کہ جب حمل ٹھہرے گا تمہاری زبان تین دن کے لئے بند ہو جائے گی، چنانچہ ایسے ہی ہوا اور وہ اللہ جو بعض لوگوں کی زبان سالہا سال کے لئے بند کر دیتا ہے اس نے حضرت زکریا علیہ السلام کی زبان تین دن کے لئے بند کر دی اور آپ ان تین دنوں میں اللہ کے ذکر اور حمد و تسبیح کے سوا کچھ نہ کر سکتے تھے یوں آپ کے یہ تین دن صرف اللہ کے ذکر اور شکر میں بسر ہوئے۔

حکمت وہدایت

۱......مبارک وقت اور مبارک جگہ میں دعا کرنے سے قبولیت کی امید زیادہ ہوتی ہے۔(۳۸)

۲......سارے کے سارے انبیاء اور اولیاء اولاد سمیت ہر نعمت اللہ ہی سے مانگتے تھے۔(۳۸)

۳......اولاد ہونا یا نہ ہونا کسی کے مقبول یا مردود ہونے کی علامت نہیں۔(۳۸)

۴......دوسروں پر اللہ کے انعامات کی بارش دیکھ کر بارگاہِ الٰہی میں اپنے لیے دستِ سوال دراز کرنا چاہیے۔(۳۸)

۵......دعا کرتے ہوئے اسباب پر نہیں مسبب الاسباب پر نظر رکھنی چاہیے۔(۳۸)
(یہ ہدایت ہمیں ''من لدنک'' سے حاصل ہوتی ہے۔)

۶......ایسے امور کے لیے دعا جو اسبابِ قریبہ سے ہٹ کر ہوں، آدابِ دعا کے منافی نہیں۔(۳۸)

{۴۳}روی عن ابن عباس رضی اللہ عنهما انه کان له علیه السلام حین بشر بالولد مائة وعشرون سنة و کانت امرأته بنت ثمان وتسعین سنة(روح المعانی۔۲/۲۳۸)

۷......اولاد کی خواہش کا ہونا زہد وتقویٰ کے منافی نہیں{۳۴} بلکہ یہ تو مرسلین اور صدیقین کی سنت ہے۔(۳۸)

۸......اللہ تعالیٰ سے مطلق اولاد کی نہیں بلکہ نیک اولاد کی دعا کرنی چاہیے کیونکہ نیک اولاد انسان کے لیے صدقہ جاریہ اور رفع درجات کا ذریعہ ہوتی ہے۔{۳۵}(۳۸)

۹......دعا میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر کرنا اور اسے ان صفات کا واسطہ دینا قبولیت کا سبب بنتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے رب اور سمیع دو صفات ذکر فرمائیں۔(۳۸)

۱۰......دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ تضرع اور آہستگی سے اور نماز کی حالت میں کی جائے۔(۳۸)

۱۱......ایک فرشتے پر بھی جمع کے لفظ یعنی ''ملائکہ'' کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ یہاں اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ ''ملائکہ'' سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔{۳۶}(۳۸)

۱۲......بڑے بڑے مؤمنین مخلصین کے دل میں شیطان وسوسہ پیدا کر سکتا ہے لیکن اللہ اپنے فضل سے ان وساوس کو ختم کر دیتا ہے۔{۳۷}(۳۹)

۱۳......اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی دعائیں کرامت کے طور پر محیّر العقول طریقے سے قبول فرما لیتا ہے۔(۳۹)

۱۴......اللہ تعالیٰ کے کلمات اور احکام کی تصدیق اور دینی پیشوائی کی توفیق مل جانا اس کے خصوصی انعامات میں سے ہیں۔(۳۹)

۱۵......نفسانی خواہشات اور شہوانی جذبات کو مغلوب رکھنا اعلیٰ ترین خلق ہے۔(۳۹)

ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ کئی شادیاں کیں لیکن اس کے باوجود آپ کو اپنی خواہشات اور جذبات پر جو قابو حاصل تھا اس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی ''وکان املککم لاربہ'' (تم سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شہوت پر ضبط حاصل تھا) مشکوۃ ۱/۱۷۶

۱۶......اللہ تعالیٰ سے اطمینان کا سوال ایمان اور یقین کے منافی نہیں (۴۰)

(حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے نشانی طلب کی اور حضرت ابراہیم اور حضرت عزیر علیہما السلام نے

{۳۴}قال العبد الضعیف فیہ مسئلتان ذکرتھما فی سورۃ مریم علیھا السلام الاول ان طلب الولدلاینا فی الزھد والثانی ان سوال المسبب من الاسباب البعیدہ لاینافی الادب (بیان القرآن۔۲/۱۵)

{۳۵}قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "اذا مات احدکم انقطع عملہ الامن ثلاث فذکر :اوولد صالح یدعولہ (صحیح مسلم۔۲/۴۱)

{۳۶}ذلک جائز فی کلام العرب بان تخبر عن الواحد بمذھب الجمع(ابن جریر)

{۳۷}فلما سمع البشارۃ من الملائکۃ جاءہ الشیطان وقال لہ ان الذی سمعتہ من البشری ھومن الشیطان ولو کان من الرحمن لاوحی الیک وحیا(ایسر التفاسیر۔۱/۳۱۳)

مردوں کو زندہ کرنے کا منظر دیکھنے کی درخواست کی...... یہ سب درخواستیں قلبی اطمینان کے لیے تھیں)

۱۷......بعض مسائل میں اشارہ بھی کلام کے قائم مقام ہوتا ہے۔{۳۸}

۱۸......انسانی کلام پر قدرت نہ بھی رہے تو بھی رحمانی کلام یعنی ذکر و تسبیح کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے، زبان سے نہ سہی تو دل ہی سے سہی (۴۰)

۱۹......اللہ تعالیٰ کا ذکر کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

حضرت کعب قرظی رحمہ اللہ نے بڑی پیاری بات ارشاد فرمائی ہے، فرماتے ہیں "اگر کسی کو ترکِ ذکر کی رخصت دی جاتی تو حضرت زکریا علیہ السلام کو ضرور رخصت دی جاتی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بچے کی ولادت کی نشانی یہ مقرر کی تھی کہ آپ لوگوں سے بات نہیں کر سکیں گے اس کے باوجود انہیں حکم دیا کہ اپنے رب کا ذکر بہت زیادہ کریں"۔

اسی طرح اگر کسی کو ترکِ ذکر کی رخصت دی جاتی تو جنگ میں مصروف مجاہدین کو ضرور دی جاتی جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے۔

"اے ایمان والو جب کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ"

۲۰......شام اور صبح کے وقت ذکر کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے تو اس سے نمازِ فجر اور نمازِ عصر کی فضیلت ثابت ہوتی ہے حدیث میں بھی ہے۔

"من صلى البردين دخل الجنة" جو دونوں ٹھنڈے اوقات کی نمازیں پڑھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(مشکوٰۃ/۶۲)

قصہ مریم

﴿۴۲......۴۴﴾

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ

اور جب فرشتے بولے اے مریم اللہ نے تجھ کو پسند کیا اور ستھرا بنایا اور پسند کیا تجھ کو سب جہان کی عورتوں پر اے مریم بندگی کر اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنیوالوں کے یہ خبریں

{۳۸}فی هذه الآية دليل على ان الاشارة تنزل منزلة الكلام وذلك موجود فی كثير من السنة(قرطبی)

أَنۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ
غیب کی ہیں جو ہم بھیجتے ہیں تجھ کو اور تو نہ تھا اُن کے پاس جب ڈالنے لگے اپنے قلم کہ کون پرورش میں لے

مَرْيَمَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿۴۴﴾
مریم کو اور تو نہ تھا اُن کے پاس جب وہ جھگڑتے تھے

ربط: حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت خارق عادت کے طور پر بوڑھے والدین سے ہوئی، اس مناسبت سے اس سے بھی عجیب تر قصہ ولادت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا جارہا ہے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

تسہیل: وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب فرشتوں نے کہا اے مریمؑ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قبول کرلیا ہے اور ناپسندیدہ افعال واخلاق سے پاک کردیا ہے اور بعض خصوصیات کے اعتبار سے تمہیں سارے جہاں کی عورتوں کے مقابلہ میں منتخب فرمالیا ہے۔O اے مریمؑ (جب تم پر یہ انعامات کیے گئے ہیں تو ان کا تقاضا یہ ہے کہ) تم اپنے رب کی فرماں بردار بن کر رہو، اس کے سامنے سربسجود رہو اور اللہ کے سامنے جھکنے والوں کے ساتھ تم بھی جھکا کرو O اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں حالانکہ آپ اس وقت ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ اپنے قلم ڈال کر یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ان میں سے کون مریمؑ کا کفیل اور سرپرست بنے اور نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ اس بارے میں آپس میں جھگڑ رہے تھے O

﴿تفسیر﴾

(۴۲) فرشتوں نے حضرت مریمؑ کو اللہ تعالیٰ کے تین انعامات کی اطلاع دی۔

ا۔ ''اصْطَفَاكِ'' اللہ تعالیٰ نے تجھے ہیکل کی خدمت کے لیے قبول کرلیا ہے حالانکہ اس سے قبل یہ کام صرف لڑکوں اور مردوں کے لیے مخصوص تھا۔{۳۹}

۲۔ ''طَهَّرَكِ'' تجھے ہر قسم کی حسی اور معنوی، ظاہری اور باطنی گندگیوں سے پاک بنایا{۴۰} فاسد عقائد اور برے اخلاق تمہارے قریب بھی نہیں بھٹکیں گے۔

۳۔ ''اصْطَفَاكِ'' تمہیں بعض ایسی خصوصیات عطا کی ہیں جو جہان کی عورتوں میں سے کسی کو حاصل نہیں مثلاً کسی مرد کے ساتھ تعلق کے بغیر بچے کی ولادت۔{۴۱}

{۳۹} حين تقبلك من أمك وربّاك واختصك بالكرامة السنية (كشاف۔ص ۱/۳۸۹)

{۴۰} والاولى الحمل على العموم اى طهرك من الاقذار الحسية والمعنوية والقلبية والقالبية (روح المعانی۔۲/۲۴۸)

{۴۱} وهو ما كان آخر من هبة عيسىٰ عليه السلام لها من غير أب ولم يكن ذلك لاحد من النساء (روح المعانی۔۲/۲۴۸)

(۴۳) ان تین انعامات کا شکر تین طریقے سے ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔

ا۔''اقْنُتِيْ''اپنے رب کی فرماں بردار بن کر رہو۔

۲۔''اسْجُدِيْ''اپنے مالک وخالق کے سامنے سر بسجود رہو۔

۳۔''ارْكَعِيْ''ہمیشہ ایسے لوگوں کے ساتھ رہنا جو اللہ کے سامنے جھکنے والے ہیں{۴۲}اس کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا۔

(۴۴) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ واقعات آپ کے دنیا میں آنے سے سینکڑوں سال پہلے پیش آ چکے ہیں اور تاریخ کی کسی صحیح کتاب میں محفوظ بھی نہیں۔ آپ کو وحی کے ذریعے بتائے جا رہے ہیں اور یہ آپ کی نبوت کی صداقت کی واضح دلیل ہیں۔

''اِذْيُلْقُوْنَ''حضرت مریمؑ ہیکلِ مقدس کے خادموں، مؤذنوں، علماء اور عبادت گذاروں کے سردار حضرت عمران کی بیٹی تھیں اس لیے ان میں سے ہر ایک کی آرزو تھی کہ ان کی سرپرستی اور کفالت کا شرف مجھے حاصل ہو، یہ مشترکہ آرزو ان میں باہمی تنافس اور مقابلے کی صورت اختیار کر گئی جس کے بعد یہ طے پایا کہ قرعہ اندازی کر لی جائے{۴۳} قرعہ میں جس کا نام نکل آئے، کفالت کا شرف اسے دے دیا جائے۔

قرعہ میں حضرت زکریا علیہ السلام کا نام نکل آیا چنانچہ وہی حضرت مریمؑ کے کفیل اور سرپرست ٹھہرے۔

حکمت وہدایت:

ا.....حضرت مریمؑ ولیہ اور صدیقہ تھیں اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمانی جمال اور علمی اور عملی کمال عطا فرمایا تھا (۴۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے کہ ''مرد تو بہت سارے کامل ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں سے صرف فرعون کی بیوی آسیہ اور عمران کی بیٹی مریم صاحبِ کمال ہوئی ہیں اور تمام عورتوں پر عائشہ کو وہی فضیلت حاصل ہے جو ثرید کو سارے کھانوں پر حاصل ہے''

۲.....حضرت مریم علیہا السلام کو بہت ساری وہبی خصوصیات کی بناء پر اپنے زمانے کی عورتوں پر فضیلت حاصل تھی۔ اس آیت سے ان کی فضیلت بعد کے زمانے کی عورتوں پر ثابت نہیں ہوتی{۴۴} (۴۲)

{۴۲}کونی معهم فی عداد هم ولاتکونی فی عداد غیر هم(کشاف۔۱/۳۸۹)

{۴۳}"اذیلقون اقلامهم" ای یرمونها ویطرحونها للاقتراع(روح المعانی۔۲/۲۰۳)

{۴۴}وقیل المراد نساء عالمیها فلا یلزم منه افضلیتها علی فاطمۃ رضی اللہ عنها(روح المعانی۔ص۴۴۸)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ آگے چل کر فرماتے ہیں وقد سئل الامام السبکی عن هذه المسألة فقال الذی نختاره وندین الله تعالیٰ به أن فاطمة بنت محمد صلی الله علیه وسلم أفضل ثم أمها ثم عائشة ووافقه فی ذلك البلقینی(۲۵۰)

۳......مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہر ہر نعمت کا شکر ادا کرے (۴۳)

۴......جو لوگ اللہ کے زیادہ قریب ہوتے ہیں وہ اتنے ہی زیادہ تابعِ فرمان اور عبادت گذار ہوتے ہیں (۴۳) امام اوزاعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت مریم نماز میں اتنا طویل قیام فرماتی تھیں کہ ان کے قدموں میں ورم آ جاتا تھا۔

۵......نماز کے ارکان میں سے سب سے افضل رکن سجدہ ہے اسی لیے یہاں اسے رکوع سے پہلے ذکر کیا گیا ہے حالانکہ وہ عملی ترتیب کے اعتبار سے رکوع سے مؤخر ہے۔ (۴۳)

۶......تواضع اور نماز اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے (۴۳)

۷......آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم و تعلّم کے بغیر ٹھیک ٹھیک غیبی خبریں بتانا آپ کی نبوت کی دلیل ہے (۴۴)

۸......اثبات حق کے لیے تو قرعہ اندازی جائز نہیں لیکن ترجیح اور تمییز کے لیے جائز ہے{۴۵} (۴۴)......مثلاً یہ تو جائز نہیں کہ ہم قرعہ سے ثابت کریں کہ اس مکان کا مالک اسامہ ہے یا طلحہ البتہ اگر وہ دونوں مالک ہوں لیکن تقسیم کی صورت میں نزاع کا اندیشہ ہو تو ہم قرعہ سے ثابت کر سکتے ہیں کہ مکان کا کون سا حصّہ اسامہ کو ملے گا اور کون سا حصّہ طلحہ کو ملے گا۔

۹......ماں کے بعد بچے کی تربیت اور کفالت کا حق سب سے زیادہ خالہ کو حاصل ہوتا ہے (۴۴) بخاری اور مسلم میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے 'الخالة بمنزلة الام' (خالہ ماں کے بمنزلہ ہوتی ہے) اسی بناء پر حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی حضرت مریم کو اپنی کفالت میں لینا چاہا تھا لیکن ھیکل کے دوسرے خدام کے اختلاف و انکار کی وجہ سے قرعہ اندازی کرنی پڑی۔

۱۰......پورے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں میں سے صرف حضرت مریم کا نام ذکر کیا ہے بعض علماء نے اس میں یہ حکمت بتائی ہے کہ اس میں نصاریٰ کے اس دعویٰ کی تردید ہے کہ حضرت مریمؑ اللہ کی بیوی ہیں کیونکہ کوئی بھی غیرت مند انسان دوسروں کے سامنے اپنی بیوی کا نام لیتے ہوئے شرماتا ہے اگر وہ معاذ اللہ، زوجۂ خدا ہوتیں تو وہ کبھی سارے انسانوں کے سامنے اس کا نام نہ لیتا۔

اس میں دوسری حکمت یہ ہے کہ باپ نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نسب والدہ سے ثابت ہے۔

{۴۵}وفی هذه الآية دلالة علی أن القرعة لها دخل فی تمییز الحقوق (روح المعانی۔۲/۲۵۵)

قصہ عیسیٰ علیہ السلام

(۴۵......۵۱)

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ
جب کہا فرشتوں نے اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے ایک اپنے حکم کی جس کا نام مسیح ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا
مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ
مرتبہ والا دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ کے مقربوں میں اور باتیں کریگا لوگوں سے جبکہ ماں کی گود میں ہوگا
وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ أَنّٰى يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ
اور جبکہ پوری عمر کا ہوگا اور نیک بختوں میں ہے۔ بولی اے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور مجھ کو ہاتھ نہیں لگایا کسی آدمی نے
قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ إِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۴۷﴾ وَيُعَلِّمُهُ
فرمایا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے جب ارادہ کرتا ہے کسی کام کا تو یہی کہتا ہے اس کو کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے اور سکھا دیگا اس
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْإِنْجِيلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُولًا إِلٰى بَنِي إِسْرَآءِيلَ أَنِّي قَدْ
کو کتاب اور تہ کی باتیں اور توریت اور انجیل اور کریگا اس کو پیغمبر بنی اسرائیل کی طرف بیشک میں
جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ
آیا ہوں تمہارے پاس نشانیاں لیکر تمہارے رب کی طرف سے کہ میں بنا دیتا ہوں تم کو گارے سے پرندہ کی شکل پھر اس میں پھونک
فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِ الْمَوْتٰى بِإِذْنِ اللّٰهِ
مارتا ہوں تو ہو جاتا ہے وہ اڑتا جانور اللہ کے حکم سے اور اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور جلاتا ہوں مردے اللہ کے حکم سے
وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ إِنْ
اور بتا دیتا ہوں تم کو جو کھا کر آؤ اور جو رکھ آؤ اپنے گھر میں اس میں نشانی پوری ہے تم کو اگر
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ
تم یقین رکھتے ہو اور سچا بتاتا ہوں اپنے سے پہلی کتاب کو جو توریت ہے اور اس واسطے کہ حلال کردوں تم کو بعضی
الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۵۰﴾ إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي
وہ چیزیں جو حرام تھیں تم پر اور آیا ہوں تمہارے پاس نشانی لے کر تمہارے رب کی سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو بیشک اللہ ہے رب میرا
وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿۵۱﴾
اور رب تمہارا سو اس کی بندگی کرو یہی راہ سیدھی ہے

ربط: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقارب اور والدہ کے تذکرہ کے بعد خود آپ کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

تسہیل: وہ وقت بھی یاد رکھنے کے لائق ہے جب فرشتوں نے کہا اے مریمؑ! اللہ تمہیں اپنے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا لقب مسیح اور نام عیسیٰ بن مریم ہوگا وہ دنیا اور آخرت میں وجاہت والا اور اللہ کے مخصوص لوگوں میں سے ہوگاO وہ ماں کی گود میں اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے یکساں گفتگو کرے گا اور اعلیٰ درجہ کے نیک انسانوں میں سے ہوگاO مریمؑ نے عرض کیا میرے رب! مرے ہاں بچہ کیسے ہوگا حالانکہ مجھے کسی انسان نے ہاتھ تک نہیں لگایا، فرمایا اسی طرح ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے، جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہو جا، پس وہ ہو جاتا ہےO اللہ تعالیٰ اسے لکھنے پڑھنے، دانائی کی باتوں اور تورات اور انجیل کی تعلیم دے گاO ہم انہیں تمام بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجیں گے اور وہ ان سے کہیں گے کہ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے اپنی نبوت پر چند نشانیاں لیکر آیا ہوں، میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے جیسی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے واقعی پرندہ بن جاتا ہے، میں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتا ہوں، میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اور تم جو کچھ گھروں میں کھا کر آتے ہو اور جو کچھ جمع رکھتے ہو وہ سب تم کو بتا دیتا ہوں، اگر تم واقعی ایمان لانا چاہتے ہو تو ان باتوں میں تمہارے لیے کافی نشانیاں ہیںO مجھ سے پہلے جو تورات نازل ہو چکی ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور مجھے رسول بنا کر بھیجے جانے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بعض ایسی چیزیں جو تم پر حرام تھیں ان کی حرمت کو منسوخ کر کے تم پر حلال کر دوں اور میرا یہ نسخ کا دعویٰ بلا دلیل نہیں بلکہ میں اپنے رب کے ہاں سے اپنی نبوت پر نشانیاں بھی لے کر آیا ہوں۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کروO

تفسیر

(۴۵) ملائکہ کے سردار حضرت{۴۶} جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو ''کلمۃ اللہ{۴۷}'' کی بشارت سنائی اور اس کا نام، لقب اور اوصاف بھی بتا دیئے۔

''مسیح'' کے کئی معنی ہو سکتے ہیں، مبارک،{۴۸} صدیق، سیاحت کرنے والا، جس کی ایک آنکھ ماری ہوئی ہو۔

{۴۶}ان العرب تخبر الواحد بلفظ الجمع ترید به الجنس(المنار)

{۴۷} کلمۃ اللہ کے لیے آیت نمبر ۳۹ کا حاشیہ مستحضر رکھیے

{۴۸}الممسوح بالدھن والبرکۃ(اقرب الموارد)

یہ تینوں معانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر صادق آتے ہیں، آپ مبارک انسان تھے، آپ کی زندگی سیاحت میں گذری، مستقل رہائش کے لیے آپ نے مکان تک نہ بنایا ۔ حدیث میں دجال کی دائیں آنکھ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بائیں آنکھ بند ہونے کا ذکر آتا ہے جس کا مطلب علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ دجال علم وعقل، حلم اور اخلاقِ جمیلہ کی قوت سے محروم ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جہل، لالچ، حرص اور اخلاقِ ذمیمہ کی قدرت نہیں دی جائے گی ۔{۴۹}

''عیسیٰ ابن مریم'' نام عیسیٰ ہوگا اور مریم کے بیٹے ہوں گے نہ کہ معاذ اللہ، اللہ کے ۔

''وَجِيهًا'' انہیں دنیا اور آخرت میں عزت ووجاہت حاصل ہوگی ۔

کروڑوں مسلمان ان کی عزّت کریں گے اور ان کے صحیح مقام کا اعتراف کریں گے ۔

''وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ'' وہ اللہ کے مقرّب اور مخصوص بندوں میں سے ہوں گے جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دوسرے بہت سارے بندوں کو اپنا مقرّب بنایا ہے انہیں بھی بنائے گا ۔

(۴۶) وہ معجزانہ طور پر زمانۂ رضاعت میں گفتگو کریں گے اور جوانی اور بڑھاپے کا درمیانی زمانہ جسے کہولت کہا جاتا ہے اس وقت بھی گفتگو کریں گے دونوں زمانوں کی گفتگو میں سنجیدگی اور دانائی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوگا ۔

(۴۷) حضرت مریم کی منگنی اگرچہ اپنے ہی قبیلہ کے ایک نوجوان یوسف نجار سے ہو چکی تھی مگر ابھی تک رخصتی کی نوبت نہیں آئی تھی{۵۰} اس لیے انہیں بچے کی بشارت پر تعجب ہوا اور انہوں نے حیرت کے ساتھ سوال کیا کہ مرد تو مجھے چھو کر بھی نہیں گذرا تو میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا، فرمایا اللہ ایسے ہی ظاہری اسباب کے بغیر بھی پیدا کرسکتا ہے، اس کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ۔

(۴۸) حضرت مریمؑ کو جو عظیم بیٹا دیا جارہا تھا اس کے اوصاف میں سے ایک نمایاں وصف یہاں یہ ذکر کیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے چار چیزوں کا علم دے گا، لکھنا پڑھنا، حکمت ودانائی اخلاق وآداب{۵۱} کی تہذیب اور توریت اور انجیل کا علم ۔

{۴۹}یعنی بانه الدجال قدمسحت عنه القوة المحمودة من العلم والعقل والحلم والاخلاق الجميلة وان عيسى مسحت عنه القوة الزميمة من الجهل والشروالحرص وسائر الاخلاق الذميمه(مفردات/٤٦٨)

{۵۰}انجیل میں ہے ''جبرئیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرہ تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا جس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یوسف نام سے ہوئی تھی اور اُس کنواری کا نام مریم تھا'' (لوقا۔١:٢٦، ٢٧)

{۵۱}المرادبا لحكمة تعليم العلوم وتهذيب الاخلاق(تفسير كبير۔٨/٥٧)

(۴۹) بنی اسرائیل کے دوسرے انبیاء کی طرح آپ بھی صرف قومی نبی ہوں گے اور آپ کی نبوت اپنی قوم تک محدود ہوگی {۵۲} اور آپ کو چند معجزات بھی دیئے جائیں گے۔

معجزہ ایسے عمل اور ایسے واقعہ کو کہتے ہیں جو عادی اسباب کے برعکس ہو، اللہ تعالیٰ جو کہ قادرِ مطلق ہے وہ کسی بھی واقعہ کو ظاہر کرنے کے لیے اسباب کا محتاج نہیں۔

عام طور پر کسی بھی نبی کو اللہ تعالیٰ اس شعبے میں معجزہ عطا کرتا ہے جس شعبے میں اس زمانے کے لوگوں کو کمال کا دعویٰ ہوتا ہے۔

☆ مصر کے لوگوں کو اپنے جادوگروں اور ان کے کمالِ فن پر بڑا ناز تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسا معجزہ عطا کیا جو بظاہر جادو جیسا شعبدہ معلوم ہوتا تھا لیکن وہ جادوگر جو جادو کی حقیقت جانتے تھے انہوں نے برسرِ عام حقیقت کا اعتراف کر لیا اور رب العٰلمین کے سامنے سر جھکا دیئے۔

☆ ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اولین مخاطب تھے یعنی اہلِ عرب وہ اپنی زبان دانی اور فصاحت وبلاغت پر بہت اتراتے تھے اور اپنے مقابلے میں ساری دنیا کے لوگوں کو عجمی یعنی گونگے سمجھتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو علم وعرفان اور فصاحت وبلاغت کا ایسا شہ پارہ عطا فرمایا جس کا مقابلہ سارے جن وانس مل کر بھی نہیں کر سکتے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے لوگوں میں مبعوث ہوئے جنہیں علمِ طب اور طبیعات میں مہارت کا دعویٰ تھا تو آپ کو ایسی واضح نشانیاں عطا کی گئیں جن کے سامنے حکماء اور اطباء کی مہارت گرد ہو کر رہ گئی، ظاہر ہے کہ اطبّاء خواہ کچھ بھی کر سکتے ہوں مادر زاد اندھوں کی بینائی اور مردوں کو زندگی عطا کرنا ان کے لیے ناممکن تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے سامنے جو معجزات پیش کیے وہ درج ذیل تھے۔

۱۔ آپ نے مٹی لے کر اس سے پرندے کی صورت کا ایک مجسّمہ بنایا پھر اس میں پھونک ماری تو وہ سچ مچ کا پرندہ بن کر اُڑنے لگا۔

۲۔۳۔ بعض اوقات آپ کے پاس ہزاروں بیمار جمع ہو جاتے جن میں مادر زاد اندھے اور کوڑھی بھی ہوتے تھے آپ ان کے لیے دعا کرتے تو وہ تندرست ہو جاتے، {۵۳} انجیل میں اس قسم کے واقعات بکثرت مذکور ہیں۔ {۵۴}

{۵۲} انجیل کے باب نمبر ۱۵ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک کنواری عورت کے جواب میں کہا "میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (آیت ۲۴۔ص ۲۴)

{۵۳} روی ان ربما کان یجتمع علیه ألوف من المرضی من اطاق منهم أتاه ومن لم یطق اتاه عیسیٰ علیه السلام وما یداوی الّا بالدعاء (تفسیر البیضاوی۔ص ۲۔۴۲)............ {۵۴} تفصیل کے لیے دیکھئے انجیل متی باب 9 میں عنوان شفائے مفلوج، یائیر کی

۴۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں اللہ کے حکم سے ان کے مخفی معاملات کے بارے میں بھی بتادیتے تھے مثال کے طور پر آپ انہیں بتادیتے تھے کہ تم نے کیا کھایا ہے اور کیا مستقبل کے لیے گھر میں ذخیرہ کررکھا ہے۔

(۵۰) آپ نے بنی اسرائیل کے شوریدہ سرلوگوں کو معجزات دکھانے کے ساتھ یہ تسلی بھی دلائی کہ میں توریت کی تصدیق کے لیے آیا ہوں اس کی تکذیب یا تنسیخ کے لیے نہیں آیا البتہ توریت میں بعض چیزیں جو خود تمہاری کرتوتوں کی وجہ سے تم پرحرام کردی گئی تھیں مثلاً ہفتے کے دن عبادت کے سوا کوئی بھی کام کرنے کی اجازت نہ تھی یونہی مچھلی اور اونٹ کا گوشت جو تمہارے اوپر حرام تھا میں ان چیزوں کو تمہارے لیے حلال کرنے کے لیے آیا ہوں۔{۵۵}

اسی طرح دین موسوی میں مولویوں اور مشائخ (حبروں اور ربّیوں) نے جو سخت احکام اپنی طرف سے بنا کر داخل کردیئے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہ سب احکام بھی منسوخ کردیئے۔

"جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ"{۵۶} آپ نے انہیں دوبارہ یاددہانی کرائی کہ میرے پاس ایسے شواہد اور دلائل موجود ہیں جو میری صداقت اور رسالت پر گواہ ہیں، ان دلائل کا تقاضا ہے کہ تم اللہ سے ڈرو اور مخالفت کے بجائے میری اطاعت کرو اور میری دعوت قبول کرو۔

(۵۱) میری دعوت کوئی انوکھی دعوت نہیں ہے بلکہ وہی ہے جو کہ تمام انبیاء کی دعوت ہے اور انسانی ضمیر کی سچی آواز ہے اور اس دعوت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی ہے۔

حکمت وہدایت

۱......حضرت جبرئیل علیہ السلام کا انسانی شکل میں آکر حضرت مریم علیہا السلام سے گفتگو کرنا ان کی عظمت وکرامت کی دلیل تو ہے مگر اس سے ان کی نبوت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ کئی دوسرے واقعات میں بھی غیر نبی سے فرشتے کا گفتگو کرنا ثابت ہے{۵۷}(۴۵)

۲......حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو معاذ اللہ، خدا تھے اور نہ ہی خدا کے بیٹے تھے بلکہ وہ مریمؑ کے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے

بیٹی، دونابیناؤں کا بینا کرنا، آسیب زدہ گونگے کی شفاء......اور انجیل یوحنا کے باب نمبر۵ میں بزاتا کا لنگڑا اور باب۹ میں شفاء نابینا (ناچیز کے پاس عہد عتیق وجدید کا جو نسخہ ہے اسے لاہور اور کراچی کے بشپ صاحبان نے شائع کیا ہے اور اسکے سرورق پر لکھا ہے کہ یہ سوسائٹی آف سینٹ پال اوما ۱۹۵۸ء کے مطابق ہے)

{۵۵}کالشحوم والشروب والسمك ولحوم الابل والعمل فی السبت(تفسیر البیضاوی۔۲/۴۳)

{۵۶}ای جئتکم بآیة بعد اخری مما ذکرت لکم والاوّل لتمهید الحجة والثانی لتقریبها الی الحکم ولذلك رتب علیه بالفاء(تفسیر البیضاوی۔۲/۴۳)

{۵۷}واستدل بهذه الآیة من ذهب الی نبوة مریم لأن تکلیم الملائکة یقتضیها ومنعه اللقانی بأن الملائکة قد کلموا من لیس بنبی اجماعا (روح المعانی۔۲/۲۴۷) وقیل ان الملائکة علیهم السلام لاهموها ذلك (حواله مذکوره)

مخصوص اور مقرب بندوں میں سے تھے (۴۵)

۳......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن میں گفتگو کرنا اللہ تعالیٰ کا ایک معجزہ ہے اور پختگی کی عمر میں گفتگو کرنے کی بشارت ان کے نزولِ ثانی کی طرف اشارہ ہے، اس لیے کہ پختگی کی عمر تک پہنچنے سے قبل ہی انہیں آسمانوں پر اٹھالیا گیا تھا (۴۶)

۴......جو بات خلافِ عادت ہونے کی وجہ سے سمجھ نہ آئے اس کی علت یا حکمت جاننے کے لیے سوال کرنا جائز ہے (۴۵)

۵......حضرت زکریا علیہ السلام نے جب سوال کیا کہ بڑھاپے میں اولاد کیسے ہوگی تو ان کے جواب میں ''یفعل'' اور حضرت مریم علیہا السلام کے جواب میں ''یخلق'' فرمایا گیا، علامہ غرناطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہاں اگرچہ بڑھاپا تھا مگر بہرحال میاں بیوی کا اتصال تو تھا لہٰذا حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت سنت وعادت کے مطابق تھی تو وہاں اللہ کی قدرت کے اظہار کے لیے یفعل کافی تھا جبکہ حضرت مریم والے واقعے میں عام سنت اور عادت کے برخلاف مرد کے اتصال کے بغیر ولادت ہورہی تھی اس لیے یخلق کا لفظ لایا گیا جو یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر مادہ کے بھی پیدا کرنے پر قادر ہے {۵۸} (۴۷)

۶......اللہ تعالیٰ جب معدوم کو موجود اور موجود کو معدوم کرنا چاہے تو اس کا ارادہ ہی کافی ہوتا ہے {۵۹}، لفظ کن کہنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، یہ تعبیر تو صرف سرعتِ تعمیل کو بتانے کے لیے اختیار کی گئی ہے اس وضاحت سے وہ مشہور اشکال بھی ختم ہوگیا کہ لفظ کن سے خطاب اگر موجود کو ہے تو یہ تحصیل حاصل ہے اور اگر معدوم سے ہے تو معدوم کو خطاب ہو نہیں سکتا (۴۷)

۷......لکھنا پڑھنا سیکھنا سکھانا فضیلت والا عمل ہے اسی لیے تو اللہ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سکھایا (۴۸)

۸......حکمت ودانائی، رائے کی پختگی اور اسرارِ شریعت کا علم ان علوم میں سے ہیں جو انبیاء کو سکھائے گئے (۴۸)

۹......حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے نبی تھے، ساری انسانیت کے نبی صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (۴۹)

۱۰......انبیاء کرام علیہم السلام اپنے ہر عمل کو اللہ کی جانب منسوب کرتے ہیں تا کہ کہیں لوگ ان اعمال کو ان کا ذاتی کمال

{۵۸}ھناك يفعل لانه ممكن اذهو من ذكر وانثى مسنين وهنا يخلق لانه لم يعهده مولود من غير ذكر فجاء بلفظ يخلق الدال على الاختراع الصرف من غير مادة ذكر (بحر محيط از اثير الدين ابو حيان غرناطى)

{۵۹}ولم يرد ايضا "كن" حقيقة اللفظ ولا بالفاء التعقيب الزمانى بل استعير كل ذلك لانه اقرب مايتراى به سرعة الفعل وتمامه (تفسير القاسمى المسمىٰ محاسن التاويل۔ ۴/ ۱۰۱)

نہ سمجھ لیں (۴۹)

۱۱......معجزات برحق ہیں ان کا انکار کرنا کفر ہے (۴۹)

۱۲......سابقہ انبیاء کے معجزات مادی اور عارضی تھے اس لیے کہ ان کا دور مادی زیادہ تھا اور ان کی نبوتیں عارضی تھیں، ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ علمی اور دائمی ہے۔ اس لیے کہ آپ کا زمانہ نبوت علمی ہے اور آپ کی رسالت دائمی ہے (۴۹)

۱۳......ہر آنے والا نبی پہلے نبی کی تصدیق کرتا ہے (۵۰)

۱۴......تمام انبیاء کی دعوت کے اساسی اصول مشترک ہیں یعنی اللہ کی ربوبیت کا اقرار، تقویٰ اور اطاعتِ رسول (۵۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم

﴿۵۲......۵۸﴾

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ
پھر جب معلوم کیا عیسیٰ نے بنی اسرائیل کا کفر بولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں کہا حواریوں نے ہم ہیں
اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (۵۲) رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ
مدد کرنے والے اللہ کے ہم یقین لائے اللہ پر اور تو گواہ رہ کہ ہم نے حکم قبول کیا اے رب ہم نے یقین کیا اُس چیز کا جو تو نے اتاری اور ہم تابع ہوئے رسول کے
فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (۵۳) وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (۵۴) اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى
سو تو لکھ لے ہم کو ماننے والوں میں اور مکر کیا اُن کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے۔ اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ
اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ
میں لے لونگا تجھ کو۔ اور اٹھا لونگا اپنی طرف اور پاک کر دونگا تجھ کو کافروں سے اور رکھونگا اُن کو جو تیرے تابع ہیں
فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ
غالب ان لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہے تم سب کو پھر آنا پھر فیصلہ کر دونگا تم میں جس بات میں تم
فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (۵۵) فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ
جھگڑتے تھے سو وہ لوگ جو کافر ہوئے اُن کو عذاب کرونگا سخت عذاب دنیا میں اور آخرت میں
وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (۵۶) وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ
اور کوئی نہیں اُن کا مددگار اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام نیک کیے سو اُن کو پورا دیگا اُن کا حق اور اللہ
لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (۵۷) ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ (۵۸)
کو خوش نہیں آتے بے انصاف یہ پڑھ سناتے ہیں ہم تجھ کو آیتیں اور بیان تحقیقی

تسہیل: جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محسوس کیا کہ میری قوم کفر وانکار اور ایذا دہی پر تلی ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا کون ہیں جو اللہ کے دین کے لیے میرے مددگار بنتے ہیں حواریوں نے کہا ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں O اے ہمارے رب! ہم ان تمام احکام پر ایمان لے آئے جو تو نے نازل کیے اور ہم نے رسول کی پیروی اختیار کر لی پس تو ہمارا نام ان لوگوں کے ساتھ لکھ دے جو تیرے دین کی سچائی کی گواہی دیتے ہیں O انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہلاک کرنے کی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچانے کی تدبیر کی اور اللہ سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھا ہے O بچانے کی تدبیر اللہ تعالیٰ نے اس وقت اختیار فرمائی جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تجھے اسی وقت موت دوں گا جو وقت موت کے لیے مقرر ہے اور فی الحال میں آپ کو اپنی طرف اٹھالیتا ہوں اور میں تجھے کافروں کے الزامات سے پاک کیے دیتا ہوں اور میں تیری اتباع کرنے والوں کو قیامت کے دن تک کافروں پر غالب کردوں گا۔ بالآخر تم سب کو میرے ہی پاس آنا ہے، اس دن میں ان تمام امور میں عملی فیصلہ کردوں گا جن میں تم آپس میں اختلاف کرتے تھے O جن لوگوں نے کفر اور انکار کیا میں انہیں دنیا اور آخرت میں سخت سزا دوں گا اور ان کی مدد کرنے والا کوئی نہ ہوگا O اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا اجر دے گا اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو بالکل پسند نہیں کرتا O یہ قصہ جو ہم آپ کو سنا رہے ہیں یہ ہماری آیتوں اور حکمت والے مضامین میں سے ہے O

تفسیر

(۵۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قوم کو معجزات دکھائے انداز بدل بدل کر اور مثالیں دے دے کر بات سمجھانے کی کوشش کی لیکن قوم نہ صرف یہ کہ کفر وانکار پر اڑی رہی بلکہ وہ آپ کے درپے آزار ہوگئی تو آپ نے فرمایا ''ہے کوئی جو اللہ کے دین کی اشاعت میں میرا مددگار بنے'' ہجرتِ مدینہ سے قبل ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اہل یثرب سے یونہی سوال کیا تھا۔

''من رجل يؤويني حتى ابلغ كلام ربي فان قريشا قد منعوني أن أبلغ كلام ربيّ''	ہے کوئی ایسا شخص جو مجھے ٹھکانہ دے تاکہ میں اپنے رب کا کلام اس کے بندوں تک پہنچا سکوں کیونکہ قریش نے مجھے اس فریضہ کی ادائیگی سے منع کردیا ہے۔

اس موقع پر اہلِ یثرب انصار بن کر سامنے آئے انہوں نے آپ کی حفاظت اور نصرت کا وعدہ کیا چنانچہ آپ مکہ

سے مدینہ ہجرت فرما گئے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی قسم کی صورتحال سے دوچار تھے، آپ نے بھی سعید روحوں سے سوال کیا ”ہے کوئی اللہ کی رضا کے لیے میرا ساتھ دینے والا“ حواریوں نے کہا ”ہم اللہ کے مددگار ہیں“ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمارے مسلم ہونے پر گواہ بن جائیں۔{۶۰}

(۵۳) پھر انہوں نے مخلص مومنوں کی طرح اللہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی کہ ہم ایمان بھی رکھتے ہیں اور رسول کی اتباع کا عہد بھی کرتے ہیں لہٰذا ہمارا نام تو ان لوگوں کے ساتھ لکھ دے جن کی عملی زندگی دین کی صداقت پر گواہ بن جاتی ہے، ان کی سیرت اور کردار کا ہر پہلو اس دین کی سچائی کا گواہ ہوتا ہے جس کے وہ پیروکار ہوتے ہیں وہ دین کے زبانی مبلغ نہیں ہوتے عملی مبلغ ہوتے ہیں۔

(۵۴) چند گنے چنے حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینے کا اعلان کیا لیکن آپ کی قوم کے سردار آپ کے قتل اور ایذاء دہی کی تدبیریں کرنے لگے، انہوں نے چاہا کہ آپ کو رومی حکومت سے پھانسی کی سزا دلوائیں۔آپ کے حواریوں میں سے یہودہ عرف اسخر یوطی نے بھی ان سرداروں کا ساتھ دیا، انجیل ولوقا کے باب نمبر ۲۲ میں ہے ”سردار کاہن اور فقیہہ موقع کی تلاش میں تھے کہ اسے کس طرح قتل کریں کیونکہ عوام سے ڈرتے تھے (ص۔۱۰۹)

ان سرداروں نے رومی حکمران پیلاطس کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر الزام لگایا کہ ”ہماری قوم کو بہکاتا، اور قیصر کو خراج دینے سے منع کرتا اور اپنے آپ کو مسیح بادشاہ کہتا ہے“ (انجیل لوقا باب نمبر ۲۳۔۲)

پیلاطس نے آپ کو گرفتار کروا کر تحقیق کی تو آپ کو بے گناہ پایا لیکن یہودی عوام نے بہت شور شرابہ کیا تو پیلاطس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان سرداروں کے حوالے کر دیا کہ تم اسے جو سزا دینا چاہو وہ دے دو، کاہن سردار خوشی خوشی آپ کو پھانسی دینے کے لیے لے چلے۔

{۶۰} حواری حور سے مشتق ہے جو کہ سفیدی کے معنی میں آتا ہے، امام راغبؒ فرماتے ہیں حورت الشئ اے بیضتہ و دورتہ (المفردات فی غریب القرآن۔ص۔۱۳۵) قصار کو بھی حواری اس لیے کہتے ہیں کہ وہ کپڑے دھو کر صاف کرتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو ابتدائی شاگرد اور مددگار تھے وہ دھوبی کا اور ماہی گیری کا کام کرتے تھے اس لیے انہیں حواری کا خطاب دیا گیا۔حواری کے مجازی معنی خصوصی مددگار کے ہیں اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لکل نبی حواری و حواری الزبیر" (ہر نبی کا کوئی خصوصی مددگار ہوتا ہے اور میرا خصوصی مددگار زبیر ہے)۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری بارہ تھے، انجیل مرقس کے باب نمبر ۳ میں ہے۔
”اور اس نے یہ بارہ مقرر کیے شمعون جس کا نام اس نے پطرس رکھا اور یعقوب بن زبدی اور یعقوب کا بھائی یوحنا جن کا نام اس نے بوانرجس یعنی پسران سیدر رکھا اور اندریاس اور فلپس اور برتلمائی اور متی اور توما اور یعقوب بن حلفائی اور تدی اور شمعون قانوی اور یہودہ اسخریوطی جس نے اسے پکڑوا دیا (عہد جدید۔ص۴۹)

اِدھر کینہ ور یہودی سرداروں نے آپ کو قتل کرنے کی تدبیر کی اُدھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچانے کی تدبیر کی اور اللہ ہی کی تدبیر غالب آ کر رہی، جس وقت ایک بڑے جلوس کی شکل میں آپ کو سولی گھر کی طرف لے جایا جارہا تھا اس وقت کچھ ایسی صورت بن گئی کہ انہوں نے آپؑ کے دھوکے میں آپ کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھنے والے کسی دوسرے شخص کو سولی پر چڑھا دیا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے بحفاظت آسمانوں پر اٹھالیا۔

(۵۵) یہودی سرداروں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کے ذریعہ غیر طبعی موت دینے کا ارادہ کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا کہ یہ کینہ ور دشمن اپنی تمام تدبیریں بروئے کار لانے کے باوجود آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور آپ اپنی زندگی پوری فرما کر طبعی موت مریں گے {۶۱} اور یہ موت تو بہر حال اپنے وقت پر آئے گی لیکن فی الوقت ان کی دست درازیوں اور ہلاکت کی تدبیروں سے بچانے کے لیے یہ انتظام کیا جارہا ہے کہ آپ کو آسمان پر اٹھالیا جائے گا۔{۶۲}

''وَمُطَهِّرُكَ'' آپ پر اور آپ کی والدہ پر یہود جو گندے الزامات لگاتے ہیں میں ان سے آپ کو پاک کردوں گا۔{۶۳}

''وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ'' اور آپ کے جو سچے متبعین ہیں میں انہیں قیامت تک آپ کے منکروں پر غلبہ عطا کردوں گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے متبعین وہ ہیں جو دین اسلام کو ماننے والے ہیں حقیقت میں اللہ کے ہر نبی نے اسلام ہی کی تبلیغ کی۔

مسلمان اللہ کے نزدیک بھی کافروں سے برتر ہیں، علمی دلائل کے لحاظ سے بھی انہیں غلبہ حاصل ہے اور اگر وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں واقعی اسلام کے احکام پر عمل کریں تو مادی غلبہ بھی انہی کو حاصل ہوگا۔

حکمت وہدایت:

۱......اصحابِ دعوت کو مختلف آزمائشوں سے گذرنا پڑتا ہے، ان کے اخلاص کے باوجود کوئی جھٹلاتا ہے اور کوئی انہیں ختم کرنے کی تدبیریں سوچتا ہے (۵۲)

۲......دینی دعوت کے پھیلاؤ اور حفاظت کے لیے انصار کی ضرورت ہوتی ہے، انہی انصار سے جماعت بنتی

{۶۱}ای مستوفی أجلك ومعناه إنی عاصمك من أن يقتلك الكفار ومؤخرك الی أجل كتبته لك ومميتك حتف أنفك لاقتيلا بأيديهم(كشاف۔۱/۳۹٤) ای مستوفی أجلك ومؤخرك الی اجلك المسمی عاصما اياك من قتلهم(بيضاوی۔ص۲/٤٥)
{۶۲}مميتك فی وقتك بعد النزول من السماء ورافعك الآن (مدارك۔۱/۲۱۹) واولی هذه الاقوال بالصحة عندنا قول من قال معنی ذلك انی قابضك من الارض ورافعك الی لتواتر الاخبار عن رسول الله صلی الله عليه وسلم (ابن جرير۔۳/۲۰٤)
{۶۳}مما قالوه فيك وفی أمك (بحر محيط)

ہے، جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔قرآن جماعتی زندگی پر زور دیتا ہے(۵۲)

۳......اہلِ دین سے دین ہی کے لیے مدد طلب کرنا توکل کے منافی نہیں (۵۲)

۴......دینی دعوت کے قائد کو چاہیے کہ وہ اپنے معتمد اور مخلص ساتھیوں کو پہچانتا ہو تا کہ آزمائش کے وقت ان پر اعتماد کر سکے(۵۲)

۵......اللہ کے بندوں اور اللہ کے دین کی مدد کرنا ایسا ہے جیسے خود اللہ کی مدد کرنا(۵۲)

۶......دین کی کسمپرسی دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ آج ہر طرف سے آواز آ رہی ہے ''من انصاری الی اللہ'' اور خوش قسمت ہیں جو اپنے قول و عمل سے جواب دے رہے ہیں ''نحن انصار اللہ''

۷......تمام انبیاء اور تمام امتوں کا دین اسلام تھا، اسلام کے سوا ہر دین باطل ہے(۵۲)

۸......اہلِ ایمان جب دعوت و جہاد کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں تو تضرع کے ساتھ اللہ سے دعائیں کرتے ہیں تا کہ انہیں اللہ کی نصرت حاصل ہو جائے(۵۳)

۹......اللہ کے دین کے سچے شاہد اور گواہ وہ ہیں جن کا ظاہر و باطن اور اخلاق و معاملات دین کی جیتی جاگتی تصویر بن جاتے ہیں(۵۳)

۱۰......اللہ تعالیٰ کی طرف مکر کی نسبت عربی زبان کے ایک قاعدہ مشاکلت کی بناء پر کی گئی ہے، مشاکلت یہ ہے کہ کسی فعل کی جزا یا جواب کو بھی بعینہ اسی فعل کے لفظ سے ادا کر دیا جاتا ہے اور اسے برُا نہیں سمجھا جاتا مثلاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس نے زید پر زیادتی کی، زید نے اس پر زیادتی کی......حالانکہ زیادتی کا بدلہ لینا زیادتی نہیں ہوتا بلکہ انصاف ہوتا ہے(۵۴)

قرآن کریم میں جو آتا ہے کہ انہوں نے اللہ کو دھوکہ دیا اللہ نے ان کو دھوکہ دیا یا یہ کہ برائی کا بدلہ برائی ہوتا ہے تو یہ سب مشاکلت ہی کی صورتیں ہیں۔

۱۱......عربی زبان میں مکر محمود بھی ہوتا ہے اور مذموم بھی ہوتا ہے (جبکہ اردو میں مکر صرف مذموم ہی ہوتا ہے) لہٰذا عربی زبان کے اعتبار سے اللہ کی طرف مکر کی نسبت کرنا بے ادبی نہیں ہے {۶۳}......مکر کا معنی ہے گہری اور خفیہ تدبیر۔

۱۲......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت عام عادت سے مختلف طریقے سے ہوئی تھی ان کا انجام بھی عام عادت کے برخلاف ہوا(۵۵)

{۶۳}المکر ضربان محمود وھوما یجری بہ امر جمیل ومذموم وھوما یجری بہ فعل ذمیم(بصائر۔۴/۵۱۶)

۱۳......یہود کی دنیاوی ذلت کے بارے میں اللہ کا وعدہ سچا ثابت ہوا، ان کی پوری تاریخ ذلت اور رسوائی، قتل و غارت گری، غربت وافلاس، ہجرت وجلاوطنی اور اغیار کے زیرِ سایہ رہنے سے عبارت ہے (۵۶)

۱۴......قرآن کریم نے انبیاء تو کیا انبیاء کے ماننے والوں کا بھی بھلائی ہی کے ساتھ ذکر کیا ہے جیسا کہ یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی تعریف کی گئی ہے جبکہ انجیل میں حواریوں میں سے بعض کو جھوٹے، بے اعتقاد اور شیطان تک کہا گیا ہے......لیکن عیسائیوں کی تنگ ظرفی کا یہ حال ہے کہ انہوں نے ہمیشہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خودساختہ کمزوریاں تلاش کرنے ہی کی کوشش کی ہے۔

الوہیت عیسیٰ کی تردید اور دعوتِ مباہلہ

﴿۵۹......۶۳﴾

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن
بیشک عیسیٰ کی مثال ۔ اللہ کے نزدیک ۔ جیسے مثال ۔ آدم کی ۔ بنایا اس کو مٹی سے ۔ پھر ۔ کہا اس کو کہ ہو جا

فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ
وہ ۔ ہوگیا ۔ حق وہ ہے جو تیرا رب کہے ۔ پھر تو مت رہ ۔ شک لانے والوں ۔ سے ۔ پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصہ

مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ
میں بعد اس کے کہ آچکی تیرے پاس ۔ خبر سچی ۔ تو تو کہہ دے آؤ ۔ بلادیں ہم اپنے بیٹے ۔ اور تمہارے بیٹے ۔ اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں

وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾ إِنَّ
اور اپنی جان ۔ اور تمہاری جان ۔ پھر التجا کریں ہم سب ۔ اور لعنت کریں اللہ کی اُن پر ۔ کہ جو ۔ جھوٹے ہیں ۔ بیشک

هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾
یہی ہے ۔ بیان ۔ سچا ۔ اور کسی کی بندگی نہیں ہے سوا اللہ کے ۔ اور اللہ جو ہے ۔ وہی ہے ۔ زبردست حکمت والا

فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾
پھر اگر قبول نہ کریں ۔ تو اللہ کو معلوم ہیں ۔ فساد کرنے والے

تسہیل: بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی حالت اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی حالت جیسی ہے، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے ڈھانچے کو مٹی سے پیدا کیا پھر اسے کہا کہ جاندار ہو جاؤ چنانچہ وہ جاندار ہو گئے O جو کچھ اوپر ذکر ہوا یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے پس تو اس بارے میں شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا O تیرے پاس حقیقت کا علم آ جانے کے بعد اب بھی اگر کوئی تجھ سے اس بارے میں جھگڑا کرے تو اس سے کہہ دے آؤ ہم

اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی، اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی، ہم اپنے آپ کو اور تم اپنے آپ کو لے آؤ پھر ہم خوب خشوع اور عاجزی سے اللہ سے دعا کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو O یقیناً یہی سچی بات ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً اللہ ہی غلبہ والا اور حکمت والا ہے O ان سارے دلائل کے بعد اگر وہ انکار و اعراض ہی کرتے رہیں تو ان کا معاملہ اللہ کے حوالے کر دیجیے کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے O

تفسیر

شانِ نزول:

وفد نجران کے سامنے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ کہا تو انہوں نے غضبناک ہو کر آپ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے بغیر باپ کے بھی کوئی انسان دیکھا ہے؟ اگر دیکھا ہے تو ہمیں اس کا نام بتایئے {۶۵} اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاریں۔

(۵۹) سمجھایا گیا کہ اگر معاذ اللہ عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے ابن اللہ تھے تو حضرت آدم علیہ السلام ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہونے کی وجہ سے بطریق اولیٰ ابن اللہ ہونے چاہییں حالانکہ آدم علیہ السلام کو تم بھی ایک برگزیدہ بشر سے زیادہ حیثیت نہیں دیتے تو آخر صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے بارے میں تم اپنے آپ کو طلسماتی کہانیاں گھڑنے پر کیوں مجبور پاتے ہو۔

ان دونوں برگزیدہ ہستیوں کی تخلیق اور ولادت اس دعویٰ کی واضح دلیل ہے کہ اللہ جب چاہے، جیسے چاہے اور جسے چاہے پیدا کر سکتا ہے۔

(۶۰) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کسی قسم کے شک میں مبتلا نہ تھے حقیقت میں آپ کے واسطہ سے امت کو سمجھایا جا رہا ہے {۶۶} کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو حقیقت قرآن نے بتائی ہے، تم صرف اس پر ایمان رکھنا اور یہود و نصاریٰ کی طرح ان کے بارے میں افراط و تفریط کا شکار نہ ہو جانا۔

(۶۱) جب علم صحیح آچکا، دلائل کے ذریعہ سے اتمامِ حجت کر دیا گیا اور پھر بھی وہ قبول حق کے لیے آمادہ نہیں ہوئے تو اب آپ انہیں مباہلہ {۶۷} کی دعوت دیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے نصاریٰ کو مباہلہ کی

{۶۵} البحر المحیط (۲/۴۷۷)..........{۶۶} الخطاب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم والمراد امته (قرطبی)

{۶۷} ثم نبتهل بأن نقول بهلة الله على الكاذب منا ومنكم والبهلة بالفتح والضم اللعنة...... واصل الا بتهال هذا ثم استعمل فی كل دعاء يجتهد فيه وان لم يكن التعانا (كشاف۔ ۱/۳۹۵)

دعوت دی، اس وفد میں ساٹھ افراد شریک تھے جن میں سے چودہ ان کے انتہائی سر برآوردہ اور مذہبی رہنما بھی تھے لیکن وہ کسی طرح بھی مباہلہ کے لیے تیار نہ ہوئے بلکہ آپؐ کو جزیہ دینے پر راضی ہو گئے۔

حکمت و ہدایت:

۱......کسی کا غیر عادی طریقہ سے پیدا ہو جانا معاذ اللہ اس کے ابن اللہ ہونے کی دلیل نہیں (۵۹)

۲......اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو معاندین اور منکرین کے ساتھ حجت بازی کا راستہ خود سمجھا دیتا ہے (۶۱)

۳......مباہلہ جائز ہے لیکن یہ صرف ایسے صلحاء میں ہو سکتا ہے جو مستجاب الدعوات ہوں (۶۱) اور اختلاف بھی کفر و ایمان کا ہو...... ہمارے زمانے کے ان خطباء کا طریقہ قطعاً غلط ہے جو چھوٹی چھوٹی باتوں میں ایک دوسرے کو مباہلہ کا چیلنج دے دیتے ہیں۔

۴......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مباہلہ کے لیے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کو لیکر جانا ان کے دوسرے صحابہ سے افضل ہونے کی دلیل نہیں اصل مقصد تو یہ تھا کہ ہم میں جو جھوٹا ہے اس کی نسل ختم ہو جائے اور اس قسم کی دعا کے لیے صرف ان چند افراد کا ہونا کافی تھا۔

ویسے ایک روایت میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اور ان کی اولاد کو بھی مباہلہ میں بلانے کا ذکر ہے۔{۶۸}

۵......اللہ تعالیٰ کے سوا ہر کسی کی الوہیت کا دعویٰ باطل ہے خواہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا کوئی دوسرا نبی اور ولی (۶۲)

۶......جو لوگ شرک اور معاصی کے ذریعہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کرتوتوں سے بے خبر نہیں (۶۳)

دعوتِ توحید اور ملّتِ ابراہیم

﴿۶۴......۶۸﴾

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا

تو کہہ اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور شریک نہ

{۶۸}واخرج ابن عساکر عن جعفر بن محمد عن ابیه رضی اللّٰه عنه تعالیٰ عنهم "انه کلما نزلت هذه الآیة جاء بابی بکر وولده وبعمر وولده وبعثمان وولده وبعلی وولده(روح المعانی۔۲/۲۰۳)

تُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا
ٹھہرادیں اُس کا کسی کو اور نہ بنادے کوئی کسی کو رب سوا اللہ کے پھر اگر وہ قبول نہ کریں

فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَاۗجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ
تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں اے اہل کتاب کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم کی بابت

وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ
اور توریت اور انجیل تو اتریں اُس کے بعد کیا تم کو عقل نہیں سنتے ہو تم لوگ

حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاۗجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ
جھگڑ چکے جس بات میں تم کو کچھ خبر تھی۔ اب کیوں جھگڑتے ہو جس بات میں تم کو کچھ خبر نہیں

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا
اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے نہ تھا ابراہیم یہودی اور نہ تھا نصرانی

وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ
لیکن تھا حنیف یعنی سب جھوٹے مذہبوں سے بیزار اور حکم بردار اور نہ تھا مشرک لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیم سے اُن کو تھی

لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَھٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾
جو ساتھ اُس کے تھے اور اس نبی کو اور جو ایمان لائے اس نبی پر اور اللہ والی ہے مسلمانوں کا

ربط: دلائل اور مباہلہ سے اتمامِ حجت کے بعد اب ایک اور طریقے سے ان پر اتمامِ حجت کیا جارہا ہے وہ یہ کہ آؤ ہم ایک ایسے نکتے پر اتفاق کرلیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان بھی مشترک ہے اور تمام انبیاء کا بھی اس پر اتفاق ہے اور وہ نکتہ ہے اللہ کی توحید اور عبادت کا، جس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔

تسہیل: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمادیجیے اے اہل کتاب! آؤ ہم ایک ایسی بات پر اتفاق کرلیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی بھی کسی کو بھی اللہ کے سوا رب نہ سمجھے اگر یہ لوگ اس نکتہ پر بھی اتفاق سے انکار کردیں تو اے مسلمانو! تم ان سے کہہ دو کہ تم اس بات کے گواہ رہنا کہ ہم تو بس اللہ ہی کے فرماں بردار ہیں O اے اہل کتاب تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل ان کے زمانہ کے بہت بعد نازل ہوئی ہے تو وہ یہودی یا عیسائی کیسے ہوسکتے ہیں کیا تم بالکل ہی عقل نہیں رکھتے O دیکھو تم نے ایسے مسئلہ کے بارے میں بحث کی جس کا تمہیں کچھ علم تھا مگر ایسے مسئلہ میں تمہاری بحث کا کیا جواز ہے جس کا تمہیں کچھ

علم ہی نہیں اور اللہ اس مسئلہ کی حقیقت جانتا ہے اور تم نہیں جانتے O اصل حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی تھے بلکہ وہ اللہ کے سوا سب سے بے تعلق اور اسی کے فرماں بردار تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے O تمام انسانوں میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خصوصی تعلق رکھنے والے لوگ وہ ہیں جنہوں نے ان کے زمانے میں ان کی اتباع کی اور یہ آخری نبی اور اس کے ایمان لانے والے امتی، اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا حامی وکارساز ہے O

تفسیر

(۶۴) اے یہود ونصاریٰ! آؤ فروعی اختلافات اور تشریعی تفصیلات سے قطع نظر ہم اس کلمہ پر اتفاق کرلیں جس کی تلقین تمام انبیاء نے کی ہے اور جس کی تعلیم چاروں آسمانی کتابوں سمیت تمام صحیفوں میں دی گئی {۶۹} ہے اور وہ ہے کلمہ توحید ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه''

''اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰه'' ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کی صفات میں کسی کو شریک نہ کریں اور ہم اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں کسی کی اطاعت نہ کریں ''فان تولوا'' اگر یہود ونصاریٰ توحید کی اس عادلانہ دعوت کو ماننے سے انکار کردیں تو کہہ دو کہ ہم صرف اللہ کے مسلم اور فرمانبردار ہیں اسی کی عبادت کرتے ہیں اور صرف اسی چیز کو حلال کہتے ہیں جس کو اللہ حلال کہتا ہے اور صرف اسی چیز کو حرام کہتے ہیں جسے اللہ حرام کہتا ہے۔

(۶۵) اے اہل کتاب! تمہارا یہ دعویٰ کتنا تعجب انگیز اور خلافِ حقیقت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی یا عیسائی تھے جبکہ یہودی کہا جاتا ہے تورات کے ماننے والوں کو اور عیسائی کہا جاتا ہے انجیل کے ماننے والوں کو اور تورات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سات سو سال بعد اور انجیل سترہ سو سال بعد نازل ہوئی، اگر تمہارے پاس عقل نام کی کوئی چیز موجود ہے تو بتاؤ کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ کوئی شخص ایسی کتاب کی اتباع کرے جو اس کی ولادت سے سینکڑوں سال بعد نازل ہوئی ہو۔

(۶۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے مذہب کا تورات اور انجیل میں ذکر تھا اس لیے ان کے بارے میں یہود ونصاریٰ کچھ علم رکھتے تھے اگرچہ وہ علم بھی افراط وتفریط کی وجہ سے جہل کے قریب پہنچ چکا تھا لیکن بہرکیف کچھ نہ کچھ علم تو تھا لہٰذا ان کے بارے میں ان کے بات کرنے کا کوئی جواز بھی تھا لیکن دینِ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں تو وہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے اس لیے فرمایا گیا کہ جس چیز کے بارے میں تم جانتے نہیں ہو اس کے بارے میں کیوں بحث کرتے ہو۔

{۶۹}مستوية بيننا وبينكم لايختلف فيها القرآن والتوراة والا نجيل (كشاف۔ ۱/۳۹۸)

(۶۷) حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی اور نہ ہی وہ مشرکوں میں سے تھے وہ افراط تفریط سے پاک اور اللہ کے سوا سب سے بے تعلق ہو چکے تھے لہٰذا شرک اور افراط وتفریط میں مبتلا لوگوں کو اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرنے کا کوئی حق نہیں۔

حکمت وہدایت:

۱......کلمہ توحید تمام ادیان میں مشترک رہا ہے اگر اس کلمہ کی روح پر عمل کیا جائے تو دنیا سے مذہبی اختلافات ختم ہو سکتے ہیں (۶۴)

۲......اگر یہود ونصاریٰ اور مسلمانوں کے درمیان کوئی نقطہء اتحاد تلاش کیا جا سکتا ہے تو مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان اتفاق کی کوئی بنیاد کیوں نہیں تلاش کی جا سکتی جبکہ اللہ ایک، نبی ایک، قبلہ ایک اور کتاب بھی ایک ہے (۶۴)

۳......اگر فروعی مسائل کو اساسی حیثیت دی جاتی رہی تو عالمِ اسلام میں کبھی بھی اتفاق واتحاد نہیں ہو سکے گا۔

۴......شرک کی بڑی قسمیں تین ہیں: شرک فی العبادت، شرک فی الصفات اور شرک فی الاطاعت، اس آیت کریمہ میں ان تینوں قسموں کی تردید ہے (۶۴)

۵......یہودی اگر چہ عام طور پر موحد تھے لیکن وہ شرک فی الاطاعت میں مبتلا تھے اس لیے کہ ان کے علماء جس چیز کو حلال کہتے تھے وہ بھی اسے حلال کہتے تھے اور جسے وہ حرام کہتے تھے وہ بھی اسے حرام کہتے تھے۔

عیسائی شرک فی الاطاعت کے علاوہ شرک فی العبادت میں بھی ملوث تھے ان کے اندر روح القدس پرستی، مریم پرستی، باپ پرستی، ولی پرستی اور شہید پرستی رچ بس چکی تھی۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہلی بار حاضر ہوئے اور عیسائیوں کے بارے میں یہ آیت کریمہ سنی۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ. انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے سوا رب بنا رکھا ہے

تو عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو اپنے علماء اور مشائخ کی عبادت نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا کیا ایسا نہیں ہے کہ وہ جس چیز کو حلال یا حرام کہتے ہیں تم اس پر عمل کرتے ہو تو انہوں نے اعتراف کیا کہ ہاں ایسا تو ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہی تو انہیں رب بنانا ہے۔

۶......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف امراء اور سلاطین کو جو خطوط لکھے مثلاً کسریٰ، ہرقل، نجاشی اور مقوقس وغیرہ تو

ان دعوتی خطوط میں اس آیتِ کریمہ کو بنیادی حیثیت حاصل تھی ''یَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا'' الخ

۷......امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں ان روافض کی تردید ہے جو یہ کہتے ہیں کہ امام کی ہر بات کو قبول کرنا واجب ہے خواہ اس پر شرعی دلیل موجود ہو یا کہ نہ ہو۔{۷۰}

۸......اسلام کی دعوت یہ ہے کہ انسان دوسرے انسان کا غلام نہ ہو بلکہ وہ صرف اللہ کا بندہ اور اسی کا غلام ہو (۶۴)

۹......مناظرہ اور مباحثہ میں تاریخ کو بھی حجت کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے جیسے یہاں پیش کیا گیا کہ تورات اور انجیل تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے کئی سو سال بعد نازل ہوئی تھی پس وہ کیسے یہودی یا عیسائی ہوگئے (۶۵)

۱۰......جس شخص کے پاس علم نہ ہو یا وہ صاحب علم تو ہے مگر کسی خاص چیز کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتا تو اس کے لیے اس بارے میں بحث کرنا جائز نہیں (۶۶)

۱۱......یہودیت اور نصرانیت اللہ کا دین نہیں ہیں بلکہ خود ساختہ مذاہب ہیں (۶۷)

قرآن نے جہاں بھی تردید کی ہے وہ خود ساختہ عیسائیت اور یہودیت کی کی ہے ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین بھی وہی تھا جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا تھا۔

۱۲......سارے مومن ایک دوسرے کے دوست اور قریبی ہیں اگرچہ زمان ومکان کے اعتبار سے ان میں بعد اور فاصلہ پایا جاتا ہو اور سارے ایمان والوں کا دوست اللہ ہے (وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ)

اہل کتاب کی مذموم حرکتیں

۶۹......۷۴

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ

آرزو ہے بعضے اہل کتاب کو کہ کسی طرح گمراہ کریں تم کو اور گمراہ نہیں کرتے مگر اپنے آپ کو

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾

اور نہیں سمجھتے اے اہل کتاب کیوں انکار کرتے ہو اللہ کے کلام کا اور تم قائل ہو

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع

اے اہل کتاب کیوں ملاتے ہو سچ میں جھوٹ اور چھپاتے ہو سچی بات جان کر

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ

اور کہا بعضے اہل کتاب نے مان لو جو کچھ اترا مسلمانوں پر دن چڑھے

{۷۰}وفيه رد على الروافض الذين يقولون بوجوب قبول قول الإمام دون ابانة مستند شرعي (قرطبی-ص۱۰۶/۴) یہاں سے ان لوگوں کی بھی تردید ہوجاتی ہے جو اپنے مولویوں اور پیروں کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات کو حجت سمجھتے ہیں خواہ اس پر کوئی شرعی دلیل ہو یا نہ ہو۔

وَاكْفُرُوٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝٧٢ وَلَا تُؤْمِنُوٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ

اور منکر ہو جاؤ آخر دن میں شاید وہ پھر جاویں اور نہ مانیو مگر اسی کی جو چلے تمہارے دین پر کہدے کہ بیشک

الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ

ہدایت وہی ہے جو اللہ ہدایت کرے اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اور کسی کو بھی کیوں مل گیا جیسا کچھ تم کو ملا تھا یا وہ غالب کیوں آ گئے تم پر تمہارے رب کے آگے

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝٧٣ۚۙ يَّخْتَصُّ

تو کہہ بڑائی اللہ کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ بہت گنجائش والا ہے خبردار خاص کرتا ہے

بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝٧٤

اپنی مہربانی جس پر چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے

ربط : گذشتہ آیات میں بتایا گیا کہ اہلِ کتاب حق سے اعراض کرتے ہیں یہاں بتایا جارہا ہے کہ وہ خود ہی اعراض نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی حق سے ہٹانے کی سعی میں لگے رہتے ہیں۔

تسہیل : اہلِ کتاب میں سے کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ وہ تمہیں گمراہ کردیں۔ حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرسکتے مگر انہیں اس کا شعور نہیں ٥ اے اہل کتاب! تم اللہ کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم ان کا مشاہدہ کررہے ہو ٥ اے اہل کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں خلط ملط کرتے ہو اور جانتے بوجھتے حق کو کیوں چھپاتے ہو ٥ اہل کتاب میں سے ایک گروہ لوگوں کو مشورہ دیتا ہے کہ مسلمانوں پر جو کتاب نازل کی گئی ہے اس پر دن کے شروع میں ایمان لے آؤ اور شام کو اس کا انکار کردو ہوسکتا ہے کہ تمہیں دیکھ کر دوسرے لوگ بھی دین سے پھر جائیں ٥ اور صرف اسی کے سامنے حقیقت کا اعتراف کرنا جو تمہارا ہم مذہب ہو...... آپ فرمادیجئے اصل ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے...... اے یہود ایسی حاسدانہ باتیں تم اس لئے کرتے ہو کہ کسی اور کو بھی ویسی نعمت کیوں ملی جو تمہیں عطا کی گئی تھی یا اس لیے تاکہ مسلمان تمہارے پروردگار کے ہاں تم پر غالب نہ آجائیں...... آپ فرمادیجئے کہ فضل صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کردیتا ہے وہ بہت وسعت والا ہے اور سب کچھ جانتا ہے ٥ وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرلیتا ہے اور اللہ بڑا ہی فضل والا ہے ٥

تفسیر

(۶۹) اے مسلمانو! اہلِ کتاب کے امراء، رؤساء اور علماء کا ایک گروہ مسلسل اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ اپنے خوشنما نعروں، اور دجل و تلبیس اور بحث و مناظرہ کے ذریعہ تمہیں سچائی اور بھلائی کی راہ سے ہٹادے لیکن اس کوشش کا

وبال انہیں پر نازل ہوگا، ان کے گناہوں کے بوجھ میں اضافہ ہوگا اور ان کی آخرت کی منزل کھوٹی ہو جائے گی لیکن کم عقلی کی وجہ سے وہ اس موٹی سی حقیقت کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

(۷۰) اہلِ کتاب! تمہاری کتابوں میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو بشارتیں اور اشارے ہیں{۷۱} تم اپنی آنکھوں سے ان کا مشاہدہ کرنے کے باوجود ان کا انکار کیوں کرتے ہو۔

(۷۱) اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس جو انبیاء کا لایا ہوا حق موجود ہے اس حق کو اس باطل کے ساتھ کیوں خلط ملط کرتے ہو جو تمہارے مذہبی رہنماؤں نے فاسد تاویلات کے ذریعہ خود گھڑ رکھا ہے۔ اور نبی آخر الزماں ﷺ کی جو صفات اور علامات تم جانتے ہو انہیں جان بوجھ کر کیوں چھپاتے ہو۔

(۷۲) لوگوں کا حال یہ تھا کہ جو ایک بار ایمان قبول کر لیتا وہ ہر طرح کے مصائب برداشت کرنے کے باوجود ایمان چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوتا تھا یہ ایک ایسی بدیہی حقیقت تھی جس کا اقرار ابوسفیان نے حالتِ کفر میں ھرقل کے سامنے اس وقت کیا تھا جب اس نے سوال کیا تھا۔

هل یر جع عنه من دخل فی دینهِ : کیا کوئی شخص دین میں داخل ہونے کے بعد مرتد بھی ہوتا ہے۔

تو ابوسفیان نے کہا تھا "لا" (نہیں ایسا کوئی نہیں کرتا)

عام لوگ اہلِ کتاب کو صاحبِ علم سمجھتے تھے ان نام نہاد "عالموں" نے مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کرنے اور دوسروں کو ہدایت سے محروم رکھنے کے لئے یہ چال چلی کہ صبح جا کر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے اور شام کو یہ کہہ کر مرتد ہو جاتے کہ ہمیں تو اس دین میں کوئی بھلائی نظر نہیں آئی اور نہ ہی ہمیں محمد صلی اللہ وسلم میں وہ صفات نظر آئی ہیں جو ہماری کتاب میں مذکور ہیں "لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ" ممکن ہے تمہاری اس تدبیر سے کچھ پرانے مسلمان بھی راہ راست سے ہٹ جائیں۔{۷۲}

(۷۳) جن حقائق کو تم جانتے ہو ان کا اقرار اپنے ہم مذہبوں کے سوا کسی کے سامنے مت کرو اپنے رازوں کی مکمل حفاظت کرو، مسلمانوں کو ان کی بھنک نہ پڑنے پائے۔{۷۳}

"قُلْ إِنَّ الْهُدٰى" اصل ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے۔ وہ اگر کسی کو ہدایت دینا چاہے تو تمہاری رازداریاں اور حیلہ بازیاں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔{۷۴}

{۷۱}بما نطقت به التورة والا نجیل ودلت علی نبوة محمد صلی الله علیه وسلم (تفسیر البیضاوی۔۲/۵۲)

{۷۲}لعلهم یقولون هم اعلم مناوقدر جعوافیر جعون(تفسیر بیضاوی۔۲/۵۲)

{۷۳}لا نطمئنوا أوتظهرواسرکم وما عندکم الالمن تبع دینکم (ابن کثیر۔۱/۴۸۷)

{۷۴}هویهدی من یشاء الی الایمان ویثبته علیه (بیضاوی۔۲/۵۳)

''اَنْ یُّؤْتٰی'' یہود کی اس منافقانہ اور کافرانہ روش کی بنیاد صرف اور صرف حسد پر تھی وہ یہ دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھتے تھے کہ نبوت کا جو سلسلہ صدیوں سے بنو اسرائیل میں چل رہا تھا وہ بنو اسمٰعیل کی طرف کیوں منتقل ہو گیا۔{۷۵}

''اَوْ یُحَاجُّوْکُمْ'' وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے ان بشارتوں کا اقرار مسلمانوں کے سامنے کرلیا جو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تورات میں مذکور ہیں تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے مسلمان ہم پر غالب آجائیں گے اور ہمیں اللہ کے حضور اقراری مجرم کے طور پر پیش ہونا پڑے گا۔''قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ'' دینی اور دنیاوی نعمتیں اور نبوت کسی بھی گروہ کا خاندانی استحقاق نہیں بلکہ یہ سب چیزیں تو اللہ کے اختیار میں ہیں وہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔{۷۶}

(۷۴) اور جسے چاہتا ہے اپنی رحمت {۷۷} کے لئے مخصوص کر لیتا ہے

حکمت وہدایت:

۱...... اہل کتاب خواہ وہ یہود ہوں یا نصاریٰ ان کی ہر تدبیر، ہر کوشش اور نعرے کے پیچھے ان کی یہ خواہش کارفرما ہے کہ مسلمان دین سے دور ہو جائیں (۶۹) وہ حقوق نسواں کی بات کریں یا آزادی رائے کی، وہ میڈیا پر آئیں یا کھیل کے میدانوں میں وہ جمہوریت کا لبادہ اوڑھیں یا این جی اوز کا نقاب اپنے چہرے پر ڈالیں...... ان کا اصل مقصد بے راہ روی کا پھیلانا ہے۔

۲...... جو بھی شر اور فساد پھیلاتا ہے، انجام کار سب سے زیادہ نقصان اسی کو ہوتا ہے مگر وہ اسے سمجھ نہیں پاتا (۶۹)

۳...... حق کے دلائل کا مشاہدہ کر لینے کے باوجود حق کو تسلیم نہ کرنا بدترین کفر ہے (۷۰)

۴...... کسی بھی چیز میں تدلیس اور تلبیس (غلط اور صحیح کو خلط ملط کر دینا حرام ہے خاص طور پر اللہ کے دین میں ایسا کرنا زیادہ حرام ہے)۔(۷۱)

۵...... حق کی گواہی چھپانا حرام ہے (۷۱)

۶...... مکر اور فریب یہود کی ان صفات میں سے ہے جو ان سے قیامت تک جدا نہیں ہو سکتیں۔(۷۲)

۷...... مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کیلئے یہود و نصاریٰ گھٹیا سے گھٹیا طریقہ اختیار کر سکتے ہیں...... یہاں تک کہ

{۷۵} وحاصله ان داعیکم إلیه لیس إلا الحسد (روح المعانی۔ ۲/۳۱۹)
{۷۶} والمراد من الفضل الاسلام قال ابن جریج وقال غیره النبوة...... وقیل نعم الدین والدنیا (روح المعانی۔ص ۲/۳۲۲)
{۷۷} قال الحسن هی النبوة وقال ابن جریج الاسلام والقرآن وقال ابن عباس هوو کثرة الذکر لله تعالیٰ (حواله مذکوره)

اگر وہ بظاہر ایمان بھی قبول کرلیں تو بھی مسلمانوں کو چوکنا رہنا چاہئے کہ کہیں یہ بھی کوئی چال نہ ہو...... بہت سے مستشرقین جو یورپی زبانوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں اپنے علم و تحقیق کی دھاک بٹھاتے ہیں تو وہ دودھ میں شراب ملانے سے باز نہیں آتے (۷۲) اُن کا مسلمانوں کی زبان سیکھنا، ان جیسا لباس پہننا اور ان جیسی معاشرت اختیار کرنا، بسا اوقات انہیں بے وقوف بنانے کے لیے ہوتا ہے۔

۸......مسلمان کو چاہئے کہ وہ اسلام پر مضبوطی سے جما رہے اور اسلام میں آنے جانے والوں سے ہرگز متاثر نہ ہو (۷۲)

۹......صیہونی اور صلیبی گروہ آج تک اپنے رازوں کے سلسلہ میں اپنے ہم مذہبوں کے سوا کسی پر اعتماد نہیں کرتا (۷۳) یہ سادگی صرف مسلمانوں کے حصے میں آئی ہے کہ وہ اپنوں سے زیادہ غیروں پر اعتماد کر رہے ہیں، ان کے اموال یورپ کے بینکوں میں ہیں اور ان کے ملکی اور دفاعی رازوں تک کفار کو رسائی حاصل ہے

۱۰......رحمت وہدایت اور نبوت وولایت کسی خاندان کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ اللہ کا فضل ہے اور وہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے (۷۳)

۱۱......جو شخص حسد میں مبتلا ہوتا ہے اس سے عجیب وغریب حرکتیں صادر ہوتی ہیں (۷۳)

اداءِ امانت اور وفاءِ عہد

﴿۷۵......۷۷﴾

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ

اور بعضے اہل کتاب ہیں وہ ہیں کہ اگر تو اُن کے پاس امانت رکھے ڈھیر مال کا تو ادا کر دیں تجھ کو اور بعضے اُن میں وہ ہیں کہ اگر تو اُن کے پاس امانت

بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ

رکھے ایک اشرفی تو ادا نہ کریں تجھ کو مگر جب تک کہ تو رہے اُس کے سر پر کھڑا یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ نہیں ہے

عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۷۵

ہم پر اُمّی لوگوں کے حق لینے میں کچھ گناہ اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر اور وہ جانتے ہیں

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۷۶ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ

کیوں نہیں جو کوئی پورا کرے اپنا اقرار اور وہ پرہیزگار ہے تو اللہ کو محبت ہے پرہیزگاروں سے جو لوگ مول لیتے ہیں

بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا

اللہ کے قرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا سا مول اُن کا کچھ حصہ نہیں آخرت میں اور نہ

يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾

بات کریگا اُن سے اللہ اور نہ نگاہ کرے گا اُن کی طرف قیامت کے دن اور نہ پاک کریگا اُن کو اور اُنکے واسطے عذاب ہے دردناک

ربط: مسلسل اہلِ کتاب کے اوصاف ذکر کیے جارہے ہیں

تسہیل: اہلِ کتاب میں سے کوئی تو ایسا ہے کہ اگر تم اس کے پاس مال کا ڈھیر بھی امانت کے طور پر رکھ دو تو وہ بلاکم وکاست تمہیں واپس لوٹا دے گا اور ان میں کوئی ایسا ہے کہ اگر تم ایک دینار میں بھی اسے امین بناؤ تو وہ ادائیگی سے انکار کردے گا الّا یہ کہ تم اس کے سر پر سوار رہو، اس طرح کی خیانت وہ اس لئے کرتے ہیں کیونکہ ان کا خیال یہ ہے کہ امیوں کا مال کھانے میں کوئی گناہ نہیں ہوتا، یہ لوگ اللہ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت کررہے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی ٥ آخر انہیں کیوں گناہ نہیں ہوگا اللہ کا قانون تو یہ ہے کہ جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور گناہ اور حرام سے بچتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے پرہیزگاروں سے محبت رکھتا ہے ٥ اور اللہ کا قانون یہ بھی ہے کہ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسمیں تھوڑے سے مال کے بدلے بیچ دیتے ہیں ان کیلئے آخرت میں کچھ بھی نہیں ہے، قیامت کے دن نہ تو اللہ ان سے بات کرے گا، نہ ان کی طرف نظر محبت سے دیکھے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا بلکہ ان کیلئے دردناک عذاب ہے ٥

تفسیر

(۷۵) اہلِ کتاب کے حالات اور عادات بیان کرتے ہوئے قرآن نے منصفانہ انداز اختیار کیا ہے، ان میں سے جو اچھے لوگ تھے ان کی تعریف کی ہے اور جو برے تھے ان کی مذمت بیان فرمائی ہے۔

سموءل بن عادی یہودی تھا مگر وفاء عہد اور اداء امانت میں بہت مشہور تھا۔ یہی حال حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا تھا ان کے پاس ایک قریشی نے بارہ سو اوقیہ سونا امانت کے طور پر رکھوایا، جب اس نے مانگا تو آپ نے فوراً ادا کردیا۔

دوسری جانب کعب بن اشرف اور فنحاص بن عازوراء جیسے رذیل لوگ بھی تھے جن کے پاس اگر کوئی ایک دینار بھی رکھ دیتا تو واپس کرنے کا نام نہیں لیتے تھے اور اپنی اس خیانت اور چوری چکاری کا جواز یہ پیش کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف آپس میں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کی ہے اور دوسروں کے حقوق دبا لینے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا، {۷۸} اس لئے کہ ہم اللہ کے محبوب اور پیارے ہیں اور دوسرے لوگوں کو یہ مقام حاصل نہیں، یونہی

{۷۸} "ليس علينا في الاميين سبيل" أى ليس علينا فى شان من ليسوا من أهل الكتاب ......ولم يكونو اعلى ديننا......عتاب وذم (بيضاوى۔۲/۵٤)

مسلمان ہونا بھی ان کے نزدیک ایسا جرم تھا جس کی وجہ سے کسی کا حق دبالینا ان کے نزدیک جائز تھا۔{۷۹}
ان کی سنگدلی اور شقاوت یہ تھی کہ جو کچھ کرتے تھے یا بکتے تھے اس کی نسبت اپنی کتاب کی طرف اور گویا اللہ کی طرف کردیتے تھے۔

(۷۶) اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ جھوٹ بولتے ہیں تورات میں ایسا کوئی حکم نہیں جس سے غیر اہلِ کتاب کا مال کھانا جائز ثابت ہوتا ہو بلکہ اس کے برعکس تورات میں اداء امانت اور وفاء عہد کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ کسی نسل یا نسب سے تعلق رکھنے والوں کے بجائے ایسے لوگوں ہی سے محبت رکھتا ہے جو عہد شکنی سے، گناہ سے، حرام سے اور حقوق العباد کے دبالینے سے بچتے ہیں۔

(۷۷) اس طرح اللہ تعالیٰ کا قانون اور اصول یہ بھی ہے کہ جو لوگ معاہدوں اور قسموں کو تھوڑے سے مادی مفاد کی خاطر توڑ دیتے ہیں وہ قیامت کے دن ہر نعمت اور ہر راحت اور ہر قسم کی شفقت اور محبت سے محروم ہوں گے۔

حکمت وہدایت:

۱......مسلمان کو انصاف پسند ہونا چاہیئے اگر کسی برے انسان میں بھی کوئی اچھی بات نظر آئے تو اس کا اعتراف کرنا چاہئے۔

۲......برے شخص میں بھی کوئی اچھی عادت ہوسکتی ہے اور بری جماعت میں بھی کوئی نیک انسان ہوسکتا ہے لہٰذا ہمیں سب کو ایک ہی لاٹھی سے نہیں ہانکنا چاہئے (۷۵)

۳......یہود ونصاریٰ پر آنکھیں بند کرکے اعتماد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان کی طبیعت میں خیانت کا غلبہ ہے (۷۵)

۴......اگر کوئی شخص قرض ادا نہ کرے تو اس کے سر پر سوار ہوا جاسکتا ہے۔{۸۰}

۵......حقوق اور امانتوں کی ادائیگی میں مؤمن اور غیر مؤمن کے درمیان کوئی فرق نہیں (۷۵) حضرت سعید بن جبیرؒ سے روایت ہے کہ جب اہل کتاب نے یہ کہا

"لَیۡسَ عَلَیۡنَا فِی الۡاُمِّیّٖنَ سَبِیۡلٌ" (امیوں کا مال کھالینے میں کوئی گناہ نہیں ہوتا) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے دشمن جھوٹ بولتے ہیں، زمانہ جاہلیت کی ساری رسمیں اور عادتیں میرے قدموں تلے ہیں سوائے

{۷۹} أخرج ابن جرير عن ابن جريج قال بايع اليهود رجال من المسلمين فى الجاهلية فلماأ سلموا تقاضوهم عن بيوعهم فقالواليس علينا أمانة ولا قضاء لكم عندنا لأنكم تركتم دينكم الذى كنتم عليه وادعوا أنهم وجدواذلك فى كتابهم فقال الله تعالىٰ "ويقولون على الله الكذب وهم يعلمون" (روح المعانى۔ ۲/۳۲۳)

{۸۰} واستدل أبو حنيفةؒ على مذهبه فى ملازمة الغريم(المدين) بقوله تعالىٰ "الّا مادمت عليه قائما" (التفسير المنير۔ ص ۲/۲۶۹)

امانت کے کہ یہ نیک اور بدسب کو ادا کی جائے گی۔{۸۱}

۶......یہود کی سوچ یہ ہے کہ دنیا بھر میں صرف وہی پاک ہیں باقی سارے انسان ناپاک ہیں اور ان کا مال، جان اور آبرو مباح ہے(۷۵) شاید اسی لیے وہ سالہا سال سے فلسطین میں مسلمانوں کا خون بے دریغ بہا رہے ہیں اور اب تو ان کا ظلم انتہاء کو پہنچ گیا ہے۔

۷......عہد پورا کرنے والے اور خیانت جیسے گناہوں سے بچنے والے اللہ کے محبوب ہیں (۷۶)

۸......معاہدے اور قسم کو توڑنے والا انسان قیامت کے دن کسی قسم کی نرمی کا حقدار نہیں ہوگا(۷۷) (ہمارے دور کے یورپین عیسائیوں میں یہ بیماری کثرت سے پائی جاتی ہے بالخصوص اسلامی ممالک کے ساتھ کیئے گئے معاہدات میں)۔عہد شکنی کو نبی کریم صلی اللہ وسلم نے منافق کی نشانی بتایا ہے،ایک حدیث میں ہے:

"لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له" (جس میں امانت نہ ہو اس میں ایمان نہیں اور جو ایفاء عہد نہ کرے اس کا دین نہیں)

۹......عہد شکن اور قسم فروش انسان پانچ سزاؤں کے مستحق ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، ان کیلئے تو بس دنیا ہی دنیا ہے، اللہ تعالیٰ ان سے کلامِ محبت نہیں کرے گا، ان کی طرف شفقت کی نظر نہیں کرے گا، انہیں گناہوں کی غلاظت سے پاک نہیں کرے گا، وہ دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے(۷۵)

اہلِ کتاب کی تحریف اور افتراء

{۷۸......۸۰}

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ

اور اُن میں ایک فریق ہے کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب تاکہ تم جانو کہ وہ کتاب میں ہے اور وہ نہیں

مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ

کتاب میں اور کہتے ہیں وہ اللہ کا کہا ہے اور وہ نہیں اللہ کا کہا اور اللہ پر

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ

جھوٹ بولتے ہیں جان کر کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اُس کو دیوے کتاب

وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ

اور حکمت اور پیغمبر کرے پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر لیکن یوں کہے

{۸۱}التفسیر المنیر(ص۲۶۷)روی عبدالرزاق وأبو اسحاق ان رجلا سأل ابن عباس فقال انا نصیب فی الغزو من أموال اهل الذمة الدجاجة والشاة قال ابن عباس فماذا تقولون؟قال :نقول:لیس علینا بذلك بأس قال :هذا كما قال أهل الكتاب :"لیس علینا فی الامیین سبیل" انهم اذا ادّوا الجزیة لم تحل لكم اموالهم الا بطیب انفسهم۔

كُونُوا رَبَّٰنِيِّنَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَٰبَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿٧٩﴾ وَلَا يَأْمُرَكُمْ
کہ تم اللہ والے ہو جاؤ جیسے کہ تم سکھلاتے تھے کتاب اور جیسے کہ تم آپ بھی پڑھتے تھے اُسے اور نہ یہ کہے تم کو کہ

أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيِّنَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿٨٠﴾
ٹھہرا لو فرشتوں کو اور نبیوں کو رب کیا تم کو کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو

ربط: اہلِ کتاب صرف حقوق العباد ہی میں خیانت نہیں کرتے، کتاب اللہ میں بھی خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں۔

تسہیل: اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب کو پڑھتے ہوئے اپنی زبان کو یوں الٹتے پلٹتے ہیں کہ تم یہ سمجھو کہ جو کچھ وہ پڑھ رہے ہیں وہ سب کتاب ہی سے ہے حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے، اور کہتے ہیں کہ ہم جو کچھ تمہارے سامنے پڑھتے ہیں یہ سب اللہ کی جانب سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی جانب سے نہیں ہے وہ جانتے ہوئے بھی اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں o جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کی ہو وہ کبھی لوگوں سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ وہ تو یہی کہے گا کہ تم اللہ والے بن جاؤ اس لیے کہ تم کتاب پڑھتے اور پڑھاتے ہو o اور وہ تمہیں یہ حکم بھی کبھی نہیں دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو، کیا وہ تمہیں مسلم ہو جانے کے بعد کفر کا حکم دے سکتا ہے؟ o

تفسیر

(۷۸) اہلِ کتاب کے بعض علماء، اور زعماء اللہ کی کتاب میں لفظی اور معنوی تحریف کرتے تھے {۸۲} اس سلسلہ میں کعب بن اشرف، مالک بن صیف اور حیی بن اخطب کے نام بہت مشہور ہیں۔

کتاب اللہ میں کمی بیشی کرنا، اس کے معنی کو بدل دینا اور زبان کے الٹ پھیر سے الفاظ کا حلیہ بگاڑ دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا، یاد ہوگا کہ وہ ''السلام علیکم'' کو ''السام علیکم'' (تمہیں موت آئے) اور ''راعنا'' کو رعایت کے بجائے رعونت اور حمق سے مشتق مان کر بولتے تھے جس کی وجہ سے یہ ادب کے بجائے سخت بے ادبی کا کلمہ بن جاتا تھا۔

وہ سامعین کی بے علمی اور ناخواندگی کا فائدہ اٹھا کر انہیں یہ باور کراتے تھے کہ ہماری زبان سے جو کچھ نکل رہا ہے یہ کتاب اللہ کا حصہ ہے اور اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ خود بھی جانتے تھے کہ ہم اپنی خودساختہ باتوں کی اللہ کی طرف جھوٹی نسبت کر رہے ہیں۔

{۸۲} یَلوُوٗنَ دونوں قسم کی تحریف کو شامل ہے مفردات میں ہے لوی لسانه بكذا كناية عن الكذب وتخرص الحديث (مفردات/۴۵۷)

(۷۹) شانِ نزول۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ ابورافع قرظی کہتے ہیں کہ جس وقت یہودی علماء اور نجران کے رہنے والے عیسائی زعماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے تو آپؐ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ کہنے لگے کہ اے محمد! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جیسے نصاریٰ عیسیٰؑ کی عبادت کرتے ہیں اس طرح ہم تمہاری عبادت کریں آپؐ نے فرمایا معاذ اللہ! میں ہرگز ایسا نہیں چاہتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی {۸۳} جس میں فرمایا گیا کہ جس انسان پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی اور اسے حکمت و نبوت عطا کی ہو اس کی شان سے بہت بعید ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت دینے لگے خواہ حضرت عیسیٰؑ ہوں یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی نے بھی اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی بلکہ سب نے یہی کہا کہ ہم اللہ کے بندے ہیں تم بھی اللہ کے بندے اور ''ربانی''{۸۴} (اللہ والے) بن جاؤ ''بما کنتم'' خاص طور پر تم جو کہ کتاب اللہ کے پڑھنے اور پڑھانے والے ہو اور دوسروں کو توحید کا درس دیتے ہو تم سے تو شرک کا تصور بھی محال ہونا چاہئے اس لئے کہ علمِ صحیح انسان کے عقیدہ اور علم کی درستگی کا سبب بنتا ہے۔{۸۵}

(۸۰) اللہ کا نبی نہ تو یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے رب بنالو اور نہ ہی کسی کو یہ تعلیم دے سکتا ہے کہ تم فرشتوں کو یا دوسرے انبیاء کو رب بنالو، اللہ کے نبی اسلام سکھانے کیلئے آتے ہیں کفر سکھانے کیلئے نہیں آتے۔

حکمت وہدایت:۔

۱......کئی مذہبی پیشوا دین اور کتاب اللہ کے نام پر بھی لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں (۷۸)

۲......دنیا پرست مولویوں کی ہر بات آنکھیں بند کر کے قبول نہیں کرنی چاہئے (۷۸)

۳......تورات اور انجیل میں لفظی اور معنوی ہر قسم کی تحریف پائی جاتی ہے (۷۸)

۴......دنیاوی اغراض کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف جھوٹی باتوں کی نسبت کرنا یہودیوں کا طریقہ ہے مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے (۷۸)

۵......نیک اور صاحبِ علم حضرات کبھی بھی اپنی بندگی کی دعوت نہیں دیتے وہ خود بھی بندگی رب میں اپنی عزت محسوس

{۸۳}بیہقی

{۸۴}وقیل هو منسوب الی الرب ای الله تعالیٰ فالر بانی کقولهم الٰهی(المفردات۔۱۸٤)

{۸۵}بسبب کونکم معلمین الکتب وبسبب کونکم دارسین له فان فائدة التعلیم والتعلم معرفة الحق والخبر للاعتقاد والعمل(بیضاوی۔۲/۵۷)

کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی کی بندگی کی تلقین کرتے ہیں (۷۹) جاہلوں نے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو اگر سجدہ گاہ بنالیا تو اس میں ان انبیاء اور اولیاء کا کوئی قصور نہیں ہے۔

۶......امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تعلیم وتدریس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ''ربانی'' (اللہ والا) بن جائے، اگر وہ ایسا نہیں بنتا تو وہ اپنا وقت ضائع کر رہا ہے (۷۹)

۷......سب سے اچھے اور بڑے لوگ وہ ہیں جو حصولِ علم کے بعد اس پر عمل کریں اور دوسروں کو تعلیم دیں۔{۸۶}

۸......غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنا اور اس کی بندگی کرنا کفر ہے...... اللہ کے نبی اور ولی کبھی بھی اس کا حکم نہیں دیتے (۸۰)

میثاقِ انبیاء

۸۱......۸۳

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ
اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے — کہ جو کچھ میں نے تم کو — دیا — کتاب — اور علم — پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ

مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ
سچا بتادے تمہارے پاس والی کتاب کو — تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے — فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا — اور اس شرط — پر

ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨١﴾ فَمَنْ
میرا عہد قبول کیا — بولے ہم نے اقرار کیا — فرمایا تو اب گواہ رہو — اور میں بھی تمہارے ساتھ — گواہ ہوں — پھر جو کوئی

تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٨٢﴾ أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ
پھر جاوے — اس کے بعد — تو وہی — لوگ — ہیں — نافرمان — اب کوئی اور دین ڈھونڈتے ہیں سوا دین اللہ کے — اور اسی

أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾
کے حکم میں ہے — جو کوئی — آسمان — اور زمین میں ہے خوشی سے یا لاچاری سے — اور اسی کی طرف سب پھر جاوینگے

ربط: سورت کی ابتداء سے یہاں تک اہلِ کتاب کی خیانت، تحریف، کتمانِ حق اور افراط وتفریط ذکر فرما کر انہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ترغیب دی گئی ہے، اسی ترغیب اور دعوت کو موکد کرنے کیلئے اس میثاق کا تذکرہ کیا جارہا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے لیا گیا تھا وہ یہ کہ ہر نبی اور اس کی امت بعد میں آنے والے نبی کی تصدیق بھی کریں گے اور اس کی نصرت بھی کریں گے۔ اس عہد کی رو سے اہلِ کتاب پر لازم تھا کہ وہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے۔

{۸۶}روی ابن عبدالبر عن علی رضی اللّٰہ عنہ قولہ من علم وعمل وعلّم دعی فی ملکوت السمٰوات عظیما وھو مروی عن عیسٰی علیہ السلام(ایسر التفاسیر۔ ۱/۳۳۷)

تسہیل: وہ وقت بھی لائق ذکر ہے جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کروں پھر تمہارے پاس وہ پیغمبر آجائے جو تمہاری شریعت کی تصدیق کرے گا تو تمہیں لازماً اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد بھی کرنی ہوگی۔ یہ عہد لینے کے بعد سوال کیا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو اور میرے اس عہد کو قبول کرتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ہم نے اقرار کرلیا، اللہ نے فرمایا تم اس اقرار کے گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں O اب اگر امتیوں میں سے کسی نے اس عہد کی خلاف ورزی کی تو وہ بدعہد شمار ہوگا O کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے علاوہ کسی دوسرے دین کی تلاش میں ہیں حالانکہ اس اللہ کی شان یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوق اسی کی فرمانبردار ہے.....کوئی خوشی سے اور کوئی مجبوری کی بناء پر، اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے O

تفسیر

(۸۱) اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ عہد لیا کہ اگر تمہاری موجودگی میں ''رسول مصدّق'' (وہ پیغمبر جو تمہاری کتاب اور شریعت کی تصدیق کرے گا) آجائے تو تم پر اس کی تصدیق و تائید اور نصرت و اعانت کرنا لازم ہوگا۔

چونکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بنیادی دعوت ایک تھی اور ان کے درمیان اصول میں کوئی اختلاف نہیں تھا اس لیے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عہد تمام انبیاء سے باہمی تصدیق کی بابت لیا گیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس عہد کو خوب نبھایا اور خود منصب نبوت پر فائز ہونے کے باوجود دوسرے انبیاء کی بھی علی الاعلان تصدیق اور تائید کی۔{۸۷}

دوسرا قول یہ ہے کہ ''رسول مصدق'' یا آنے والے رسول سے مراد ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور چونکہ تمام مکانوں، تمام جہانوں اور تمام انسانوں کیلئے نبی بن کر آنے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے صرف آپ کے لئے لکھ رکھی تھی اس لئے ہر قوم اور ہر قبیلے کے نبی کے واسطے سے دنیا بھر کے انسانوں سے یہ عہد لیا جاتا رہا کہ جب وہ رسول اعظم آئے جو تمام انبیاء کی کتابوں اور شریعتوں کا مصدّق ہوگا اور جس پر وہ ساری بشارتیں اور علامتیں صادق آئیں گی جو تورات اور انجیل وغیرہ آسمانی کتابوں میں آخری نبی کے بارے میں مذکور ہیں{۸۸} تو تم اس پر ایمان لے آنا اور اس

{۸۷}قیل: اخذ اللہ تعالیٰ میثاق الانبیاء أن یصدق بعضھم بعضا ویأمر بعضھم بالایمان بعضا فذلک معنی النصرة بالتصدیق(قرطبی۔۴/۱۲۴)

{۸۸}فالمراد من قوله "ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم" هو محمد صلی الله علیه وسلم والمراد بکونه مصدقا لما معهم هو ان وصفه و کیفیة احواله مذکورة فی التورة والانجیل فلما ظهر علی احوال مطابقة لما کان مذکورا فی تلک الکتب کان نفس مجیئه تصدیقا لما کان معهم (تهذیب التفسیر الکبیر۔۲/۱۴۸)

کی لائی ہوئی دعوت کو دنیا میں پھیلانے کیلئے اس کی مدد بھی کرنا۔ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ نے جو بھی نبی بھیجا اس سے یہ عہد لیا کہ اگر تمہاری زندگی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے تو تم ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا اور انہیں حکم دیا گیا کہ یہی عہد تم اپنی اپنی امت سے بھی لو۔{۸۹}

(۸۲) جو لوگ اس عہد و پیمان سے اعراض کریں گے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائیں گے وہ بدعہد اور فاسق و فاجر شمار ہوں گے، چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر اہلِ کتاب نے ایسا ہی کیا اور وہ اللہ کے دین کی فرمانبرداری کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔

(۸۳) اسلام اللہ کا دین ہے اور یہ سارے انسانوں ہی کا دین نہیں بلکہ سارے جہانوں میں بسنے والی ساری مخلوق کا دین ہے۔ اسلام کا معنی ہے فرمانبرداری۔ اور اس کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کے حکموں کا فرمانبردار ہے، جو لوگ اس دین سے اعراض کرتے ہوئے کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں گے وہ گویا کائناتی قانون اور عالمگیر دین سے اعراض کریں گے ''طوعاو کرھا'' (خوشی سے اور مجبوری سے) کسی نے اپنے ضمیر کی آواز کی بناء پر اللہ کے سامنے سر جھکا دیا اور کسی نے مسلمانوں کی طاقت سے خائف ہو کر یا معجزات دیکھ کر سر تسلیم خم کر دیا۔{۹۰}

اسی طرح ملائکہ اور زمین و آسمان جیسی بے اختیار چیزوں کی فرمانبرداری ''طوعا'' ہے اور انسان جیسی با اختیار مخلوق کی اطاعت کبھی طوعاً ہوتی ہے اور کبھی کرھاً ہوتی ہے، مسلمان خوشی سے اطاعت کرتا ہے اور کافر مجبوری سے۔{۹۱}

حکمت وہدایت

۱......اللہ تعالیٰ کی سنّت اور دستور یہ رہا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ایک دوسرے پر ایمان بھی رکھتے تھے اور ایک دوسرے کی نصرت بھی کرتے تھے (۸۱)

۲......اہلِ علم کو چاہیے کہ وہ باہم دگر تردید اور مخالفت کے بجائے تائید اور موافقت کا راستہ اختیار کریں (۸۱)

۳......عالمِ انسانی کے تمام انبیاء کی بلا امتیاز تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیت ہے (۸۱)

۴......اس دنیا میں آنے والے ہر نبی نے ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت سنائی تھی{۹۲} (۸۱)

۵......اہلِ معرفت کہتے ہیں کہ حقیقی رسول اور مستقل شارع صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور باقی تمام انبیاء

{۸۹} تفسیر القرآن العظیم (۱/۳۳۲)

{۹۰} "طوعا" بالنظر فی الادلة والانصاف من نفسه "و کرھا" بالسیف أو بمعاينة مايلجئ الی الاسلام (کشاف۔ ۱/۴۰۷)

{۹۱} فالمؤمن مستسلم بقلبه وقالبه لله والکافر مستسلم لله کرھا (ابن کثیر۔ ۱/۳۳۳)

{۹۲} حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں میں، تورات کی پیشگوئیوں میں اور انجیل کی بشارتوں میں آپ کا ذکر ملتا ہے۔

آپ کے تابع ہیں۔{۹۳}

۶......صرف اور صرف ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تمام قوموں کیلئے رسول بن کر آئے ہیں اسی لئے ہر نبی نے اپنی قوم کو آپ کی تصدیق اور نصرت کی تلقین کی (۸۱)

۷......جو لوگ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے ہیں وہ عہد شکن اور بدکردار ہیں (۸۲)

۸......اسلام عالمگیر مذہب اور فطرت کی آواز ہے، اسلام سے اعراض کرنا فطرت کی آواز کو دبانا اور انبیاء کے متفقہ مذہب کا انکار کرنا ہے (۸۳)

۹......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک عجیب عمل منقول ہے وہ یہ کہ اگر کسی کا جانور اڑی کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کے کان میں آیت ۸۳ پڑھ دے۔{۹۴} (حیرت ہے کہ حیوان، اللہ کے کلام کا اثر قبول کرے اور انسان قبول نہ کرے)۔

تمام انبیاء اور دین اسلام پر ایمان

۸۴......۸۵

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ

تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ اُترا ہم پر اور جو کچھ اُترا ابراہیم پر اور اسمٰعیل پر اور اسحٰق پر

وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۠ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

اور یعقوب پر اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا سب نبیوں کو اُنکے پروردگار کی طرف سے ہم جُدا نہیں کرتے

اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ

اُن میں کسی کو اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین سو اُس سے ہرگز قبول نہ ہوگا

وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

اور وہ آخرت میں خراب ہے

ربط: گذشتہ آیات میں تمام انبیاء اور ان کی امتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم تھا اور یہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کو تمام انبیاء اور ان کی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم ہے۔

{۹۳}ذهب العارفون الى انه صلى الله عليه وسلم هو النبى المطلق والرسول المطلق والمشرع الاستقلالى وان من سواه من الانبياء فى حكم التبعية له(روح المعانى۔۲/۳۳۵)

{۹۴}التفسير المنير(۲/۲۸۳)

تسہیل: آپ فرما دیجئے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور ان تمام تعلیمات پر جو ہم پر اتاری گئیں اور ان تعلیمات پر بھی جو حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام اور انکی اولاد پر اتاری گئیں اور ہم ان تمام احکام کو بھی تسلیم کرتے ہیں جو حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو ان کے پروردگار کی طرف سے عطا کیے گئے، ہم ایمان لانے کے اعتبار سے ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے، ہم تو بس اللہ کے فرماں بردار ہیں ٥ جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کا طالب ہوگا تو وہ اللہ کے ہاں ہرگز قابل قبول نہیں ہوگا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا O

حکمت و ہدایت

۱......کوئی شخص اس وقت تک کامل مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء، تمام کتابوں اور صحیفوں پر ایمان نہ رکھے (۸۴)

۲......کوئی شخص تمام انبیاء کے انکار اور انہیں گالی گلوچ کے باوجود یہودی یا عیسائی رہ سکتا ہے لیکن کسی ایک بھی نبی کی توہین اور انکار کے بعد وہ مسلمان نہیں رہ سکتا (۸۴)

۳......ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بھی تمام انبیاء کے مصدّق تھے آپ کے امتی بھی تمام انبیاء اور ان کی شریعتوں کے مصدّق ہیں (۸۴)

۴......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انبیاء کا مصدّق ہونا آپؐ کے آخری نبی ہونے کی علامت ہے اور آپ کی امت کا تمام شریعتوں کا مصدّق ہونا آخری امت ہونے کی دلیل ہے (۸۴)

۵......تمام انبیاء اور ان کی امتوں سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا وعدہ بھی لیا گیا تھا اور آپ کے دین کی نصرت و اشاعت کا وعدہ بھی لیا گیا تھا لیکن مسلمانوں کو تمام انبیاء پر ایمان لانے کا حکم تو دیا گیا ہے مگر ان کی شریعتوں کی نصرت و اشاعت کا حکم نہیں دیا گیا (۸۴)

۶......اسلام کا مفہوم اطاعت و انقیاد ہے۔ اور مسلم وہ ہے جو اللہ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے، خواہ وہ حکم عبادت کے بارے میں ہو یا تجارت و سیاست کے بارے میں (۸۴)

۷......ملتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مذہبِ اسلام کے سوا تمام مذاہب باطل ہیں (۸۵)

کفّار اور مرتدین کی مختلف انواع

﴿۸۶......۹۱﴾

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ
کیونکر راہ دیگا اللہ ایسے لوگوں کو کہ کافر ہوگئے ایمان لاکر اور گواہی دے کر کہ بیشک رسول سچا ہے اور آئیں اُنکے پاس

الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ
نشانیاں روشن اور اللہ راہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ اُن پر لعنت ہے

لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ
اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ ہلکا ہوگا اُن سے عذاب

وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
اور نہ اُن کو فرصت ملے مگر جنہوں نے توبہ کی اس کے بعد اور نیک کام کئے تو بیشک اللہ غفور

رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ
رحیم ہے جو لوگ منکر ہوئے مان کر پھر بڑھتے رہے انکار میں ہرگز قبول نہ ہوگی اُن کی توبہ

وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الضَّاۗلُّوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ
اور وہی ہیں گمراہ جو لوگ کافر ہوئے اور مرگئے کافر ہی تو ہرگز قبول نہ ہوگا کسی

اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ
ایسے سے زمین بھرکر سونا اور اگرچہ بدلا دیوے اسقدر سونا اُن کو عذاب دردناک ہے اور کوئی نہیں اُن

مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾
کا مددگار

ربط: آیت ۸۵ میں ان لوگوں کا بیان تھا جو اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کی تلاش میں ہیں، یہاں ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو اسلام قبول کر کے اس سے پھر گئے۔ (۸۶)

تسہیل۔ ایسے لوگ اللہ کی ہدایت اور نظرِ کرم کے کیونکر مستحق ہوسکتے {۹۵} ہیں جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے حالانکہ وہ رسول کے سچا ہونے کا مشاہدہ کر چکے ہیں اور اللہ ایسے ناقدرے اور بے ڈھنگے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا O ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہوتی ہے O وہ ہمیشہ کے لئے

{۹۵} کیف یلطف بھم ولیسوا من اھل اللطف (کشاف۔۱/۴۰۸)

اس لعنت میں گرفتار رہیں گے، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی ٥ البتہ جو لوگ کفر کے بعد توبہ کرلیں اور اپنے ظاہر اور باطن کی اصلاح کرلیں تو ایسے لوگوں کیلئے اللہ بڑا غفور رحیم ہے ٥ جو لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے پھر وہ کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے تو انکی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی اور یہ لوگ پکّے گمراہ ہیں ٥ وہ لوگ جو کافر ہو گئے پھر کفر کی حالت میں ہی مر گئے وہ اگر عذاب سے بچنے کیلئے زمین بھر کر سونا بھی دیں تو قبول نہیں کیا جائے گا، یہ لوگ دردناک عذاب سے دوچار ہو کر رہیں گے اور ان کا کوئی حامی اور مددگار نہیں ہوگا٥

تفسیر

(۸۶) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان اہلِ کتاب کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنی کتابوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات وصفات دیکھ لیں ان کا اقرار بھی کرلیا، دوسرں کو بھی آنے والے نبی کی انہوں نے اطلاع دی خود بھی منتظر رہے لیکن جب اللہ کا نبی آ گیا تو محض حسد کی بنا پر اقرار کے بعد انکار کرنے لگے {۹۶} اللہ کا دستور یہ ہے کہ جو فرد یا قوم دلائل اور معجزات دیکھ لینے اور حق کو پہچان لینے کے بعد بھی ایمان قبول نہ کرے اور نعمتِ ایمان کی قدر نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے محروم ہو جاتی ہے اور اس سے ہدایت کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔

(۸۷) ایمان جیسی عظیم الشان نعمت کی قدر نہ کرنیوالوں اور گھر آئے ہوئے نورِ ایمان کو ٹھکرانے والوں کی سزا یہ ہے کہ وہ ہر طرف سے لعنت میں گھر جاتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے، انہیں فرشتوں کی تائید حاصل نہیں ہوتی اور انسان بھی حق اور سچ کے منکروں پر لعنت کرتے ہیں۔{۹۷}

(۸۸) لعنت کے مستحق کی اصل سزا جہنم ہے وہاں نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی معذرت پیش کرنے کی مہلت دی جائے گی۔

(۸۹) لیکن ان میں سے جو اپنے کیے پر نادم ہوں تو انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کا دروازہ کسی کیلئے بند نہیں کرتا، وہ اگر ارتداد جیسے جرم عظیم کے بعد توبہ کرلیں اور اپنے ظاہر اور باطن کی اصلاح کرلیں تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا اور بہت مہربان پائیں گے۔

{۹۶}هم اهل الكتاب كانوايجدون محمدا صلى الله عليه وسلم فى كتابهم ويستفتحون به فكفروابعدايمانهم(تفسير الحسن البصرى۔۲/۲٤۰)

{۹۷}المرادبالناس اماالمومنين اوالعموم فان الكافرايضا يلعن منكرالحق والمرتلمنه فقد لعن نفسه(تفسير القاسمى۔٤/۱۳۷)

(۹۰) لیکن جو لوگ ایمان کے بعد اپنے کفر پر مصر رہے اور کفریہ اعمال کے ارتکاب اور اسلام کے خلاف جنگ میں منہمک رہے تو ان کے دلوں میں کفر اس طرح راسخ ہو جائے گا اور ان کی قبول حق کی صلاحیت اس قدر مسخ ہو جائے گی کہ ان کے توبہ کرنے اور توبہ کے قبول ہونے کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔{۹۸}

(۹۱) جن لوگوں کا حالتِ کفر میں انتقال ہو جائے ان کی نجات کی کوئی صورت نہیں انہوں نے اگر دنیا میں سونے کے انبار خیرات کیئے ہوں تو اس کا بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور اگر وہ آخرت میں سونے سے بھری ہوئی زمین فدیہ کے طور پر دے کر نجات حاصل کرنا چاہیں تو یہ فدیہ بھی ان سے قبول نہیں کیا جائے گا۔{۹۹}

حکمت وہدایت

۱......ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

پہلی قسم: وہ جنہوں نے کفر سے سچی توبہ کر لی (آیت ۸۹ میں انہیں کا ذکر ہے)

دوسری قسم:۔ وہ جنہوں نے سچی توبہ نہ کی (آیت ۹۰ میں انہیں کا تذکرہ ہے)

تیسری قسم:۔ جو حالتِ کفر ہی میں مر گئے اور انہیں توبہ کی توفیق نہیں ملی (آیت ۹۱ میں انہیں کا بیان ہے)

۲......شر وفساد اور ظلم وگناہ میں مسلسل لگے رہنے والا انسان توبہ سے محروم ہو جاتا ہے (۸۶) اس لیے بندے کو چاہیے کہ اگر اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو جلد از جلد توبہ کر لے۔

۳......جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدر نہیں کرتے وہ اس نعمت سے محروم کر دیئے جاتے ہیں (۸۶)

۴......قبولیتِ توبہ کیلئے اس کی شرائط کا پایا جانا ضروری ہے جو کہ یہ ہیں:

☆ گناہ سے فوراً رک جائے۔

☆ اپنے کیئے پر اظہار ندامت۔

☆ استغفار۔

☆ آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم۔

☆ مافات کی حتی الامکان اصلاح اور تلافی۔

۵......توبہ، تزکیہ اور اصلاح کا مؤثر طریقہ ہے، بڑے سے بڑے گناہوں یہاں تک کہ کفر وشرک کی گندگی بھی اس سے صاف ہو جاتی ہے (۸۹)

{۹۸} کفر پر اصرار ہی زیادتیِ کفر کا سبب بنتا ہے علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں ثم ازدا دوا کفرا باصرار هم علی ذلك (کشاف۔ ۱/۴۰۹)

{۹۹} فلن یقبل من احدهم ملء الارض ذهبا لو تقرب به فی الدنیا ولو افتدی به من العذاب فی الآخرة (بیضاوی۔ ۲/۶۴)

۶......کفریہ اعمال کے بار بار ارتکاب سے دل میں کفر راسخ ہو جاتا ہے(۹۰) یونہی ایمانی اعمال کے کرنے سے دل کی گہرائی میں ایمان قرار پکڑ جاتا ہے۔

۷......کفر اور ظلم و فسق میں اصرار کرنے سے قبولِ حق کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے(۹۰)

۸......جس شخص کا حالتِ کفر میں انتقال ہو جائے وہ قیامت کے دن نجات سے مایوس ہوگا(۹۱)

۹......کفار، رفاہی اداروں وغیرہ پر جو کروڑوں اور اربوں خرچ کرتے ہیں اللہ کے ہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں(۹۱)

۱۰......قیامت کے دن ایمان اور اعمال صالحہ کے سوا کوئی فدیہ قابلِ قبول نہیں ہوگا(۹۱)

حقیقتِ بر کے حصول کا طریقہ

......۹۲......

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ (۹۲)

ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ اور جو چیز خرچ کرو گے سو اللہ کو معلوم ہے

ربط: گزشتہ آیات میں بتایا گیا کہ قیامت کے دن اگر زمین بھر کر سونا بھی عذاب سے نجات کیلئے پیش کریں تو قبول نہیں کیا جائے گا یہاں بتایا جا رہا ہے کہ اخروی نجات اور حصولِ جنت کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا پسندیدہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔

تسہیل: تم نیکی کے کمال درجہ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں کو اللہ کی راہ میں نہ لگا دو اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے ○

تفسیر

(۹۲) عربی زبان میں بر کے معنی بہت وسیع ہیں، نیکی کی ہر قسم خواہ اس کا تعلق عقیدہ سے ہو یا عمل اور عبادات سے وہ بر میں داخل ہے{۱۰۰} یہاں بر سے مراد نیکی کی حقیقت اور اس کا درجہ کمال ہے۔{۱۰۱}

{۱۰۰}البر اسم جامع للطاعات واعمال الخیر المقربۃ الی اللہ تعالیٰ (تفسیر کبیر)

{۱۰۱}البر الاحسان و کمال الخیر(روح المعانی۔۲/۳۵۸) ای لن تبلغوا حقیقۃ البر(مدارک۔۱/۲۳۳)

انسان نیکی کے درجہ کمال تک تب پہنچ سکتا ہے جب وہ اپنی محبوب چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ نیکی کے بڑے حریص تھے اس لیے جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو انہوں نے اپنا اپنا پسندیدہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں دیر نہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی لونڈیوں میں سے جو سب سے پیاری تھی اسے آزاد کردیا اور آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ذہین وفطین اور نیک اور شریف غلام نافع کو آزاد کردیا، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک قیمتی گھوڑا تھا انہوں نے اسے صدقہ کردیا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنے اموال میں سے سب سے قیمتی اور محبوب مال ''بئر حاء'' نامی باغ کو سمجھتے تھے انہوں نے وہ باغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردیا، اموال کے علاوہ صحابہ کرام نے اپنی جانوں، اولادوں صلاحیتوں اور زندگیوں کو جو اللہ کے دین کیلئے وقف کررکھا تھا وہ کسی بھی باخبر انسان سے مخفی نہیں۔

حکمت وہدایت۔

۱......بر یعنی نیکی کا کرنا انسان کو جنت میں لے جانے کا ذریعہ ہے (۹۲)

۲......اللہ کی رضا اور جنت کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے محبوبات اور مرغوبات کی قربانی دی جائے {۱۰۲} اور اللہ کا دیا ہوا جو کچھ ہے خواہ مال وجاہ ہو یا قوت اور وقت اسے اللہ کی راہ میں لگا دیا جائے (۹۲)

۳......وہ صدقہ اور وہ نیکی جو محض رضاء الٰہی کے حصول کے لئے کی جائے وہ ضائع نہیں جاتی خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ (۹۲)

تردید یہود

{۹۳......۹۵}

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَآءِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ

سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو مگر وہ جو حرام کرلی تھی اسرائیل نے اپنے اوپر توریت نازل ہونے سے پہلے

التَّوْرٰىةُ ۗ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوهَآ إِن كُنتُمْ صٰدِقِينَ ﴿٩٣﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللَّهِ

تو کہہ لاؤ توریت اور پڑھو اگر سچے ہو پھر جو کوئی جوڑے اللہ پر

الْكَذِبَ مِنۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ﴿٩٤﴾ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ ۗ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرٰهِيمَ

جھوٹ اس کے بعد تو وہی ہیں بڑے بے انصاف تو کہہ سچ فرمایا اللہ نے اب تابع ہوجاؤ دین ابراہیم کے جو ایک ہی

حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٥﴾

کا ہو رہا تھا اور نہ تھا شرک کرنے والا

{۱۰۲} والحاصل انه لاوصول الی المطلوب الا باخراج المحبوب (مدارك)

ربط: سورت کی ابتداء سے اہلِ کتاب سے مباحثہ چل رہا ہے ان آیات میں بھی ان کے ساتھ ایک محاجہ اور مباحثہ کا بیان ہے۔

ابوروق اور کلبی کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم نے دعوی کیا کہ میں ملتِ ابراہیمی پر ہوں تو یہود نے دو اعتراض کیے پہلا یہ کہ اگر واقعی آپ سچے ہیں تو پھر اونٹ کا گوشت کیوں کھاتے ہیں جبکہ یہ ملتِ ابراہیمی میں حرام تھا۔

دوسرا یہ کہ ابراہیمی سلسلہ کے تمام انبیاء کا قبلہ بیت المقدس تھا اور وہی سب سے افضل بھی ہے تو آپ نے اسے چھوڑ کر کعبہ کو قبلہ کیوں بنالیا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں ﷺ۔{۱۰۳}

تسہیل: نزول تورات سے پہلے ہر کھانا بنی اسرائیل کے لیے حلال تھا سوائے اس کے جسے حضرت اسرائیل علیہ السلام نے اپنے اوپر خود حرام کرلیا تھا فرمادیجئے کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو تورات لاؤ اور اسے پڑھو ٥ جو کوئی اس واضح دلیل کے بعد بھی اللہ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے گا تو ایسے لوگ بڑے ظالم ہیں ٥ آپ فرمادیجئے کہ اللہ نے جو کچھ بتایا ہے وہ سچ ہے لہٰذا تم سیدھی راہ والے ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرو اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے ٥

تفسیر

(۹۳) بنی اسرائیل کی حکم عدولیوں، گناہوں اور مظالم کی وجہ سے بعض حلال اور پاک چیزیں ان پر حرام کردی گئیں تھیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت ۱۶۰ اور سورۃ الانعام کی آیت ۱۴۶ میں کیا ہے لیکن تورات کے نزول سے پہلے ہر پاک کھانا ملتِ ابراہیم میں حلال تھا۔

البتہ حضرت یعقوب علیہ السلام جب عرق النساء کی بیماری میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے طبی نقطۂ نظر سے اونٹ کے گوشت اور دودھ سے پرہیز کرنا شروع کردیا تھا لیکن چونکہ یہ پرہیز اللہ کے حکم سے تھا اس لئے اسے حرمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔{۱۰۴}

یہود نے بات کا بتنگڑ بنادیا اور یہ دعویٰ کردیا کہ تورات میں بعض ایسی چیزوں کی حرمت کا بیان ہے جنہیں مسلمان اپنے لئے حلال کئے ہوئے ہیں، نیز یہ کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین میں بھی حرام تھیں، اس بے بنیاد دعویٰ کے جواب میں فرمایا کہ تم تورات لاؤ اور اس میں یہ لکھا ہوا دکھاؤ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ چیزیں حرام تھیں

{۱۰۳}اسباب النزول للواحدی نیشا بوری(٦٥-٦٦)

{۱۰۴}وقیل فعل ذلك للتداوی باشارۃ الاطبّاء واحتج به من جوزلنبی أن یجتهد ولمانع أن یقول ذلك باذن من اللّٰه فیه فهو كتحریمه ابتداء(بیضاوی۔۲/٦٦)

لیکن یہود تورات سے ثبوت پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکے اور لاجواب اور ذلیل ہو کر راہِ فرار اختیار کر گئے۔ {۱۰۵}

(۹۴) اس واضح شہادت کے بعد بھی اگر کوئی شخص اپنے جھوٹ پر اصرار کرتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں فلاں چیزیں ابراہیمی سلسلہ کے انبیاء پر حرام کی تھیں تو اس سے بڑا ظالم اور بے انصاف کون ہو سکتا ہے۔

(۹۵) جب یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر بات سچ پر مبنی ہے تو تم پر لازم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی کرو جو ہر قسم کی افراط و تفریط سے پاک اور خالص توحید پر مبنی تھی......اصول کے اعتبار سے ملتِ ابراہیمی اور دینِ اسلام میں کوئی فرق نہیں اس لئے ملتِ ابراہیمی کی اتباع کی دعوت، حقیقت میں اتباع اسلام کی دعوت ہے۔

حکمت و ہدایت

۱......سابقہ شریعتوں میں نسخ ہوتا رہا ہے جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود پر بعض ایسی چیزیں حرام کر دی تھیں جو ان کیلئے حلال تھیں (۹۳)

۲......علاج کی خاطر کسی حلال چیز سے پرہیز کیا جا سکتا ہے۔

۳......جاہل صوفیوں کا یہ خیال غلط ہے کہ حلال گوشت اور پاکیزہ غذاؤں کے ترک سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ {۱۰۶}

۴......دین اسلام میں کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا جائز نہیں اور اگر کسی نے ایسا کیا تو اس پر کفارہ لازم ہو جائے گا۔ {۱۰۷}

عظمت بیت اللہ اور فرضیتِ حج

﴿۹۶......۹۷﴾

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩٦﴾ فِيهِ آيَاتٌ

بیشک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو کہ ہے بکہ میں برکت والا اور ہدایت جہان کے لوگوں کو اس میں نشانیاں ہیں

بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ

ظاہر جیسے مقام ابراہیم اور جو اس کے اندر آیا اس کو امن ملا اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص

اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٩٧﴾

قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی اور جو نہ مانے تو پھر اللہ پروا نہیں رکھتا جہان کے لوگوں کی

{۱۰۵} فروی الهم لم یحسروا علی إخراج التوراة وبهتوا وانقلبوا صاغرین (کشاف۔ ۱/۴۱۳)

{۱۰۶} وفی هذه الآية دلالة على بطلان قول الممتنعين من أكل اللحوم والا طعمة اللذيذة تزهّدًا الان الله تعالىٰ قدنهى عن تحريمها (احكام القرآن)

{۱۰۷} احكام القرآن (ص۔ ۲/۱۹)

ربط: ربط کیلئے گذشتہ سطور میں جوشانِ نزول ذکر کیا گیا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے

تسہیل: سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کیلئے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے وہ خیر و برکت والا ہے اور سارے جہاں کیلئے ہدایت کا مرکز ہے ○ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک مقام ابراہیم ہے، دوسری یہ کہ جو اس میں داخل ہو جائے وہ مامون ہو جاتا ہے، لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو شخص اس گھر تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے ذمے اس کا حج کرنا لازم ہے اور جس نے انکار کیا تو وہ جان لے کہ اللہ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے ○

تفسیر

(۹۶) کعبہ کو دونوں اعتبار سے اولیت کا شرف حاصل ہے زمانے کے اعتبار سے بھی اور شرف وعظمت کے لحاظ سے بھی۔ کعبہ سے پہلے دنیا میں کوئی عبادت گاہ نہیں تھی، صحیحین میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! زمین پر سب سے پہلی مسجد کونسی تعمیر کی گئی تھی آپؐ نے فرمایا مسجد حرام۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ، مجاہدؒ، قتادہؒ اور سدیؒ نے فرمایا آسمان وزمین کی پیدائش کے زمانے میں پانی کی سطح سے سب سے اول کعبہ کا مقام نمودار ہوا، شروع میں یہ سفید جھاگ تھے (جو منجمد ہو گئے تھے) زمین کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے اس کی تخلیق ہوئی تھی پھر اس کے نیچے سے زمین پھیلائی گئی۔{۱۰۸}

اللہ کا یہ گھر ''بکّہ'' میں ہے جو مذکورہ بالا روایت کے اعتبار سے دنیا کا پہلا شہر، پہلی آبادی اور زمین کا پہلا ٹکڑا ہے، بکّہ اور مکّہ دونوں ہم معنی ہیں، اہل عرب میم کو باء سے بدل دیتے ہیں۔{۱۰۹}

کعبہ کی کئی خصوصیات ہیں

۱۔ مبارک ہے۔ روحانی خیرات اور دینی برکات کا جو چشمہ یہاں ہزاروں سال قبل پھوٹا تھا وہ قیامت تک بہتا رہے گا، یہاں اجر وثوب میں بھی خوب برکت ہوتی ہے۔

۲۔ انسانوں کی ہدایت کا مرکز ہے، ہر مسلمان کے دل میں اس کی محبت ہے، اہل ایمان کے دل اس کی طرف یونہی کھنچتے ہیں جیسے لوہا مقناطیس کی طرف اور پروانہ شمع کی طرف (۹۷)

{۱۰۸} تفصیل کے لیے دیکھئے تفسیر مظہری (ص/۲/۲۲۹-۲۳۰) اس تفسیر میں جو روایات نقل کی گئی ہیں ان کی رو سے کعبہ کی سب سے پہلی تعمیر آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار قبل فرشتوں نے، دوسری تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے، تیسری حضرت ابراہیم علیہ السلام نے، چوتھی قبیلہ جرہم نے، پانچویں عمالقہ نے اور چھٹی تعمیر قریش نے کی...... واللہ اعلم بالصواب

{۱۰۹} المفردات فی غریب القرآن (ص۔۵۷)

۳۔اس میں توحید الٰہی کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک مقام ابراہیم یعنی پورا حرم ہے{۱۱۰} اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں تشریف نہ لائے ہوتے تو اہلِ کتاب اور بالخصوص مشرکوں کے ہاں ان کی یہاں آمد کا تذکرہ اور چرچا نہ ہوتا۔

۴۔یہ خصوصیت بھی پوری دنیا میں صرف کعبہ ہی کو حاصل ہے کہ جو شخص یہاں داخل ہو جائے اسے امن حاصل ہو جاتا ہے خواہ وہ قاتل ہی کیوں نہ ہو بلکہ حرم کے جانوروں اور درختوں سے بھی تعرض کرنا جائز نہیں ...... مامون ہونے کی یہ خصوصیت حرم کو اسلام سے پہلے بھی حاصل تھی اور قیامت تک حاصل رہے گی۔

۵۔جو شخص زادِراہ کی سکت رکھتا ہو اور کوئی جسمانی اور خارجی رکاوٹ نہ ہو تو اس پر اس برکت والے گھر کا حج کرنا فرض ہے یہ فریضہ ہزارہا سال سے ادا کیا جا رہا ہے اور رہتی دنیا تک ادا کیا جاتا رہے گا۔

"ومن کفر" جو بدنصیب اسے اول اور افضل گھر تسلیم کرنے سے انکار کرے گا یا استطاعت کے ہوتے ہوئے حج کرنے سے اعراض کرے گا تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا، اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا کیونکہ وہ سارے جہاں سے بے نیاز ہے۔

حکمت وہدایت:

۱......بیت الحرام، بیت المقدس سے بھی پہلے دنیا میں موجود تھا(۹۶)

۲......بیت اللہ کی زیارت اور اس کے حج اور طواف سے برکت کا طلب کرنا جائز ہے(۹۶)

۳......جو شخص قتل یا کسی دوسرے جرم کے ارتکاب کے بعد حرم میں داخل ہو جائے تو اس پر حدودِ حرم میں حد جاری نہیں کی جائے گی بلکہ اسے حرم سے باہر نکلنے پر مجبور کیا جائے گا تا کہ اس پر سزا نافذ کی جا سکے۔{۱۱۱}

۴......جو شخص استطاعت رکھتا ہو اور وجوب کی دوسری شرائط بھی پائی جائیں تو اس پر فوراً حج کرنا فرض ہوگا، بلا عذر تاخیر کرنے سے وہ گنہگار ہوگا۔

۵......زادِراہ اور سواری کا انتظام استطاعت ہونے کیلئے بنیادی شرط ہے۔

۶......عورت کے ساتھ جب تک کوئی محرم جانے کیلئے تیار نہ ہو اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔

۷......حج پوری زندگی میں صرف ایک ہی بار فرض ہوتا ہے اس لئے کہ آیت میں کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے تکرار ثابت ہوتا ہو۔

۸......جو شخص سخت بیمار ہو یا حج کئے بغیر فوت ہو جائے تو اس کی طرف سے دوسرا شخص نائب بن کر حج کر سکتا ہے۔

{۱۱۰}المراد بالبیت ھنا الحرم کلہ(احکام القرآن۔۲/۲۰)

{۱۱۱}احکام القرآن (ص ۱/۲۳)

اہلِ کتاب کا کفر پر اصرار

﴿۹۸......۹۹﴾

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ
تو کہہ اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور اللہ کے رُوبرو ہے جو تم کرتے ہو تو کہہ اے اہل

الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ
کتاب کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے ایمان لانے والوں کو کہ ڈھونڈتے ہو اس میں عیب اور تم خود جانتے ہو

وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾
اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے

ربط: اہل کتاب کے ساتھ مباحثہ اور محاجہ کے بعد انہیں ڈانٹ ڈپٹ کی جارہی ہے کفر پر جمے رہنے اور اللہ کے دین سے لوگوں کو روکنے جیسے جرائم پر۔

تسہیل: آپ فرمادیجئے اے اہلِ کتاب! تم اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ اللہ تمہارے کرتوتوں کو خوب دیکھ رہا ہے O فرمادیجئے اے اہلِ کتاب! جو ایمان لاچکے ہیں تم انہیں اللہ کی راہ سے کیوں روکتے ہو تم اس میں کجی تلاش کرتے ہو حالانکہ تم خود اس دین کی سچائی پر گواہ ہو یاد رکھو کہ اللہ تمہاری حرکتوں سے بے خبر نہیں O

حکمت وہدایت

۱......جو صاحبِ کتاب اور صاحبِ علم ہو اس کا کفر وفسق زیادہ بڑا جرم شمار ہوتا ہے (۹۸)

۲......انسانوں کو راہِ حق سے روکنے کا ہر طریقہ اور حیلہ حرام ہے خواہ وہ قدیم ہو یا جدید (۹۹) یہ فلمیں اور گانا بجانا، فحش کتابیں اور جریدے یہ سب "صدعن سبیل اللہ" (اللہ کی راہ سے روکنے) کا کام کررہے ہیں اور افسوس یہ ہے کہ یہ سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھوں ہورہا ہے۔

۳......اللہ تعالیٰ بندوں کے ہر عمل سے واقف ہے خواہ خیر ہو یا شر نیک ہو یا بد (۹۹)

۴......سب سے غلیظ انسان وہ ہے جو خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے میں کوشاں ہو......اہلِ کتاب خواہ یہودی ہوں یا عیسائی وہ ایسے ہی ہیں، ضال بھی ہیں مضل بھی ہیں {۱۱۲} گویا ہم تو ڈوبے ہیں تجھے بھی لے ڈوبیں گے صنم۔

{۱۱۲}والآیة الاولیٰ لکفهم عن الضلال والثانیة لکفهم عن الاضلال (تفسیر المراغی-ص ۱٤/٤)

اہلِ ایمان کی ناکامی اور کامیابی کا راستہ

۱۰۰......۱۰۳

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ
اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے بعضے اہل کتاب کا تو پھر کر دینگے وہ تم کو
اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَ كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ اٰیٰتُ اللّٰهِ وَ فِیْكُمْ رَسُوْلُهٗ
ایمان لائے پیچھے کافر ، اور تم کس طرح کافر ہوتے ہو اور تم پر پڑھی جاتی ہیں آیتیں اللہ کی اور تم میں اس کا رسول ہے
وَ مَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا
اور جو کوئی مضبوط پکڑے اللہ کو تو اُس کو ہدایت ہوئی سیدھے رستہ کی اے ایمان والو
اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا
ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیئے اُس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر مسلمان اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب مل کر
وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ
اور پھوٹ نہ ڈالو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اُوپر جب کہ تھے تم آپس میں دشمن پھر اُلفت دی تمہارے دلوں میں
فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ
اب ہوگئے اُس کے فضل سے بھائی اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے پھر تم کو اُس سے نجات دی اسی
یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾
طرح کھولتا ہے اللہ تم پر آیتیں تاکہ تم راہ پاؤ

شانِ نزول۔

حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ یہودیوں کا ایک بوڑھا خرانٹ اور حاسد اور متعصب سردار شماس بن قیس نام کا تھا اس نے ایک جگہ دیکھا کہ اوس اور خزرج جیسے متحارب قبیلوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان ایک مجلس میں شیر وشکر ہو کر باتیں کر رہے ہیں وہ بد بخت یہ منظر دیکھ کر جل بھُن گیا اس نے ایک یہودی نوجوان کو مجلس میں بھیجا تا کہ جنگ بعاث کا تذکرہ چھیڑ دے، یہ جنگ ان دونوں قبیلوں میں زمانہ جاہلیت میں ہوئی تھی اور اس میں اوس کو خزرج پر فتح ہوئی تھی۔

جنگ کا ذکر چھڑنا تھا کہ سوئے ہوئے قبائلی جذبات بیدار ہو گئے، تو تکار سے بات ہتھیاروں تک جا پہنچی قریب تھا کہ میدان کارزار گرم ہو جاتا اور مسلمان کے ہاتھ مسلمان کے خون سے رنگین ہو جاتے کہ اسی اثناء میں رسالت آب

صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع مل گئی آپ فوراً وہاں پہنچے اور نبوت والی پُر اثر زبان سے ایسے کلمات ارشاد فرمائے کہ دونوں فریق رو پڑے انہیں یہود کی شرارت اور اپنی سادگی پر ندامت ہوئی اور وہی نوجوان جو کچھ دیر قبل ایک دوسرے کو دودو ہاتھ کرنے کی دھمکیاں دے رہے تھے آپس میں محبت سے معانقے کرنے لگے......اس واقعہ کے پس منظر میں یہ آیات نازل ہوئیں (سابقہ دو آیات کا تعلق بھی اسی شانِ نزول سے بیان کیا جاتا ہے) فرمایا گیا

تسہیل: اے ایمان والو! اگر تم نے اہل کتاب کے ایک گروہ کی بات مان لی تو وہ تمہیں ایمان کے بعد دوبارہ کافر بنادیں گے O اور تم کیسے کفر کر سکتے ہو جب کہ تمہارے سامنے اللہ کی آیات پڑھی جارہی ہیں اور تمہارے درمیان اس کا رسول بھی موجود ہے جو کوئی اللہ کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے اسے سیدھی راہ کی طرف ہدایت مل جاتی ہے O اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم نہ مرو مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو O سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ بازی نہ کرو، اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی پس تم اس کے فضل وکرم سے بھائی بھائی بن گئے تم آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے تو اس نے تمہیں اس میں گرنے سے بچالیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی باتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاجاؤ O

تفسیر

(۱۰۰) اے ایمان والو! اسلام دشمنوں سے ہوشیار رہو ان کی سب سے بڑی آرزو اور کوشش یہ ہے کہ تم اسلام سے پلٹ کر کفر کی طرف چلے جاؤ، تمہارا رُخ جنت سے جہنم کی طرف ہو جائے، تمہاری وحدت پارہ پارہ ہو جائے اور تم فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جاؤ، اگر تم نے انکی اطاعت کی اور تم ان کی ہر بات مانتے چلے گئے اور ان کے وساوس اور سازشوں کا شکار ہو گئے تو پھر تم ایمان سے محروم ہو جاؤ گے اور کفر کی غلاظت میں جاپڑو گے

(۱۰۱) لیکن ایسی حالت میں جبکہ تم دن رات اللہ کا کلام پڑھتے اور سنتے ہو اور اللہ کا رسول بھی تمہارے اندر موجود ہے، ان دو زندہ معجزوں کی موجودگی میں تمہارا کفر کرنا اور کافروں کی باتوں پر کان دھرنا کتنا عجیب ہوگا

"وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ" بغض وحسد کی آگ میں جلنے والے ان کینہ پرور کافروں کی سازشوں اور وساوس کا ایک ہی مؤثر علاج ہے وہ یہ کہ اللہ کے دامن کو یعنی اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لیا جائے......کتاب اللہ سے مضبوط تعلق قائم کرنے والا انسان راہِ راست سے کبھی نہیں بھٹک سکتا۔

(۱۰۲) کافروں کی اتباع اور ہمنوائی دنیا اور آخرت میں ناکامی کا راستہ ہے اس کے بالمقابل دارین میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے پہلی شرط تقویٰ ہے، چونکہ تقویٰ کی کوئی حد مقرر نہیں، جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہوتا ہے اس کے سامنے تقویٰ کے نئے نئے میدان اور آداب سامنے آتے جاتے ہیں، صریح حرام چیزوں سے بچنا بھی تقویٰ ہے اور مشتبہات سے بچنا بھی تقویٰ ہے اس لئے فرمایا گیا کہ ''اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے'' اور سورہ تغابن میں فرمایا گیا۔ ''اللہ سے ڈرو جتنا تم ڈر سکو'' دونوں آیتوں کا حاصل یہ ہوا کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ خدا خوفی میں اپنی پوری طاقت صرف کر دے، وہ جتنا ڈر سکتا ہے ڈرے، اور جتنا گناہوں سے بچ سکتا ہے بچے۔{۱۱۳}

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اس آیت کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے، اسے یاد کیا جائے اور بھلایا نہ جائے، اس کا شکر کیا جائے اور کفرانِ نعمت نہ کیا جائے{۱۱۴}

''وَلَاتَمُوْتُنَّ'' تم کوشش یہ کرو کہ تمہاری زندگی کا ہر دن اور ہر لمحہ اسلام اور اطاعت کی حالت میں گزرے تاکہ اگر اچانک موت آئے تو وہ اسلام ہی کی حالت میں آئے۔

معاذ اللہ کفر و فسق اور اسلام سے سرکشی کی حالت میں تمہیں موت نہ آئے۔{۱۱۵}

(۱۰۳) دنیا اور آخرت میں عزت اور کامیابی حاصل کرنے کی دوسری شرط یہ ہے کہ مسلمان ''حبل اللہ'' (اللہ کی رسی) کو مضبوطی سے پکڑ لیں

''حبل اللہ'' سے مراد قرآن ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

القرآن حبل الله المتين ونوره المبين{۱۱۶} قرآن اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی اور اس کا نورِ مبین ہے

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

كتاب الله هو حبل الله الممدود من السماء الى الارض{۱۱۷} کتاب اللہ ہی اللہ کی وہ رسّی ہے جو آسمان سے زمین تک کھچی ہوئی ہے۔

{۱۱۳} بعض حضرات نے آلِ عمران کی اس آیت کو تغابن والی آیت سے منسوخ مانا ہے لیکن جب دونوں میں جمع و تطبیق ممکن ہے تو منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں قال بیضاویؒ "حق تقواه و مايحب منها، وهوا ستفراغ الوسع فى القيام بالواحب والا حتناب عن المحارم كقولهٗ فاتقوا الله ما استطعتم"(بیضاوی۔۲/۷۲)

{۱۱۴} ابن کثیر۔(۱/۵۰۵)

{۱۱۵} والمقصود النهى عن الكون على حال غير حال الاسلام عند الموت(روح المعانی۔۴/۲۹)

{۱۱۶} الجامع للترمذی (۲/۱۱۴)

{۱۱۷} تفسیر ابن کثیر(۱/۳۴۱) مطبوعه المكتبة العصريه بيروت

اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا القرآن ھو حبل اللہ المتین وھو النور المبین وھو الشفاء النافع عصمۃ لمن تمسک بہ وھو نجاۃ لمن اتبعہ {۱۱۸}	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے، نور مبین ہے، نفع دینے والی شفاء ہے، جو اس کا دامن تھام لے اس کے لیے بچاؤ ہے اور جو اس کی اتباع کرے اس کے لیے ذریعہ نجات ہے۔

"وَلَاتَفَرَّقُوْا" (تفرقہ بازی نہ کرو) اختلاف اور چیز ہے، تفرقہ اور چیز ہے، اختلاف کو امت کے لیے رحمت قرار دیا گیا ہے لیکن تفرقہ ایک عذاب ہے جو امت کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔ اختلاف اللہ کے نبی سے بھی کیا گیا اور آپؐ نے اس کا برا نہیں منایا مگر فرقہ بندی کی کسی صورت بھی اجازت نہیں۔

"وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ" محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآن کے نزول سے پہلے پورا خطۂ عرب حالتِ جنگ میں تھا، ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے برسرِ پیکار تھا، ہر شخص کی کسی نہ کسی سے دشمنی تھی، مکان اور زمین کی طرح اولاد کو جنگ اور دشمنی بھی وراثت میں ملتی تھی، ایک ایک جنگ سالہا سال تک جاری رہتی تھی، انتقام در انتقام کا سلسلہ رکنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔

دِلوں میں کدورتوں اور عداوتوں کی آگ بھری ہوئی تھی اور صرف یہی ایک خرابی ان میں نہیں پائی جاتی تھی بلکہ حبِ دنیا، شہوت پرستی، تعلّی اور تکبر، کفر و شرک، نمود و نمائش، اذیت پسندی اور خود غرضی جیسی دوسری بہت ساری بیماریاں بھی ان میں پائی جاتی تھیں اور یہ بیماریاں صرف عربوں تک محدود نہ تھیں بلکہ روم و یونان، ہند اور چین سب ہی ان میں مبتلا تھے، یوں محسوس ہوتا تھا کہ انسان اب زندہ نہیں رہنا چاہتا اور سارا عالم انسانی آگ کی ایک وسیع و عریض خندق کے کنارے کھڑا ہے اور اس نے اجتماعی خودکشی کا فیصلہ کر لیا ہے پھر یوں ہوا کہ اللہ نے اپنی حسین ترین مخلوق کو بچانے کا فیصلہ کر لیا اور اس نے رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک برق صفت کتاب دے کر بھیج دیا اس کتاب نے ۲۳ سال کے مختصر عرصہ میں جزیرۃ العرب کی کایا پلٹ دی، سینے بغض وحسد سے پاک ہو گئے اور محبت اور پیار کی مبارک ہواؤں نے ہر چھوٹے بڑے کو مست سا کر دیا، کل کے دشمن آج کے دوست اور کل کے ڈاکو آج کے محافظ اور امین بن گئے۔ حبِ دنیا کی جگہ حبِ آخرت نے لے لی، تعلّی اور تکبر کے بجائے تواضع اور انکساری کے نمونے دکھائی دینے لگے، ایسا انقلاب آیا کہ چشمِ فلک نے آج تک نہیں دیکھا تھا۔

{۱۱۸} حوالہ مذکورہ

حکمت و ہدایت۔

۱......کفار کی ساری کوششیں اور سازشیں مسلمانوں کو ایمان سے محروم کرنے اور آپس میں لڑانے کے لیے ہیں (۱۰۰)

۲......یہود ونصاریٰ کی محبت اور اطاعت انسان کو بالآخر کھلم کھلا کافر بنا دیتی ہے (۱۰۰)

۳......مسلمانوں کو بہر صورت اپنے اسلامی تشخص کی حفاظت کرنی چاہیے اور اہلِ کتاب کے سارے پروگرام خواہ وہ این جی اوز کی شکل میں ہوں یا معاشی خوشحالی اور انسانی حقوق کی صورت میں، انہیں اپنانے میں دل اور سر کی آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں۔

۴......شیطان کے وساوس اور کفار کی سازشوں سے محفوظ رہنے کی سب سے مؤثر تدبیر رجوع الی اللہ اور کتاب اللہ سے مضبوط تعلق ہے (۱۰۱)

۵......قرآن کریم جیسی عظیم کتاب اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی موجودگی کے باوجود اپنے مسائل کے حل کے لیے کفار کی طرف دیکھنا سب سے بڑا کفرانِ نعمت ہے (۱۰۱)

۶......ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ گناہوں سے بچنے کے لیے پورا زور لگا دے (۱۰۲)

۷......ہر وقت موت کے لیے تیار رہنا چاہیے اور زندگی اس طرح گزارنی چاہیے کہ جب بھی موت آئے اسلام اور ایمان کی حالت میں آئے (۱۰۲)

۸......مسلمانانِ عالم کے اتحاد کی بنیاد قرآن ہے، یہی وہ نقطۂ اتحاد ہے جس پر آج بھی ساری دنیا کے مسلمانوں کو اکٹھا کیا جا سکتا ہے اور خوش آئند بات یہ ہے کہ اس نقطہ سے کسی کو اختلاف اور انکار بھی نہیں (۱۰۳)

۹......دائرہ شریعت میں رہتے ہوئے اختلاف مذموم نہیں ہے البتہ اغراض اور خواہشات کی بناء پر اختلاف حرام ہے، یہی اختلاف فرقہ بندی کا سبب بنتا ہے اور اجتماعیت کو نقصان پہنچاتا ہے (۱۰۳)

۱۰......اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ کرتے رہنا چاہیے تاکہ شکر کی توفیق میسر آئے (۱۰۳)

۱۱......تعلق بالقرآن اور عمل بالقرآن کی برکت سے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے (۱۰۳)

۱۲......شرک اور کبیرہ گناہوں کا مرتکب شخص ایسے ہے کہ گویا جہنم کے کنارے کھڑا ہے جونہی وہ مرتا ہے جہنم میں جا گرتا ہے (۱۰۳)

امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور تفرقہ سے ممانعت کی تاکید

﴿۱۰۴......۱۰۹﴾

وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ‌ؕ
اور چاہیئے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی سے

وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ تَفَرَّقُوۡا وَاخۡتَلَفُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ
اور وہی پہنچے اپنی مراد کو اور مت ہو اُن کی طرح جو متفرق ہوگئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ پہنچ چکے اُن کو حکم صاف

الۡبَيِّنٰتُ‌ؕ وَاُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَّوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوۡهٌ وَّتَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ‌ ۚ فَاَمَّا
اور اُن کو بڑا عذاب ہے جس دن کہ سفید ہوں گے بعضے منہ اور سیاہ ہوں گے بعضے منہ سو وہ

الَّذِيۡنَ اسۡوَدَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ اَكَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ﴿۱۰۶﴾
لوگ کہ سیاہ ہوئے منہ اُن کے اُن سے کہا جائے گا کیا تم کافر ہوگئے ایمان لا کر اب چکھو عذاب بدلہ اُس کفر کرنے کا

وَاَمَّا الَّذِيۡنَ ابۡيَضَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ فَفِىۡ رَحۡمَةِ اللّٰهِ‌ؕ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلۡكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ
اور وہ لوگ کہ سفید ہوئے منہ اُن کے سو رحمت میں ہیں اللہ کی وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے یہ حکم ہیں اللہ کے

نَـتۡلُوۡهَا عَلَيۡكَ بِالۡحَـقِّ‌ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيۡدُ ظُلۡمًا لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى
ہم سناتے ہیں تجھ کو ٹھیک ٹھیک اور اللہ ظلم کرنا نہیں چاہتا خلقت پر اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ کہ

الۡاَرۡضِ‌ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۱۰۹﴾
زمین میں اور اللہ کی طرف رجوع ہے ہر کام کا

ربط: یہ آیات حقیقت میں گذشتہ آیت کی شرح ہیں اس لیے کہ آیت نمبر ۱۰۳ میں ''حبل اللہ'' کے اعتصام کا حکم تھا اور ان آیات میں اعتصام کا طریقہ بتایا گیا ہے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ...... امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی برکت سے امت کا کتاب اللہ سے تعلق قائم رہتا ہے اور اجتماعیت اور وحدت کی بھی حفاظت ہوتی ہے۔

تسہیل: اور تم میں کچھ لوگ ایسے ضرور ہونے چاہییں جو انسانوں کو نیکی کی دعوت دیں اور برائی سے منع کریں یہی لوگ حقیقت میں کامیاب ہیں O اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو تفرقہ بازی کا شکار ہوگئے اور واضح احکام آجانے کے باوجود وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے، ایسے ہی لوگ بڑے عذاب کے مستحق ہیں O یہ عذاب اس دن ہوگا جس دن بعض چہرے روشن ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے، جن کے چہرے سیاہ ہونگے ان سے کہا جائیگا کیا تم ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہوگئے تھے تو اب اپنے کفر کی سزا کا مزہ چکھو O لیکن جن کے چہرے

روشن ہوں گے وہ اللہ کی رحمت کے سائے تلے ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے O یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تمہیں ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں اور اللہ اپنی مخلوق پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرنا چاہتا O اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور سب کاموں کی انتہا اللہ ہی کی طرف ہے O

تفسیر

﴿۱۰۴﴾ مسلمانوں کی بقاء، ترقی اور اصلاح کے لئے ان کے اندر ایسے لوگوں کا ہونا ضروری ہے جو خیر کی دعوت دیں، اسلام میں جو کچھ ہے وہ خیر ہی خیر ہے، خیر کی دعوت دینے سے خود بھی خیر پر چلنا آسان ہوجاتا ہے، ایسا ماحول پیدا ہوجاتا ہے جس میں نیکی کا کرنا آسان اور برائی کا ارتکاب مشکل ہوجاتا ہے۔

خیر اور اسلام کی دعوت دینے کے ساتھ ساتھ امر بالمعرف اور نہی عن المنکر بھی ضروری ہے، امت کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ اچھی باتوں کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قال رسول الله ﷺ من ر أى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه و ذلك أضعف الايمان{۱۱۹}	رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو شخص برائی ہوتے ہوئے دیکھے اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے روکے، اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اپنی زبان سے روکے اور اگر زبان سے روکنے کی بھی طاقت نہ ہو تو کم از کم دل سے تو برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین مرتبہ ہے۔

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"وليس وراء ذلك من الايمان حبة خردل"	جو دل سے بھی برائی کو برا نہیں سمجھے اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ (صحیح مسلم)

برائی پر خاموشی اختیار کرلینا اور اس سے سمجھوتہ کرلینا یہ دل کے مردہ ہوجانے کی نشانی ہے، یہود کے اندر یہی بیماری پیدا ہوگئی تھی، ان میں سے بعض خود تو برائی سے دور رہتے تھے لیکن دوسروں کو برائی سے منع نہیں کرتے تھے، جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ فرقوں میں تقسیم ہوگئے تھے اور ہر فرقہ اپنے ساتھیوں کی برائی سے چشم پوشی کرتا تھا۔ اس لئے ایمان والوں کو حکم دیا گیا کہ

﴿۱۰۵﴾ اے ایمان والو! تم ان اہل کتاب کی طرح نہ ہوجانا جو تفرقہ کا شکار ہوکر گروہوں اور جماعتوں میں تقسیم

{۱۱۹}صحیح مسلم(۵۱/۱)

ہو گئے اور ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے۔

دوسرا جرم انہوں نے یہ کیا کہ اسلام کی صداقت کے دلائل دیکھ لینے کے باوجود انہوں نے اسلام قبول نہ کیا اور اختلاف ہی کرتے رہے۔

اپنے ان جرائم یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک، فرقہ بندی اور معاندانہ اختلاف کی وجہ سے وہ قیامت کے دن عذابِ عظیم سے دوچار ہوں گے۔

﴿۱۰۶﴾ اس دن ایمان والوں کے چہرے کامیابی کی خوشی سے روشن ہوں گے اور کافروں کے چہرے ناکامی کے غم سے سیاہ ہوں گے۔{۱۲۰}

سیاہ چہرے والوں سے سوال کیا جائیگا کہ بدنصیبو کیا تم وہی ہو جنھوں نے ایمان قبول کرنے کے بعد کفر شروع کر دیا تھا؟۔ یہ سوال مرتدوں سے بھی ہوسکتا ہے اور ان اہل کتاب سے بھی، جو آنحضور ﷺ کی بعثت سے قبل آپ پر ایمان رکھتے تھے لیکن جب آپ تشریف لے آئے تو وہ کفر کرنے لگے۔

غور کیا جائے تو یہ سوال ساری دنیا کے ان کافروں سے بھی ہوسکتا ہے جو دنیا کمانے اور بنانے میں بڑے عقلمند ثابت ہوتے ہیں لیکن وہ آخرت کے بارے میں بڑی حماقت کا ثبوت دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ تھوڑی سی عقل بھی صداقتِ اسلام کے دلائل میں غور وفکر کے لئے استعمال کریں تو وہ مسلمان ہونے پر مجبور ہو جائیں۔{۱۲۱}

﴿۱۰۷﴾ روشن اور خوبصورت چہروں والے مومن اللہ کی رحمت کے سائے میں ہوں گے......اللہ کی رحمت ہی حقیقت میں جنت ہے اور اللہ کی رحمت کے بغیر کوئی جنت میں داخل ہو ہی نہیں سکتا خواہ اسکے پاس اعمال کا انبار ہی کیوں نہ ہو۔{۱۲۲}

حکمت وہدایت

۱......پوری دنیا کو اسلام کی دعوت دینا، اسلام کے فرائضِ کفایہ میں سے ایک فریضہ ہے جس کے ترک سے پوری امت گناہ گار ہوگی (۱۰۴)

۲......داعی کے لئے جو ضروری شرائط ہیں وہ یہ ہیں کتاب وسنت کا علم رکھتا ہو☆ خود عامل ہو☆ جس قوم کو دعوت دینا

{۱۲۰} بیاض الوجه وسواده کنایتان عن ظهور بهجة السرور وکآبة الخوف فیه (بیضاوی۔ ۲/۷۷ مطبوعه دارالفکر، بیروت)

{۱۲۱} وهم المرتدون أو اهل الکتاب...... أو جمیع الکفار......تمکنوا من الایمان بالنظر فی الدلائل والآیات (بیضاوی۔ ۲/۷۷)

{۱۲۲} عبر عن ذلك بالرحمة تنبیها علی أن المؤمن وان استغرق عمره فی طاعة الله تعالیٰ لایدخل الجنة الا برحمته وفضله (بیضاوی۔ ۲/۷۷)

چاہتا ہو اسکی زبان جانتا ہو☆اس قوم کے احوال، اخلاق اور نفسیات پر اس کی نظر ہو۔

۳......ہر شخص پر اپنی استطاعت کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے(۱۰۴)

۴......مسلمانوں کے درمیان تفرقہ اور اللہ کے دین میں اختلاف کرنا حرام ہے(۱۰۵)

۵......جو قوم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے وہ اللہ کے عذاب کی مستحق ہو جاتی ہے، وہ دعائیں کرتی ہے مگر اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔{۱۲۳}

۶......جن لوگوں کے دل میں اپنے گھروں، محلوں اور بازاروں میں برائی کا ارتکاب دیکھ کر بھی کوئی خلش، کوئی کسک اور کوئی ٹیس محسوس نہیں ہوتی انہیں اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیئے۔

۷......بدعات اور خواہشات کے پجاری قیامت کے دن اپنے سیاہ چہروں کی وجہ سے دور ہی سے پہچان لئے جائیں گے(۱۰۶)

۸......قیامت کے دن اہل سنت والجماعت کی پہچان کی خاص علامت ان کے چمکتے دمکتے چہرے ہوں گے(۱۰۷)

۹......اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور رحمت کے بغیر کوئی بھی شخص جنت میں نہیں جا سکتا(۱۰۷)

۱۰......جسے اللہ کی رحمت کا سایہ میسر آجائے وہ دنیا میں بھی جنت کے مزے لیتا ہے(۱۰۷)

امتِ اسلامیہ کی وجہِ فضیلت اور یہود کی ذلت ومسکنت

﴿۱۱۰......۱۱۲﴾

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ

تم ہو بہتر سب اُمتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو بُرے کاموں سے اور ایمان لاتے ہو

بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ۚ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١١٠﴾

اللہ پر اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو ان کے لئے بہتر تھا کچھ تو اُن میں سے ہیں ایمان پر اور اکثر ان میں نافرمان ہیں

لَن يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى ۖ وَإِن يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ ﴿١١١﴾ ضُرِبَتْ

وہ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے تمہارا مگر ستانا زبان سے اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ دیں گے پھر اُن کی مدد نہ ہوگی ماری گئی

عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ

اُن پر ذلت جہاں دیکھے جائیں سوائے دست آویز اللہ کے اور دست آویز لوگوں کے اور کمایا انہوں نے غصہ

{۱۲۳}ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہ لتامرن بالمعروف ولتنہون عن المنکر اولیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذابا من عندہ ثم لتدعنہ فلا یستجیب لکم (ترمذی۔۲/۳۹)

مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ
اللہ کا اور لازم کردی گئی اُن کے اُوپر حاجتمندی یہ اس واسطے کہ وہ انکار کرتے رہے ہیں اللہ کی آیتوں سے اور قتل کرتے رہے

الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾
ہیں پیغمبروں کو ناحق یہ اس واسطے کہ نافرمانی کی انہوں نے اور حد سے نکل گئے

ربط : گذشتہ آیات میں کتاب اللہ کے ساتھ اعتصام کا حکم تھا پھر اس کا طریقہ بتایا گیا یہاں اسی کی تاکید ہے اور ساتھ ہی ساتھ امتِ اسلامیہ کو اپنے منصب اور اپنی فضیلت وعظمت کی حفاظت کی ترغیب دی گئی ہے۔

تسہیل : تم ایک بہترین امت ہو جسے انسانیت کے فائدہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے تم انسانوں کو بھلائی کے کام بتلاتے ہو اور بری باتوں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو اس میں انھی کا بھلا ہوتا ان میں تھوڑے سے تو ایمان والے ہیں اور اکثر نافرمان ہیں O اے ایمان والو! یہ اہلِ کتاب زبانی ستانے کے علاوہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے ، اگر وہ تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر انہیں کہیں سے بھی مدد نہیں ملے گی O وہ جہاں کہیں بھی رہیں ذلیل ہو کر ہی رہیں گے ہاں اگر اللہ کی پناہ میں یا لوگوں کی پناہ میں آجائیں تو ذلت سے بچ سکتے ہیں اور ان پر محتاجی مسلط کردی گئی ہے یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے یہ اس لئے کہ وہ نافرمانی کیئے جاتے تھے اور حد سے بڑھ جاتے تھے O

تفسیر

﴿۱۱۰﴾ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اطلاع دے رہا ہے کہ تم ساری امتوں میں سے افضل اور بہترین امت ہو اور ساتھ ہی افضل اور بہتر ہونے کی وجہ بھی بیان فرمادی ہے وہ یہ کہ تم دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہو ہر نیکی کا راستہ دکھاتے ہو اور ہر برائی سے منع کرتے ہو۔ {۱۲۴}

چونکہ امت کی وجہ فضیلت بیان کرنا مقصود تھا اس لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو پہلے ذکر کیا گیا اور ایمان باللہ کو بعد میں ذکر کیا گیا ...... اسکی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ایمان کا دعوی تو دوسری امتیں بھی کرتی تھیں۔ لیکن ساری انسانیت کی فکر، سارے جہاں کا درد اور زندگی کے ہر شعبے کی اصلاح اور ظاہر و باطن کا تزکیہ اور تربیت یہ صرف امت اسلامیہ کی خصوصیت ہے اگر چہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ پر صحیح ایمان بھی اسی امت کی خصوصیت ہے دوسری امتوں نے

{۱۲۴} والمعروف اسم لکل فعل یعرف بالعقل اوالشرع حسنه والمنکر ما ینکر بهما (المفردات۔۳۳)

ایمان میں ایسی ایسی باتوں کی آمیزش کرلی ہے کہ اب وہ لفظاً تو ایمان ہے حقیقت میں ایمان نہیں
امتِ اسلامیہ کے جو افراد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام چھوڑ دیں گے وہ یہودیوں والی بیماری میں مبتلا ہو جائیں گے کیونکہ وہ بھی ایک دوسرے کو برائی سے نہیں روکتے تھے۔{۱۲۵}

اسی بات کی تنبیہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے امتِ اسلامیہ کی تعریف کے بعد یہود کی مذمت بیان فرمائی ہے۔

﴿۱۱۱﴾ تمہیں یہودیوں سے خائف ہونے کی کوئی ضرورت نہیں{۱۲۶} یہ مردِ میدان نہیں ہیں زیادہ سے زیادہ تمہیں اپنی زبان سے تکلیف دیں گے......دھمکیاں، سازشیں، پروپیگنڈا، گالی گلوچ، دین پر اعتراضات، وساوس اور شبہات......یہ سب زبانی اذیت کی صورتیں تھیں{۱۲۷}......اور یہی اذیت آج بھی یہود ونصاری مسلمانوں کو پہنچا رہے ہیں۔

﴿وَاِنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ﴾ اے مسلمانو! اگر تم ان تین صفات (امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ایمان باللہ) سے متصف رہے تو یہ یہودی میدانِ جنگ میں کبھی بھی تمہارے اوپر غالب نہیں آسکیں گے، یہ ہمیشہ منہ کی کھائیں گے اور ان کی مدد کے لئے بھی کوئی آمادہ نہیں ہوگا، چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ ایسا ہی ہوا، یہود ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوئے اور باوجود خفیہ معاہدوں کے مکہ کے مشرکوں اور مدینہ کے منافقوں میں سے کوئی بھی ان کی مدد کے لئے سامنے نہ آیا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ دربدر پھرا کرتے، اور قرآن کی یہ پیشگوئی صرف آنحضور ﷺ ہی کے دور میں پوری نہیں ہوئی بلکہ بعد کے ادوار میں بھی اہلِ کتاب اور مسلمانوں کے درمیان جو معرکے ہوئے ان میں مسلمانوں کو فتوحات نصیب ہوئیں اور وہ ذلیل وخوار ہوئے۔

﴿۱۱۲﴾ یہ ذلت وخواری اور مسکنت اور محتاجی ان پر قیامت تک کے لئے مسلط کر دی گئی ہے وہ جہاں بھی رہیں گے ذلیل ہو کر رہیں گے انہیں امن اور سکون کہیں بھی میسر نہیں آسکے گا چنانچہ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ نزولِ قرآن کے زمانہ سے لیکر آج تک یہودی پوری دنیا میں دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور انہیں کہیں بھی امن سکون اور تحفظ نصیب نہیں ہوسکا، پھر ماضی قریب میں نازی جرمنی، اٹلی، ہنگری اور رومانیہ میں خود کافروں کے ہاتھوں ان پر جو گذر چکی ہے اس سے تاریخ کا کوئی طالب علم بھی ناواقف نہیں بہت سے لوگوں کے دل میں یہودی بنکاروں اور سرمایہ داروں کو دیکھ کر وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کیسے انہیں مسکین اور محتاج قرار دیتا ہے جبکہ ان کے ہاں روپے

{۱۲۵} کانو الایتنا ھون عن منکر فعلوہ (المائدہ آیت ۷۹)

{۱۲۶} جس وقت دعوتِ اسلامی کا آغاز ہوا اس وقت یہودی، عرب کی ایک طاقتور اور انتہائی دولت مند قوم تھی جو مضبوط قلعوں میں رہتی تھی اور اس کے پاس اسلحہ کی بھی فراوانی تھی۔

{۱۲۷} "الاذی" الاضررا مقتصرا علی أذی بقول من طعن فی الدین أو تھدید او نحو ذلک (کشاف۔ ۴۲۹)

پیسے کی ریل پیل ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ دولت اور سرمائے کی ریل پیل صرف یہود کے چند مشاہیر تک محدود ہے ورنہ یہود کے عوام کا شمار دنیا کی مفلس ترین قوموں میں ہوتا ہے یہ بیان خود محققین یہود کا ہے جیوش انسائیکلوپیڈیا میں ہے۔

''گو یہود کا تموّل ضرب المثل کی حد تک شہرت پا چکا ہے لیکن اہلِ تحقیق کا اتفاق ہے کہ یہود یورپ کے جس جس ملک میں آباد ہیں وہاں کی آبادی میں انہیں کے مفلسوں کا تناسب بڑھا ہوا ہے (جلد ۱۰ص ۱۵۱)

عوام یہود دوسری قوموں سے کہیں زیادہ غریب ہیں یہ اور بات ہے کہ ان کے چند افراد بہت زیادہ دولت مند ہیں (جلد ۱ص ۶۱) {۱۲۸}

سالہا سال کی سازشوں، کوششوں اور مغربی اقوام کے گٹھ جوڑ اور پشت پناہی کے بعد اسرائیل کی شکل میں ان کی ایک ریاست قائم ہوئی ہے اور اب پوری دنیا سے یہودیوں کو لا لا کر وہاں بسایا جا رہا ہے لیکن احادیث پر نظر رکھنے والا کونسا مسلمان نہیں جانتا کہ انکے اس اجتماع کی بھی سرورِ عالم ﷺ نے پیشگوئی فرمادی تھی اور اب انشاء اللہ ان پر ذلت اور قتل و غارت گری کی جو بھیانک صورت مرتب ہونے والی ہے وہ دنیا سے ان کے نام و نشان کو بھی مٹادے گی۔

﴿اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ یہود کے ذلت سے بچنے کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو وہ اللہ کے عہد اور ذمہ داری میں آجائیں یا لوگوں کی ذمہ داری میں آجائیں۔

اللہ کا عہد کئی لوگوں کے لئے ہے مثلاً کافروں کے بچوں، عورتوں، معذوروں، گوشہ نشین زاہدوں اور یونہی دارالاسلام میں قیام پذیر ذمیوں کو امن اور تحفظ دیا گیا ہے اور ان سے چھیڑ چھاڑ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

لوگوں کے عہد سے مراد یہ ہے کہ وہ دوسری قوموں کے طفیلی بن کر ان کے زیرِ سایہ زندگی بسر کریں جیسا کہ آج کل اسرائیل، امریکہ، برطانیہ اور دوسری مغربی طاقتوں کی سرپرستی میں زندگی کے دن پورے کر رہا ہے۔ اگر چہ کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہودی امریکہ وغیرہ یورپی ممالک پر اثر انداز ہیں لیکن ان کی یہ اثر اندازی چوروں، لٹیروں، سازشیوں، منافقوں اور مہاجنوں جیسی اثر اندازی ہے اس اثر و رسوخ میں کسی باوقار قوم والا رکھ رکھاؤ اور رعب نہیں پایا جاتا۔

﴿ذٰلِکَ بِاَنَّهُمۡ کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ﴾ ان پر یہ جو ذلت مسلط کی گئی ہے تو اس لئے نہیں کہ ان کا نام اسرائیلی یا یہودی ہے بلکہ خود انہوں نے اس کے اسباب فراہم کیے اور یہ اسباب جس قوم اور فرد میں بھی پائے جائیں گے وہ ان

{۱۲۸} تفسیر ماجدی (۱/۱٤٦) مطبوعه مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو

کے آثار اور نتائج بھی لازماً سمیٹے گی...... یہاں ان کی ذلت کے جو اسباب بیان کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں: اللہ کے احکام اور آیات کا انکار کرتے تھے، اللہ کے نبیوں کو ستاتے اور قتل کرتے تھے اور کفر وقتل نتیجہ تھا ان کے گناہوں اور حدود سے تجاوز کر جانے کا۔ (اس آیت کی مزید تفصیل کے لئے سورہ بقرہ کی آیت ۶۱ کا مطالعہ فرمائیں)

حکمت وہدایت

۱......امتِ اسلامیہ تمام امتوں سے افضل اور بہترین ہے، آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے تم ستر امتوں کی تکمیل کرنے والے ہو اور اللہ کے ہاں تم ان سے بہتر اور معزز ہو{۱۲۹} (۱۱۰)

۲......سب سے بہتر انسان وہ ہے جو دوسروں کی بھلائی اور فائدہ سوچے (۱۱۰)

۳......اس امت کی فضیلت اور شرف وکرامت کی اصل وجہ یہ تین اوصاف ہیں۔ امر بالمعروف، نہی عن المنکر، اور ایمان باللہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کے موقع پر مذکورہ آیت پڑھنے کے بعد فرمایا ''تم میں سے جس کا دل چاہتا ہے کہ اس امت میں اس کا شمار ہو تو اسے چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ شرطیں بھی پوری کرے جو اس نے اس امت میں سے ہونے کی بابت لگائی ہیں۔ {۱۳۰}

۴......امت کے جن افراد میں یہ اوصاف ثلٰثہ کمال کے ساتھ پائے جائیں گے وہ سب سے افضل اور باکمال شمار ہوں گے، صحابہ کی افضلیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ ان اوصاف میں کمال کے درجہ تک پہنچے ہوئے تھے، اس بارے میں نہ وہ اپنے امراء سے ڈرتے تھے اور نہ ہی اغنیاء سے دبتے تھے۔

۵......امر بالمعروف اور خصوصاً نہی عن المنکر کا چھوڑ دینا یہودیوں کی برائیوں میں سے ایک اہم برائی تھی......کاش امتِ مسلمہ اس میں مبتلا نہ ہوتی۔

۶......جب تک امتِ اسلامیہ ان تین اوصاف کے ساتھ متصف رہے گی، یہودی میدانِ جنگ میں اس پر غالب نہیں آسکتے (۱۱۱) اگر آج یہود ونصاریٰ غالب ہیں تو ہمیں دیکھنا ہوگا کہ کہیں یہ اوصاف ہم سے چھوٹ تو نہیں گئے۔

۷......کل اور آج کے دشمنانِ اسلام کے پاس سب سے بڑا ہتھیار زبان کا غلط استعمال اور ''میڈیا'' ہے (۱۱۱)

۸......جن اسباب کی وجہ سے یہودیوں پر ذلت مسلط ہوئی ان سے بچنے ہی میں مسلمانوں کی نجات ہے (۱۱۲)

۹......اکثر ایک گناہ انسان کو دوسرے بڑے گناہ تک پہنچا دیتا ہے جیسا کہ عصیان اور حدود سے تجاوز نے یہود کو کفر اور قتل انبیاء تک پہنچا دیا (۱۱۲)

{۱۲۹} تفسیر ابن کثیر (۳۴۴/۱)

{۱۳۰} نصر الخبر بهامش ايسر التفاسير ۳۵۹/۱

اہل کتاب میں کچھ اچھے لوگ

۱۱۳......۱۱۵

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
وہ سب برابر نہیں اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے سیدھی راہ پر پڑھتے ہیں آیتیں اللہ کی راتوں کے وقت اور وہ سجدے کرتے ہیں

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور حکم کرتے ہیں اچھی بات کا اور منع کرتے ہیں برے کاموں سے

وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ
اور دوڑتے ہیں نیک کاموں پر اور وہی لوگ نیک بخت ہیں اور جو کچھ کریں گے وہ لوگ نیک کام اس کی ہرگز نا

يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾
قدری نہ ہوگی اور اللہ کو خبر ہے پرہیزگاروں کی

ربط: گذشتہ آیات میں اہلِ کتاب کے دوگروہوں کا ذکر تھا مومن اور فاسق، پھر ان میں سے فاسقوں کا حال قدرے تفصیل سے بیان کیا اب ان میں سے اہلِ ایمان کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

شانِ نزول۔

جب اہلِ کتاب میں چند انصاف پسند لوگ اسلام لے آئے جن میں عبداللہ بن سلام، ثعلبہ بن سعنہ، اسید بن سعنہ اور اسد بن عبید رضی اللہ عنھم کے نام زیادہ مشہور ہیں تو یہود نے کہا

ما آمن بحمد و اتبعهُ الاشرار ناولو كانوا اخيار ناماتر كوادين آبائهم {۱۳۱}	ہم میں سے جو برے لوگ تھے صرف انہوں نے ایمان قبول کیا ہے اور اگر وہ اچھے ہوتے تو ایمان قبول نہ کرتے۔

اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

تسہیل: سارے اہلِ کتاب ایک جیسے نہیں ہیں ان میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو سیدھی راہ پر قائم ہے وہ رات کے وقت اللہ کی آیات پڑھتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں O وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نیک کام کرنے میں جلدی کرتے ہیں یہی لوگ نیک بندوں

{۱۳۱} اخرجه ابن ابی حاتم والطبرانی و ابن منده فی الصحابة عن ابن عباسؓ (التفسير المنير۔ ۴/۴۷)

میں سے ہیں O یہ جو بھی نیک کام کریں گے ان کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے O

حکمت و ہدایت

۱......قرآن عادل بادشاہ کا عادلانہ کلام ہے اسمیں اگر کسی جماعت کے برے لوگوں کی مذمت ہے تو اسی جماعت کے اچھے لوگوں کی تعریف بھی ہے (۱۱۳)

۲......ہدایت کی راہ اوراطاعت پر استقامت بڑی فضیلت والا عمل ہے (۱۱۳) استقامت ہی ولایت ہے اور استقامت ہی سب سے بڑی کرامت ہے۔

۳......تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کی بڑی فضیلت ہے {۱۳۲} (۱۱۳) ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ راتوں کو طویل قیام فرماتے تھے اور خوب غور و تدبر، محبت اور انابت کی صفات کے ساتھ قرآن پڑھتے تھے، جس کی وجہ سے اکثر آپ پر گریہ طاری ہو جاتا تھا......یہی معمول اور حال صحابہ اور امت کے دوسرے صلحاء کا رہا ہے۔

۴......نماز اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے اور انسان اللہ کے قریب سب سے زیادہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہوتا ہے، اسی لئے یہاں سجدہ بول کر نماز مراد لی گئی ہے {۱۳۳} گویا سجدہ ہی نماز ہے (۱۱۳)

۵......اپنی ذات کی تکمیل کے لئے ایمان ضروری ہے اور دوسروں کی تکمیل کے لئے دعوت اور جہاد ضروری ہے، مسلمان دونوں کے لئے فکرمند رہتا ہے (۱۱۴)

۶......نیکی کے کام میں جلدی کرنا اور مسابقہ، اللہ کے نیک بندوں کی نشانی ہے (۱۱۴) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

بادروا بالاعمال الصالحة فتكون فتن {۱۳۴}	بڑے بڑے فتنے ظاہر ہونے والے ہیں ان کے ظاہر ہونے سے پہلے نیک اعمال جلدی جلدی کرلو۔

۷......نیکی کا کام بظاہر چھوٹا سا بھی ہو اسے حقیر نہیں سمجھنا چاہئے (۱۱۵) اس لئے کہ خلوصِ نیت سے کئے جانے والے ہر عمل کی اللہ کے ہاں قدر کی جاتی ہے۔

۸......ایسے لوگ دوہرے اجر کے مستحق ہیں جو پہلے کسی دوسرے نبی پر ایمان رکھتے تھے پھر ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آئے۔

{۱۳۲}يتلون القرآن فى تهجدهم (بيضاوى-۲/۸۱)

{۱۳۳}والمرادوهم يصلون اذمن المعلوم أن لاقرأة فى السجود و كذاالركوع بل وقع النهى عنها فيهما كمافى الخبر (روح المعانى-٤/٥٣)

{۱۳۴}صحيح مسلم، كتاب الايمان حديث نمبر١٨٦

۹......مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں کی مجموعی طور پر پانچ صفات بیان ہوئی ہیں ☆ایمان اور اطاعت پر استقامت ☆تہجد میں قرآن کی تلاوت ☆اللہ پر اور آخرت پر ایمان ☆امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ☆نیکی کے کاموں میں سبقت اور مسارعت

کافروں کے اعمال کی بے حیثیتی

﴿۱۱۶......۱۱۷﴾

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ
وہ لوگ جو کافر ہیں — ہرگز کام نہ آوینگے اُن کو — اُن کے مال — اور نہ اولاد — اللہ کے آگے کچھ — اور وہی لوگ

أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١٦﴾ مَثَلُ مَا يُنفِقُونَ فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ
رہنے والے ہیں آگ میں دوزخ کی وہ اُس آگ — میں ہمیشہ رہیں گے — جو کچھ خرچ کرتے ہیں — اس دنیا کی زندگی میں — اُس کی مثال جیسے

رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ
ایک ہوا کہ اُس میں ہو پالا — جا لگی کھیتی کو اس قوم کی — کہ انہوں نے اپنے حق میں برا کیا تھا پھر اُسکو نابود کر گئی — اور اللہ نے اُن پر ظلم نہیں کیا

وَلَٰكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٧﴾
لیکن وہ اپنے اُوپر ظلم کرتے ہیں

ربط: متضاد طبقات اور اوصاف کا یکے بعد دیگرے ذکر کرنا قرآن کا خاص اسلوب، آیات میں مناسبت اور ربط کی جان اور دلوں میں قرآنی حقائق اتارنے کا مؤثر طریقہ ہے...... چنانچہ یہاں بھی مومنوں کے بعد کافروں کا تذکرہ ہے۔

تسہیل: جو لوگ کافر ہیں انکے مال اور ان کی اولادیں اللہ کے ہاں ان کے کسی کام نہیں آئیں گی، یہ لوگ دوزخی ہیں وہاں یہ ہمیشہ رہیں گے ○ دنیا کی زندگی میں یہ جو کچھ کرتے ہیں اس کی مثال اس ہوا کی سی ہے جس میں کڑاکے کی سردی ہو، وہ ہوا جب اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کی کھیتی سے گذر جاتی ہے تو اسے تباہ کر دیتی ہے، اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ○

تفسیر

﴿۱۱۶﴾ اپنے آپ کو مصیبت اور عذاب سے بچانے کے لئے انسان سب سے زیادہ دو ہی چیزوں پر اعتماد کرتا

ہے یا تو مال کی چمک دمک پر اور یا پھر اولاد کی قوت وطاقت پر لیکن اللہ تعالیٰ نہ تو کسی کے مال کی چمک دمک سے متاثر ہوتا ہے اور نہ ہی کسی کی اولاد اور جماعت کی قوت وطاقت سے مرعوب ہوتا ہے، اسکے ہاں یہ چیزیں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتیں اور نہ ہی یہ چیزیں انسان کو جہنم میں جانے سے بچا سکتی ہیں۔

﴿۱۱۷﴾ اللہ کے باغی اور اسلام کے منکر دکھاوے اور شہرت کے لئے، عیاشی اور فحاشی کے لئے، اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو جھکانے کیلئے جو کچھ خرچ کر رہے ہیں اس کی مثال اس تیز ہوا کی سی ہے جو کسی سرسبز کھیت کے اوپر سے گذر جاتی ہے تو وہاں تباہی مچا دیتی ہے اور ہرے بھرے کھیت کو چٹیل میدان میں تبدیل کر دیتی ہے پھر یوں ہوتا ہے کہ وہی کسان جو کچھ دیر قبل اپنے کھیت کو دیکھ دیکھ کر خوشی سے پھولا نہیں سماتا تھا اب ہر طرف سے حسرت وندامت میں گھر جاتا ہے، یہی حال ان لوگوں کا ہوگا جو حق کی تردید، معصیت کی اشاعت اور جھوٹی شہرت کے حصول کیلئے اپنے اموال خرچ کر رہے ہیں......کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان پر اللہ نے ظلم کیا ہے؟ نہیں ان بدنصیبوں نے اللہ کے دیئے ہوئے اموال کو غلط جگہ پر خرچ کر کے خود اپنے اوپر ہی ظلم کیا ہے۔

حکمت وہدایت

۱......ظالم اور کافر انسان کا مال اور اولاد اسے اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے (۱۱۶) ہندوؤں اور چینیوں میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے کہ نرینہ اولاد مرے ہوئے باپ کو پانی دے دے کر عذاب سے چھڑا لیتی ہے، منوجی کا یہ قول کتابوں میں نظر سے گذرا ہے کہ بیٹے کو سنسکرت میں ''پتر'' کہتے ہیں اس لئے کہ وہ باپ کو ''پت'' (دوزخ) سے چھڑا لاتا ہے) {۱۳۵}

۲......جہنم میں ہمیشہ کے لئے صرف کافر ہی جائیں گے (۱۱۶) معتزلہ حضرات جو کبیرہ گناہ کے مرتکب مسلمان کے لئے بھی دائمی عذاب ثابت کرتے ہیں تو انکا یہ عقیدہ کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ {۱۳۶}

کفر وشرک پر موت کی وجہ سے سارے اعمال صالحہ باطل ہو جاتے ہیں (۱۱۷)

۴......معانی سمجھانے کے لئے مثالیں پیش کرنا مستحسن ہے (۱۱۷)

{۱۳۵} تفسیر ماجدی (۶۲۲/۱)
{۱۳۶} ولما افادت هذه الكلمة معنى الحصر ثبت ان الخلود فى النار ليس الا للكافر (كبير۔ ۲۰۶/۱۰)

کفار پر اعتماد، مسلمانوں کے لئے ذریعہ فساد

﴿۱۱۸......۱۲۰﴾

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا۟ مَا عَنِتُّمْ قَدْ

اے ایمان والو نہ بناؤ بھیدی کسی کو اپنوں کے سوا وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں اُنکی خوشی ہے تم جسقدر تکلیف میں رہو

بَدَتِ ٱلْبَغْضَآءُ مِنْ أَفْوَٰهِهِمْ وَمَا تُخْفِى صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ ٱلْءَايَٰتِ إِن

نکلی پڑتی ہے دشمنی اُن کی زبان سے اور جو کچھ مخفی ہے انکے جی میں وہ اس سے بہت زیادہ ہے ہم نے بتادیئے تم کو پتے اگر

كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۱۸﴾ هَٰٓأَنتُمْ أُو۟لَآءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِٱلْكِتَٰبِ

تم کو عقل ہے سن لو تم لوگ اُن کے دوست ہو اور وہ تمہارے دوست نہیں اور تم سب کتابوں کو مانتے ہو

كُلِّهِۦ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوٓا۟ ءَامَنَّا وَإِذَا خَلَوْا۟ عَضُّوا۟ عَلَيْكُمُ ٱلْأَنَامِلَ مِنَ ٱلْغَيْظِ قُلْ مُوتُوا۟

اور جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تم پر انگلیاں غصّہ سے تو کہہ مرو تم

بِغَيْظِكُمْ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ﴿۱۱۹﴾ إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن

اپنے غصّہ میں اللہ کو خوب معلوم ہیں دلوں کی باتیں اگر تم کو ملے کچھ بھلائی تو بُری لگتی ہے اُن کو اور اگر تم

تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا۟ بِهَا وَإِن تَصْبِرُوا۟ وَتَتَّقُوا۟ لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا إِنَّ

پر پہنچے کوئی بُرائی تو خوش ہوں اس سے اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو کچھ نہ بگڑے گا تمہارا اُن کے فریب سے بیشک

ٱللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿۱۲۰﴾

اللہ کے بس میں ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں سب

ربط: اہلِ کفر اور اہلِ ایمان......ان دو مختلف گروہوں کی صفات اور احوال بیان کرنے کے بعد اب اہل ایمان کو حکم دیا جارہا ہے کہ کافروں پر ہرگز اعتماد نہ کرو اور انہیں اپنے ملکی اور دفاعی رازوں کی بھنک نہ پڑنے دو۔

تسہیل: اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز داں نہ بناؤ وہ تمھارے درمیان فساد پھیلانے میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے ان کی دلی آرزو ہے کہ تم دکھ اور تکلیف میں پڑے رہو، ان کی زبانوں سے تمہاری نفرت چھلکتی ہے اور جو نفرت انکے سینوں میں چھپی ہوئی ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ ہم نے کام کی باتیں تمہیں کھول کھول کر سنادی ہیں اگر تم سمجھ سکو O ارے ایمان والو سنو! تم تو ان سے واقعی دوستی کر لیتے ہو لیکن وہ تم سے بالکل دوستی نہیں کرتے، تم تو ساری کتابوں کی تصدیق کرتے ہو (لیکن وہ قرآن کی تصدیق نہیں کرتے) وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ

ہم بھی مسلمان ہیں اور جب تنہائی ہوتی ہے تو تم پر شدتِ غضب کی وجہ سے انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں، کہہ دیجئے کہ جاؤ اپنے غصے میں جل مرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے جذبات خوب جانتا ہے O اگر تمہیں راحت حاصل ہو تو انہیں تکلیف ہوتی ہے اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو وہ خوش ہوتے ہیں، یاد رکھو! اگر تم نے صبر و تقویٰ اختیار کئے رکھا تو ان کی فریب کاریاں تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گی بلاشبہہ اللہ نے ان کی سازشوں اور حرکتوں کا احاطہ کر رکھا ہے O

تفسیر

﴿۱۱۸﴾ اے وہ لوگو! کہ اپنے آپ کو مومن کہتے ہو سنو......اور تم نہیں سنو گے تو اور کون سنے گا......بات بھی تمہارے ہی فائدہ کی ہے......کہنے والا بھی وہ ہے جسے تم اپنا رب اور خالق و مالک سب کچھ مانتے ہو......وہ کہتا یہ ہے کہ ہندوؤں، سکھوں، یہودیوں، عیسائیوں اور منافقوں کو رازداں دوست نہ بناؤ، ملک وملت اور دفاع کسی بھی شعبے میں ان پر اعتماد نہ کرو، یہ کبھی بھی تمہارے دوست نہیں ہوسکتے ان کا حال یہ ہے کہ

۱......وہ تمہیں نقصان پہنچانے، تمہاری جمعیت کا شیرازہ بکھیرنے اور تمہاری معیشت کو تباہ کرنے میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کرتے۔

۲......ان کی دلی آرزو یہ ہے کہ تمہیں دین و دنیا کے اعتبار سے نقصان پہنچے اور تمہیں کبھی بھی آسودگی حاصل نہ ہو۔

۳......ان کے چہروں اور ان کی زبانوں سے تمہاری دشمنی پھوٹی پڑتی ہے۔{۱۳۷}

۴......ان کے دلوں میں تمہارے لئے بغض وحسد اور نفرت وعداوت کی جو آگ جل رہی ہے وہ ان کی زبانی باتوں سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔

﴿۱۱۹﴾ پچھلی آیت میں چار اسباب کی بناء پر ان کی دوستی سے منع کیا تھا، اس آیت میں تین اسباب مزید بیان فرمائے ہیں۔

۱......تم اپنی سادگی کی بناء پر ان سے مخلصانہ دوستی قائم کر لیتے ہو لیکن وہ تم سے ظاہری دوستی تو رکھتے ہیں لیکن قلبی محبت تم سے کبھی نہیں کرتے۔

۲......تم ساری آسمانی کتابوں اور انبیاء پر ایمان رکھتے ہو لیکن وہ تمہاری کتاب اور نبی کو ماننا تو دور کی بات ہے، الٹے

{۱۳۷}لانهم لايتمالكون مع ضبطهم أنفسهم ملهم عليها أن ينفلت من ألسنتهم ما يعلم به بغضهم للمسلمين(كشاف۔۱/۴۳۴)

ان میں کیڑے نکالتے ہیں اور گالی گلوچ سے بھی باز نہیں آتے۔

۳...... جب تمہارے سامنے آتے ہیں زبان سے ایمان کا اظہار اور تمہارے نبی اور کتاب کے کمالات کا اقرار کرتے ہیں لیکن جب اپنی شیطانی جماعت کے پاس جاتے ہیں تو حسد وبغض اور اس حسرت کی وجہ سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں کہ تمہیں دکھ دینے کا موقع ہاتھ کیوں نہیں آرہا اور تم دن بدن ترقی کیوں کر رہے ہو۔{۱۳۸}

﴿۱۲۰﴾ اگر تمہیں کوئی بھی راحت، نعمت اور بھلائی حاصل ہو خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی جسمانی ہو یا روحانی، تھوڑی ہو یا زیادہ{۱۳۹} تو وہ پریشان ہو جاتے ہیں اور اگر کسی بھی حوالے سے تمہیں دکھ پہنچے تو انہیں خوشی ہوتی ہے۔

لیکن یاد رکھو! اگر تم نے اپنے آپ کو مشکلات میں صبر کرنے اور گناہوں سے بچنے کا عادی بنالیا تو پھر اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی اور ان کی سازشیں اور شرارتیں تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گی۔

حکمت وہدایت

۱...... عام حالات میں کافروں کو خصوصی رازداں اور مشیر بنانا حرام ہے (۱۱۸) انہیں رازداں بنانے سے مسلمانوں اور اسلامی مملکت کو ناقابلِ بیان نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ امام قرطبیؒ بڑے درد کے ساتھ لکھتے ہیں:

وقد انقلبت الاحوال فی ھذہ الازمان	ہمارے زمانے میں حالات بدل گئے ہیں
باتخاذاھل الکتاب کتبة وامناء	اور اہلِ کتاب کو منشی اور معتمد بنالیا گیا ہے اور وہ
وتسوّدوا بذلک عندالجھلة الاغنیاء	ان عہدوں کی بناء پر جاہل مالداروں اور والیوں
من الولاة والامراء{۱۴۰}	اور امراء کی نظر میں بڑے بن گئے ہیں۔

امام قرطبیؒ نے اس درد کا اظہار پانچویں صدی ہجری میں کیا تھا، آج پندرہویں صدی ہجری میں تو حال اس سے کہیں ابتر ہے، اسلامی ممالک کی معیشت، سیاست اور دفاع میں غیر مسلم اس حد تک دخیل ہو چکے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل حکمران وہی ہیں اور مسلمان حکمرانوں کی حیثیت نمائشی کٹھ پتلیوں سے زیادہ نہیں۔

۲...... مخصوص حالات میں کافروں سے مدد لی جاسکتی ہے مثلاً ایسے شعبوں میں کہ جن میں مسلمان ہنرمند دستیاب نہ ہوں یا کافروں کے خلاف جنگ میں جب کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ تعاون کے لئے آمادہ ہوں۔

{۱۳۸}ویوصف المغتاظ والنادم بعض الأنامل والبنان والابهام(کشاف۔۱/۴۳۵)

{۱۳۹}والحسنة یعبربها عن کل مایسر من نعمة تنال الانسان فی نفسه وبدنه والسیئة تضادها(المفردات فی غریب القرآن۔۱۱۸)

{۱۴۰}قرطبی

نبی کریم ﷺ نے یہودِ مدینہ کے ساتھ معاہدہ کیا (مگر انہیں راز داں نہیں بنایا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض دفتری امور کی انجام دہی کے لئے رومیوں کو مقرر کیا، اندلس کی فتح میں یہودیوں نے اور مصر کی فتح میں قبطیوں نے مسلمانوں سے تعاون کیا۔{۱۴۱}

۳......مسلمان سادہ دل جبکہ کافر مکار اور عیار ہوتے ہیں (۱۱۹)

۴......کافروں کے دل میں مسلمانوں کے لئے شدید ترین حسد ہے اور یہ ایسی بیماری ہے جس کا کوئی علاج نہیں (۱۲۰) جیسا کہ شاعر کہتا ہے:۔

کل العداوۃ قد ترجی افاقتھا
ساری دشمنیوں اور بیماریوں کا علاج ممکن ہے
الا عداوۃ من عاداک من حسد
لیکن جو حسد میں مبتلا ہو اس کا علاج نہیں ہو سکتا

۵......دو چیزیں ایسی ہیں جو مسلمانوں کو کافروں کے شر سے بچا سکتی ہیں، صبر اور تقوی۔

غزوۂ احد

۱۲۱......۱۲۹

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾
اور جب صبح کو نکلا تو اپنے گھر سے بٹھلانے لگا مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
جب قصد کیا دو فرقوں نے تم میں سے کہ نامردی کریں اور اللہ مددگار تھا ان کا اور اللہ ہی پر چاہئے بھروسہ کریں مسلمان

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ
اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور تھے سو ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم احسان مانو جب تو کہنے لگا

لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾
مسلمانوں کو کیا تم کو کافی نہیں کہ تمہاری مدد کو بھیجے رب تمہارا تین ہزار فرشتے آسمان سے اترنے والے

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ
البتہ اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو اور وہ آئیں تم پر اسی دم تو مدد بھیجے تمہارا رب پانچ ہزار

{۱۴۱} تفسیر المنار (۴/۶۸) قسطلانی شرح بخاری (۵/۱۷۰) نیل الاوطار (۷/۱۳۶) الفقہ الاسلامی وادلتہ بحوالہ التفسیر المنیر (۴/۶۰)

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ

فرشتے / نشان دار گھوڑوں پر / اور یہ تو اللہ نے / تمہارے / دل کی خوشی کی / اور تاکہ تسکین ہو جائے دلوں کو اس سے

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ

اور مدد ہے / صرف اللہ ہی کی / طرف سے جو کہ زبردست ہے حکمت والا / تاکہ ہلاک کرے بعضے / کافروں کو / یا ان کو ذلیل کرے

فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ

تو پھر جاویں محروم ہو کر / تیرا اختیار / کچھ / نہیں / یا ان کو توبہ دیوے / خدا تعالیٰ / یا ان کو عذاب کرے

فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ

کہ وہ ناحق پر ہیں / اور اللہ ہی کا مال ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے / اور جو کچھ زمین میں ہے / بخش دے جس کو چاہے / اور عذاب کرے

مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾

جس کو چاہے / اور اللہ / بخشنے والا مہربان ہے

ربط: گذشتہ رکوع کی آخری آیت میں بتایا گیا تھا کہ اگر تمہارے اندر صبر وتقویٰ جیسی صفات ہوں گی تو دشمن کی سازشیں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی یہاں اس کی دو عملی مثالیں پیش کی جا رہی ہیں، غزوہ احد میں صبر وتقویٰ کا اعلیٰ معیار قائم نہ رکھنے کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہوگئی اور غزوہ بدر میں ان دو صفات سے مالا مال ہونے کی وجہ سے کفار کی افرادی قوت اور مالی وسائل مسلمانوں کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے {۱۴۲}...... یہاں اصل بیان غزوہ احد ہی کا ہے، غزوہ بدر کا ذکر ضمناً آیا ہے۔

تسہیل: اے میرے نبی وہ وقت یاد کیجئے جب آپ صبح سویرے گھر سے نکلے اور میدانِ جنگ میں مسلمانوں کو لڑائی کے مناسب مقامات پر متعین کر رہے تھے اور اللہ سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے O اس دن تم میں سے دو جماعتوں نے میدان چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا تھا حالانکہ اللہ انکا مددگار تھا اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے O تمہیں یاد ہوگا کہ بدر کی لڑائی میں اللہ تمہاری مدد کر چکا ہے حالانکہ تم بے سروسامان تھے پس تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ O وہ وقت یاد کیجئے جب آپ مسلمانوں سے فرمارہے تھے کہ کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار اتارے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد کرے O بلکہ اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کرو اور کافر تمہارے اوپر یکا یک حملہ کر دیں تو تمہارا رب پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا O اور یہ امداد تو محض تمہیں خوش کرنے اور تمہارے اطمینانِ قلب کے لئے ہے ورنہ اصلی مدد تو صرف اس اللہ کی طرف سے ہے جو کہ

{۱۴۲} ذکرهم سبحانه وتعالىٰ بالوقائع التي شوهدت فيها أحوالهم من النصر عند العمل بمنطوق الوعد من الصبر والتقوىٰ وعدمه عند العمل بالمفهوم (نظم الدرر في تناسب الآيات والسور۔ ۲/۱۴۲)

غالب اور حکمت والا ہے O اور اس امداد کا مقصد یہ بھی تھا کہ اللہ بعض کافروں کو ہلاک کردے یا انہیں ذلیل وخوار کردے تا کہ وہ خالی ہاتھ واپس چلے جائیں O اس معاملہ میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں بلکہ اللہ کی مرضی ہے چاہے انہیں توبہ کی توفیق دے دے یا انہیں سزا دے اس لئے کہ وہ ظالم ہیں O آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے یہ سب اللہ کا ہے، اسی کو اختیار ہے کہ جسے چاہے معاف کردے اور جسے چاہے عذاب دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے O

غزوہ احد

شانِ نزول۔

چونکہ آیت ۱۲۱ سے لے کر آیت ۱۸۰ تک غزوہ احد کا ذکر ہے اس لئے یہاں اس غزوہ کی تفصیل ضروری ہے تا کہ آیات کا مفہوم سمجھنے میں آسانی ہو۔

غزوہ بدر میں قریشِ مکہ ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوئے تھے، ان کے لئے اس شکست کا زخم بھلا دینا آسان نہ تھا، وہ منظم طریقے سے انتقام کی تیاریوں میں لگے رہے، ایک طرف ان کے شاعروں نے قبائل میں جاکر غیظ وغضب کی آگ بھڑکا دی، دوسری طرف چندہ جمع کر کے سامانِ جنگ کا انتظام کیا گیا چنانچہ ۳ھ ماہ شوال میں ابوسفیان کی قیادت میں تین ہزار کا لشکر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلا، تین ہزار کے اس لشکر میں دوسو گھڑسوار سات سوزرہ پوش اور تین ہزار اونٹ تھے پانچ سو عورتیں بھی ساتھ آئی تھیں {۱۴۳} اس لشکر نے مدینہ منورہ کے باہر کوہ احد کی مغربی جانب پڑاؤ ڈالا۔

آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا، آپ کا ارادہ تھا کہ شہر کے اندر رہ کر ہی دفاع کیا جائے لیکن نوجوان صحابہ باہر نکل کر دشمنوں سے دودو ہاتھ کرنا چاہتے تھے، ان کے اصرار پر حضور اکرم ﷺ اُٹھے، گھر سے زرہ پہن کر تشریف لے آئے، اب نوجوان صحابہ کو ندامت ہوئی کہ آپ کی تجویز کی مخالفت کیوں کی انہوں نے معذرت کی اور درخواست کی کہ آپ ہی کی تجویز بہتر تھی لہٰذا اسی پر عمل کرتے ہوئے مدینہ کے اندر رہتے ہوئے ہی دفاع کرنا مناسب ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مـا يـنـبـغـي لـنـبـي اذالبـس لامـتـه......	نبی جب زرہ پہن لے تو پھر لڑائی سے پہلے
درعه...... أن يضعها حتى يقاتل.	اتارنا اس کے لئے مناسب نہیں {۱۴۴}

{۱۴۳} طبقات ابن سعد (ص ۲/۳۷)............{۱۴۴} سیرۃ ابن هشام (ص ۳/۶۸)

چنانچہ دوسری صبح پو پھٹنے سے پہلے حضور ﷺ مدینہ سے روانہ ہوگئے عبداللہ بن اُبی اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ یہ کہہ کر الگ ہوگیا کہ شہر کے اندر رہ کر لڑنے کی ہماری رائے قبول نہیں کی گئی اور باہر نکل کر مقابلہ کرنا خودکشی کے مترادف ہے۔

اب اسلامی لشکر میں صرف سات سو کے قریب مجاہد رہ گئے مگر اس کے باوجود آپ نہایت اطمینان سے آگے بڑھے اور جبل احد کے جنوب مغربی کونے کے قریب صف آرا ہوئے آپ ﷺ نے یہ اہتمام کیا کہ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس سواروں کا ایک دستہ اپنے عقب کی پہاڑی پر متعین فرمادیا اس پہاڑی کو ''جبل الرماۃ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، آپ ﷺ نے اس دستے کو تاکید کردی کہ فتح ہو یا شکست کسی صورت بھی یہاں سے نہ ہٹیں، یہاں تک کہ اگر تم دیکھو کہ پرندے ہماری لاشیں نوچ رہے ہیں تو بھی یہاں سے نہ ہٹنا{۱۴۵} سپہ سالار اعظم ﷺ نے اسلامی مجاہدین کو میدان میں اس طرح پھیلا دیا تھا کہ قریشی لشکر روبرو حملہ کرنے پر مجبور ہوگیا اور اسکے لئے اپنے سواروں کو استعمال کرنا ممکن نہ رہا۔{۱۴۶}

مکی لشکر اسلامی لشکر کے قریب پہنچ کر رک گیا اور ان کے علم بردار طلحہ بن ابی طلحہ نے آگے بڑھ کر مبارزت کے لئے للکارا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے میں نکلے اور پہلے ہی وار میں اس کا کام تمام کردیا، اس کے بعد اسکے بھائی عثمان بن ابی طلحہ نے علم سنبھالا، اسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا پھر زرہ پوش ابوسعد بن ابی نے قریشی علم سنبھالا اور اسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قتل کردیا، اس طرح اس خاندان کے آٹھ افراد علم کے وقار پر مر مٹے پھر ایک غلام آگے بڑھا وہ بھی قتل ہوگیا، اس طرح قریش مکہ کے پے درپے علمبرداروں کے قتل سے علم اٹھانے والا کوئی نہ رہا جس سے قریشی لشکر کی ہمتیں پست ہوگئیں، حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہم جیسے اسلامی شیروں کے حملے اس قدر شدید تھے کہ مشرکوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

قریشی لشکر کی شکست کو دیکھ کر ''جبلِ رماۃ'' کے تیراندازوں نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی اور دس مجاہدین کے سوا سب مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہوگئے۔

{۱۴۵}وان رأیتمونا تخطفنا الطیر فلا تبرحوا مکانکم(تفسیر ابن کثیر۔۱/۳۰۲)

{۱۴۶} آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی جاننے کے لیے اردو دائرہ معارف اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور میں بریگیڈیر گلزار احمد کے مقالہ ''غزوات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم'' کا مطالعہ کیجیے۔ اردو دائرہ معاف اسلامیہ میں سیرت کے موضوع پر لکھے گئے مقالات ''سیرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم'' کے نام سے بھی طبع ہو چکے ہیں۔

خالد بن ولید جو کہ اب تک عقب سے حملہ کرنے میں ناکام رہا تھا اسے سنہری موقع ہاتھ آ گیا اور اس نے ''جبل رماۃ'' پر موجود چند تیر اندازوں کو روندتے ہوئے زوردار حملہ کر دیا، اسلامی فوج اس شدید حملے کی طرف سے غافل تھی ادھر جب بھاگتے ہوئے قریشی پیادے کے سپاہیوں کو اس حملے کی خبر ملی تو وہ بھی پلٹ پڑے، اب اسلامی لشکر دوطرفہ حملے کا شکار ہو گیا، اس حالت میں آنحضور ﷺ کے ساتھ صرف چودہ جاں نثار باقی رہ گئے {۱۴۷} دشمنوں نے جب آپ ﷺ کو چند جان نثاروں کے ساتھ پایا تو آپ پر شدت کے ساتھ حملہ کر دیا ابن قمیہ نے آپ پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ ﷺ کا سامنے کا نچلا دایاں دندان مبارک شہید ہو گیا، رخسار اور پیشانی بھی سخت زخمی ہو گئے۔ اُدھر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جن کی شکل وشباہت آپ ﷺ سے ملتی جلتی تھی، شہید ہو گئے تو اسلامی لشکر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ (معاذ اللہ) آپ ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے، اس افواہ سے اہلِ اسلام میں مزید بددلی پیدا ہو گئی آپ ﷺ بار بار آواز دیتے تھے۔

الیّ عباد اللّٰہ أنا رسول اللّٰہ — اللہ کے بندو میرے پاس آؤ میں اللہ کا رسول ہوں

سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو پہچانا اور بلند آواز سے صحابہ کرامؓ کو پکارا کہ آپ یہاں تشریف فرما ہیں یہاں آؤ، یہ سننا تھا کہ اکھڑے ہوئے قدم جمنا شروع ہو گئے جب صحابہؓ کی معتد بہ تعداد جمع ہو گئی تو آپ نے اپنے لشکر کو منظم کرنا شروع کیا اور دونوں لشکروں میں دوبارہ لڑائی چھڑ گئی، گھمسان کی اس جنگ میں صحابہؓ نے جاں نثاری کی ایسی مثالیں قائم کیں جن کی نظیر چشم فلک نے آج تک نہیں دیکھی تھی، ابن سعد کے مطابق آپ ﷺ کے سامنے تیں نوجوانوں نے یکے بعد دیگرے، اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیئے، ان میں سے ہر ایک آگے بڑھتا اور عرض کرتا ''میری جان آپ ﷺ پر نثار ہو پھر پلٹ کر واپس نہ آتا'' {۱۴۸}

احد کی لڑائی میں بائیس مشرک قتل ہوئے جب کہ دوسری طرف ستر صحابہؓ شہید ہوئے، {۱۴۹} سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل تھے، کچھ دیر بعد قریشی لشکر مکے لوٹتا ہوا نظر آیا اور یوں احد کی لڑائی ہار جیت کے بغیر اختتام کو پہنچی۔ آیئے اب آیات کی تفسیر ملاحظہ فرمایئے۔

تفسیر

﴿۱۲۱﴾ اے محمد ﷺ اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ ۳ھ میں بروز ہفتہ سات شوال صبح ہی صبح گھر سے احد کی

{۱۴۷} طبقات ابن سعد (ص ۲/۴۲)
{۱۴۸} طبقات ابن سعد (۲/۴۶)
{۱۴۹} الزرقانی شرح المواهب (۲/۱۸-۴۶) بحواله سيرة خير الانام صلى الله عليه وسلم (۳۸۰)

طرف نکل کھڑے ہوئے تھے اور وہاں اپنے مجاہدین کو جنگی حکمتِ عملی کے اعتبار سے مناسب مقامات اور مورچوں پر متعین فرمارہے تھے۔

آپ نے کسی کو میمنہ پر، کسی کو میسرہ پر اور کسی کو عقب کی پہاڑی پر متعین کیا۔

﴿۱۲۲﴾ جب تین سو منافقین نے عبداللہ بن ابی کی قیادت میں اسلامی لشکر سے جدائی اختیار کرلی تو اس کا اثر بعض مخلص مسلمانوں پر بھی پڑا چنانچہ اوس میں سے بنوسلمۃ اور خزرج میں سے بنوحارثہ نے پسپائی کا ارادہ کرلیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے قدم جمادیئے......اہلِ ایمان اگر اللہ تعالیٰ پر اعتماد کریں تو اللہ انہیں ثابت قدمی عطا فرماتا ہے اور غیب سے ان کی مدد بھی فرماتا ہے۔

﴿۱۲۳﴾ اس کی واضح مثال غزوۂ بدر ہے جہاں افرادی قوت اور سامانِ جنگ ہر اعتبار سے مسلمان کمزور تھے۔قریشی لشکر میں ۱۰۰۰ اسپاہی، ۱۰۰ گھوڑے اور ۷۰۰ اونٹ تھے۔اسلحہ اور خورد ونوش کے سامان کی فراوانی تھی مسلمان ۳۱۳ سے زیادہ نہ تھے اور انکے پاس صرف ۲ گھوڑے اور ۸ تلواریں تھیں لیکن صبر وتقویٰ، توکل اور ایمانی قوت کے بل بوتے پر انہوں نے اپنے سے کہیں زیادہ طاقتور لشکر کو شکست دے دی۔

﴿۱۲۴﴾ میدانِ بدر میں آنحضرت ﷺ نے ایمان والوں کی تسلیِ خاطر اور ان کی نصرت کے لیے تین ہزار فرشتوں کے آنے کی خوش خبری سنائی۔{۱۵۰}

﴿۱۲۵﴾ بلکہ جب ایمان والوں نے صبر وتقویٰ کا اعلیٰ ترین معیار قائم کیا تو تین ہزار کی تعداد کو پانچ ہزار میں تبدیل کردیا گیا۔

''مُسَوِّمِیْن'' (نشان زدہ فرشتے) یا تو مدد کے لئے آنے والے ان فرشتوں پر کوئی خاص قسم کے نشانات تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ بدر کی لڑائی میں فرشتوں نے سفید عمامے پہن رکھے تھے{۱۵۱} یا وہ جن گھوڑوں پر سوار تھے ان پر کوئی خاص علامت تھی۔

﴿۱۲۵﴾ فرشتوں کو نازل کرنے کے مقصد دو تھے، بشارت اور اطمینانِ قلب، فرشتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو نصرتِ باری کی بشارت سنائی اور انہیں اطمینان دلایا کہ اللہ ان کے ساتھ ہے۔

سورہ انفال میں بھی اللہ تعالیٰ نے نزولِ ملائکہ کا یہی مقصد بیان فرمایا ہے۔

{۱۵۰} قال الفخر الرازی أجمع أهل التفسير والسيران الله تعالىٰ انزل الملئكة يوم بدر وانهم قاتلو االكفار (كبير۔۸/۲۱۳ روح المعانی۔٤/٤٧) وقيل عن عكرمة والضحاك انما كان يوم احدوعدهم الله المدد ان صبروا فما صبروا فلم يمدهم بملك واحدولو امدوالماهز موا (التفسير المنير۔٤/٧٣)

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ آمَنُوا. جب تیرا رب ملائکہ کو وحی کررہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے ایمان والوں کے قلوب میں ایسی ایمانی کیفیات پیدا فرمادیں کہ وہ جنگی سامان اورافرادی تعداد میں قلت کے باوجود اپنے سے کہیں زیادہ طاقتور دشمن سے ٹکرا گئے۔

﴿۱۲۷﴾ نصرتِ باری تعالیٰ کے دو مقاصد تھے، ایک یہ کہ کفروشرک کے سردار قتل ہوں دوسرا یہ کہ وہ ذلیل ورسوا اور خائب وخاسر ہوں، جنگِ بدر میں یہ دونوں مقاصد پورے ہوئے، قریشی لشکر کے ستر جنگجو مارے گئے اور ستر گرفتار کرلئے گئے، جنگِ احد میں بھی قریب قریب یہی نقشہ پیش آیا، ابتدائے جنگ میں کفار کے بائیس افراد مارے گئے اور کفار شکست سے دوچار ہوئے لیکن خود مسلمانوں کی اپنی لغزش کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ ظاہری شکست میں تبدیل ہوگئی لیکن حقیقی فتح قریش کو حاصل نہ ہوسکی اور وہ جنگ کے مقاصد حاصل کئے بغیر مکہ واپس پلٹ گئے اپنی ناکامی کا احساس ان کو بھی ہوگیا تھا اورانہوں نے اس کی تلافی کے لئے واپس بدر کی طرف آنا چاہا تھا لیکن جیسا کہ آگے چل کر آئے گا کہ آنحضورﷺ کی جرأت وشجاعت اور صحابہ کے جذبۂ تسلیم وایثار کی وجہ سے کفار کو بدر کی طرف اپنے ناکام قدم دوبارہ بڑھانے کی ہمت نہ ہوئی۔

﴿۱۲۸﴾ میدان احد میں حضور اکرم ﷺ کو بے حد دکھ دیئے گئے آپ کے دندانِ مبارک شہید ہوئے، سر مبارک اور چہرہ انور زخمی ہوا، ستر صحابہ شہید کردیئے گئے اس موقع پر آپ ﷺ نے مخالفین کے لئے بددعا فرمائی بعض دوسرے مواقع پر بھی آپ نے ان دشمنوں کے لئے بددعا فرمائی جنھوں نے آپ کو اور آپ کے بعض صحابہ کو ناحق ستایا اور شہید کیا، آپ کے بددعا کرنے پر یہ آیت نازل ہوئی{۱۵۲} جس میں یہ سمجھایا گیا کہ آپ کا اصل کام اللہ کے پیغام کو انسانوں تک پہنچانا ہے باقی مشیتِ الٰہی میں دخل دینے کا آپ کو کوئی اختیار نہیں، جن قبائل اور افراد کے لئے آپ بددعا کررہے ہیں ان کے لئے ہدایت یا عذاب کا فیصلہ کرنے کا اختیار صرف اللہ کو ہے، اگر وہ انہیں ہدایت دے دے تو اسکی رحمت ہوگی اور اگر عذاب دے تو یہ انصاف ہوگا اس لئے کہ وہ ظالم ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ رحمت اور کرم کا معاملہ کیا اور ابوسفیان، حارث بن ھشام، سھیل بن

{۱۵۱} تفسیر ابن کثیر(۱/۳۰۳)

{۱۵۲} وکان یقول فی بعض صلاتہ فی صلاۃ الفجر اللھم العن فلانا وفلانا لاحیاء من العرب حتیٰ انزل اللہ لیس لک من الامر شیئ(بخاری کتاب التفسیر) یونہی قبیلہ مضر، رعل، ذکوان، عصیہ اور بنی لحیان اور بعض دوسرے افراد کے لیے بھی آپ کا نام لے لے کر بددعا کرنا ثابت ہے(ابن کثیر۔۳۰٤)

عمرو اور صفوان بن امیہ نے اسلام قبول کرلیا۔

﴿۱۲۹﴾اس آیت میں بھی اسی دعوٰی کو ثابت کیا گیا ہے کہ ہر معاملہ کا اختیار اللہ ہی کو حاصل ہے اس لئے کہ ارض وسماء کی ہر چیز کا مالک وہی ہے وہ جسے چاہے معاف کردیتا ہے اور جسے چاہے عذاب دیتا ہے، البتہ اس کا ہر فیصلہ حکمت اور عدل پر مبنی ہوتا ہے۔

حکمت وہدایت

۱......ایام اللہ (واقعات وحوادث) کو عبرت ونصیحت کے لئے یاد کرتے رہنا چاہیئے (۱۲۱)

۲......ہمارے آقا ﷺ صرف مسجد کی صفیں بنانے کے امام نہ تھے بلکہ میدانِ جنگ کی صفوں کی درستگی میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا (۱۲۱) آپ بیک وقت مسجد کے امام، منبر کے خطیب، درسگاہ کے معلم، عدالت کے قاضی، ملک کے انتظامی حکمران، کمزوروں کے سرپرست اور فوج کے جرنیل سبھی کچھ تھے۔

۳......مخلص مومنوں کو بھی اوہام ووساوس آسکتے ہیں اور ان وساوس کا آنا ایمان اور ولایت کے منافی نہیں {۱۵۳} (۱۲۲)

۴......اخلاص اور صدقِ ایمان انسان کو شیطانی وساوس پر عمل کرنے سے بچالیتے ہیں (۱۲۲)

۵......توکل کا مطلب ترکِ اسباب نہیں بلکہ حسبِ قدرت اسباب مہیا کرنے کے بعد نتائج اللہ پر چھوڑنے کا نام توکل ہے (۱۲۲)

۶......جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور گناہوں سے بچتے ہیں حقیقی شکر کرنے والے وہی ہیں (۱۲۳)

۷......فرشتے ان لوگوں کی مدد کے لئے اترتے ہیں جو صبر وتقوٰی اختیار کرتے ہیں (۱۲۵)

۸......ملائکہ کا اصل کام یہ ہے کہ وہ مؤمنوں کے دلوں میں اچھے خیالات پیدا کرتے ہیں اور انہیں پست ہمت نہیں ہونے دیتے (۱۲۶)

۹......ہدایت ہو یا کہ ضلالت سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، مقربینِ بارگاہ کو بھی اس میں دخل دینے کا اختیار نہیں (۱۲۸)

۱۰......اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے (۱۲۸) اسی لئے اس آیتِ کریمہ میں توبہ کو عذاب سے پہلے ذکر فرمایا ہے۔

۱۱......ظلم کی وجہ سے انسان اللہ کے عذاب کا مستحق ہوجاتا ہے اِلّا یہ کہ وہ توبہ کرکے اللہ کو راضی کرلے۔

{۱۵۳} بنو حارثہ اور بنو سلمہ جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وہ اس آیت کے نزول پر خوش ہوتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے قلبی وساوس بیان کرنے کے باوجود فرمایا ہے "واللہ ولیھما" (اللہ ان کا دوست ہے) تفسیر ابن کثیر (۱/۳۰۲)

دنیوی اور اخروی کامیابی کے لئے ضروری اوصاف

﴿۱۳۰......۱۳۶﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾
اے ایمان والو مت کھاؤ سود دونے پر دونا اور ڈرو اللہ سے تاکہ تمہارا بھلا ہو

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾
اور بچو اس آگ سے جو تیار ہوئی کافروں کے واسطے اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا تاکہ تم پر رحم ہو

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ
اور دوڑو بخشش کی طرف اپنے رب کی اور جنت کی طرف جس کا عرض ہے آسمان اور زمین تیار ہوئی ہے

لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ
واسطے پرہیزگاروں کے جو خرچ کئے جاتے ہیں خوشی میں اور تکلیف میں اور دبا لیتے ہیں غصّہ اور معاف کرتے ہیں

عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا
لوگوں کو اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنیوالوں کو اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کچھ کھلا گناہ یا بُرا کام کریں

اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڞ وَلَمْ
اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی اور کون ہے گناہ بخشنے والا سوا اللہ کے اور اڑتے

يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ
نہیں اپنے کئے پر اور وہ جانتے ہیں انہی کی جزا ہے بخشش اُن کے رب کی اور باغ

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾
جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہینگے وہ لوگ ان باغوں میں اور کیا خوب مزدوری ہے کام کرنیوالوں کی

ربط: جنگ احد میں حضور اکرم ﷺ کی ہدایات کو نظر انداز کرنے اور مال کے پیچھے لگنے کی وجہ سے شکست ہوئی اب ان آیات میں ایسے اوصاف اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے جن کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل ہوسکتی ہے ان اوصاف میں سرفہرست مالِ حرام سے اجتناب اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔

تسہیل: اے ایمان والو! سود مت کھاؤ کہ وہ اصل سے بھی دوگنا چوگنا ہوتا چلا جاتا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہوجائے O اور اس آگ سے ڈرتے رہو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے O اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے O اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کے حصول کے لئے جلدی کرو جس کا پھیلاؤ آسمان و زمین کے برابر ہے وہ ان پرہیزگاروں کیلئے تیار کی گئی ہے O جو اللہ کی راہ میں اپنے اموال

خوشحالی اور تنگی دونوں حالوں میں خرچ کئے جاتے ہیں وہ غصہ دبا لیتے ہیں اور لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرتے ہیں۔ اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے O اور وہ ایسے ہیں کہ اگر ان سے کوئی بے حیائی کا کام ہو جائے یا وہ اپنے ہی حق میں ظلم کر بیٹھیں تو وہ اللہ کو یاد کر کے فوراً اس سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے لگتے ہیں......اللہ کے سوا ہے بھی کون جو گناہوں کو معاف کر دے......اور یہ لوگ اپنے کئے پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے O یہی لوگ ہیں جن کا بدلہ انکے پروردگار کی بخشش اور ایسے باغ ہیں جن کے ساتھ ساتھ نہریں بہتی ہیں ان میں یہ ہمیشہ رہیں گے اور اچھے کام کرنے والوں کی مزدوری بھی بہت اچھی ہوتی ہے O

تفسیر

﴿۱۳۰﴾ جاہلیت جدیدہ کی طرح جاہلیتِ قدیمہ میں بھی سود کا لین دین عام تھا۔ ایک مجبور شخص اپنی کسی مجبوری کے تحت قرض لیتا، جب ادائیگی کی میعاد آجاتی تو اس سے کہا جاتا:

اما ان تقضی و امّا أن تربی یا ادا کرو یا زیادہ کرو۔

اور جب وہ ادا نہ کر پاتا تو سود کو اصل رقم میں شمار کر کے اس پر نئے سرے سے سود لگا دیا جاتا اور ایسا ہر سال کیا جاتا جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ وہ تھوڑی سی رقم بہت بڑی بن جاتی {۱۵۴} اور سود در سود کا سلسلہ شروع ہو جاتا جس سے غریب غریب تر اور امیر امیر تر ہو جاتے، قرآن آیا تو اس نے ہر قسم کے سود کو حرام قرار دے دیا خواہ وہ مرکب سود ہو یا مفرد سود ہو، ادھار (نسیئہ) کا ہو یا زیادتی (فضل) کا ہو اس لئے کہ سود ظلم کی ایک بدترین صورت ہے اور اسلام میں ہر قسم کا ظلم حرام ہے ممکن ہے سود کی بعض صورتوں میں ہمیں بظاہر ظلم دکھائی نہ دیتا ہو لیکن انسان کی نظر ظاہر پرست اور عجلت پسند ہونے کی وجہ سے اکثر دھوکہ کھا جاتی ہے اور بسا اوقات نقصان کو نفع، ظلم کو عدل اور روشنی کو اندھیرا سمجھ لیتی ہے مگر اللہ پاک کی نظر ماضی حال اور مستقبل پر یکساں ہے اور اس کا ہر حکم حکمت اور خیر خواہی پر مبنی ہے اسلئے بہت سارے دوسرے گناہوں کی طرح سود کے نقصانات بھی انسان کی سمجھ میں نہیں آرہے تھے لیکن آج جب کہ غریب قومیں سود کی سنہری زنجیروں میں بری طرح جکڑ چکی ہیں ہر انصاف پسند انسان سودی نظام کو ظالمانہ نظام قرار دے رہا ہے "اضعافا مضاعفة" (دوگنا چوگنا) اس کا یہ مطلب نہیں کہ مفرد سود حلال ہے اور مرکب حرام ہے بلکہ یہ اس واقعی حقیقت کا بیان ہے جس سے زمانہءِ نزولِ قرآن کے سود خوروں نے انسانوں کو دوچار کر رکھا تھا اور آج یہ معاملہ افراد سے بڑھ کر قوموں اور ملکوں تک جا پہنچا ہے اور عالمی بینک، آئی ایم ایف جیسے اداروں نے جاہلیتِ اولیٰ کی یادیں تازہ کر دی ہیں اور اب آیاتِ الٰہیہ کو سمجھنے کے لئے پندرہ صدیاں پیچھے دیکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

(سود کی قدرے تفصیلی بحث ہم سورۃ البقرہ کی آیات ۲۷۵-۲۷۶-۲۷۸-۲۷۹ کے ضمن میں کر چکے ہیں وہیں دیکھ لی جائے)۔

{۱۵۴} وھکذا کل عام فربما تضاعف القلیل حتی یصیر کثیرا مضاعفاً (ابن کثیر۔ ۱/۳۵۵)

چونکہ انسانی فطرت پر مال کی محبت غالب ہے اسلئے سود جیسے مالِ مفت سے بچنا قدرے مشکل تھا چنانچہ رحیم وکریم رب نے انداز بدل بدل کر مسلمانوں کو سود سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

پہلے فرمایا'' واتقو اللّٰہ ''(اللہ سے ڈرو) اللہ کے ڈر میں ہی کامیابی ہے اور اللہ کا ڈر جس دل میں ہو اس کے لئے حرام سے اور گناہ سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

﴿۱۳۱﴾ دوسری آیت میں فرمایا کہ تم اس آگ سے ڈرتے رہو جو اصل میں تو کافروں کے لئے ہے لیکن اگر تم اللہ کی بات نہیں مانو گے تو تم بھی اس کا ایندھن بن سکتے ہو۔

اکثر ائمہ تفسیر کی رائے یہ ہے کہ یہ وعید ان لوگوں کے لئے ہے جو سود خوری کو حلال سمجھتے ہیں {۱۵۵} امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ قرآن کریم کی سب سے زیادہ ڈرانے والی آیت ہے کیونکہ اس میں اس دوزخ سے جو کہ اصل میں کافروں کے لئے ہے ایسے مسلمانوں کو بھی ڈرایا گیا ہے جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے نہیں بچتے۔ {۱۵۶}

﴿۱۳۲﴾ تیسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ ہر گناہ خصوصاً سودی معاملات چھوڑنے میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تم پر رحم کرے گا۔ تم دنیا میں بھی بھوکے نہیں رہو گے اور آخرت میں بھی اچھی جزاء سے نوازے جاؤ گے۔

﴿۱۳۳﴾ چوتھی آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ ترکِ سود اور معاصی سے اجتناب میں دیر نہ کرو، اگر تم آج کل پر بات ٹالتے رہے تو ممکن ہے تمھیں توبہ کرنے کی مہلت ہی نہ ملے اور تم دنیا سے جہنم کے انگاروں کو سمیٹتے ہوئے رخصت ہو جاؤ......لہٰذا تم ایسے اعمال اختیار کرنے میں دیر نہ کرو جن کے نتیجے میں اللہ کی مغفرت اور جنت کا حصول تمہارے لئے آسان ہو جائے۔

''عَرۡضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ'' (جس کا پھیلاؤ آسمان وزمین کے برابر ہے) حقیقت یہ ہے کہ جنت اور جنت کی وسعتیں اور کیفیات اور نعمتیں اس ناسوتی دنیا میں رہنے والے انسان کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتیں جیسا کہ سورہ سجدہ میں ہے۔

''فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّآ اُخۡفِيَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡيُنٍ'' کسی شخص کو معلوم نہیں جو چھپادی ہے انکے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک۔

اور حدیث میں ہے:

''مَالَا عَيۡنٌ رَأَتۡ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتۡ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلۡبِ بَشَر''

''جنت میں ایسی نعمتیں ہیں جو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی انسان کے دل پر ان

{۱۵۵} قال کثیر من المفسرین هذا الوعید لمن استحل الربوا ومن استحل الربوا فانه یکفر (قرطبی۔۴/۲۰۳)

{۱۵۶} کان ابوحنیفة رحمه الله یقول: هی أخوف آیة فی القرآن حیث اوعدالله المومنین بالنار المعدة للکافرین ان لم یتقوه فی اجتناب محارمه (کشاف۔۱/۴۴۲) مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت۔لبنان

کا خیال بھی گذرا ہے"

جنت کی وسعتوں کا صحیح تصور بھی محال ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو آپس میں ملانے سے جو پھیلاؤ بنتا ہے جنت کا پھیلاؤ اس کے مطابق ہے۔

مذکورہ آیت کریمہ میں جنت کی پوری پوری پیمائش بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ انسان کے محدود علم ونظر کے اعتبار سے تمثیلی انداز میں جنت کی لامحدود وسعتوں کو بیان کرنا مقصود ہے{۱۵۷} اس جنت میں وہ لوگ داخل ہوں گے جو متقی ہوں گے اور متقی وہ ہیں جن کے اندر یہ پانچ اوصاف پائے جائیں۔

(۱۳۴) پہلا وصف:

"یُنفِقُونَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ" (وہ خوش حالی میں اور تنگی دونوں حالتوں میں خرچ کرتے ہیں)

نہ وہ غربت میں "انفاق فی سبیل اللہ" سے ہاتھ کھینچتے ہیں اور نہ ہی امارت میں اللہ کو فراموش کرتے ہیں بلکہ صحت اور بیماری، غربت اور خوشحالی ہر حال میں اپنی مالی حیثیت کے مطابق اللہ کی راہ میں خرچ کیے جاتے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا۔

"لِیُنفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ فَلْیُنفِقْ مِمَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ"{۱۵۸}

دوسرا وصف:

"وَالْكَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ" (وہ غصہ دبا لیتے ہیں) یہ نہیں فرمایا کہ انہیں غصہ آتا ہی نہیں بلکہ یہ فرمایا کہ غصہ آتا تو ہے مگر اسے دبا لیتے ہیں، قرآن نے حکم ازالہ کا نہیں، امالہ کا دیا ہے یعنی جذبات کو فنا کرنا مقصود نہیں بلکہ انہیں شریعت کی حدود میں لانا اور ان کا رخ موڑنا مطلوب ہے، اللہ کے حکم ٹوٹنے اور شریعت کی بے قدری پر اگر غصہ آئے تو یہ مذموم تو کیا ہوگا الٹا محمود ہے، خلافِ طبع امر پیش آنے پر اگر غصہ آجائے تو اسے ضبط کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

"من کظم غیظاً وھو یقدر علی انفاذہٖ ملأاللہ جو فہٗ امناً و ایماناً"{۱۵۹} جو شخص نفاذ اور انتقام کی قدرت کے باوجود اپنے غصہ کو دبالے اللہ اسکے سینے کو امن اور ایمان سے بھر دیتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لیس الشدید بالصرعة لکن الشدید الذی یملک نفسه عندالغضب" پہلوان وہ نہیں جو کشتی

{۱۵۷}وذکر العرض للمبالغة فی وصفها بالسعة علی طریقة التمثیل لانه دون الطول وعن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما لو وصل بعضها ببعض (بیضاوی۔۲/۹۲)وقال آلوسی رحمه اللّٰه کنایة عن غایة السعة بما هو فی تصور السامعین(روح المعانی۔جزء ۸۹/۴)

{۱۵۸}سورۃ الطلاق آیت نمبر۷............{۱۵۹}روی عبدالرزاق عن ابی هریره رضی اللّٰه عنه

میں دوسرے کو پچھاڑ دیتا ہے{۱۶۰} پہلوان وہ ہے جو غصے میں اپنے اوپر قابو رکھتا ہے۔

تیسرا وصف:

"وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ" (لوگوں کی غلطیاں معاف کر دیتے ہیں) غصے کو ضبط کرنے سے بھی اعلیٰ وصف لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنا ہے وہ محض ایک سلبی کیفیت تھی اور یہ ایک ایجابی مرتبہ ہے۔

بسا اوقات غصہ دبانے کے باوجود دل میں کدورت باقی رہ جاتی ہے لیکن جو صحیح معاف کرنے والا ہوتا ہے اس کا دل بغض و کینہ اور رنجش سے بھی صاف ہو جاتا ہے جو شخص دل سے کسی کی زیادتی معاف کر دیتا ہے اسکا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

"اذا كان يوم القيمة نادى مناد يقول أين العافون عن الناس ؟ هلموا الى ربكم وخذوا أجوركم وحق على كل امرئ مسلم اذا عفا أن يدخل الجنّة" {۱۶۱}

قیامت کے دن منادی اعلان کرے گا کہاں ہیں لوگوں کو معاف کرنے والے؟ آؤ اپنے رب کے حضور اور اپنے اجر لے لو، جو مسلمان کسی کو معاف کر دے، اس کا حق ہے کہ وہ جنت میں داخل ہو

چوتھا وصف:

"وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" (اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)

غضب کے دبانے اور خطاؤں سے عفو و درگذر کرنے سے بھی اعلیٰ مرتبہ دشمنوں کیساتھ احسان کرنے کا ہے، برائی کے بدلے میں اچھائی، گالیوں کے جواب میں دعائیں اور پتھروں کے مقابلے میں پھول پیش کرنا ہمارے آقا علیہ السلام اور آقا کے سچے غلاموں کا شیوہ ہے، مکہ سے طائف تک اور احد سے فتح مکہ تک کی سیرت عفو و احسان کی مثالوں سے بھری پڑی ہے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو ایک لونڈی وضو کرا رہی تھی اسکے ہاتھ سے لوٹا گرا جس سے آپ زخمی ہو گئے، آپ نے غصے میں سر اٹھایا وہ بھی مزاج شناس تھی اس نے پڑھا "وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ" آپ نے فرمایا میں نے غصہ دبا لیا۔ آگے پڑھا "وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ" آپ نے فرمایا میں نے معاف کر دیا۔ اس نے اگلا جملہ پڑھا "وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" آپ نے فرمایا جاؤ میں نے تمہیں اللہ کی رضا کے لئے آزاد کر دیا۔{۱۶۲}

﴿۱۳۵﴾ **پانچواں وصف:** "وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً" (وہ جب کوئی غلط کام کر بیٹھتے ہیں) یہاں دو قسم کے گناہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائے ہیں "فاحشۃ" اور "اپنے اوپر ظلم" "فاحشۃ" وہ گناہ ہیں جن کا ضرر دوسروں تک پہنچتا ہے{۱۶۳} مثلاً زنا، سود، چوری، غیبت، خیانت وغیرہ اور "اپنے اوپر ظلم" کا مطلب ایسے گناہ ہیں جن کا اثر گناہ گار کی ذات تک محدود ہے مثلاً شراب نوشی، ترکِ صلوۃ وغیرہ

{۱۶۰}رواه الامام احمد عن ابی هريرة رضی الله عنه ....{۱۶۱}التفسير المنير(٤/٨٨)
{۱۶۲}اخرجه البيهقی (روح المعانی۔جزء/٩٤)............{۱۶۳}وقيل الفاحشة الكبيرة وظلم النفس الصغيرة ولعل الفاحشة ما يتعدى وظلم النفس ماليس كذلك (بيضاوی۔٢/٩٣)

گناہ کا ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں بتقاضائے بشریت متقیوں اور نیکوکاروں سے بھی گناہ ہو جاتا ہے لیکن جب وہ اللہ کی عظمت و جلال اور کرم اور احسان کو یاد کرتے ہیں تو فوراً استغفار کر لیتے ہیں۔

قبولِ توبہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ گناہ پر اصرار نہ کیا جائے، جو شخص گناہ ہو جانے پر استغفار کر لے وہ اصرار کرنے والا شمار نہیں ہوتا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مااصرّمن استغفر، وان عاد فی الیوم سبعین مرۃ" {۱۶۴}

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص استغفار کر لے وہ اصرار کرنے والا نہیں اگرچہ اس سے دن میں ستر بار گناہ ہو جائے۔

حکمت و ہدایت:

۱......سود مطلقا حرام ہے خواہ مفرد ہو یا مرکب ہو(۱۳۰) مسلمانوں کے لیے سود سے اجتناب کفار کے ساتھ جنگ میں کامیابی کے لئے بنیادی شرط ہے، کیونکہ سود خوری، اللہ اور رسول کے ساتھ اعلانِ جنگ ہے، اللہ اور رسول کے ساتھ جنگ کرنے والے کسی جنگ میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

۲......دنیا اور آخرت میں فلاح کے لیے تقویٰ کا اختیار کرنا ضروری ہے۔(۱۳۰)

۳......کافروں جیسے اعمال کرنے والے مسلمان کافروں جیسے عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔(۱۳۱)

۴......جہنم کی آگ سے بچنا واجب ہے خواہ کھجور کا کچھ حصہ خیرات کر کے سہی حضور ﷺ کا فرمان ہے "اتقوا النار ولو بشق تمرۃٍ" {۱۶۵} (۱۳۱)

۵......اللہ کی رحمت، مغفرت اور جنت کے مستحق وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔(۱۳۲)

۶......گناہ سے توبہ کرنے اور نیکی کا راستہ اختیار کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔(۱۳۳) خود ہمارے آقا ﷺ کا ارشاد ہے "بادروا بالاعمال الصالحۃ" {۱۶۶} (نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو)

۷......جنت اور جہنم کی وسعتوں، نعمتوں اور سزاؤں کا صحیح تصور اس دنیا میں نہیں ہو سکتا(۱۳۳)

۸......جنت کے اصل وارث اور مستحق متقی ہیں(۱۳۴)

۹......متقی لوگ اعلیٰ اخلاق اور اوصاف سے متصف ہوتے ہیں جن میں سے پانچ نمایاں اوصاف یہ ہیں۔

☆ وہ آسودگی اور تنگی میں اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔

☆ انتقام کی قدرت کے باوجود غصہ ضبط کر لیتے ہیں۔

☆ لوگوں کی زیادتی معاف کر دیتے ہیں خواہ زیادتی کرنے والے مومن ہوں یا کافر، نیک ہوں یا بد۔

{۱۶۴}ابو داود(مکتبہ حقانیہ۔۱/۳۱۹).........{۱۶۵}صحیح بخاری(قدیمی کتب خانہ۔۱/۱۹۰)
{۱۶۶}صحیح مسلم کتاب الایمان حدیث(۱۸۶)

☆ دوسروں پر احسان کرتے ہیں۔

☆ ان سے گناہ ہو جائے تو استغفار کرنے میں دیر نہیں لگاتے (۱۳۴)

اللہ کے نیک بندے کثرت سے استغفار کرتے ہیں، امام المعصومین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے آپ ؐ سے زیادہ کسی کو استغفار کرنے والا نہیں دیکھا"

استغفار زبان کے ساتھ دل سے بھی ہونا چاہیے، جو شخص زبان سے استغفار کرتا ہے مگر اس کا دل گناہ پر مصر ہے تو ایسے شخص کا استغفار خود استغفار کا محتاج ہے بلکہ دیکھا جائے تو ہم جیسے گناہ گاروں کی ہر توبہ اور ہر استغفار، توبہ اور استغفار کا محتاج ہوتا ہے{۱۶۷} اور اس کا صغیرہ، کبیرہ کے ساتھ جا ملتا ہے۔

۱۰......جس گناہ سے توبہ کی جارہی ہے وہ کفر ہوگا یا غیر کفر ہوگا، اگر کفر ہو تو اس کی توبہ ماضی پر ندامت کے ساتھ ایمان لانا ہے، غیر کفر یا اللہ کا حق ہوگا یا بندے کا حق ہوگا اگر اللہ کا حق ہو تو اس کی توبہ یہ ہے کہ گناہ سے باز آجائے اور اگر نماز روزہ چھوٹے ہوں تو ان کی قضا کرے، اگر قسم میں حانث ہوا ہو تو اس کا کفارہ ادا کرے۔ اور اگر بندے کا حق ہے تو اس سے معاف کروائے یا اس کی تلافی کرے۔

۱۱۔ جو شخص دل میں ہر وقت گناہ کے منصوبے بناتا رہتا ہے یا توبہ کرنے میں ٹال مٹول کرتا رہتا ہے وہ گناہ پر اصرار کرنے والا شمار ہوگا۔{۱۶۸} (۱۳۵)

۱۲۔ اچھا عمل کرنے والے کو دنیا اور آخرت میں اجر بھی اچھا ملتا ہے (۱۳۶)

مکذبین اور مجاہدین کا انجام

﴿۱۳۷......۱۴۱﴾

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

ہو چکے ہیں تم سے پہلے واقعات سو پھرو زمین میں اور دیکھو کیا ہوا انجام

الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۳۷﴾ هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا

جھٹلانے والوں کا یہ بیان ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت اور نصیحت ہے ڈرنے والوں کو اور سست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ

وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۹﴾ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ

اور تم ہی غالب رہوگے اگر تم ایمان رکھتے ہو اگر پہنچا تم کو زخم تو پہنچ چکا ہے اُن کو بھی زخم

{۱۶۷} قال الحسن البصری استغفارنا يحتاج الى استغفار (التفسير المنير ۴/۹۳)

{۱۶۸} الاصرار هو العزم بالقلب على الامر وترك الاقلاع عنه...... قال سهل بن عبدالله الجاهل ميت والناس نائم والمصر هالك (قرطبی ۴/۲۱۱)

مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
ایسا ہی اور یہ دن باری باری بدلتے رہتے ہیں ہم اُن کو لوگوں میں اور اس لئے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے

وَیَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
اور کرے تم میں سے شہید اور اللہ کو محبت نہیں ظلم کرنیوالوں سے اور ہو واسطے کہ پاک صاف کرے اللہ ایمان والوں کو

وَیَمْحَقَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۴۱﴾
اور مٹا دیوے کافروں کو

ربط: بدر میں مسلمانوں کو فتح اور احد میں بظاہر شکست ہوئی، فتح اور شکست دونوں میں اللہ پاک کی کوئی حکمت ہوتی ہے لہٰذا نہ فتح کی صورت میں تکبر کرنا چاہیے اور نہ ہی شکست کی صورت میں بددل ہونا چاہیے۔ اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ بالآخر حق باطل پر غالب آ کر رہتا ہے بشرطیکہ حق والے حق پر قائم رہیں۔

تسہیل: تم سے پہلے اس دنیا میں کئی واقعات گذر چکے ہیں سو تم زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا O یہ قرآن لوگوں کے لیے ایک واضح بیان ہے اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے اس میں ہدایت اور نصیحت ہے O اور دیکھو تم نہ تو ہمت ہارو اور نہ شکستہ دل ہو جاؤ اگر تم واقعی مومن ہوئے تو بالآخر تم ہی غالب ہو گے O اگر اس جنگ میں تمہیں زخم لگے ہیں تو پہلی جنگ میں ایسے ہی زخم ان کو بھی تو لگ چکے ہیں اور ہم حالاتِ زمانہ کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں تا کہ اللہ سب کے سامنے ظاہر کر دے ایمان والوں کو اور تم میں سے بعض کو شہادت کا مرتبہ عطا کر دے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا O اور ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اللہ ایمان والوں کو نکھار دے اور کافروں کا ستیاناس کر دے O

﴿تفسیر﴾

﴿۱۳۷﴾ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ اسباب کے بغیر بھی نتائج ظاہر کر سکتا ہے لیکن اس کی جو سنت {۱۶۹} چلی آ رہی ہے وہ یہی ہے کہ اس عالم میں اسباب، مسببات سے مربوط ہیں، جو بویا جائے وہ کاٹنا پڑتا ہے اور جو کاشت ہی نہ کیا جائے اس کے ثمر بار ہونے کی امید نادانی کے سوا کچھ نہیں۔

جو شخص اللہ کی زمین پر چل پھر کر گذشتہ قوموں کے حالات کا مطالعہ اور تحقیق کرے گا وہ یہ جان لے گا کہ کامیابی انہی کو ملی جنہوں نے کامیابی والے طریقے اختیار کیے اور جنہوں نے ایسا نہ کیا وہ ناکام ہو کر رہے۔ {۱۷۰}

{۱۶۹} والسنن جمع سنة وهی الطریق المستقیم (قرطبی ـ ج ٤/ ٢١٦)
{۱۷۰} یحدمصداق تلك السنة الالهیة الثابتة وهی الفوز لمن احسن والخیبة لمن أساء (الاستاذ الدکتور وهبة الزحیلی)

بدر میں فتح کی بنیادی وجہ ایمانِ کامل، جذبۂ اطاعت اور ثابت قدمی تھی اور احد میں شکست کی اصل وجہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور استقامت سے انحراف تھی۔

﴿۱۳۸﴾ یہ قرآن سارے عالمِ انسانی کے لیے واضح حقائق بیان کرتا ہے لیکن اس سے ہدایت اور نصیحت صرف انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جن کے دلوں میں خوفِ خدا ہوتا ہے۔

﴿۱۳۹﴾ میدانِ احد میں اپنوں ہی کی غلطی کی وجہ سے جس ہزیمت سے مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا اس کی وجہ سے بعض مسلمان دل شکستہ سے ہو گئے تھے حالانکہ سچے مؤمن کی شکست بھی فتح اور اس کی موت بھی زندگی ہوتی ہے۔ پھر اس ہزیمت میں بعد میں پیش آنے والے غزوات کے لیے جو اسباق اور عبرتیں پوشیدہ تھیں وہ ایسی تھیں کہ حقیقت میں شکست سے دوچار ہونا ہی مسلمانوں کے لیے بہتر تھا اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”لو خیرت بین الھزیمۃ والنصر یوم احد لاخترت الھزیمۃ“{۱۷۱}	اگر مجھے احد کی لڑائی میں فتح اور شکست میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جاتا تو میں شکست ہی کو اختیار کرتا۔

اپنے اندر پوشیدہ دروس وعبر کی وجہ سے حقیقت میں یہ ایک شکست مستقبل کی فتوحات کی ضامن بن گئی اور اللہ تعالیٰ نے شرطِ ایمان کے ساتھ غلبے کا جو وعدہ کیا تھا وہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کے بعد صحابہ کو کسی بھی جنگ میں شکست نہیں ہوئی۔{۱۷۲}

﴿۱۴۰﴾ سچے مؤمن کو ہر طرح کے حالات کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ دن ادلتے بدلتے رہتے ہیں زمانے کے نشیب و فراز کا سلسلہ جاری رہتا ہے، یہاں مشکلات بھی آتی ہیں اور آسانیاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ اللہ پر یقین رکھنے والوں کی نظر ہر قسم کے حالات میں اللہ پر رہتی ہے۔

امتِ اسلامیہ جسے اب پوری دنیا کی امامت وقیادت کا منصب سنبھالنا تھا یہاں اس کی ذہنی اور فکری تربیت کی جارہی ہے تاکہ اگر کبھی مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑے تو وہ گھبرا نہ جائے۔

بدر کی کامیابی کے بھی کچھ اسباب تھے اور احد کی ناکامی کے بھی کچھ اسباب تھے۔ یونہی کامیابی اور ناکامی دونوں حکمت سے خالی نہیں تھیں۔

{۱۷۱} التفسیر المنیر (ج۴/۹۹)

{۱۷۲} فلم یخرجوا بعد ذلک عسکرا الا ظفروا فی کل عسکر کان فی عہد رسول اللہ ﷺ وفی کل عسکر کان بعد رسول اللہ ﷺ وکان فیہ واحد من الصحابۃ کان الظفر لھم (قرطبی۔۲/۲۱۷)

زیر بحث آیت کریمہ میں ناکامی کی دو حکمتیں بیان کی گئی ہیں پہلی حکمت یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کھرے اور کھوٹے کو جدا کر دے اور مخلص ایمان والوں اور منافقوں کے درمیان امتیاز کر دے۔{۱۷۳}

دوسری حکمت یہ ہے کہ تم میں سے بعض سعادت مندوں کو مرتبہ شہادت کے لیے منتخب کرلیا جائے......شہداء دنیا میں بھی دین کی صداقت کے گواہ ہیں اور آخرت میں بھی گواہ ہوں گے۔

''وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ'' مشرکوں نے اگر مسلمانوں پر ظاہری غلبہ حاصل کرلیا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے، اس کی محبت ہر حال میں ایمان والوں کے لیے ہے۔

﴿۱۴۱﴾ یہاں ناکامی کی ایک تیسری حکمت بیان کی گئی ہے وہ یہ کہ جب مسلمان آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے باطنی میل کچیل سے صاف ہونے کی توفیق دے دیتا ہے، وہ اپنی کمزوریوں کا جائزہ لیتا ہے۔ خود اپنا بے لاگ محاسبہ کرتا ہے۔ یہ محاسبہ اسے نئی قوت سے سرشار کر دیتا ہے اس کے برعکس کافر صرف اسباب پر نظر رکھتا ہے اس لیے اسے باطنی محاسبہ کی توفیق نہیں ملتی یوں اس کی فتح آئندہ کی شکست کی تمہید بن جاتی ہے۔

''ایک فرنگی مؤرخ نے حال میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ گو قریش احد میں فتحمند ہوئے لیکن یہی عارضی فتحمندی ان کے مستقل زوال کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔''{۱۷۴}

حکمت و ہدایت۔

۱......گذشتہ اقوام کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔(۱۳۷)

۲......حق کی دعوت کو جھٹلانے والوں کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوسکتا۔(۱۳۷)

۳......قرآن کریم سراسر ہدایت اور موعظت ہے مگر صرف ان لوگوں کے لیے جن کے دل میں تقویٰ ہوتا ہے۔(۱۳۸)

۴......جن لوگوں کے اندر ایمانِ کامل ہو وہ دنیا میں بھی غالب رہتے ہیں اور آخرت میں بھی غالب ہونگے۔(۱۳۹)

۵......زندگی میں نشیب و فراز، فتح و شکست، صحت اور بیماری ہر طرح کے حالات پیش آسکتے ہیں مؤمن کو چاہیے کہ صبر و شکر کے ساتھ ان کا سامنا کرے۔(۱۴۰)

۶......آزمائشیں مسلمان کو نکھار دیتی ہیں اور کافر کو مٹا دیتی ہیں۔(۱۴۱)

{۱۷۳}ولیتمیز الثابتون علی الایمان من الذین علی حرف (بیضاوی ۔۲/۹۶)
{۱۷۴}تفسیر ماجدی(۱/۶۳۸)

غزوہ احد کے پسِ منظر میں مجاہدین کی اصلاح اور سرزنش

۱۴۲.....۱۴۸

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جٰهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ
کیا تم کو خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ گے جنت میں اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنیوالے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا

الصّٰبِرِينَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ
ثابت قدم رہنے والوں کو اور تم تو آرزو کرتے تھے مرنے کی اُس کی ملاقات سے پہلے سو اب دیکھ لیا تم نے اُس کو

وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿۱۴۳﴾ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ
آنکھوں کے سامنے اور محمد تو ایک رسول ہے ہو چکے اُس سے پہلے بہت رسول پھر کیا اگر

مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ
وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے اُلٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جائے گا اُلٹے پاؤں تو ہرگز نہ بگاڑیگا اللہ

شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشّٰكِرِينَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتٰبًا
کا کچھ اور اللہ ثواب دے گا شکر گذاروں کو اور کوئی مر نہیں سکتا بغیر حکم اللہ کے لکھا ہوا ہے

مُؤَجَّلًا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا
ایک وقت مقرر اور جو کوئی چاہیگا بدلہ دنیا کا دیوینگے ہم اسکو دنیا ہی سے اور جو کوئی چاہیگا بدلہ آخرت کا اس میں سے دیوینگے ہم اسکو

وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِينَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا
اور ہم ثواب دینگے احسان ماننے والوں کو اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے طالب پھر نہ ہارے ہیں کچھ

لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ
تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں اور نہ سست ہوئے ہیں اور نہ دب گئے ہیں اور اللہ محبت کرتا ہے

الصّٰبِرِينَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا
ثابت قدم رہنے والوں سے اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہا کہ اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی

فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِينَ ﴿۱۴۷﴾ فَآتٰهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ
ہمارے کام میں اور ثابت رکھ قدم ہمارے اور مدد دے ہم کو قوم کفار پر پھر دیا اللہ نے اُن کو ثواب

الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۴۸﴾
دنیا کا اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ محبت رکھتا ہے نیک کام کرنیوالوں کو

تسہیل: کیا تمہارا خیال ہے کہ تم آزمائش کے بغیر ہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے جانچا

ہی نہیں کہ تم میں سے مجاہد کون ہیں اور ثابت قدم رہنے والے کون ہیں O تم اللہ کی راہ میں موت کی تمنا کیا کرتے تھے سو آج تم نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا O محمد ﷺ صرف اللہ کے رسول ہیں۔ان سے پہلے بھی کئی رسول گذر چکے ہیں کیا اگر آپ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو بھی الٹے پاؤں پھر جائے گا وہ اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں کرے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو ضرور بدلہ دے گا O اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو موت نہیں آ سکتی، جو کوئی اپنے اعمال کا بدلہ دنیا میں چاہے گا ہم اسے دنیا ہی میں دے دیں گے اور جو کوئی آخرت کے ثواب کا طالب ہوگا ہم اسے وہیں کا اجر دیں گے اور ہم شکر کرنے والوں کو ضرور بدلہ دیں گے O اور کتنے ہی ایسے نبی تھے جن کی قیادت میں اللہ والے دین کے دشمنوں سے لڑے لیکن اللہ کی راہ میں پیش آنے والے مصائب کی وجہ سے نہ تو انہوں نے ہمت ہاری اور نہ ہی وہ دبے اور جھکے، اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں سے محبت کرتا ہے O اور وہ اللہ سے بس یہی دعا کرتے تھے کہ اے ہمارے رب ہمارے گناہ اور اپنے ہی معاملے میں ہماری زیادتیاں معاف فرما دے، ہمیں دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رکھنا اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرمانا O پھر اللہ نے انہیں دنیا میں بھی بدلہ دیا اور آخرت کا اچھا بدلہ بھی دے گا اور اللہ نیکوکاروں سے محبت رکھتا ہے O

﴿تفسیر﴾

﴿۱۴۲﴾ محض زبانی کلامی دعوؤں کی وجہ سے تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم اپنے جہادی عمل اور صبر و ثبات جیسی صفات کے ذریعے اپنا جنتی ہونا ثابت نہ کر دو۔

''وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ'' (ابھی تک اللہ نے نہیں جانچا) اللہ تعالیٰ ازل ہی سے سب کچھ جانتا ہے یہاں نہ جانچنے اور نہ جاننے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے ابھی تک جہاد اور صبر کیا ہی نہیں، اگر کیا ہوتا تو اللہ اسے جانتا ہوتا کسی کام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے نہ جاننے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ وقوع پذیر نہیں ہوا۔{۱۷۵}

﴿۱۴۳﴾ بہت سارے وہ صحابہ جو غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے وہ حسرت سے کہا کرتے تھے کاش ہمیں بھی دشمنوں سے قتال کا موقع اور شہادت کی سعادت نصیب ہوتی لیکن جب شہادت کا میدان سامنے آیا تو ان میں سے بعض ثابت قدم نہ رہ سکے۔{۱۷۶}

{۱۷۵}"ولما يعلم الله" بمعنى ولما تجاهدوا،لأن العلم متعلق بالمعلوم فنزل نفى العلم منزلة نفى متعلقه لأنه منتف بانتفائه(كشاف۔۱/٤٤٨)

{۱۷٦}روح المعانى (ج۔٤/١١٦ تفسير الحسن البصرى)

''فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ'' (تم نے موت کو دیکھ لیا) موت کو دیکھنے سے مراد موت اور شہادت کے اسباب کو دیکھنا ہے۔{۱۷۷}

﴿۱۴۴﴾ جب احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو شیطان نے یہ افواہ مشہور کر دی ''اِنَّ محمد اقد قتل'' (محمد ﷺ شہید ہو گئے) بلکہ عبداللہ بن قمئہ حارثی جس نے پتھر مار کر رسول اللہ ﷺ کو زخمی اور آپ کا دفاع کرنے والے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تھا اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے محمد کو قتل کر دیا ہے اس افواہ کا مختلف لوگوں پر مختلف اثر ہوا، بعض دل شکستہ ہو کر بیٹھ گئے، بعض عبداللہ بن ابی کے ذریعے کفار سے صلح کی بات سوچنے لگے اور حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ جیسے مخلص صحابہ کے جذبات دو آتشہ ہو گئے، انہوں نے ہمت شکستہ افراد کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''ان كان محمد قد قتل، فان رب محمد لم يقتل وما تصنعون بالحياة بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقاتلوا على ما قاتل عليه وموتوا على مامات عليه''	اگر محمد (ﷺ) قتل ہو گئے ہیں تو محمد کا رب تو قتل نہیں ہوا اور تم رسول اللہ ﷺ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے تم بھی اسی مقصد کے لیے جان دے دو جس مقصد کے لیے آپ ؐ نے جان دی ہے۔

پھر تلوار لے کر لشکرِ کفار میں گھس گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔{۱۷۸}

قرطبی میں ہے کہ وہ شہادت سے قبل کہہ رہے تھے ''ارے لوگو! میں جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔'' شہادت کے بعد دیکھا گیا تو ان کے جسم پر اسّی سے بھی زیادہ زخم تھے، ان کے بھتیجے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کی نعش کو انگلیوں کی پوروں سے پہچانا۔{۱۷۹}

''قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ'' (آپ ؐ سے پہلے بھی کئی رسول گذر چکے ہیں) اپنے آقا ﷺ کے ساتھ شدّتِ محبت کی وجہ سے صحابہ آپ ؐ کی جدائی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے اور یہی سمجھے بیٹھے تھے کہ آپ کو کبھی موت نہیں آئے گی، انہیں سمجھایا گیا کہ آپ دنیا میں آنے والے پہلے رسول نہیں ہیں۔ آپ ؐ سے قبل ہزاروں رسول تشریف لا کر اللہ کے ہاں واپس جا چکے ہیں، آپ ؐ بھی ایک نہ ایک دن دنیا سے چلے جائیں گے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم دین حق کو چھوڑ کر کفر میں واپس چلے جاؤ، اگر ایسا کرو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے تمہارے کفر کی وجہ سے خدا کی خدائی اور

{۱۷۷}ماتمنيتموه من الموت بمشاهدة أسبابه (روح المعانى ـ جزء٤/١١٢)

{۱۷۸}اخرجه الطبرى (٧٩٤٤) عن مجاهد مرسلا وبطرق اخرى ايضا (كشاف ـ ١/ ٤٥٠)

{۱۷۹} قرطبى (٢٢١/٤)

بادشاہی میں کچھ بھی فرق نہیں آئے گا۔

''وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ''(اور اللہ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا) یہاں ''شاکرین'' سے ''ثابتین'' (دین پر ثابت قدم رہنے والے) مراد ہیں......دین کی سچائی کا یقین اور اس پر ثابت قدمی بھی شکر ہی کی ایک صورت ہے۔

﴿۱۴۵﴾ ہر شخص کی موت کا وقت معین ہے اور کسی کو اللہ کے حکم کے بغیر موت نہیں آ سکتی لہٰذا نہ تو جہاد سے فرار کسی کو موت سے بچا سکتا ہے اور نہ ہی جہاد میں شرکت کا لازمی نتیجہ موت ہے۔

''وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا''(جو دنیا ہی میں اپنے اعمال کے بدلے کا طالب ہوتا ہے)۔

انسان دو قسم کے ہیں بعض دنیا کے طلبگار ہیں اور بعض آخرت کے طلبگار ہیں، جن لوگوں کے سارے اعمال کا ہدف صرف دنیا کا حصول ہوتا ہے ان میں سے جسے اللہ چاہے اور جتنا چاہے دے دیتا ہے اور جو آخرت کا طالب ہوتا ہے اور اس کے لیے محنت بھی کرتا ہے اسے آخرت کا بہترین صلہ دیا جاتا ہے۔

یہ مضمون سورہ شوریٰ کی آیت ۲۰ میں بھی بیان ہوا ہے لیکن پوری وضاحت کے ساتھ سورۂ اسراء کی آیت ۱۸ اور ۱۹ میں ذکر ہوا ہے جن کا مفہوم یہ ہے۔

''جو شخص دنیا کا طلبگار ہو تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں ہم نے دنیا کے طلبگار کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے جس میں وہ مذمت سن کر اور ذلیل ہو کر داخل ہوگا اور جو آخرت کا طلبگار ہو اور وہ اس کے لیے اتنی کوشش کرے جتنی کرنی چاہیے اور وہ مؤمن بھی ہو تو ایسے ہی لوگ ہیں جن کی کوششیں ٹھکانے لگتی ہیں۔''

﴿۱۴۶﴾ مسلمانوں کو ان انبیاء پر نظر رکھنی چاہیے جنہوں نے اپنے اپنے زمانے میں جہاد کیا اور ان کی قیادت میں بہت سے اللہ والوں نے جہاد میں حصّہ لیا، انہیں دکھ بھی پہنچے، زخم بھی آئے، مصائب کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن نہ تو وہ بددل ہوئے، نہ انہوں نے ظاہری اور جسمانی کمزوری دکھائی اور نہ ہی دین تبدیل کیا۔

﴿۱۴۷﴾ مخالف حالات اور مصائب کے ہجوم میں بددل ہونے کے بجائے وہ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس سے اپنے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور ثابت قدمی اور نصرتِ باری کی دعا کرتے ہیں۔

﴿۱۴۸﴾ ایسے ہی لوگوں کو دنیا اور آخرت میں اچھے بدلے سے نوازا جاتا ہے۔

حکمت و ہدایت:

۱......جنت صرف کھوکھلے نعروں، زبانی باتوں اور عمل سے خالی تمناؤں سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ (۱۴۲)

۲......جنت کا دخول ان مجاہدین کی راہ پر چلنے میں پوشیدہ ہے جو اللہ کی رضا کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا سچا جذبہ رکھتے تھے۔(۱۴۲)

۳......ایمان والوں پر چھوٹی اور بڑی ہر قسم کی آزمائشیں آتی ہیں۔(۱۴۲)

۴......دشمن سے مقابلے یا کسی بھی آزمائش میں پڑنے کی آرزو نہیں کرنی چاہیے...... ممکن ہے ایسا موقع آئے تو انسان صبر و ثبات سے کام نہ لے سکے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"لاتمنوا لقاء العدو واسئلو الله العافية فاذا لقيتموهم فاصبروا واعلموٓا ان الجنة تحت ظلال السيوف{۱۸۰}

دشمن سے مقابلے کی آرزو نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرو لیکن اگر مقابلہ ہو جائے تو صبر کرو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔

۵......شہادت کی آرزو کا مطلب کافروں کے ہاتھوں مرنے کی آرزو نہیں کیونکہ یہ آرزو تو گناہ ہے بلکہ اس کا مطلب میدانِ جنگ میں صبر اور ثابت قدمی کی دعا ہے، یعنی ضرورت پڑے تو اللہ کے دین کے لیے جان دے دو مگر میدان سے بھاگو نہیں۔(۱۴۳)

۶......اس کائنات میں اللہ کے سوا کسی کو بھی بقا نہیں، انبیاء بلکہ خاتم الانبیاء کو بھی بالآخر موت آ کر رہی (۱۴۴)

یہ آیت کریمہ حقیقت میں نبی کریم ﷺ کی رحلت کی تمہید اور آپ کی واقعی موت کی صورت میں مسلمانوں کے لیے تسلی اور تعزیت کا ذریعہ بن گئی۔

جب ہمارے آقا ﷺ انتقال فرما گئے تو بعض صحابہ ہوش و حواس کھو بیٹھے تھے اور انہیں آپ کی موت کا یقین نہیں آ رہا تھا، اس موقع پر صدق و وصفا اور صبر و ثبات کے پیکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہی آیت پڑھی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا تھا۔

"من کان یعبد محمدا فان محمدا اقدمات ومن کان یعبد الله فان الله حی لایموت"

جو کوئی محمد کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد (ﷺ) انتقال فرما گئے اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ اللہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔

جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی تو صحابہ فرماتے ہیں ہمیں یوں لگا کہ یہ آج ہی نازل ہوئی ہے۔{۱۸۱}

۷......دین کی صداقت کا یقین اور اس پر ثابت قدمی رکھنے والے حقیقی شکر گذار ہیں (۱۴۴)

{۱۸۰}صحیح بخاری (۱/۴۲٤) صحیح مسلم (۲/۸٤)

{۱۸۱} تفسیر القرطبی(٤/۲۲۲۔۲۲۳)

۸......جہاد میں شرکت موت کو مستلزم نہیں اور جہاد سے فرار زندگی کی ضمانت نہیں۔(۱۴۵)
نہ کسی کو وقت سے پہلے موت آسکتی ہے اور نہ ہی وقت معین سے ٹل سکتی ہے۔

۹......اعمال کا ثواب عمل کرنے والوں کی نیت اور حسنِ قصد پر موقوف ہے۔(۱۴۵)

۱۰......جہاد صرف امتِ محمد علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر موقوف نہیں بلکہ گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ماننے والوں نے بھی اس میدان میں صبر و عزیمت کی اعلیٰ مثالیں قائم کی ہیں۔(۱۴۶)

۱۱......حقیقی مومن اور سچے مجاہد نہ تو مصائب سے خوفزدہ ہوتے ہیں نہ ان کے ایمان و یقین میں ضعف آتا ہے اور نہ ہی وہ پریشان ہو کر دین تبدیل کرتے ہیں۔{۱۸۲}

۱۲......مجاہدین اور اصحابِ ایثار کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

۱۳......اللہ والے، اللہ کے سامنے خوب تضرّع اور عجز کا اظہار کرتے ہیں اور گناہوں سے مغفرت طلب کرتے ہیں اسلئے کہ ہزیمت کے اسباب میں سے بڑا سبب معاصی کا ہوتے ہیں۔(۱۴۷)

۱۴......اعمال کا بدلہ تو دنیا میں بھی مل جاتا ہے مگر ''حسن'' صرف آخرت ہی کے بدلہ میں ہوگا۔(۱۴۸)

کفار کی اطاعت سے اجتناب

﴿۱۴۹......۱۵۱﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا
اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے کافروں کا تو وہ تم کو پھیر دیں گے الٹے پاؤں پھر جا پڑو گے تم
خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ
نقصان میں بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور اس کی مدد سب سے بہتر ہے اب ڈالیں گے ہم کافروں کے دل میں
كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ
ہیبت اس واسطے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ کا جس کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے
وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾
اور وہ برا ٹھکانا ہے ظالموں کا

ربط: غزوہ احد ہی کے دروس و عبر کا بیان چل رہا ہے جب گذشتہ انبیاء کے جذبۂ جہاد سے سرشار ساتھیوں کی

{۱۸۲} اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تین ملتے جلتے الفاظ استعمال کیے ہیں وہن، ضعف اور استکانۃ...... امام رازیؒ نے ان تینوں میں فرق بیان کرتے ہوئے وہن کی تفسیر غلبہ خوف سے، ضعف کی ضعفِ ایمان سے اور استکانۃ کی تبدیل دین سے کی ہے۔

اتباع کا حکم دیا گیا تو اب کفار کی اتباع سے بچنے کی تلقین کی جارہی ہے۔

تسہیل: اے ایمان والو! اگر تم کافروں کی بات مانو گے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں کفر کی طرف لوٹا دیں گے پھر تم گھاٹے میں جا پڑو گے o (یہ کافر تمہارے مددگار نہیں ہو سکتے) تمہارا امدادگار صرف اللہ ہے اور وہی سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے o ہم عنقریب کافروں کے دل میں تمہارا رعب ڈال دیں گے کیونکہ یہ ایسی چیزوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں جن کے بارے میں اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، ان کا ٹھکانا جہنم ہے، کیا ہی برا ٹھکانا ہے ظالموں کا o

تفسیر

{۱۴۹} غزوہ احد میں شکست کے بعد منافقوں نے بعض مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ اپنے نسلی بھائیوں کے پاس چلے جاؤ اور دوبارہ ان کے دین میں داخل ہو جاؤ {۱۸۳} اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں انہیں سمجھایا گیا کہ اگر ایسا کرو گے تو تباہ ہو جاؤ گے، کافروں کی بات ہرگز نہیں مانناوہ تمہارے مددگار نہیں ہو سکتے۔

{۱۵۰} تمہارا امدادگار صرف اللہ ہے اور جس کا مددگار اللہ ہو اسے کسی دوسرے مددگار کی ضرورت نہیں احد کے میدان میں کافر اچھل اچھل کر ہمارے آقا ﷺ کو قتل کر دینے کے دعوے کر رہے تھے مگر آپؐ نے صحابہ کو ان کی خرافات کے جواب میں خاموش رہنے کا مشورہ دیا لیکن جب ابوسفیان نے اُعلُ ھبل کہہ کر ھبل کی جے کا نعرہ لگایا تو آنحضرت ﷺ خاموش نہ رہ سکے اور آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا جواب دو "اللہ اعلی واجل" (اللہ سب سے بلند اور بزرگ ہے) پھر ابوسفیان نے کہا لنا العزّی ولا عزّی لکم (ہمارے لیے عزی (بت) ہے اور تمہارے پاس کوئی عزی نہیں) آپؐ نے فرمایا جواب دو "اللہ مولنا ولا مولیٰ لکم" {۱۸۴} (اللہ ہمارا امدادگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں) آیت کریمہ میں بھی اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

{۱۵۱} اہلِ ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرت کے مظاہر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ نے کفار کے دلوں میں ان کے شرک اور بت پرستی کی وجہ سے مسلمانوں کا رعب ڈال دیا یہ اسی رعب کا نتیجہ تھا کہ غزوہ احد کی ابتداء میں مشرکین کا لشکر میدانِ جنگ سے بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگ کھڑا ہوا اور صنفِ نازک کے طعنے بھی ان کے قدموں کو نہ روک سکے۔ پھر موقع ملنے کے باوجود ان کا جنگ کو ادھورا چھوڑ کر چلے جانا اور آگے جا کر واپسی کے مشورہ کے باوجود واپس نہ آنا یہ سب اس ایمانی رعب کا نتیجہ تھا۔ {۱۸۵}

{۱۸۳} روح المعانی عن علی کرم اللہ وجہہ (جزء ٤/ ١٣٦)

{۱۸۴} ابن کثیر (١/ ٣٦٣)

{۱۸۵} قذف اللہ فی قلب ابی سفیان الرعب فرجع الی مکۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ابا سفیان قد اصاب منکم طرفا وقد رجع وقذف اللہ فی قلبہ الرعب رواہ ابن ابی حاتم (تفسیر ابن کثیر ١/ ٣٦٢)

حکمت وہدایت۔

۱......کفار کے فوجی اور جنگی غلبے کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان ان کی اطاعت قبول کر لیں۔(۱۴۹)

۲......کفار کی اطاعت کا نتیجہ معاذ اللہ مسلمانوں کے ارتداد کی صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے۔(۱۴۹)

۳......اگر مسلمان اللہ کو چھوڑ کر غیروں سے مدد کے طلبگار رہوں گے تو اللہ انہیں ذلیل کر دے گا۔(۱۵۰)

۴......کافروں کے دلوں میں اہلِ ایمان کا رعب ڈالنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا......اس تنزل کے دور میں بھی اس رعب کی ایک جھلک ہم آج کے طاقتور اور ہر قسم کے اسلحہ سے لیس کافروں کے میڈیا میں دیکھ سکتے ہیں جنہیں اوپر نیچے دائیں بائیں بنیاد پرست اور ''دہشت گرد'' مسلمانوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔(۱۵۱)

۵......ہر مشرک اور کافر ڈرپوک ہوتا ہے......ان کی بہادری اور دھمکیاں دکھاوے کی ہوتی ہیں۔(۱۵۱)

۶......کفر وشرک کی وجہ سے دل میں بزدلی اور دنیا کی محبت پیدا ہوتی ہے اور یہ بھی اس کے بطلان کی ایک دلیل ہے۔(۱۵۱)

۷......جس دعویٰ پر کوئی دلیل نہ ہو وہ باطل ہے۔(۱۵۱)

وجوہِ شکست

﴿۱۵۲......۱۵۵﴾

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ

اور اللہ تو سچا کر چکا تم سے اپنا وعدہ جب تم قتل کرنے لگے ان کو اسکے حکم سے یہاں تک کہ جب تم نے نامردی کی اور کام میں جھگڑا

فِی الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا

ڈالا اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ تم کو دکھا چکا تمہاری خوشی کی چیز کوئی تم میں سے چاہتا تھا دنیا

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

اور کوئی تم میں سے چاہتا تھا آخرت پھر تمکو الٹ دیا ان پر سے تاکہ تم کو آزماوے اور وہ تو تم کو معاف کر چکا اور اللہ کا

ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ

فضل ہے ایمان والوں پر جب تم چڑھے چلے جاتے تھے اور پیچھے پھر کر نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول

يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ؕ

پکارتا تھا تم کو تمہارے پیچھے سے پھر پہنچا تم کو غم عوض میں غم کے تاکہ تم غم نہ کیا کرو اس پر جو ہاتھ سے نکل جاوے اور نہ اس پر کہ جو کچھ پیش آجاوے

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى
اور اللہ کو خبر ہے تمہارے کام کی پھر تم پر اُتارا تنگی کے بعد امن کو جو اُونگھ تھی کہ ڈھانک لیا اس

طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ
اُونگھ نے بعضوں کو تم میں سے اور بعضوں کو فکر پڑ رہا تھا اپنی جان کا خیال کرتے تھے اللہ پر جھوٹے خیال جاہلوں

الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۭ يُخْفُوْنَ
جیسے کہتے تھے کچھ بھی کام ہے ہمارے ہاتھ میں تو کہہ سب کام ہے اللہ کے ہاتھ وہ اپنے

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۭ
جی میں چھپاتے ہیں جو تجھ سے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں اگر کچھ کام ہوتا ہمارے ہاتھ تو ہم مارے نہ جاتے اس جگہ

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ
تو کہہ اگر تم ہوتے اپنے گھروں میں البتہ باہر نکلتے جن پر لکھ دیا تھا مارا جانا اپنے پڑاؤ پر

وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ
اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ تمہارے جی میں ہے اور صاف کرنا تھا اُس کا جو تمہارے دل میں ہے اور اللہ جانتا ہے

الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ
دلوں کے بھید جو لوگ تم میں سے ہٹ گئے جس دن لڑیں دو فوجیں سو اُن کو بہکا دیا شیطان نے

بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾
اُن کے گناہ کی شامت سے اور اُن کو بخش چکا اللہ اللہ بخشنے والا ہے تحمل کرنے والا

تسہیل: اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت کا وعدہ سچ کردکھایا جب تم میدانِ احد میں کافروں کو اللہ کے حکم سے قتل کر رہے تھے، یہاں تک کہ تم نے اس وقت کمزوری دکھائی اور رسول کے حکم کے بارے میں اختلاف کیا اور نافرمانی کی جبکہ اللہ نے تمہیں تمہاری خوشی کی چیز دکھادی تھی، تم میں سے بعض دنیا کے طلبگار تھے اور بعض کی نظر آخرت پر تھی پھر اللہ نے تمہیں آزمانے کے لیے دشمنوں سے تمہیں پھیر دیا، یقیناً اللہ نے تمہیں معاف کر دیا، مسلمانوں پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے O وہ بھی عجیب منظر تھا جب تم میدان سے بھاگے چلے جارہے تھے اور مڑ کر بھی کسی کو نہیں دیکھ رہے تھے اور اللہ کا رسول تمہیں پیچھے سے آوازیں دے رہا تھا، رسول کو غم دینے کی پاداش میں اللہ نے تمہیں بھی غم میں مبتلا کر دیا تاکہ تم نہ تو اس چیز پر غم کرو جو ہاتھ میں آکر ہاتھ سے نکل گئی اور نہ ہی سر پر پڑنے والی مصیبت پر غم کرو۔ تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے O پھر اللہ نے اس غم کے بعد اونگھ کی صورت میں تم پر سکون کی کیفیت طاری کر دی جو تم

میں سے ایک جماعت پر چھا گئی تھی لیکن ایک جماعت ایسی بھی تھی جسے اپنی جانوں کی فکر نے ہلکان کر رکھا تھا وہ اللہ کے بارے میں جاہلوں جیسے خلافِ حقیقت خیالات قائم کر رہے تھے، وہ کہہ رہے تھے کہ کیا ہمارا بھی کچھ اختیار چلتا ہے؟ O فرما دیجیے کہ سارا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے، یہ اپنے دلوں میں ایسی باتیں چھپائے ہوئے ہیں جو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے، کہتے ہیں اگر ہماری بات سنی جاتی تو ہم یہاں نہ مارے جاتے، فرما دیجیے اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کے لیے مارا جانا لکھا جا چکا تھا وہ لازماً اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے، اس مارے جانے میں بھی اللہ کی مصلحتیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ اللہ تمہارے مافی الضمیر کو ظاہر کر دے اور تمہارے قلبی خیالات کو نکھار دے اور اللہ دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے O دو جماعتوں کے ٹکراؤ کے دن تم میں سے جو لوگ پیٹھ پھیر گئے تھے، ان کی بعض اپنی ہی کرتوتوں کی وجہ سے شیطان نے ان کے قدم اکھاڑ دیئے، اللہ انہیں معاف کر چکا ہے ، بلاشک اللہ بہت بخشنے والا اور بہت تحمل والا ہے O

تفسیر

﴿۱۵۲﴾ غزوہ احد میں زخم اٹھانے کے بعد بعض ضعیف الایمان حضرات کی زبان پر یہ الفاظ تک جاری ہو گئے کہ اللہ کی مدد کا وعدہ کیا ہوا اس پر یہ آیت نازل ہوئی {۱۸۶} جس میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنی مدد کا وعدہ پورا کر دیا تھا، تم نے ان کے کئی سورماؤں کو تہہِ تیغ کیا قریش کے آٹھ علم بردار یکے بعد دیگرے قتل ہوئے، جابجا ان کے زخمی گرے پڑے تھے، جو بھاگ سکتے تھے وہ بھاگ کھڑے ہوئے لیکن پھر تمہاری اپنی ہی غلطی کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔

''وَتَنَازَعْتُمْ'' اور وہ غلطی یہ تھی کہ بلند ٹیکری پر جو پچاس تیر انداز متعین کیے گئے تھے ان میں سے تقریباً چالیس نے اپنے امیر حضرت محمد ﷺ کے صاف اور تاکیدی حکم کے بارے میں اختلاف کرتے ہوئے اس کی نافرمانی کی۔

''مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا'' (بعض دنیا کے طلبگار تھے) یہ وہ لوگ تھے جو آنحضور ﷺ کے حکم کو بھول کر مالِ غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے جو اگرچہ فی ذاتہ کوئی غلط کام نہیں تھا لیکن چونکہ اللہ کے رسول کے حکم کی مخالفت کی گئی تھی اس لیے اس کی مذمت کی گئی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول سے پہلے میں نہیں سمجھتا تھا کہ ہم میں سے کوئی

{۱۸۶} من أين اصابنا هذا وقد وعدنا الله النصر (اسباب النزول للواحدی/۷۲)

دنیا کا طالب بھی ہے۔{۱۸۷}

’’وَمِنْكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ‘‘ (بعض کی نظر آخرت پر تھی) یہ وہ لوگ تھے جو ٹیکری پر اور آنحضور ﷺ کے دفاع میں پہاڑ کی طرح جمے رہے انہوں نے اپنی جانیں دے دیں مگر میدان نہیں چھوڑا۔

’’ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ‘‘ (پھر تمہیں ان سے پھیر دیا) اور تمہارے غلبے کو ہزیمت سے بدل دیا لیکن اس میں بھی ایک حکمت تھی۔ وہ یہ کہ اللہ تمہارے ایمان اور ثابت قدمی کا امتحان لینا چاہتا تھا۔

﴿۱۵۳﴾ جب خالد بن ولید نے ’’جبل رماۃ‘‘ کے عقب سے اچانک حملہ کیا اور مسلمان چکی کے دو پاٹوں میں آ گئے تو حواس باختہ ہو کر اِدھر اُدھر بھاگ کھڑے ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف بارہ حضرات رہ گئے آپ ﷺ نے ’’الیّ عباداللہ الی عباد اللہ‘‘ کہہ کر بھاگنے والوں کو آوازیں دیں جس سے بکھرے ہوئے لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے۔

’’فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ‘‘ تمہاری عجلت پسندی اور حکم عدولی کی وجہ سے اللہ کے حبیب ﷺ کو غم پہنچا تھا{۱۸۸} جس کی پاداش میں تمہیں ہزیمت اور مال غنیمت کے جاتے رہنے کا غم پہنچا۔

دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے کہ تمہیں غم پر غم پہنچا، پہلا غم مشرکین کے غلبے کا، دوسرا غم آنحضور ﷺ کے قتل کی افواہ اور غنیمت کے جاتے رہنے کا۔{۱۸۹}

یہ غم بھی حکمت سے خالی نہیں تھا اس کا ایک مقصد یہ تھا کہ تم مشکل حالات کا سامنا کرنے کے عادی ہو جاؤ اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ جو مصیبت سر سے گذر چکی اسے بھول جاؤ اس لیے کہ بڑا غم انسان کو چھوٹا غم بھلا دیتا ہے۔ یہ شعر اسی معنی میں ہے۔

’’مصیبتیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں‘‘

﴿۱۵۴﴾ میدان احد میں پیش آنے والا وہ منظر بھی بڑا عجیب تھا جسے فرشتے بھی دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے ہوں گے کہ ایک طرف ستر شہداء کی نعشیں، دوسری جانب زخموں اور تھکاوٹ سے چور جسم لیکن اس حالت میں بھی ان پر اللہ تعالیٰ نے غنودگی کی کیفیت طاری کر دی۔

{۱۸۷} ابن کثیر (۱/۳٦٤)

{۱۸۸} ای اثابکم غما بسبب غم اذ قتموه رسول الله صلى الله عليه وسلم بعصيانكم له ومخالفتكم امره (روح المعانی جز۔٤/١٤٤)

{۱۸۹} پہلی صورت میں باء سبیت کے لئے ہے اور دوسری صورت میں مصاحبت اور ظرف مستقر کے لئے ہے (روح المعانی۔جزء٤/١٤٤)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جن پر احد کے دن غنودگی چھا گئی تھی یہاں تک کہ میرے ہاتھ سے بار بار تلوار گر رہی تھی میں تلوار پکڑتا تھا وہ پھر گر جاتی تھی۔{۱۹۰}

''وَطَآئِفَةٌ قَدۡ أَهَمَّتۡهُمۡ'' لیکن منافقین کا گروہ ایسا تھا جنہیں سکون میسر نہیں تھا انہیں اپنی جانوں کی فکر پڑی ہوئی تھی وہ کہتے تھے کہ اگر محمد ﷺ سچے نبی ہوتے تو کفار ان پر غالب نہ آتے۔

''هَلۡ لَّنَا مِنَ الۡأَمۡرِ مِن شَيۡءٍ'' کیا ہماری بات بھی کوئی سنتا ہے؟ یا یہ کہ ہمیں فتح اور نصرت خداوندی حاصل ہوسکتی ہے؟ بظاہر یہ سوالیہ انداز تھا لیکن دل میں یہ بات تھی کہ مسلمانوں کو فتح حاصل نہیں ہوسکتی اس لیے کہ یہ حق پر نہیں ہیں۔

﴿۱۵۵﴾ احد کی لڑائی میں جن لوگوں نے کمزوری دکھائی اور جنہوں نے اپنے مورچے چھوڑ دیئے تو یہ ان کی اپنی کرتوتوں کی وجہ سے ہوا، زندگی اور مال کی محبت جوان پر غالب آ گئی تھی اس نے ان کے اندر بزدلی پیدا کردی۔{۱۹۱}

اس سے ثابت ہوا کہ ایک غلطی انسان کو دوسری غلطی تک اور ایک نیکی دوسری نیکی تک لے جاتی ہے۔{۱۹۲}

حکمت و ہدایت

۱......اللہ تعالیٰ اپنا ہر وعدہ پورا کرتا ہے بشرطیکہ ہم بھی اپنی ذمہ داری پوری کریں۔(۱۵۲)

۲......جس جماعت میں بزدلی، اختلاف اور امیر کی نافرمانی جیسی بیماریاں پیدا ہوجائیں اسے اچھے سے اچھے قائد کی قیادت بھی شکست سے نہیں بچا سکتی۔(۱۵۲)

آج کے مسلمان جن کی اکثریت بزدلی، حبِ دنیا، فرقہ واریت، اختلافات اور معاصی میں ڈوبی ہوئی ہے انہیں سوچنا چاہیے کہ اتنے امراض کے ہوتے ہوئے محض خوش کن نعروں کی بنیاد پر وہ یہود و نصاریٰ کو کیسے شکست دے سکتے ہیں۔

۳......اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی آئی ہوئی مدد بھی واپس چلی جاتی ہے۔(۱۵۲)

۴......رسول اللہ ﷺ کی ایک نافرمانی کی وجہ سے اگر کافروں کے ہاتھوں پٹائی لگ سکتی ہے تو جب قدم قدم پر نافرمانی ہو رہی ہو تو پھر پٹائی پر ہرگز تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

۵......احد کی ہزیمت بظاہر سزا اور نقمت تھی لیکن حقیقت میں ابتلاء اور نعمت تھی---اس ہزیمت سے صحابہ کو ایسے سبق ملے جنہیں یاد رکھنے سے وہ پھر کبھی بھی شکست سے دوچار نہیں ہوئے۔(۱۵۲)

{۱۹۰}صحیح بخاری کتاب المغازی ۵۸۲/۲

{۱۹۱} وقال بعض العلماء حبهم الغنيمة والحرص على الحياة(بحر محيط)

{۱۹۲}وهذا يدل على ان الذنب يجر الى الذنب كما ان الطاعة تجر الى الطاعة(كشاف۔۳۰۶/۱)

۶......اس دنیا میں ہر غم سے بڑا غم اور ہر مصیبت سے بڑی مصیبت بھی ہوتی ہے اس لیے مصیبت پر بھی اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے بڑی مصیبت سے بچالیا۔(۱۵۳)

۷......بیماری، غم اور مصیبت میں بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے بقول حضرت اکبر الہ آبادی رحمہ اللہ ۔

غم میں بھی قانون فطرت سے میں کچھ بدظن نہیں
یہ سمجھتا ہوں کہ میرا دوست ہے دشمن نہیں

۸......اللہ والے میدانِ جنگ میں بھی سکون واطمینان سے سرشار ہوتے ہیں اور اللہ کے باغی نرم بستروں اور پُر تکلف کمروں میں بھی بے سکون رہتے ہیں۔(۱۵۴)

۹......جن کے دل صاف نہیں ہوتے وہ اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر بھی محروم ہی رہتے ہیں۔(۱۵۴)

(مخلص مؤمنوں کو غنودگی نے آلیا تھا اور منافقوں کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے)

۱۰......اللہ تعالیٰ نے جس شخص کی موت جہاں لکھ دی ہے وہیں آ کر رہے گی۔(۱۵۴)

۱۱......اللہ پاک کے ہر حکم اور ہر فیصلے میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے لہٰذا مسلمان کو ہر حال میں تسلیم ورضا سے سرشار رہنا چاہیے۔(۱۵۴)

۱۲......ایک گناہ دوسرے گناہ کو پیدا کرتا ہے اس لیے گناہ کا ارتکاب ہوجانے کی صورت میں فوراً توبہ کرلینی چاہیے(۱۵۵) بلکہ دیکھا جائے تو گناہ کے بعد گناہ ہوجانا گناہ کی نقد سزا ہے اور نیکی کے بعد نیکی کی توفیق مل جانا نیکی کی نقد جزا اور پہلی نیکی کی قبولیت کی علامت ہوتی ہے۔

۱۳......غزوہ احد کے حوالے سے کسی بھی صحابی پر تنقید جائز نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو معاف کرچکا ہے اور اس معاف کرنے کا ذکر اس نے بار بار کیا ہے۔

فضیلتِ جہاد اور منافقین کی اگر مگر

﴿۱۵۶......۱۵۸﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا
اے ایمان والو تم نہ ہو اُن کی طرح جو کافر ہوئے اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو جب وہ سفر کو نکلیں

فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ
ملک میں یا ہوں جہاد میں اگر رہتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ اللہ ڈالے اس گمان

حَسۡرَةً فِي قُلُوبِهِمۡۗ وَٱللَّهُ يُحۡيِۦ وَيُمِيتُۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ بَصِيرٞ ﴿١٥٦﴾ وَلَئِن
سے افسوس اُن کے دلوں میں اور اللہ ہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے سب کام دیکھتا ہے اور اگر تم

قُتِلۡتُمۡ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ أَوۡ مُتُّمۡ لَمَغۡفِرَةٞ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَحۡمَةٌ خَيۡرٞ مِّمَّا يَجۡمَعُونَ ﴿١٥٧﴾
مارے گئے اللہ کی راہ میں یا مرگئے تو بخشش اللہ کی اور مہربانی اسکی بہتر ہے اُس چیز سے جو وہ جمع کرتے ہیں

وَلَئِن مُّتُّمۡ أَوۡ قُتِلۡتُمۡ لَإِلَى ٱللَّهِ تُحۡشَرُونَ ﴿١٥٨﴾
اور اگر تم مرگئے یا مارے گئے تو البتہ اللہ ہی کے آگے اکٹھے ہوگے تم سب

تسہیل: اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کافر ہیں اور ان کے بھائی جب سفر کے لیے یا جہاد کے لیے نکلتے ہیں اور انہیں کوئی حادثہ پیش آ جائے تو کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے، ان کے دل میں اور زبان پر ایسی باتیں اس لیے آتی ہیں تاکہ ان کے دلوں میں حسرت کی آگ جلتی رہے، زندگی اور موت اللہ ہی دیتا ہے، اور تمہارے سارے کاموں کو اللہ خوب دیکھ رہا ہے O اگر تمہیں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جائے یا مر جاؤ تو یاد رکھو کہ اللہ کی بخشش اور رحمت اس سے کہیں بہتر ہے جسے لوگ جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں O خواہ تم مر جاؤ یا مار دیے جاؤ بہر حال تمہیں اللہ ہی کے حضور پیش ہونا ہے O

حکمت وہدایت.

۱......مسلمانوں کو قول وفعل میں کافروں کی مشابہت سے بچنا چاہیے۔(۱۵۶)

۲......تقدیر پر ایمان، مؤمن کو حسرت اور غم سے بچالیتا ہے۔(۱۵۶)

۳......اللہ کے فیصلوں پر یقین نہ رکھنے والے ہمیشہ حسرت کی آگ میں جلتے رہتے ہیں (۱۵۶)

تقدیر پر ایمان رکھنے سے انسان مجبور محض نہیں بن جاتا، تقدیر پر ایمان کا مطلب تو یہ ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم اور ارادے کے مطابق ہو رہا ہے۔

۴......اللہ کے دین کے لیے محنت کرتے ہوئے موت کا آجانا دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔(۱۵۷)

۵......ہر مرنے والے کو بالآخر اللہ کے حضور پیش ہونا ہے خواہ وہ دنیا کی محنت کرتے ہوئے مر جائے یا دین کی محنت کرتے ہوئے۔{۱۹۳}(۱۵۸)

{۱۹۳} آیت ۱۵۷ اور ۱۵۸ دونوں میں موت اور قتل کا ذکر ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی آیت میں "فی سبیل اللہ" کی قید ہے لیکن دوسری آیت میں مطلق موت اور قتل کا ذکر ہے۔

اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۵۹......۱۶۰﴾

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ

سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا انکو اور اگر تو ہوتا تندخو سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۗ اِنَّ

سو تو اُن کو معاف کر اور اُنکے واسطے بخشش مانگ اور ان سے مشورہ لے کام میں پھر جب قصد کر چکا تو اس کام کا تو پھر بھروسہ کر اللہ پر

اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ

اللہ کو محبت ہے توکل والوں سے اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہ ہو سکیگا اور اگر مدد نہ کرے تمہاری تو پھر ایسا

ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

کون ہے جو مدد کر سکے تمہاری اس کے بعد اور اللہ ہی پر بھروسا چاہیے مسلمانوں کو

ربط: غزوہ احد میں منافقین کی بزدلی اور بعض مخلص مسلمانوں کی کمزوریوں کی وجہ سے شکست ہوئی معاذ اللہ اس میں قائد کی کمزوری کا کوئی دخل نہیں تھا، آپؐ تو اخلاق کریمانہ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

تسہیل: یہ اللہ ہی کی رحمت اور اس کا فضل ہے کہ آپ ان کے لیے نرم دل واقع ہوئے ہیں اور اگر خدانخواستہ آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے تو آپ ان کو معاف کر دیجیے اور اللہ سے ان کے لیے مغفرت طلب کیجیے اور خاص خاص باتوں میں ان سے مشورہ لیتے رہیں پھر جب آپ کسی کام کا عزمِ مصمم کرلیں تو پھر اللہ ہی پر بھروسہ کریں بے شک اللہ کو توکل کرنے والوں سے محبت ہے O اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو پھر کوئی بھی تمہارے اوپر غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو ایسا کون ہے جو تمہارا ساتھ دے، ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ صرف اللہ ہی پر بھروسہ کریں O

تفسیر

﴿۱۵۹﴾ اس آیت کریمہ میں حضور اکرم ﷺ سے خطاب ہے اور آپ کے اخلاق کریمانہ کا ذکر ہے لیکن حقیقت میں تمام مسلمانوں کو ان اخلاق کے اختیار کرنے کی ترغیب ہے۔

حلم وتحمل اور نرمی وشفقت۔

ہمارے آقا ﷺ چھوٹوں اور بڑوں، اپنوں اور غیروں سب کے لیے بے حد نرم تھے، آپؐ کی نرمی اور حلم وتحمل

کے واقعات سے حدیث اور سیرت کی کتابیں بھری پڑی ہیں، جنگ کا موقع اور فضا ایسی ہوتی ہے کہ بڑے بڑے تحمل مزاج بھی صبر کا دامن چھوڑ بیٹھتے ہیں لیکن آپ کے تحمل اور نرمی کا سب سے زیادہ اظہار میدانِ جنگ ہی میں ہوتا تھا۔

وہ منافقین جنہوں نے بے وفائی کی، سخت سخت باتوں سے دلآزاری کی اور وہ مسلمان جنہوں نے آپؐ کے احکام کی تعمیل میں کمزوری دکھائی اور بعض آپؐ کو معرکہ میں چھوڑ کر بھاگ گئے انہی کی وجہ سے آپ زخمی بھی ہوئے لیکن آپؐ نے نہ تو انہیں ملامت کی اور نہ کسی کو کوئی سخت لفظ کہا۔

یہ آپ کی نرمی اور شفقت ہی کا نتیجہ تھا کہ آپؐ کے اردگرد مختلف قبیلوں اور متضاد مزاجوں کے لوگ جمع ہو گئے تھے اور سب آپؐ سے محبت کرتے تھے، کسی سے غلطی ہو جاتی تو آپؐ معاف کر دیتے تھے اور ایسوں کے لیے اللہ سے استغفار بھی کرتے تھے۔

مشورہ۔

ہمارے آقا ﷺ صحابہ سے بہت زیادہ مشورہ کیا کرتے تھے، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"لم یکن احد اکثر مشورۃ من رسول اللہ صلی علیہ وسلم" {۱۹۴} رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مشورہ کرنے والا کوئی نہ تھا

ابوسفیان کے تجارتی کارواں کے تعاقب کے بارے میں آپؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا، بدر میں پڑاؤ کے مقام کے بارے میں بھی مشورہ فرمایا۔

غزوہ احد میں مدینہ میں رہ کر دفاع کرنے یا باہر نکل کر مقابلہ کرنے کے سلسلہ میں مشورہ فرمایا، خندق کی کھدائی کا فیصلہ صحابہ سے مشورہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے کے بعد ہوا۔

یہاں تک کہ اپنے نازک خانگی معاملات میں بھی آپؐ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا پر تہمت لگی تو آپؐ نے اس بارے میں تمام مسلمانوں سے مشورہ طلب کیا۔{۱۹۵}

"فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ" جب کسی کام کے بارے میں ہر طرح سوچ بھی لیا گیا اور اصحابِ رائے سے مشورہ بھی کر لیا گیا تو اب اللہ پر توکل کرتے ہوئے وہ کام کر لیا جائے۔

{۱۹۴}ترمذی۔۱/۲۰٤

{۱۹۵}أشیر وا علی معشر المسلمین فی قوم أبنو اھلی ورموھم (تفسیر ابن کثیر۔۱/۳۷۰)

حکمت وہدایت۔

۱......ہمارے آقا ﷺ اخلاق کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے (۱۵۸) ہمیں بھی آپؐ کی اقتداء کرنی چاہیئے۔

۲......صحابہ کرامؓ اللہ کی نظر میں بڑی فضیلت رکھتے تھے اسی لیے تو اللہ نے اپنے نبی کو ان کے لیے استغفار کرنے اور ان سے مشورہ کرنے کا حکم دیا۔(۱۵۹)

۳......ملک، جماعت، ادارے اور گھر کے سربراہ کو چاہیے کہ اپنے ماتحتوں سے مشورہ کرتا رہے (۱۵۸) مشورہ میں خیر ہوتی ہے اور کوئی بہتر سے بہتر صورت سامنے آجاتی ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"ماندم من استشار ولا خاب من استخار" {۱۹۶} مشورہ طلب کرنے والا نادم نہیں ہوتا اور استخارہ کرنے والا ناکام نہیں ہوتا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب تم سے تمہارا کوئی بھائی مشورہ طلب کرے تو اسے مشورہ دو" {۱۹۷}

مشورہ ایسے شخص سے کرنا چاہیے جو عاقل اور تجربہ کار ہو اور جس سے مشورہ طلب کیا جائے اسے دیانت داری اور رازداری کا ثبوت دینا چاہیے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"المستشار مؤتمن" (جس سے مشورہ لیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے)۔

۴......مشورہ کے بعد جب ایک بات طے ہو جائے تو بلا تذبذب اس پر عمل کیا جائے۔(۱۵۸)

۵......منصور وہ ہے جس کی اللہ مدد کرے اور متروک اور محروم وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ مدد نہ کرے۔(۱۵۹)

۶......اللہ پر توکل کرنے والے کو دو چیزیں حاصل ہوتی ہیں ایک تو اللہ اس سے محبت کرتا ہے، دوسرے اللہ اسے کافی ہو جاتا ہے اور اسے کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہونے دیتا۔ توکل کا مطلب ترکِ اسباب نہیں بلکہ جائز اور ضروری اسباب اختیار کرنے کے بعد نتیجہ اللہ پر چھوڑ دینے کا نام توکل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عدل اور مقاصدِ بعثت

۱۶۱......۱۶۴

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ

اور | نبی کا کام | نہیں کہ کچھ چھپا رکھے | اور جو کوئی چھپا ویگا | وہ لائیگا اپنی چھپائی چیز دن قیامت کے | پھر | پورا پاویگا

{۱۹۶} قرطبی (۲۰۱/۱)
{۱۹۷} تفسیر ابن کثیر (۳۷۰/۱)

نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُونَ ﴿۱۶۱﴾ أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَ اللّٰهِ كَمَنۢ بَآءَ بِسَخَطٍ

ہر کوئی جو اُس نے کمایا اور اُن پر ظلم نہ ہوگا کیا ایک شخص جو تابع ہو اللہ کی مرضی کا برابر ہوسکتا ہے اُسکے جس نے کمایا

مِّنَ اللّٰهِ وَمَأۡوٰىهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئۡسَ الۡمَصِيرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمۡ دَرَجٰتٌ عِندَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيرٌۢ

غصہ اللہ کا اور اُس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پہنچا لوگوں کے مختلف درجے ہیں اللہ کے ہاں اور اللہ دیکھتا ہے

بِمَا يَعۡمَلُونَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِينَ إِذۡ بَعَثَ فِيهِمۡ رَسُولًا مِّنۡ

جو کچھ کرتے ہیں اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا اُن میں رسول اُنہی میں

أَنفُسِهِمۡ يَتۡلُوا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ ۚ وَإِن

کا پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اُسکی اور پاک کرتا ہے انکو یعنی شرک وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے اُن کو کتاب اور کام کی بات اور وہ تو

كَانُوا مِن قَبۡلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۱۶۴﴾

پہلے سے صریح گمراہی میں تھے

شانِ نزول۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ غزوہ بدر میں سرخ رنگ کی ایک چادر گم ہوگئی تھی بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید رسول اللہ ﷺ نے لے لی ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت ان تیراندازوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے مالِ غنیمت کے حصول کے لیے ''جبلِ رماۃ'' کو چھوڑ دیا تھا۔ حضور ﷺ نے جب انہیں مرکز کے ترک کرنے پر ملامت کی تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم اپنے کچھ بھائیوں کو ٹیکری پر چھوڑ آئے تھے تو آپ نے فرمایا:

''بلکہ تمہارا خیال یہ ہوگا کہ ہم مالِ غنیمت چھپا جائیں گے اور اسے تقسیم نہیں کریں گے۔'' {۱۹۸}

تسہیل: ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ کا نبی کچھ چھپا لے اور جو کوئی چھپائے گا وہ قیامت کے دن چھپائی ہوئی چیز لے کر آئے گا پھر ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر بھی ظلم نہیں ہوگا O بھلا جس شخص نے اللہ کی رضا کی اتباع کی وہ اس شخص جیسا ہوسکتا ہے جو اللہ کے غضب کا مستحق ہے اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے O اللہ کے ہاں لوگوں کے مختلف درجے ہیں اور جو کچھ یہ کرتے ہیں وہ سب اللہ کی نظر میں ہے O حقیقت میں اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان کیا جب ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا تھے O

{۱۹۸} اسباب النزول للواحدی/۷۳-۷۲

﴿تفسیر﴾

﴿۱۶۱﴾حضرت محمد ﷺ تو سید الانبیاء ہیں اور آپؐ کا مقام بہت ہی بلند ہے اللہ کا کوئی دوسرا نبی بھی کسی معاملے میں خیانت کا ارتکاب نہیں کرسکتا، نہ مالِ غنیمت کے تقسیم کرنے میں، نہ پیغام وحی کے ادا کرنے میں......خیانت کرنا منافقوں اور فاسقوں کا کام ہے، انبیاءِ معصومین کا اس سے کیا تعلق؟

''وَمَنْ يَّغْلُلْ ''جس کسی نے جتنی خیانت کی ہوگی وہ اسے قیامت کے دن لے کر آئے گا اور اسے اس کا حساب دینا ہوگا۔

بخاری اور مسلم میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک تفصیلی روایت ہے جس میں ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا جس میں خیانت کی بہت مذمت بیان فرمائی پھر فرمایا کہ جس نے جو خیانت کی ہوگی، قیامت کے دن وہ اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا۔{۱۹۹}

﴿۱۶۳﴾''هُمْ دَرَجٰتٌ ''انسانوں کے مختلف درجات ہیں، جیسے سب کے اعمال مختلف ہیں اسی طرح قیامت کے دن درجات بھی مختلف ہوں گے، سب سے اعلیٰ درجہ حضرت محمد ﷺ کا ہوگا اور سب سے نچلا اور گھٹیا درجہ منافقین کا ہوگا اور اس انتہائی بلندی اور انتہائی پستی کے درمیان سینکڑوں ہزاروں درجات ہوں گے۔

﴿۱۶۴﴾اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے بہت بڑا احسان ساری دنیا پر اور بالخصوص عربوں پر یہ ہے کہ اس نے ایسا نبی بھیجا جو نوعِ انسانی سے ہے، بنی اسمٰعیل سے ہے، عرب ہے اور اس کی بعثت کے مقاصد بہت اعلیٰ ہیں۔

آنحضور ﷺ کی بعثت کے چار مقاصد اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں چار مقامات پر بیان فرمائے ہیں، سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۲۹ اور ۱۵۲ میں، آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۴ اور سورۃ الجمعۃ کی آیت نمبر ۲ میں......(ہم ان مقاصد کے حوالے سے قدرے تفصیلی گفتگو ''سورۃ البقرہ'' میں کرچکے ہیں۔

حکمت وہدایت۔

۱......خیانت حرام اور کبیرہ گناہ ہے (۱۶۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک یا دو تسموں کی خیانت بھی جہنم میں لیجانے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔{۲۰۰}

{۱۹۹}بخاری۔۱/۴۳۲

{۲۰۰}شراك اوشراكين من نار(رواه مالك فى الموطآ)

۲......پولیس، فوج، وزیروں اور مشیروں کو ہدیہ کے نام پر جو کچھ دیا جاتا ہے یہ بھی ''غلول'' (خیانت) میں شامل ہے، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہم نے جسے کسی خدمت کے لیے مقرر کیا اور اسے وظیفہ بھی دیا تو اس وظیفہ کے علاوہ وہ جو کچھ لے گا ''غلول'' ہوگا'' {۲۰۱}

۳......غلول، خیانت اور رشوت سے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ جس کسی سے جو کچھ لیا ہو وہ اسے واپس کیا جائے۔

۵......خیانت کرنے والے کو قیامت کے دن سارے انسانوں کے سامنے رسوا کیا جائے گا۔ (۱۶۱)

۶......اللہ کی رضا کا طالب اور اللہ کا باغی برابر نہیں ہو سکتے۔ (۱۶۲)

۷......قیامت کے دن، عقائد، اعمال اور اخلاق کے اعتبار سے انسانوں کے درجات مختلف ہوں گے۔ (۱۶۳)

۸......آنحضور ﷺ کی غلامی کا شرف بہت بڑی نعمت ہے جس کا شکر ادا کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ (۱۶۴)

۹......تلاوتِ کتاب، کتاب و سنت کا علم اور تزکیہ مقاصدِ نبوت میں سے ہیں اور جو لوگ ان کاموں میں لگے ہوئے ہیں وہ حقیقت میں مقاصدِ نبوت کی تکمیل کر رہے ہیں۔ (۱۶۴)

مصیبت کی حکمت اور منافقین کی نازیبا باتیں

﴿۱۶۵......۱۶۸﴾

أَوَلَمَّآ أَصَٰبَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ
کیا جس وقت پہنچی تم کو ایک تکلیف کہ تم پہنچا چکے ہو اُس سے دو چند تو کہتے ہو یہ کہاں سے آئی تو کہہ دے یہ تکلیف تم کو پہنچی

عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦٥﴾ وَمَآ أَصَٰبَكُمْ يَوْمَ ٱلْتَقَى ٱلْجَمْعَانِ
تمہاری ہی طرف سے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو کچھ تم کو پیش آیا اُس دن کہ ملیں دو فوجیں

فَبِإِذْنِ ٱللَّهِ وَلِيَعْلَمَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿١٦٦﴾ وَلِيَعْلَمَ ٱلَّذِينَ نَافَقُوا۟ ۚ وَقِيلَ لَهُمْ
سو اللہ کے حکم سے اور اس واسطے کہ معلوم کرے ایمان والوں کو اور تاکہ معلوم کرے اُن کو جو منافق تھے اور کہا گیا اُن کو کہ آؤ

تَعَالَوْا۟ قَٰتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَوِ ٱدْفَعُوا۟ ۖ قَالُوا۟ لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّٱتَّبَعْنَٰكُمْ ۗ هُمْ
لڑو اللہ کی راہ میں یا دفع کرو دشمن کو بولے اگر ہم کو معلوم ہو لڑائی تو البتہ تمہارے ساتھ رہیں وہ لوگ

لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَٰنِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَٰهِهِم مَّا لَيْسَ
اُس دن کفر کے قریب ہیں بہ نسبت ایمان کے کہتے ہیں اپنے منہ سے جو نہیں

{۲۰۱} ابوداؤد ۲/۵۲

فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾ الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا
انکے دل میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو اور آپ بیٹھ رہے ہیں

لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٦٨﴾
اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نہ جاتے تو کہدے اب ہٹا دیجیو اپنے اوپر سے موت کو اگر تم سچے ہو

تسہیل: جب تم پر ایسی مصیبت آپڑی جس سے دگنی مصیبت تم اپنے دشمنوں کو پہنچا چکے ہو تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آگئی، فرما دیجیے کہ یہ تمہاری ہی طرف سے ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے O دو گروہوں کے ٹکراؤ کے دن تم پر جو افتاد پڑی تو وہ اللہ کے حکم سے تھی تا کہ اللہ ظاہر کر دے ایمان والوں کو O اور ظاہر کر دے منافقوں کو، وہ منافق جن سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا کم از کم دفاع ہی کرو تو کہنے لگے کہ اگر ہم لڑنا جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے یہ منافق اس دن ایمان سے زیادہ کفر کے قریب تھے، یہ اپنے منہ سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ چھپاتے ہیں O یہ لوگ گھروں میں بیٹھ کر اپنے بھائیوں کے بارے میں باتیں بناتے ہیں کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو نہ مارے جاتے، آپ فرما دیجیے کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو چلو اپنے آپ ہی کو موت سے بچالو O

تفسیر

﴿۱۶۵﴾ مسلسل غزوہ احد کا ذکر چل رہا ہے اور خوش گمانی میں مبتلا رہنے والے مسلمانوں اور منافقوں کی کمزوریاں ایک ایک کر کے بیان کی جارہی ہیں تا کہ ہمیشہ کے لیے مسلمان حقائق کا سامنا کرنا سیکھیں، یہ بات ذہن سے نکالی جارہی ہے کہ مسلمان پر کوئی مصیبت نہیں آسکتی اور یہ کہ صرف مسلمان ہونا ہی کامیابی کے لیے کافی ہے اگر چہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام ہی کیوں نہ توڑے جائیں۔

فرمایا گیا کیا ہوا اگر احد میں تمہارے ستر افراد شہید ہوئے ہیں تم بھی تو بدر میں دشمنوں کے ستر سورماؤں کو مردار، ستر کو گرفتار اور بہت سوں کو زخمی کر چکے ہو، تو پھر اس مصیبت پر اتنی گھبراہٹ کیوں کہ پریشان ہو کر سوال کرتے ہو کہ یہ مصیبت کہاں سے اور کیوں آگئی؟ گویا مسلمان خواہ کچھ بھی کرے اس پر مصیبت نہیں آنی چاہیے۔

"قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ" (فرما دیجیے یہ مصیبت تمہاری ہی طرف سے ہے) تم نے خود اس مصیبت کے اسباب فراہم کیے۔

(۱) آنحضور ﷺ مدینہ میں رہ کر دفاع کرنا چاہتے تھے تم نے باہر نکلنے پر اصرار کیا:

(۲) **(فشلتم)** تم میں سے بعض نے بزدلی کا ثبوت دیا۔

(۳) **(وتنازعتم)** ایک واضح سی بات میں خواہ مخواہ اختلاف کیا۔

(۴) **(وعصیتم)** سب سے بڑی بات یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی۔

﴿۱۶۶﴾ پھر تسلّیِ خاطر کے لیے فرمایا کہ جو مصیبت تمہیں پہنچی یہ کوئی خالی خولی مصیبت اور اذیّت نہیں تھی بلکہ یہ اللہ کے حکم سے تھی اور یہ تو تم جانتے ہو کہ اللہ کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور اس میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ قوی الایمان اور ضعیف الایمان مسلمانوں اور منافقوں کو ظاہر کر دینا چاہتا تھا۔

﴿۱۶۷﴾ ''اَوِادْفَعُوْا'' یہ منافق ایسے حرماں نصیب اور سنگدل ہیں کہ جب ان سے کہا گیا کہ اگر لڑنا نہیں چاہتے تو کم از کم اپنی شمولیت سے کافروں کی نظر میں مسلمانوں کی تعداد بڑھانے ہی کے کام آ جاؤ{۲۰۲} تو انہوں نے جواب دیا ''لَوْ نَعْلَمُ قِتَالاً'' اگر ہم لڑنا جانتے ہوتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے انہوں نے یہ جواب استہزاء کے طور پر دیا کہ اجی ہم لڑنا کہاں جانتے ہیں۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم اسے جنگ سمجھتے تو ضرور شریک ہوتے مگر یہ تو جنگ نہیں ہے بلکہ خودکشی ہے ایسا بھی کبھی ہوا ہے کہ سات سو آدمیوں نے تین ہزار کے لشکر کا مقابلہ کیا ہو۔{۲۰۳}

''هُمْ لِلْكُفْرِ'' زبان سے ایسی باتیں نکالنے والے اگرچہ ایمان کے دعوے کرتے تھے لیکن غزوہ احد کے موقع پر مسلمانوں کو چھوڑنے اور دل آزار باتیں کرنے کی وجہ سے وہ علانیہ طور پر کفر کے بہت قریب ہو گئے۔

﴿۱۶۸﴾ منافقوں کے جو بھائی بند مخلص مسلمان تھے وہ جب جہاد میں شہید ہو گئے تو منافق کہنے لگے اگر وہ ہماری بات مان لیتے اور اخلاص کے بجائے نفاق کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیتے تو قتل ہونے سے بچ جاتے۔

''قُلْ فَادْرَؤُا'' فرما دیجیے کہ اگر میدان جنگ سے دور رہنا کسی کو موت سے بچا سکتا ہے تو پھر تمہیں تو کبھی بھی موت نہیں آنی چاہیے......تم کتنے بدنصیب ہو کہ جہاد جو کہ خود زندگی ہے اسکی سعادت سے بھی محروم رہے اور موت سے بھی نہ بچ سکے۔

حکمت وہدایت۔

۱......حوادث جیسے کافروں پر آتے ہیں مسلمانوں پر بھی آسکتے ہیں (۱۶۵)

{۲۰۲}"اوادفعوا" العدو بتکثیرکم سواد المجاهدين وان لم تقاتلوا لان كثرة السواد مما يروع العدو ويكسرمنه (كشاف۔۱/٤٦٥)

{۲۰۳} لو نعلم ما يصح أن يسمى قتالا لا تبعنا كم فيه لكن ما انتم عليه ليس بقتال بل إلقاء بالا نفس الى التهلكة أولو نحسن قتالا لا تبعنا كم وانما قالوه دغلا واستهزاء (بيضاوى۔۲/۱۱۲)

۲......مصائب عام طور پر گناہوں کا ثمرہ اور نتیجہ ہوتے ہیں (۱۶۵) اس لیے جب کوئی مصیبت آئے کثرت سے استغفار کرنا چاہیے۔

۳......اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کے علم اور ارادے کے مطابق ہوتا ہے (۱۶۶)

۴......بعض اوقات انسان کی زبان سے ایسی بات نکل جاتی ہے جو اسے جہنم کے کنارے تک پہنچا دیتی ہے۔ (۱۶۷)

۵......انسان کے حالات بدلتے رہتے ہیں کبھی وہ کفر کے بہت قریب ہوتا ہے اور کبھی ایمان کے بہت قریب ہوتا ہے۔ (۱۶۷)

۶......احتیاط اور تدبیر کسی کو موت سے نہیں بچا سکتی (۱۶۸) لہٰذا محض زندگی کی حفاظت کے لیے جہاد سے دور رہنے والے نرے احمق ہیں۔

شہداء کا مقام

﴿۱۶۹......۱۷۱﴾

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ

اور تو نہ سمجھ اُن لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مُردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس

يُرْزَقُوْنَ ؁ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ

کھاتے پیتے خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوش وقت ہوتے ہیں اُن کی طرف سے جو ابھی تک

يَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْھِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ؁ يَسْتَبْشِرُوْنَ

نہیں پہنچے اُن کے پاس اُن کے پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ اُن کو غم خوش وقت ہوتے ہیں

بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؁

اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی

شانِ نزول۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب احد میں تمہارے بھائی شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز رنگ کے پرندوں کی پوٹوں میں رکھ دیا جو جنت کی نہروں پر آتے ہیں، جنت کے پھل کھاتے ہیں پھر عرش کے سائے میں سونے کی قندیلوں میں آرام کرتے ہیں، جب انہوں نے

خوردونوش اور سکونت کے مزے دیکھے تو حسرت سے کہنے لگے اے کاش! دنیا میں ہمارے پیچھے رہ جانے والے بھائیوں کو علم ہو جائے کہ اللہ نے ہمارے ساتھ کیسا معاملہ کیا ہے تا کہ وہ جہاد سے پیچھے نہ ہٹیں اور لڑائی سے منہ نہ موڑیں، اللہ تعالیٰ نے (شہداء سے) فرمایا کہ تمہارے یہ جذبات میں ان تک پہنچا دوں گا چنانچہ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔{۲۰۴}

تسہیل: جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور انہیں رزق مل رہا ہے ٥ وہ ان نعمتوں پر خوش ہیں جو اللہ نے انہیں عطا کی ہیں اور اپنے پیچھے رہ جانے والے ان مجاہدین کے بارے میں بھی مطمئن ہیں جو ابھی تک مقامِ شہادت پر فائز نہیں ہوئے کہ نہ انہیں ڈر ہو گا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے ٥ وہ خوش ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل وانعام پر اور اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ٥

تفسیر

﴿۱۶۹﴾ جو لوگ اللہ کے دین کی سربلندی کی خاطر جان قربان کر دیتے ہیں انہیں شہید کہا جاتا ہے{۲۰۵}، عالمِ برزخ میں انہیں ایک خاص قسم کی زندگی حاصل ہوتی ہے، اس زندگی کی صحیح حقیقت ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتی{۲۰۶} لیکن اتنی بات یقینی اور احادیث سے ثابت ہے کہ وہ زندگی دنیا کی زندگی سے بالکل مختلف ہے۔

"عِندَ رَبِّهِمْ" ان شہداء کو اللہ کا خاص قرب حاصل ہوتا ہے{۲۰۷} اور انہیں جنت کا رزق دیا جاتا ہے۔{۲۰۸}

﴿۱۷۰﴾ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور نوازشوں کو پا کر خود بھی خوش ہوتے ہیں اور اپنے ان بھائیوں کے بارے میں بھی خوش ہوتے ہیں جو ان کے پیچھے زندہ ہیں مگر دین کی سربلندی اور جہاد میں لگے ہوئے ہیں اس لیے کہ انہیں نہ تو مستقبل میں ناپسندیدہ حالات کے پیش آنے کا خوف ہو گا اور نہ ہی اپنی محنت اور قربانیوں کے ضائع ہونے کا کوئی غم ہو گا۔

حکمت وہدایت۔

۱......شہداء کو عالمِ برزخ میں ایک خاص قسم کی زندگی اور اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔(۱۶۹)

{۲۰۴} ابو داؤد۔ ۳۴۸/۱

{۲۰۵} شہید کہنے کی وجہ یا تو یہ ہے کہ اس کی موت کے وقت کثرت کے ساتھ فرشتے حاضر ہوتے ہیں یا یہ کہ وہ ان نعمتوں کا مشاہدہ کر لیتا ہے جو اللہ نے اس کے لیے تیار کی ہیں یا اس لیے کہ ان کی روحیں اللہ کے حضور حاضر ہوتی ہیں۔(المفردات ۲۲۹)

{۲۰۶} انما هی امر لا یدرك بالعقل بل بالوحی (بیضاوی۔ج۱/)

{۲۰۷} قرطبی (ج۴/۲۷۴)

{۲۰۸} بیضاوی (ج۲/۱۱۴)

۲......امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جو سعادت مند میدانِ جنگ میں شہید ہو جائے اسے غسل نہیں دیا جائے گا۔ اور نئے کفن کے بجائے شہید کو اپنے لباس ہی میں دفن کیا جائے گا البتہ اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی، دوسرے ائمہ فرماتے ہیں کہ شہید کو نہ غسل دیا جائے گا نہ کفن پہنایا جائے گا اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔{۲۰۹}

۳......شہادت، اعلیٰ ترین مقام ہے، اس مقام کے حصول کی تمنا ہر مسلمان کے دل میں ہونی چاہیے خود سید المرسلین ﷺ بھی حصولِ شہادت کی دعا کیا کرتے تھے۔ ہمارے آقا ﷺ کا فرمان ہے کہ شہادت سے سوائے قرض کے ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے{۲۱۰}......اس حدیث سے حقوق العباد کی اہمیت بھی سمجھ میں آتی ہے کہ کسی انسان کی حق تلفی شہید کو بھی معاف نہیں ہوتی۔

۴......جن لوگوں نے اپنے جسم و جان کو اللہ کے دین کے لیے وقف کر رکھا ہے شہداء ان سے ملاقات کے منتظر ہیں اور ان کے مقام اور مرتبہ سے خوش ہیں۔(۱۷۰)

۵......اللہ تعالیٰ شہداء کو ان کے استحقاق سے بھی زیادہ نوازتا ہے(۱۷۱) اسی لیے یہاں اللہ تعالیٰ نے نعمت کے بعد فضل کا بھی ذکر کیا ہے۔{۲۱۱}

۶......ان آیات میں دو بار بشارت (یَسْتَبْشِرُوْنَ) کا ذکر آیا ہے، پہلی بشارت دوسرے مسلمان بھائیوں کے لیے تھی اور دوسری خود اپنے لیے۔{۲۱۲}

غزوہ حمراء الاسد اور غزوہ بدر صغریٰ

﴿۱۷۲......۱۷۵﴾

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ

جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور رسول کا بعد اس کے کہ پہنچ چکے تھے ان کو زخم جو ان میں نیک ہیں

وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ

اور پرہیزگار ان کو ثواب بڑا ہے جن کو کہا لوگوں نے کہ مکہ والے آدمیوں نے جمع کیا ہے سامان تمہارے مقابلہ کو

فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ

سو تم ان سے ڈرو تو اور زیادہ ہوا ان کا ایمان اور بولے کافی ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے پھر چلے آئے مسلمان

{۲۰۹}التفسیر المنیر (جزء ٤/١٦٩)
{۲۱۰}یغفر للشهید کل ذنب الاالدین (مسلم۔۲/١٣٥)
{۲۱۱}"وفضل" زیادة علیه کقوله تعالیٰ "للذین احسنوا الحسنی وزیادة" وتنکیرهما للتعظیم (بیضاوی/١١٥)
{۲۱۲}وقیل: الاستبشار الاول بدفع المضار ولذا قدم والثانی بوجود المسار والاول لاخوانهم والثانی لهم انفسهم (روح المعانی۔جزء٤/١٩٤)

مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ

اللہ کے احسان اور فضل کے ساتھ کچھ نہ پہنچی اُن کو برائی اور تابع ہوئے اللہ کی مرضی کے اور اللہ کا فضل

عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ

بڑا ہے یہ جو ہے سو شیطان ہے کہ ڈراتا ہے اپنے دوستوں سے سو تم اُن سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

اگر ایمان رکھتے ہو

شانِ نزول۔

ابوسفیان اور اس کے ساتھی جب جنگ کے اہداف پوری طرح حاصل کیے بغیر احد سے واپس پلٹے اور مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ''روحاء'' کے مقام تک پہنچے تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ نہ ہم محمد (ﷺ) کو قتل کر سکے اور نہ ہی جنگی قیدی ہمارے ہاتھ آئے وہ ابھی احد کی طرف واپس پلٹنے کے مشورے کر ہی رہے تھے کہ آنحضور ﷺ ان کے ارادے کی خبر سن کر خود ہی قریش کے لشکر کے تعاقب میں چل پڑے اور ساتھ ہی یہ شرط بھی آپ نے لگا دی کہ تعاقب میں صرف انہی مجاہدین کو جانے کی اجازت ہے جو کل کی جنگ میں شریک تھے، زخموں اور تھکاوٹ سے چور ہونے کے باوجود صحابہؓ نے سپہ سالارِ اعظم ﷺ کا ساتھ دیا اور تیزی سے سفر طے کرتے ہوئے مدینہ سے آٹھ میل دور ''حمراء الاسد'' کے مقام تک جا پہنچے، اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ تیزی سے مکہ کی جانب کوچ کر گئے...... مذکورہ مقام ہی کی مناسبت سے اسے ''غزوہ حمراء الاسد'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

تسہیل: جن لوگوں نے جنگ میں زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور رسول کے حکم پر لبیک کہا ان میں سے جو نیک اور پرہیز گار ہیں ان کے لیے اجرِ عظیم ہے ۝ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان سے لوگوں نے کہا کہ مکّہ والوں نے تمہارے لیے بڑا لشکر جمع کیا ہے سو تم ان سے ڈرو اس بات نے ان کے ایمان میں اضافہ کر دیا اور وہ بول اٹھے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے ۝ پھر وہ اللہ کے فضل و انعام کے ساتھ واپس آئے انہیں کوئی بھی تکلیف نہ پہنچی وہ اللہ کی مرضی کے تابع رہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ۝ یہ شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ ہی سے ڈرو اگر تم واقعی ایمان والے ہو ۝

غزوہ بدرِ صغریٰ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ احد سے جاتے ہوئے ابوسفیان نے کہا تھا ''یــــــا

محمد موعدنا موسم بدر القابل إن شئت ''(اے محمد ﷺ اگر تم چاہتے ہو تو اگلے سال بدر کے مقام پر ہمارا مقابلہ ہوگا) آنحضور ﷺ نے اس کا چیلنج منظور کرلیا جب اگلا سال آیا تو ابوسفیان مکہ سے ایک لشکر کی قیادت کرتا ہوا نکلا اور اس نے ''مجنّة'' کے مقام پر آ کر پڑاؤ ڈال دیا لیکن اس پر ایسی مرعوبیت طاری ہوئی کہ اسے آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی، نعیم بن مسعود عمرہ کرنے کے بعد مدینہ واپس جا رہا تھا ابوسفیان نے اسے دس اونٹنیوں کا لالچ دے کر اس بات پر آمادہ کرلیا کہ تم مدینہ جا کر جنگ کے لیے ہماری تیاری کا مبالغہ آمیز انداز میں ذکر کرو تاکہ مسلمان خوفزدہ ہو جائیں۔

نعیم بن مسعود نے خوب چرب زبانی کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ ابوسفیان ایسی تیاری کے ساتھ مدینہ پر حملہ کے لیے آ رہا ہے کہ تم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا، بعض کمزور دل اس کی باتوں سے متأثر بھی ہو گئے لیکن رسول اللہ ﷺ نے دوٹوک انداز میں اپنا جو فیصلہ سنایا وہ یہ تھا ''والذی نفسی بیده لأخرجن ولو وحدی ''(اللہ کی قسم میں ابوسفیان کے مقابلہ کے لیے ضرور نکلوں گا خواہ مجھے اکیلے ہی نکلنا پڑے) چنانچہ آپ ستر اونٹ سواروں کے ساتھ ''حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ '' کا ورد کرتے ہوئے نکلے اور ''بدرِ صغریٰ'' کے مقام تک جا پہنچے۔ آپؐ نے وہاں آٹھ دن قیام کیا، انہی دنوں اتفاق سے وہاں تجارتی میلہ لگا ہوا تھا، تمام مجاہدین نے وہاں خرید و فروخت کی جس میں انہیں خوب نفع ہوا اور مسلمان آٹھ دن کے بعد سالم و غانم مدینہ واپس آ گئے۔

حکمت وہدایت:

۱......احسان وتقویٰ ہر خیر کا دروازہ ہے اور اس کی وجہ سے ہر نیک عمل کا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔(۱۷۲)

۲......سچا مومن کبھی بزدل نہیں ہو سکتا......بزدلی کی اصل علت موت سے خوف اور زندگی کی حرص ہے اور یہ دونوں صفتیں مومن کی شان سے بعید ہیں۔(۱۷۳)

۳......''حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ '' بڑا مبارک کلمہ ہے (۱۷۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے یہی کلمہ کہا تھا{۲۱۳}۔ آنحضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو جب دشمن کے اجتماع اور تیاری سے ڈرایا گیا تو انہوں نے بھی یہی کلمہ کہا، ہمارے آقا ﷺ بھی مصیبت اور پریشانی میں یہی کلمہ کہا کرتے تھے اور اپنی امت کو بھی آپؐ نے اسی کلمہ کے کہنے کی تلقین کی ہے۔{۲۱۴}

{۲۱۳}عن ابن عباسؓ قال "كان آخر قول ابراهيم عليه السلام حين ألقى فى النار: حسبنا الله ونعم الوكيل"(بخاری۔۲/۶۵۵)
{۲۱۴}عن أبى هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ "إذا وقعتم فى الامر العظيم فقولوا: حسبنا الله ونعم الوكيل"(ابن کثیر۔۱/۳۷۹)

۴......اگر چہ نفسِ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی لیکن ایمانی کیفیات میں نقص وزیادت ہو سکتی ہے۔(۱۷۳)

۵......اللہ پر اعتماد کیا جائے تو وہ اس کا بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے......صحابہ اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کرتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں چار جزائیں عطا فرمائیں......نعمت، فضل، برائی سے بچاؤ اور اپنی رضا کی اتباع (۱۷۴)

۶......مسلمانوں کے دلوں میں کفریہ طاقتوں کی ہیبت پیدا کرنے والے شیاطین ہیں۔(۱۷۵)

۷......خواہ کتنا ہی پروپیگنڈا کیوں نہ کیا جائے، سچا مؤمن صرف اللہ سے ڈرتا ہے۔(۱۷۵)

کافروں سے وہی ڈرتے ہیں جو منافق ہوتے ہیں یا جن کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔

قلبِ مبارک سے ازالہ حزن اور کفار اور بخلاء سے مناقشہ

﴿۱۷۶......۱۸۰﴾

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ

اور غم میں نہ ڈالیں تجھ کو وہ لوگ جو دوڑتے ہیں کفر کی طرف وہ نہ بگاڑیں گے اللہ کا کچھ اللہ چاہتا ہے

اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ

کہ اُن کو فائدہ نہ دے آخرت میں اور اُن کیلئے عذاب ہے بڑا جنہوں نے مول لیا کفر کو

بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ

ایمان کے بدلے وہ نہ بگاڑینگے اللہ کا کچھ اور اُن کے لئے عذاب ہے دردناک اور یہ نہ سمجھیں کافر

كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ

کہ ہم جو مہلت دیتے ہیں اُنکو کچھ بھلا ہے اُنکے حق میں ہم تو مہلت دیتے ہیں اُنکو تاکہ ترقی کریں وہ گناہ میں اور اُن کے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰي مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى

لئے عذاب ہے خوار کرنیوالا اللہ وہ نہیں کہ چھوڑ دے مسلمانوں کو اُس حالت پر جس پر تم ہو جب تک

يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَي الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ

کہ جدا کردے ناپاک کو پاک سے اور اللہ نہیں ہے کہ تم کو خبر دے غیب کی لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے

رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

رسولوں میں جس کو چاہے سو تم یقین لاؤ اللہ پر اور اسکے رسولوں پر اور اگر تم یقین پر رہو اور پرہیزگاری پر تو تم کو بڑا ثواب ہے

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ بَلْ ھُوَ شَرٌّ

اور نہ خیال کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اُس چیز پر جو اللہ نے اُن کو دی ہے اپنے فضل سے کہ یہ بخل بہتر ہے اُنکے حق میں بلکہ یہ بہت بُرا ہے

لَهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ

اُنکے حق میں طوق بنا کر ڈالا جائیگا اُنکے گلوں میں وہ مال جسمیں بخل کیا تھا قیامت کے دن اور اللہ وارث ہے آسمان اور زمین کا

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٨٠﴾

اور اللہ جو کرتے ہو سو جانتا ہے

ربط: احد کی ہزیمت سے منافقین کی زبانیں کھل گئیں وہ کہتے تھے اگر محمد ﷺ نبی ہوتے تو انہیں ہرگز ہزیمت نہ ہوتی ان کی باتوں سے قلبِ مبارک حزن وملال سے بھر جاتا تھا۔ چنانچہ یہ آیات نازل ہوئیں۔

تسہیل: جو لوگ جلدی سے کفر میں جا پڑتے ہیں آپ ان کی وجہ سے پریشان نہ ہوں وہ اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رہے وہاں ان کے لیے بڑا عذاب تیار ہے O جن لوگوں نے ایمان کے بجائے کفر اختیار کر رکھا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے O جو لوگ کافر ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے انہیں جو مہلت دے رکھی ہے تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے، ہم تو انہیں اس لیے مہلت دیتے ہیں تاکہ وہ اور زیادہ گناہ سمیٹ لیں، ان کے لیے ذلّت آمیز عذاب ہے O سُن لو! اللہ ایسا نہیں کہ اچھے اور برے کی تمیز کیے بغیر مؤمنوں اور منافقوں کو ملا جلا رہنے دے اور اللہ ایسا بھی نہیں کہ تمہیں غیب کی باتیں بتا دے البتہ وہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے (غیب کی خبریں بتانے کے لیے) منتخب فرمالیتا ہے۔ سو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ اور اگر تم ایمان لے آؤ اور تقویٰ اختیار کر لو تو تمہارے لیے اجرِ عظیم ہے O اور جو لوگ اس مال میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کر رکھا ہے وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے حق میں کوئی اچھی بات ہے بلکہ یہ ان کے حق میں بہت برا ہے، جس مال میں وہ بخل کرتے ہیں وہ قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا، بالآخر آسمانوں اور زمین کا وارث اللہ ہی ہوگا، تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے O

تفسیر

﴿۱۷۶﴾ حضور اکرم ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ آپ منافقوں کی کفریہ باتوں اور کافروں کی سازشوں سے پریشان نہ ہوں یہ اللہ اور اللہ کے نیک بندوں کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ {۲۱۵}

''یُرِیْدُ اللّٰہُ'' (اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رہے) ان کی حرکتوں اور کفریہ اعمال کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ آخرت کی سعادتوں اور جنت کی نعمتوں سے کلی طور پر محروم رہیں گے اور ان کے کفریہ ضلال کی سزا انہیں مل

{۲۱۵} ای لن یضروا اولیاء اللہ حین ترکوا نصرھم اذا کان اللہ عزوجل ناصرھم (قرطبی ۲۸۶/۴)

کررہے گی۔

﴿۱۷۷﴾اس آیت میں گذشتہ آیت کے مضمون کوایک کلی قانون کی حیثیت دے دی گئی ہے کہ یہ حکم صرف چند مخصوص منافقوں اور کافروں تک محدود نہیں بلکہ ہراس شخص کے لیے ہے جواسلام اور مسلمانوں کونقصان پہنچانے کی منصوبہ بندی کرتا ہے۔{۲۱۶}

﴿۱۷۸﴾کافروں اور ظالموں کولمبی عمر اور مال ودولت کا حاصل ہوجانا ان کے حق میں سودمند نہیں بلکہ نقصان دہ ہے اس لیے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی زندگی اور دولت کو خیر کے کاموں میں استعمال نہیں کرتے بلکہ ان کی زندگی کا ہر دن اور ہر سال ان کے گناہوں میں اضافہ ہی کا سبب بنتا ہے جس کی وجہ سے وہ بالآخر ذلت آمیز عذاب کے مستحق ہوجاتے ہیں۔

﴿۱۷۹﴾اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مصائب وشدائد میں بہت بڑی حکمت ہے وہ یہ کہ ایسے مواقع پر مخلص اور منافق،طیب اور خبیث میں **فرق واضح** ہوجاتا ہے،مخلص مشکل حالات میں بھی سچائی پر جمارہتا ہے اور منافق ذراسی تکلیف دیکھ کراپنا رخ بدل لیتا ہے،مخلص کی نظر میں سب سے اہم چیز نظریہ ہوتا ہے اور منافق کی نظر میں سب سے زیادہ اہمیت ذاتی مفاد کوحاصل ہوتی ہے۔

''**وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ**'' (اوراللہ ایسانہیں کہ تمہیں غیب کی باتیں بتادے)بعض لوگوں کوخیال ہوا کہ مخلص اور منافق میں فرق وامتیاز کے لیے امتحان اور آزمائش ہی کیوں ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے بھی تو منافقوں کا تعین کرسکتا ہے اور ہمیں اس کی اطلاع دے سکتا ہے اس پر فرمایا گیا کہ ہر بات وحی کے ذریعے نہیں بتائی جاتی اور ہر کسی پر وحی نازل بھی نہیں ہوتی،وحی صرف اللہ کے منتخب بندوں پر نازل ہوتی ہے اور صرف انہیں غیب کی بعض خبریں بتائی جاتی ہیں۔{۲۱۷}

''**فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ**'' ''تم غیب کی خبروں کے پیچھے نہ پڑو بلکہ اپنے کام سے کام رکھو،ایمان اور تقویٰ اختیار کرنے ہی میں تمہاری کامیابی ہے۔

﴿۱۸۰﴾چونکہ سابقہ آیات میں جہاد میں جان لڑانے کی ترغیب تھی اس لیے یہاں جہاد میں مال خرچ کرنے پر آمادہ کیا جارہا ہے اور بخل اور بخیل کی مذمت کی جارہی ہے۔

{۲۱۶}اماان یکون تکریر الذکر هم للتاکید......واماان یکون عاماللکفار والاوّل خاصا فیمن نافق من المتخلفین اوارتدعن الاسلام اوعلی العکس(کشاف ۱/۴۷۱)

{۲۱۷}یا معشر المؤمنین أی ماکان اللّٰه لیعین لکم المنافقین حتیٰ تعرفوهم ولکن یظهر ذلک لکم بالتکلیف والمحنة وقد ظهر ذلک فی یوم احد(قرطبی ۴/۲۸۹)

بخیل اپنا ہاتھ روکنے اور پیسہ پیسہ جوڑ کر رکھنے اور جمع کرنے کو بڑا کمال سمجھتا ہے اسے بتایا جا رہا ہے کہ انجام کے اعتبار سے تمہارے بخل میں بڑی ہولناکی چھپی ہوئی ہے، بخل میں خیر کا کوئی پہلو نہیں بلکہ شر ہی شر ہے اس میں فرد کا بھی نقصان ہے اور جماعت کا بھی، دنیا کا بھی اور آخرت کا بھی۔ سوچنے کی بات ہے اگر امت کے متمول لوگ بخل شروع کر دیں تو جہاد کا فریضہ کیسے ادا ہو، دین کی اشاعت کے لیے پیسہ کہاں سے آئے، غرباء اور مساکین کی اشک شوئی کیسے ہو، کافروں کی سازشوں اور تکفیری کوششوں کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔

اصحابِ ثروت کے بخل کی وجہ سے غرباء کے دلوں میں ان کے لیے حسد بغض اور نفرت کے جذبات پیدا ہوں گے۔

"سَيُطَوَّقُونَ" (ان کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا) یہ تو دنیا کے نقصانات تھے آخرت کا نقصان یہ کہ یہ مال بخیل کے گلے کا ہار اور اسے جہنم میں لے جانے کا ذریعہ بن جائے گا۔

"وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ" (اللہ ہی وارث ہوگا) زمین و آسمان کی ساری چیزوں کا اصل مالک اللہ ہے {۲۱۸} تمہارے پاس یہ مال ایک محدود وقت کے لیے ہے تم اس میں سے اپنی آخرت بنانے کے لیے جتنا خرچ کر سکتے ہو کر لو ورنہ مہلت ختم ہونے کے بعد تم ایک پائی بھی خرچ کرنے نہیں پاؤ گے۔

حکمت و ہدایت.

۱۔ مسلمان کو کافر کے کفر اور فاسق کے فسق کی وجہ سے اس اعتبار سے پریشان نہیں ہونا چاہیے کہ ان کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا۔ (۱۷۶)

امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کافر کے کفر پر غمگین ہونا، اطاعت اور کارِ ثواب ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کا غم حد سے بڑھ جاتا تھا اس لیے اللہ نے آپ کو دل پر غم لینے سے منع فرمایا۔

۲۔ اگر سارے کے سارے انسان کافر اور مشرک بن جائیں تو بھی اللہ کی بادشاہی اور عظمت و اقتدار میں ذرہ برابر کمی واقع نہیں ہو سکتی {۲۱۹} (۱۷۷)

۳۔ اللہ تعالیٰ کے مہلت دینے سے بندے کو دھوکے میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے بلکہ توبہ کرنے میں جلدی کرنی چاہیے کیونکہ اللہ کے ہاں امہال تو ہے اہمال نہیں ہے یعنی دیر تو ہے اندھیر نہیں ہے۔ (۱۷۸)

۴۔ اللہ تعالیٰ کا بندے کو مہلت دینا گناہوں میں اضافہ کی علت تو ہے اس کی غرض اور مقصد یہ نہیں ہے...... بلکہ غرض یہ ہے کہ بندہ اس مہلت سے فائدہ اٹھائے اور اللہ کو راضی کرنے والے کام کرے۔ (۱۷۸)

{۲۱۸} والمقصود من الآیة انه یبطل ملك جمیع المالکین الاملك اللّٰه سبحانه وتعالیٰ (کبیر)

{۲۱۹} ایک طویل حدیثِ قدسی جو حضرت ابوذر رضی اللہ سے منقول ہے اس میں ایک جملہ یہ بھی ہے "یا عبادی لو ان اولکم وآخرکم وانسکم وجنکم کانوا علی افجر قلب رجل واحد ما نقص ذلك من ملکی شیأ (صحیح مسلم/ترمذی)

۵۔ بندے کے لیے موت زندگی سے بہتر ہے اس لیے کہ اگر وہ نیک ہے تو اس کے لیے دنیا سے آخرت بہتر ہے اور اگر وہ فاسق وفاجر ہے تو اس کے گناہوں میں اضافہ نہیں ہوگا۔{۲۲۰}(۱۷۸)

۶۔ تکالیف اور آزمائشوں میں ایک حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سچے مؤمن کو جھوٹے مومن سے الگ کرنا چاہتا ہے۔(۱۷۹)

۷۔ کلی علمِ غیب صرف اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے وہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے غیب کی کچھ خبریں بتا دیتا ہے(۱۷۹) ہر غیب کا علم انبیاء کو نہیں ہوتا۔

۸۔ جنت کی قیمت ایمان اور تقویٰ ہے(۱۷۹) یہ نکتہ قابلِ لحاظ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے قرآن کریم میں صلوٰۃ اور زکوٰۃ، جہاد بالنفس اور جہاد بالمال کو اکٹھے ذکر کیا ہے اسی طرح ایمان اور تقویٰ کو بھی ایک ہی جگہ ذکر کیا ہے اس لیے کہ ایمان تقویٰ کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔

۹۔ بخل بدترین بیماری ہے اس سے مسلمانوں کی اجتماعیت شدید متاثر ہوتی ہے، یہ بیماری پہلی قوموں کی ہلاکت کا سبب بن چکی ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

واتقوا الشح{۲۲۱}فان الشح اهلک من کان قبلکم{۲۲۲}	بخل اور حرص سے بچو کیونکہ یہ تم سے پہلی قوموں کی ہلاکت کا سبب بن چکا ہے۔

۱۰۔ قیامت کے دن جب مجردات اور معانی مادی شکل وصورت اختیار کرلیں گے تو بخل اور منعِ زکوٰۃ سانپ بن کر مجرموں کے گلے کا طوق بن جائے گا۔{۲۲۳}

یہود کے بعض قبائح

﴿۱۸۱......۱۸۴﴾

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا

بیشک اللہ نے سُنی اُن کی بات جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار اب لکھ رکھیں گے ہم انکی بات

{۲۲۰}شاهده قول ابن مسعود رضی الله عنه مامن احد برولا فاجر الّا والموت خيرله لانه ان كان برافقد قال الله تعالیٰ"وماعند الله خيرللابرار" وان كان فاجرا فقد قال تعالیٰ"انما نملی لهم ليزدادوا اثما"وروى مثله عن ابن عباس اخرجه زرين (ايسر التفاسير ۱/٤١٤)

{۲۲۱}الفرق بين البخل والشح ان الاول هوالا متناع من اخراج ماحصل عندك والثانی الحرص على تحصيل ماليس عندك۔

{۲۲۲}مسلم

{۲۲۳}عن ابی هريرة رضی الله عنه ان النبی ﷺ قال من آتاه الله مالا فلم يؤد زكاته مثل له شجاعا اقرع له زبيبتان يطوقه يوم القيامة يأخذبلهزمتيه يعنی شدقيه ثم يقول انا مالك انا كنزك ثم تلاهذه الآية"ولا يحسبن الذين يبخلون......)الآية بخاری

وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

اور جو خون کیے ہیں انہوں نے انبیاء کے ناحق اور کہیں گے چکھو عذاب جلتی آگ کا یہ بدلہ اُس کا ہے جو تم نے اپنے

اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا

ہاتھوں آگے بھیجا اور اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو کہہ رکھا ہے کہ یقین نہ کریں

نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ جَاۗءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ

کسی رسول کا جب تک نہ لاوے ہمارے پاس قربانی کہ کھا جائے اُس کو آگ تو کہہ تم میں آچکے کتنے رسول مجھ سے پہلے

بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ

نشانیاں لے کر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر ان کو کیوں قتل کیا تم نے اگر تم سچے ہو پھر اگر یہ تجھ کو جھٹلاویں تو پہلے

كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاۗءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾

تجھ سے جھٹلائے گئے بہت رسول جو لائے نشانیاں اور صحیفے اور کتاب روشن

ربط: واقعہ احد کے ضمن میں منافقین کی ان کوششوں کا ذکر ہو چکا ہے جو وہ مسلمانوں کو جہاد سے روکنے کے لیے کرتے تھے اور اب مسلمانوں کے خلاف یہود کی سیاہ کاریاں بیان کی جارہی ہیں تاکہ مسلمان، منافقوں کے ساتھ ساتھ یہود سے بھی دور رہیں۔ ظاہر ہے جنگ میں مالی تعاون اور چندے کی بھی ضرورت پیش آتی ہے یہود اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ یہاں اسی کا بیان ہے۔

شانِ نزول۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس وقت وہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "کوئی ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے" {۲۲۴} تو یہود نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا اے محمد! تمہارا رب فقیر ہو گیا ہے کہ اپنے بندوں سے مانگتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ {۲۲۵}

تسہیل: اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں ہم ان کی یہ بات اور ان کا انبیاء کو ناحق قتل کرنا لکھ رکھیں گے پھر قیامت کے دن ان سے کہیں گے کہ آگ کے عذاب کا مزہ چکھو O یہ انہی اعمال کا بدلہ ہے جو تم اپنے ہاتھوں سمیت چکے ہو ورنہ اللہ اپنے بندوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا O وہ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں یہ حکم دے رکھا ہے کہ ہم کسی پیغمبر پر ایمان نہ لائیں جب تک وہ ہمیں ایسی نیاز کا معجزہ نہ دکھائے جسے آگ کھا جائے آپ فرما دیجیے مجھ سے پہلے کئی رسول واضح دلائل اور تمہارا یہ مطلوبہ معجزہ بھی پیش کر چکے

{۲۲۴} سورة البقرہ آیة ۲٤٥

{۲۲۵} (التفسیر المنیر ٤/١٨٦)

ہیں، اگر تم سچے ہو تو تم نے انہیں کیوں مار ڈالا O اے میرے نبی! اگر یہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو کونسی تعجب کی بات ہے، یہ آپ سے پہلے کئی ایسے رسولوں کی تکذیب کر چکے ہیں، جو ان کے سامنے معجزے، صحیفے اور روشن کتاب پیش کر چکے O

﴿تفسیر﴾

﴿۱۸۱﴾ ان آیات سے یہود کی کئی قباحتوں کا پتہ چلتا ہے جو ان کی کج فکری، دنیا پرستی، حرص و ہوس اور بغض وحسد کی وجہ سے ان کے اندر پیدا ہو گئی تھیں۔

۱۔ وہ اللہ تعالیٰ کو فقیر اور اپنے آپ کو غنی کہتے تھے۔

۲۔ ان کے آباء واجداد انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہے۔ آنحضور ﷺ کے زمانے کے یہودیوں نے بھی کئی بار آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی اور یوں بھی وہ اپنے آباء کی کرتوتوں کا اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں اچھا بھی سمجھتے تھے اس لئے قرآن نے جا بجا حضور اکرم ﷺ کے معاصر یہود کی طرف ان کے آباء کی سیاہ کاریوں کی نسبت کی ہے۔{۲۲۶}

﴿۱۸۲﴾ یہود کا آگ میں جلنا اور عذاب کا مستحق ہونا ان کی اپنی ہی کرتوتوں اور اعمال کی وجہ سے ہوگا ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر ظلم نہیں کرتا۔

''أَيۡـدِيكُمۡ'' اکثر گناہ ہاتھوں سے ہوتے ہیں اس لیے قرآن کریم میں عام طور پر اعمال کی نسبت ہاتھوں ہی کی طرف کی گئی ہے۔

دوسری وجہ ہاتھوں (اَیۡــدِیۡ) کو ذکر کرنے کی یہ ہے تاکہ اس بات کی صراحت ہو جائے کہ یہ اعمال انہوں نے دوسروں سے نہیں کروائے بلکہ خود اپنے ہاتھوں سے کیے۔{۲۲۷}

﴿۱۸۳﴾ جب یہود کو ایمان قبول کرنے کی دعوت دی جاتی تو وہ یہ عذر پیش کرتے کہ ہمیں صرف ایسے نبی پر ایمان کا حکم دیا گیا ہے جو آسمانی آگ کا معجزہ پیش کرے یعنی کوئی نذر ونیاز اور قربانی اللہ کے حضور پیش کی جائے۔{۲۲۸} جسے آسمان سے اترنے والی سفید آگ کھا جائے، پھر وہ ہمارے حضور سے کہتے کہ اگر آپ بھی یہ معجزہ دکھا دیں تو ہم ایمان قبول کرلیں گے ورنہ ہم مجبور ہیں۔

''قُلۡ قَدۡ جَآءَكُمۡ'' اگرچہ انہیں یہ جواب بھی دیا جا سکتا تھا کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تحقیق

{۲۲۶} والمراد قتل لاسلافهم الانبياء لكن لما رضوا بذلك صحت الاضافة اليهم (قرطبی ٤/ ٢٩٤)

{۲۲۷} وخص الايدى بالذكر ليدل على تولى الفعل ومباشرته إذقد يضاف الفعل الى الانسان بمعنى انه امر به (قرطبی۔ ٤/ ٢٩٥)

{۲۲۸} والقربان مايتقرب به الى الله تعالىٰ من نسك و [illegible]قة وعمل صالح (قرطبی ٤/ ٢٩٦)

جواب کے بجائے جلد سمجھ میں آ جانے والا اور خاموش کرا دینے والا الزامی جواب دیا کہ اگر واقعی تم اپنی بات میں سچے ہو تو یہ بتاؤ کہ حضرت زکریا، حضرت یحیٰ اور حضرت شعیب علیہم السلام وغیرہ کے ہاتھوں یہ معجزہ دیکھنے کے باوجود تم ان پر ایمان کیوں نہ لائے اور ان کے خون سے ہاتھ کیوں رنگے۔

﴿۱۸۴﴾ ہمارے آقا ﷺ کو تسلّی دی جا رہی ہے کہ آپ ان کی تکذیب سے پریشان نہ ہوں یہ ان کی پرانی عادت ہے یہ آپ سے پہلے بھی کئی رسولوں کو جھٹلا چکے ہیں حالانکہ وہ واضح معجزات، حکمتوں اور مواعظ پر مشتمل صحیفے اور احکامِ شریعت کی حامل روشن کتابیں لے کر آئے تھے۔{۲۲۹}

حکمت و ہدایت۔

۱......اللہ اور اس کے انبیاء کے حضور بے ادبی اور گستاخی یہود کا شیوہ ہے۔(۱۸۱) مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیئے اسلام ادب اور احترام کا دین ہے، یہاں تک کہا گیا ہے کہ "الدین کله ادب" (دین سارے کا سارا ادب ہی ادب ہے)......اللہ کا ادب، انبیاء کا ادب، صحابہ کا ادب، علماء اور اولیاء کا ادب، اساتذہ اور والدین کا ادب پھر قرآن کا ادب، مسجد کا ادب، کھانے کا ادب وغیرہ۔

۲......صدقات اور چندوں کی اپیل اس لیے نہیں کی جاتی کہ معاذ اللہ، اللہ فقیر ہو گیا ہے بلکہ اس لیے کی جاتی ہے تا کہ خرچ کرنے والوں کو دین و دنیا کے منافع اور اجر سے نوازا جائے اور بخیلوں کو محروم کر دیا جائے۔

۳......معصیت پر راضی ہونا بھی معصیت ہے۔{۲۳۰} (۱۸۱)

۴......دنیا اور آخرت میں انسان پر جو مصیبتیں آتی ہیں وہ اس کی اپنی کرتوتوں کی وجہ سے آتی ہیں۔(۱۸۲)

۵......"ظَلّام" مبالغہ کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے بہت زیادہ ظلم کرنے والا چونکہ اللہ کی ہر صفت میں مبالغہ پایا جاتا ہے مثلاً وہ رحمٰن ہے یعنی بہت زیادہ رحم کرنے والا، تو اگر وہ ظلم کی صفت سے متصف ہوتا تو اس میں بھی مبالغہ پایا جاتا یعنی وہ بہت زیادہ ظلم کرنے والا ہوتا لیکن وہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔{۲۳۱}

۶......قرآن کریم میں کفار کے لیے "عبید" کا اور اہلِ ایمان کے لیے "عباد" کا لفظ استعمال ہوا ہے......الف میں سربلندی ہے اور ی میں پستی ہے اسی لیے اس کا نام "یـاء الـذلة" رکھا گیا ہے۔ قرآن نے بھی کیا کیا نزاکتیں

{۲۲۹} "والزبر" ای من الصحف المضمنة للمواعظ والحکم الزواجر والرقائق التی یزبر العالم بها عن المساوی "والکتب المنیر" ای الجامع للاحکام وغیرها (نظم الدرر ۱۹۱/۲)

{۲۳۰} وقد روی أبو داؤد عن العرس بن عمیره الکندی عن النبی ﷺ قال: "اذا عملت الخطیئة فی الارض کان من شهدها فکرهها– وقال مرة: فانکرها– کمن غاب عنها ومن غاب عنها فرضیها کان کمن شهدها (منیر)

{۲۳۱} کل صفة له تعالیٰ فی اکمل المراتب فلو کان تعالیٰ ظالما سبحانه لکان ظلاما فنفی اللازم لنفی الملزوم (روح المعانی ۲۲۵/۴)

ملحوظ رکھی ہیں۔

۷......اپنی گڑھی ہوئی باتوں کی نسبت اللہ اور اس کے رسولوں کی طرف کرنا یہودیوں کی عادت ہے۔(۱۸۳)

۸......جب دین کے داعیوں کو جھٹلایا اور ستایا جائے تو انہیں سابقہ انبیاء اور مبلغین کی سیرت سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔(۱۸۴)

زندگی کا انجام اور آزمائشیں

﴿۱۸۵......۱۸۶﴾

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۖ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ

ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو پورے بدلے ملینگے قیامت کے دن پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے

وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿١٨٥﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ

اور داخل کیا گیا جنت میں اس کا کام تو بن گیا اور نہیں زندگانی دنیا کی مگر پونجی دھوکے کی البتہ تمہاری آزمائش ہوگی

أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ۖ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ

مالوں میں اور جانوں میں اور البتہ سنوگے تم اگلی کتاب والوں سے اور مشرکوں سے

أَشْرَكُوٓا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿١٨٦﴾

بدگوئی بہت اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں

ربط: اللہ اور اس کے رسول کے حضور بے ادبی کرنے والوں کو اگر کچھ مہلت دی گئی ہے تو وہ یہ مت سمجھیں کہ ان پر کبھی گرفت نہیں ہوگی اور وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

یونہی مسلمانوں کو بھی سمجھایا گیا ہے کہ موت اور دوسرے حوادث کے پیش آنے پر دل چھوٹا نہ کریں بلکہ صبر و تقویٰ سے کام لیں۔

تسہیل: ہر جاندار کو ایک نہ ایک دن موت کا مزہ چکھنا ہے، تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ تو قیامت کے دن ہی دیا جائے گا، اس دن جسے دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہوگیا باقی رہی دنیا کی زندگی تو وہ دھوکے کے سودے کے سوا کچھ نہیں ہے ○ تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں میں تمہاری آزمائش ضرور ہوگی، اور تم یہود و نصاریٰ اور مشرکوں سے دل آزاری کی بہت سی باتیں سنو گے، اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یقیناً یہ بڑی ہمت کے کام ہیں ○

﴿تفسیر﴾

﴿۱۸۵﴾ ہر جاندار کو موت آ کر رہے گی خواہ وہ حیوان ہو یا انسان، جن ہو یا فرشتہ، نیک ہو یا بد، عالم ہو یا جاہل......موت کا آنا اس لیے بھی ضروری ہے تا کہ ہر شخص کو اس کے عمل کا پورا پورا اجر دے دیا جائے کیونکہ بدلہ دیا جانے کا اصل دن تو قیامت ہی ہے...... پورا پورا اجر......اس لیے کہا کیونکہ انسان کے اعمال کا کچھ نہ کچھ بدلہ تو دنیا میں یا قبر میں بھی مل جاتا ہے۔{۲۳۲} لیکن پورا بدلہ صرف آخرت میں ملے گا۔

''وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ'' {۲۳۳} دنیا کی کھانے پینے کی لذتیں جاہ و منصب کی خواہشیں، مکان، گاڑی اور لباس کی زینتیں، دھوکے کا سودا اور آخرت کے مقابلہ میں قطعی حقیر چیزیں ہیں۔

کتنے ہی لوگ ہیں جو دنیا کی ظاہری چمک دمک کی وجہ سے دھوکہ کھا جاتے ہیں اور اسے دائمی چیز سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ دنیا اور دنیا کی چیزیں فانی ہیں۔{۲۳۴}

﴿۱۸۶﴾ غزوہ احد میں تھوڑی سی مصیبت پیش آنے پر گھبرا جانے والوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ مستقبل میں اس سے بھی بڑی مالی اور جانی ابتلائیں پیش آ سکتی ہیں اسی طرح یہود و نصاریٰ تمہارے دین، تمہاری کتاب، تمہارے نبی اور تمہاری محترم تاریخی اور مذہبی شخصیات کے بارے میں ایسی ایسی باتیں کریں گے جو تمہاری دل آزاری کا سبب بنیں گی......مالی اور جانی ابتلاء ہو یا کفار کی ایذاء ان سب کا علاج ایک ہی ہے یعنی صبر اور تقویٰ......صبر کا مطلب ہے مصائب کے باوجود ہمت نہ ہارنا اور تقویٰ کا مطلب ہے گناہوں سے بچنا اور اطاعات کا بجالانا۔

حکمت و ہدایت۔

۱......اللہ تعالیٰ کے سوا اس دنیا میں جو کچھ ہے وہ فنا پذیر ہے۔(۱۸۵)

۲......مسیحی اور یہودی موت کو گناہ کی سزا یا نتیجہ کہتے ہیں لیکن اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ موت اس ناسوتی زندگی کا تتمہ اور تکملہ ہے۔{۲۳۵}(۱۸۵)

۳......انسان کی اصل کامیابی جہنم سے بچنا اور جنت میں داخل ہونا ہے۔(۱۸۵)

آنحضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ وہ جہنم سے بچ جائے اور جنت میں داخل ہو جائے وہ کوشش

{۲۳۲} قال النبی ﷺ "ان القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار" (ترمذی)

{۲۳۳} ای لذاتها وشهواتها وزينتها (روح المعانی ٤/٢٢٩)

{۲۳۴} ای تغر المومن تخدعه فيظن طول البقاء وهی فانية......ولقد احسن من قال هی الدار دار الأذى والقذى......ودار الفناء ودار العبر (قرطبی ٤/٣٠٢)

{۲۳۵} انجیل میں ہے گناہ کی مزدوری موت ہے (رومیون ٦٠ـ١٣) بحواله تفسير ماجدی (١/٢٧٠)

کرے کہ اسے ایمان کی حالت میں موت آئے اور لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کرے جو سلوک وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔{۲۳۶}

۴......جو لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں وہ دھوکے کا شکار ہیں لیکن جو لوگ دنیا کے ذریعے آخرت کماتے ہیں ان کے لے دنیا بڑی قیمتی متاع ہے۔{۲۳۷}

۵......مسلمانوں کو مالی اور جانی ابتلاؤں اور یہود ونصاریٰ کی زبانوں سے سخت دلآزاری والی باتیں سننی پڑیں گی۔(۱۸۶)

آج جب کہ پوری دنیا میں مسلمان، ہندوؤں، یہودیوں اور بالخصوص عیسائیوں کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں اوران کے قلم اورزبان سے ان کے مذہب اور مذہبی شخصیات پر کیچڑ اچھالا جارہا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس آیت کا صحیح مصداق آج سامنے آرہا ہے۔

۶......تمام دینی اوردنیاوی مصیبتوں، ابتلاؤں اور ایذاؤں کا علاج صبر اور تقویٰ ہے۔(۱۸۶)

اہلِ کتاب کی عہد شکنی اور حبِ مدح کا بیان

﴿۱۸۷......۱۸۹﴾

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهٗ

اور جب اللہ نے عہد لیا کتاب والوں سے کہ اس کو بیان کرو گے لوگوں سے اور نہ چھپاؤ گے

فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿١٨٧﴾

پھر پھینک دیا انہوں نے وہ عہد اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اس کے بدلے تھوڑا سا مول سو کیا برا ہے جو خریدتے ہیں

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَآ أَتَوا وَّيُحِبُّونَ أَنْ يُّحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا

تو نہ سمجھ کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور تعریف چاہتے ہیں بن کئے پر سو مت

تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٨٨﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

سمجھ ان کو کہ چھوٹ گئے عذاب سے اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمان اور

الْأَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٨٩﴾

زمین کی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

{۲۳۶}صحیح مسلم بحوالہ روح المعانی(۲۲۵/٤)

{۲۳۷}قال سعید بن جبیرؒ "انما ھذا لمن آثرھا علی الآخرۃ فأما من طلب الآخرۃ بھا فانھا متاع بلاغ"(کشاف ۳٦٦/١)

ربط: سورۂ آل عمران میں اہلِ کتاب کے بارے میں بات ہوتی رہی درمیان میں غزوہ بدر اور احد کا ذکر آ گیا یہاں دوبارہ انہی کا تذکرہ ہے۔

تسہیل۔ وہ وقت بھی یاد رکھنے کا ہے جب اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب سے عہد لیا تھا کہ لوگوں کے سامنے کتاب کو کھول کر بیان کر دینا اور اسے چھپا کر مت رکھنا لیکن انہوں نے اسے پسِ پشت ڈال دیا اور اس کو حقیر قیمت کے عوض بیچ ڈالا کس قدر برا سودا ہے جو یہ کر رہے ہیں O جو لوگ اپنی کرتوتوں پر خوش ہوتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ایسے کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے کیے ہی نہیں تو آپ ان کے بارے میں یہ مت سمجھیں کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے، ان کے لیے دردناک عذاب ہے O اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے O

تفسیر

﴿۱۸۷﴾ اللہ تعالیٰ نے ہر کتاب اسی لیے نازل کی تا کہ اسے لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کر دیا جائے اور اس کا کوئی مضمون اور کوئی بات اللہ کے بندوں سے چھپائی نہ جائے، چونکہ تورات اور انجیل میں ہمارے آقا ﷺ اور آپ کی امت کے بارے میں پیشنگوئیاں تھیں اس لیے اہلِ کتاب سے عہد لیا گیا تھا کہ ہر پیشنگوئی اور ہر حکم لوگوں کے فائدہ کے لیے ان کے سامنے صاف صاف بیان کر دینا لیکن انہوں نے جھوٹی شہرت، مادی منفعت، عارضی ریاست اور مالِ قلیل کی خاطر اس عہد کو پسِ پشت ڈال دیا۔

﴿۱۸۸﴾ اہلِ کتاب، اللہ کی کتاب میں جو تاویلات اور تحریفات کرتے تھے اور لوگوں کو دینِ حق سے روکنے کے لیے جو کوششیں کرتے تھے اس پر وہ اتراتے تھے۔{۲۳۸} اور چاہتے یہ تھے کہ انہیں کتاب کے محافظ اور مفسّر، دین ابراہیم کے خادم اور نیک انسان سمجھا جائے۔{۲۳۹}

اور نا کردہ اعمالِ خیر پر ان کی تعریف کی جائے...... تو ایسے لوگوں کے بارے میں گمان بھی نہ کریں کہ وہ اللہ کے عذاب سے چھوٹ جائیں گے۔

﴿۱۸۹﴾ یہود نے جو اللہ کو فقیر اور اپنے آپ کو غنی کہا تھا اس کا جواب یہاں دیا جا رہا ہے اور کتمانِ حق کے

{۲۳۸} وحرفوا الكام عن مواضعه وفرحوا ابذلك (روح المعانی ٤/٣٣٥)

{۲۳۹} لا نهم كانوا يقولون نحن على دين ابراهيم ولم يكونوا على دينه وكانوا يقولون نحن اهل الصلوة والصوم والكتاب يريدون أن يحمدوا ابذلك (قرطبی ٤/٣٠٧)

مجرموں کو بھی بتایا جا رہا ہے کہ تم اللہ سے بھاگ نہیں سکتے کیونکہ زمین و آسمان میں اسی کی بادشاہی ہے۔{۲۴۰}

حکمت و ہدایت:

۱......اہلِ کتاب کے علماء کو ایجابی اور سلبی دو حکم دیئے گئے تھے ایک یہ کہ اللہ کی کتاب کو لگی لپٹی رکھے بغیر کھول کر بیان کر دینا اور دوسرا یہ کہ اس کا کوئی حکم مت چھپانا۔ یہی حکم علماءِ اسلام کو بھی دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو قرآن سنائیں اور کھول کھول کر سنائیں مگر افسوس کہ خطیب اور لیڈر بہت کچھ سناتے ہیں مگر قرآن نہیں سناتے۔

۲......مادی اور عارضی مفادات کی خاطر حق بات چھپا دینا یہودیوں کا طریقہ ہے۔ (۱۸۷)

۳......مسلمان کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ ایسے کاموں پر تعریف کا امیدوار ہو جو اس نے کیے ہی نہ ہوں بلکہ اس کا کمال تو یہ ہے کہ وہ کیے ہوئے نیک اعمال پر بھی کسی سے تعریف کی امید دل میں نہ رکھے۔ (۱۸۸)

بہت سارے مسلمان لیڈروں کو شہرت طلبی، خود پسندی اور جھوٹے پروپیگنڈا ہی نے اندر سے بالکل کھوکھلا کر دیا ہے۔

۴......باری تعالیٰ کی ملکیت اور قدرتِ کاملہ کے تصور اور مراقبہ سے دل میں اس کی محبت اور خوف پیدا ہوتا ہے۔ (۱۸۹)

اہلِ عقل کی نشانیاں

{۱۹۰......۱۹۵}

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾

بیشک آسمان اور زمین کا بنانا اور رات اور دن کا آنا جانا اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو

الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ

وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور فکر کرتے ہیں آسمان اور زمین

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَا

کی پیدائش میں کہتے ہیں اے رب ہمارے تو نے یہ عبث نہیں بنایا تو پاک ہے سب عیبوں سے سو ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے اے رب

اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَا اِنَّنَا

ہمارے جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا سو اس کو رسوا کر دیا اور نہیں کوئی گنہگاروں کا مددگار اے رب ہمارے

سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا

ہم نے سنا کہ ایک پکارنے والا پکارتا ہے ایمان لانے کو کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر سو ہم ایمان لے آئے اے رب ہمارے اب بخش دے گناہ ہمارے

{۲۴۰}قرطبی ۳۰۸/٤

وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا

اور دُور کردے ہم سے بُرائیاں ہماری اور موت دے ہمکو نیک لوگوں کیساتھ اے رب ہمارے اور دے ہمکو جو وعدہ کیا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے واسطہ سے اور رسوا نہ کر ہم کو

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ

قیامت کے دن بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا پھر قبول کی اُن کی دعا ، انکے رب نے کہ میں ضائع نہیں کرتا محنت کسی

عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ

محنت کرنے والے کی تم میں سے مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو پھر وہ لوگ کہ ہجرت کی انہوں نے اور نکالے گئے

دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ

اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے البتہ دُور کرونگا میں اُن سے برائیاں اُن کی اور داخل کرونگا اُن کو

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں یہ بدلہ ہے اللہ کے ہاں سے اور اللہ کے ہاں ہے اچھا بدلہ

ربط : کفار اور منافقین کے ساتھ مجادلہ اور ان کے شبہات کی تردید کے بعد اب اہلِ ایمان اور اہلِ عقل کی نشانیاں ذکر کی جارہی ہیں۔

تسہیل : بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور شب وروز کے ادل بدل میں اہلِ عقل کے لیے کئی نشانیاں ہیں O جو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، (اور یوں دعائیں کرتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے یہ سب کچھ بے فائدہ نہیں بنایا تو پاک ہے سو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے O اے ہمارے رب تو نے جسے دوزخ میں ڈال دیا سو اسے رسوا کردیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں O اے ہمارے رب ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا ہے جو ایمان کی دعوت دیتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ سو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب ہمارے گناہ معاف فرمادے، ہماری خطائیں محو کردے اور ہمارا خاتمہ اپنے نیک بندوں کے ساتھ فرمانا O اے ہمارے رب ہمیں وہ چیز عطا فرما جس کا تو اپنے رسولوں کے واسطہ سے ہم سے وعدہ کرچکا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ فرمانا یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا O ان کے رب نے ان کی دعا قبول کرلی اور فرمایا میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا خواہ کوئی مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے کی جنس سے ہو سو جن لوگوں نے ہجرت کی اور وہ اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور وہ لڑے اور وہ مارے گئے، میں ضرور بالضرور ان کے گناہ معاف کردوں گا اور میں ضرور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ اللہ کی طرف سے بدلہ ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا بدلہ ہے O

﴿تفسیر﴾

﴿۱۹۵﴾ارض وسماء کی تخلیق، ان کی بلندی اور وسعت، ان کی نظافت اور کثافت، ان کے کواکب وسیارات، ان کے سمندروں اور پہاڑوں، ان کے درختوں او رنباتات، ان کی معدنیات اور دفینوں، رات اور دن کے ادلنے بدلنے، چھوٹا اور بڑا ہونے پھر گرمی اور سردی، بہار اور خزاں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کے بے پناہ دلائل ہیں......ظاہر ہے قرآن کریم سائنس کی کتاب نہیں یہ تو کتابِ ہدایت ہے لیکن اس میں کیا شک ہے کہ اس میں سائنسی علوم کی طرف اشارے پائے جاتے ہیں۔ جو لوگ قرآن کی نورانی شمع ہاتھ میں لیکر سائنس کی وادی میں قدم رکھتے ہیں انہیں قدم قدم پر قرآنی حقائق کی تصدیق کے دلائل ملتے ہیں اور وہ بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں ''ربنا ما خلقت هذا باطلا'' (اے ہمارے رب تونے یہ سب کچھ بے فائدہ نہیں بنایا) علومِ جدیدہ پر نظر رکھنے والے ایک مفسر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

''نظامِ فلکی اور اسکی تفصیلات، چاند، سورج، ستاروں کی تعداد، ان کے درمیانی فاصلے ان کے باہمی تعلقات وتأثرات، ان کی گردشوں کی پیائش، گہن کے اسباب واوقات، ان کے طلوع وغروب، نور وحرارت وغیرہ کے قاعدے، ضابطے، اس قسم کی تفصیلات سے علم ہیئت کی کتابوں کے دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں، رہی زمین تو ہیئتِ ارض، مساحتِ ارض، طبقاتِ ارض، معدنیاتِ ارض، کششِ ارض، ہواؤں اور موسموں کے تغیرات وغیرہ کے لیے تو کوئی ایک پورا فن بھی کافی نہ ہو بلکہ جغرافیہ، جغرافیہ طبعی جیالوجی، فرالوجی، پیٹرولوجی، آرکیالوجی خدا جانے کتنے فنون پر فنون نکلتے چلے آرہے ہیں، اور حکمتِ باری اور صنعتِ باری کے اندازے اور تخمینے ختم ہونے کے قریب بھی نہیں آرہے ہیں۔ {۳۴۱}

حکمت وہدایت۔

۱......آل عمران کے اس آخری رکوع کی دس آیات کی فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث مروی ہیں اور آنحضور ﷺ کا معمول تھا کہ آپ جب تہجد کے لیے اٹھتے تو آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر ان آیات کی تلاوت فرماتے تھے۔ {۳۴۲}

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک تفصیلی روایت میں ہے کہ ایک بار حضور اکرم ﷺ کی پوری شب عبادت اور

{۳۴۱}تفسیر ماجدی ۱/۲۷۳ مطبوعہ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ(۲۴۴)ابن کثیر۔۱/۵۷۴
{۳۴۲}ابن کثیر ۱/۳۸۸

گریہ وزاری میں گذر گئی، صبح جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کو نماز فجر کی اطلاع دینے کے لیے آئے تو اس وقت بھی آپ پہلو کے بل لیٹے رو رہے تھے انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ کے تو اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت کردی گئی ہے پھر آپ اس قدر کیوں روتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے بلال! میں کیوں نہ روؤں جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیات نازل فرمائی ہیں۔ ''اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ'' پھر فرمایا کہ اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جو ان آیات کو پڑھے اور ان میں غور و فکر نہ کرے۔ {۲۴۳}

۲......کائنات میں غور و فکر کرنے سے ایمان اور یقین میں اضافہ ہوتا ہے۔ (۱۹۰)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک گھڑی کا غور و فکر شب بھر کے قیام سے بہتر ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ غور و فکر ایک نور ہے جو تمہارے دل میں داخل ہوتا ہے۔ عربی کے اس شعر میں بھی غور و فکر کی اہمیت بڑی خوبصورتی سے بیان کی گئی ہے۔

إذ المرء كانت له فكرة

ففي كل شئي له عبرة

(جس انسان کو فکرِ صحیح میسر آجائے اسے ہر چیز میں عبرت کا پہلو دکھائی دیتا ہے)

شیخ ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں جب گھر سے نکلتا ہوں تو جس چیز پر میری نظر پڑتی ہے مجھے اس میں اللہ کی کوئی نعمت اور اپنے لیے کوئی نہ کوئی عبرت دکھائی دیتی ہے۔

۳......ہر حال میں یعنی کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر مستحب ہے۔ (۱۹۰)

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھی جا سکے تو بیٹھ کر اور بیٹھ کر نہ پڑھ سکیں تو لیٹ کر پڑھ سکتے ہیں۔

۴......تفکر اور حصولِ علم کے ساتھ اللہ کا ذکر بھی ہو تو اس علم میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ (۱۹۰)

۵......جہنم سے پناہ مانگنا واجب ہے۔ (۱۹۱)

۶......ایمان اور اعمال صالحہ کو وسیلہ بنا کر دعا کرنا مشروع ہے۔ (۱۹۳)

۷......اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ محبت اور صحبت اختیار کرنا مستحب ہے تاکہ انہی جیسی زندگی اور موت نصیب ہو۔ (۱۹۳)

۸......ان دعاؤں میں پانچ بار ''ربنا'' کا لانا اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے کے لیے ہے۔

{۲۴۳}ابن کثیر ۱/۳۸۶

۹......عمل اور اجر کے اعتبار سے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں۔(۱۹۵)

۱۰......اللہ کی رضا کے لیے ہجرت اور جہاد افضل اعمال میں سے ہیں۔(۱۹۵)

۱۱......مخلصانہ ایمان اور اعمال صالحہ پر اللہ تعالیٰ نے تین وعدے کیے ہیں۔

(۱) گناہوں سے مغفرت۔

(۲) دخولِ جنت کا استحقاق۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی جانب سے تکریم اور ثواب۔(۱۹۵)

مختلف لوگ مختلف جزائیں

﴿۱۹۶......۲۰۰﴾

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ

تجھ کو دھوکا نہ دے چلنا پھرنا کافروں کا شہروں میں یہ فائدہ ہے تھوڑا سا پھر اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بُرا

الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

ٹھکانا ہے۔ لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے انکے لئے باغ ہیں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہینگے اُن میں

فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ

مہمانی ہے اللہ کے ہاں سے۔ اور جو اللہ کے ہاں ہے سو بہتر ہے نیکبختوں کیواسطے اور کتاب والوں میں بعضے وہ بھی ہیں

لَمَن يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ خَاشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتَرُونَ

جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور جو اترا تمہاری طرف اور جو اُترا ان کی طرف عاجزی کرتے ہیں اللہ کے آگے نہیں خریدتے

بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

اللہ کی آیتوں پر مول تھوڑا یہی ہیں جن کے لئے مزدوری ہے اُن کے رب کے ہاں بے شک اللہ جلد لیتا ہے حساب

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۲۰۰﴾

اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو

ربط: پچھلی آیت میں بتایا گیا کہ اللہ کسی کا عمل ضائع نہیں کرتا یہاں کفار، اتقیاء اور اہلِ کتاب کے مومنوں میں سے ہر ایک کی الگ الگ جزا بیان کی جا رہی ہے۔

تسہیل: کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا کہیں تجھے مغالطہ میں نہ ڈال دے O یہ چند روزہ بہار ہے پھر ان کا

ٹھکانا دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے O لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ تو اللہ کی طرف سے ان کی مہمانی ہوگی اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے حق میں کہیں بہتر ہے O اور اہلِ کتاب میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو تم پر اور جو ان پر اتارا گیا ہے وہ اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں اور اللہ کی آیتوں کو حقیر قیمت کے عوض نہیں بیچتے، یہی لوگ ہیں جنہیں اپنے رب کے ہاں سے ضرور اجر ملے گا، یقیناً اللہ جلد حساب کر دیتا ہے O اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اور مقابلہ کے لیے مستعد رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ O

حکمت وہدایت:

۱......کافروں کی خوشحالی اور ثروت وغنا سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے یہ ان کی سچائی اور معاذ اللہ اسلام کے جھوٹا ہونے کی دلیل نہیں۔(۱۹۶)

جن کوتاہ نظر اور ظاہر پرست مسلمانوں کی نظروں کو یورپ کی مادی ترقی کی چکاچوند نے خیرہ کر رکھا ہے انہیں اس مضمون کی آیات بار بار پڑھنی چاہییں۔

۲......دنیاوی دولت کے انبار بھی ہوں تو بھی آخرت کے مقابلہ میں ''متاعِ قلیل'' اور چند روزہ بہار سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔(۱۹۷)

۳......قیامت کے دن اہلِ تقوے مہمان ہوں گے اور اللہ تعالیٰ میزبان ہوگا۔(۱۹۷) اور اس سے بڑا اعزاز کسی کو کیا حاصل ہو سکتا ہے؟

۴......جن اہلِ کتاب میں یہ پانچ صفات پائی جائیں انہیں اللہ کے ہاں سے اچھے اجر سے نوازا جائے گا۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہوں۔

(۲) قرآن کریم پر تفصیلی ایمان رکھتے ہوں......جس کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ وہ قرآن کو ناسخ اور پہلی کتابوں کو منسوخ تسلیم کریں۔

(۳) اجمالی طور پر پہلی کتابوں کی بھی تصدیق کرتے ہوں۔

(۴) وہ اللہ سے ڈرنے والے اور اسی کے سامنے جھکنے والے ہوں۔

(۵) دنیا کے حقیر مال کے عوض وہ اللہ کی آیات کو فروخت نہ کرتے ہوں......نہ تو کسی حکم کو چھپائیں اور نہ کسی آیت میں تحریف اور تبدیلی کریں۔

۵......مسلمانوں میں چار صفات کا پایا جانا ان کی دنیوی اور اخروی فلاح کی ضمانت ہے۔اس لیے سورۃ کی آخری آیت میں اپنے اندران چار صفات کو پیدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۱) صبر......یعنی دین پر اور دین کے تقاضوں اور فرائض وواجبات پر جمے رہو اور مشکلات اور مصائب کی وجہ سے دل چھوٹا نہ کرو۔{۲۴۴}

(۲) مصابرہ......یعنی میدان جہاد میں دشمنوں سے زیادہ تم صبر کر کے دکھاؤ، ایسا نہ ہو کہ کافر اور مشرک صبر میں اور جرأت وشجاعت میں تم سے سبقت لے{۲۴۵} جائیں، سب سے زیادہ صبر کی ضرورت نفس کی خواہشات کا مقابلہ کرنے کے لیے ہوگی۔{۲۴۶}

۳......مرابطہ......دشمنانِ دین سے مقابلہ کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھنا{۲۴۷}، سرحدوں پر پہرہ دینا اور ہر قسم کی جنگی تیاری کرنا "مرابطہ" میں شامل ہے، آنحضورﷺ کا فرمان ہے "رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا ومافیھا"{۲۴۸} (اللہ کی راہ میں ایک دن کا پہرہ دنیا ومافیھا سے بہتر ہے) ایک حدیث میں آپؐ نے ایک نماز سے فراغت کے بعد دوسری نماز کے انتظار کو بھی رباط قرار دیا ہے۔{۲۴۹}

۴......تقویٰ......ہر حال میں اور ہر جگہ اللہ سے ڈرتے رہو، آنحضورﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے ہوئے نصیحت کی تھی "اتق اللہ حیثما کنت واتبع السیئۃ الحسنۃ تمحھا وخالق الناس بخلق حسن{۲۵۰}" (تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو، برائی کے بعد نیکی کرو یہ اس کے اثر کو زائل کر دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ)۔

۲۱ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ
۱۰/ستمبر ۲۰۰۱

{۲۴۴}"اصبروا" علی مشاق الطاعات ومایصیبکم من الشدائد (بیضاوی ۲/۱۳۶)
{۲۴۵}"وصابروا" أعداء اللہ فی الجھاد ای غالبوھم فی الصبر علی شدائد الحرب لاتکونوا أقل صبرا منھم وثباتا (کشاف۔۱/۴۸۸)
{۲۴۶}واعدی عدوکم فی الصبر علی مخالفۃ الھوی (بیضاوی ۲/۶)
{۲۴۷}ابدانکم وخیولکم فی الثغور مترصدین للغزو (بیضاوی ۲/۱۳۷)
{۲۴۸}صحیح بخاری
{۲۴۹}وانتظار الصلاۃ بعد الصلاۃ فذلکم الرباط (صحیح مسلم باب فضل اسباغ الوضو علی المکارہ)
{۲۵۰}ابن کثیر ۱/۳۹۴